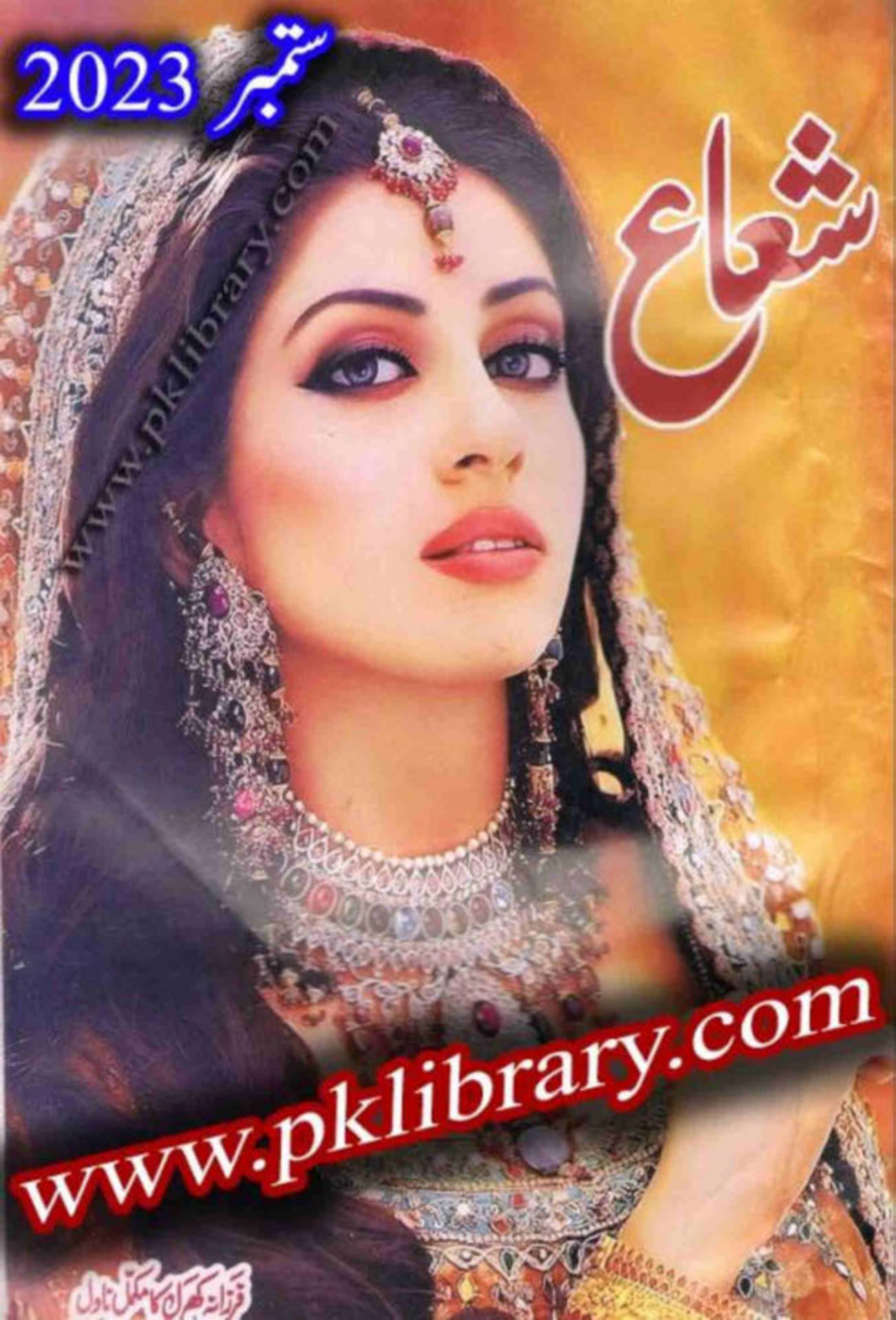
ستمبر 2023
شعاع
www.pklibrary.com
www.pklibrary.com
فرزانہ کھرل کا مکمل ناول

www.pklibrary.com

پہلی شعاع، مدیرہ 8

حمد، ڈاکٹر نصیر ترابی 9

نعت، شاعر صدیقی 9

نبیؐ کی باتیں، ادارہ 10

انٹرویو

منصور احمد خان سے ملاقات، شاہین رشید 22

دستک، شاہین رشید 20

جب تجھ سے ناتا، ع۔ الف 15

شعاع کے ساتھ، ادارہ 26

ناول

والعصر، امت العزیز شہزاد 36

مکمل ناول

شہرِ شامِ ہجر، فرح بخاری 152

آسیب، نعیمہ ناز 78

مسافتیں سمیٹ لو، آسیہ رئیس خان 116

ناولٹ

گھروندا، حمیرا شفیع 60

کس کے گھر پر، آسیہ رزاقی 179

افسانے

وسیلۂ رزق، ثوبیہ زمان 54

میں ایک سسر ہوں، لبنیٰ آصف 58

مجبوری تھی، سونیا ربانی 72

گوشۂ عافیت، سرور فاطمہ مہنی 109

مشکل، رمشا روشن 148

خوابوں کے پر، ریحانہ چوہدری 200

ٹھنڈا توا، شازیہ الطاف ہاشمی 204

تضمین غزلیں

غزل، شاہد ذکی 208

غزل، ابراہیم اشک 208

نظم، سحر علی 209

غزل، فہیم جاوید 209

www.pklibrary.com

مسکراہٹیں

خط آپ کے	رضیہ جمیل	29	مسکراہٹیں	ادارہ	210
باتوں سے خوشبو آئے	شگفتہ جاہ	212	موسم کے پیکاں	واصفہ سہیل	224
کھلتا کسی پہ	حبیبہ خان	223	خوبصورت بننے	ادارہ	226
تاریخ کے جھروکے	امت الصبور	220			

www.pklibrary.com

پہلی شعاع

شعاع ستمبر کا شمارہ لیے حاضر ہیں۔

ماضی خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، ہم کسی بھی حال میں ہوں، ہمیں کتنی بڑی ابتلا کا سامنا کیوں نہ ہو، آنے والے کل سے ہمیشہ اچھی امید ہی رکھی جاتی ہے۔ بدترین حالات میں بھی کہیں چھوٹی سی امید کی کرن جھلملاتی رہتی ہے، راستہ دکھاتی ہے۔ انسان اس کے سہارے مصائب اور دکھوں کا مقابلہ کرتے زندگی میں آگے بڑھتا رہتا ہے۔

ماضی اور حال خراب ہو اور آنے والا کل بھی اندھیروں میں ڈوبا نظر آئے تو یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ہم اس وقت اجتماعی طور پر ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہیں۔

ایک طرف مہنگائی آسمان سے باتیں کر رہی ہے تو دوسری طرف بجلی اور گیس کے بلوں نے کمر توڑ رکھی ہے۔ ساتھ ساتھ قیمتوں میں مزید اضافے کی نوید بھی سنائی جا رہی ہے۔

ہمارے ہاں ایک مخصوص طبقے کو تو مراعات و تعیشات حاصل ہیں۔ وہ ہر چیز پر قابض ہے۔ دوسری طرف ایک بڑی آبادی کے لیے دو وقت کی روٹی کا حصول بھی دشوار ہو گیا ہے۔ طبقاتی اور معاشرتی تفریق احساس محرومی اور غم و غصے کا سبب بنتی ہے۔ یہ صورت حال انتہا پسندانہ رویوں کو جنم دے رہی ہے۔ ہمیں سنجیدگی سے اس تفریق کو کم کرنا ہوگا۔ آنے والے وقت میں یہ مایوسی کسی بڑے المیے کا باعث بن سکتی ہے۔

۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم دن۔ جب قائداعظم محمد علی جناح اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ وہ عظیم رہنما جن کی بے لوث اور پرعزم قیادت میں ہم اپنی شناخت، اپنا وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ یہ قائداعظم کی شخصیت کی مضبوطی تھی کہ وہ اپنے مقصد پر ٹوٹے رہے اور دنیا سے منوا لیا کہ مسلمان ایک اللہ کو ماننے والی قوم ہیں جن کا کلچر، ثقافت، مذہب ہندوؤں سے یکسر مختلف ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایک اللہ کو ماننے والے ایک نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ قائداعظم محمد علی جناح کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پاکستان کو قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

اس شمارے میں،

- آسیب ۔ نعیمہ ناز کے مکمل ناول کی دوسری اور آخری قسط،
- مسافتیں سمیٹ لو۔ آسیہ رئیس خان کا مکمل ناول،
- شہر شام ہجر۔ فرح بخاری کا مکمل ناول،
- آسیہ رزاقی اور حمیرا شفیع کے ناولٹ،
- ثوبیہ زمان، لبنیٰ آصف، شازیہ الطاف ہاشمی، سونیا ربانی، سرور فاطمہ بہنی، ریحانہ چوہدری اور رمشا روشن کے افسانے،
- امت العزیز شہزاد کا ناول ۔ والعصر،
- بے بی باجی کے خالق منصور احمد خان سے ملاقات،
- معروف شخصیات سے گفتگو کا سلسلہ ۔ دستک،
- پیارے نبی کی پیاری باتیں ۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ،
- خط آپ کے، جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے اور دیگر مستقل سلسلے شامل ہیں۔

www.pklibrary.com

حمد باری تعالیٰ

تجھ ہی سے حرف و صدا کا سفر سلامت ہے
تجھ ہی سے خواب دُعا کا سفر سلامت ہے

تیرے ہی نام سے کِھلتے ہیں آرزو کے کنول
تجھ ہی سے موجِ صبا کا سفر سلامت ہے

تیرے ہی دم سے ہے قائم یہ روشنی کا بھرم
تجھ ہی سے رنگِ ضیا کا سفر سلامت ہے

تیرے ہی گُن کا کرشمہ ہیں ساری دُنیائیں
تجھ ہی سے دستِ عطا کا سفر سلامت ہے

ہُنر بدلتی ہے مٹی بھی اِذن سے تیرے
تجھ ہی سے آب و ہوا کا سفر سلامت ہے

ڈاکٹر نثار ترابی

نعت رسول مقبول ﷺ

چلنا ہے کہیں تو آؤ چلیں گلزار مدینہ چلتے ہیں
چھوڑو بھی یہ سب دُنیاداری اس بھیڑ سے آؤ نکلتے ہیں

اک ایسی کشتی اس راہ میں ہے دربار نبی کی چاہ میں ہے
یہ راہ کٹھن تو ہے لیکن گر گر کے لوگ سنبھلتے ہیں

جو لوگ زیارت کرتے ہیں سرکار کے روضۂ اقدس کی
ایمان کی دولت پاتے ہیں اس لمحے میں نور کے ڈھلتے ہیں

آنکھوں کے مقابل ہوتی ہے جب روضۂ اقدس کی جالی
اک جشن چراغاں ہوتا ہے پلکوں پہ دیے جب جلتے ہیں

گلزار مدینہ کو شاعر ہم جنت ارضی کیوں نہ کہیں
دن رات برستی ہے رحمت خوش رنگ نظارے پلتے ہیں

شاعر صدیقی

www.pklibrary.com

ادارہ

ماں کا درجہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں میں کس کا حق مجھ پر سلوک کرنے کے لیے زیادہ ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تیری ماں کا۔" وہ بولا "پھر کون؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تیری ماں کا۔" وہ بولا "پھر کون؟"

فرمایا کہ "تیری ماں کا۔" وہ بولا۔

"پھر کون؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیرے باپ کا۔" (مسلم)

یتیم لڑکیوں سے حسنِ سلوک

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص دو لڑکیوں کو پالے ان کے جوان ہونے تک، تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح سے آئیں گے۔" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملایا (یعنی قیامت کے دن میرا اس کا ساتھ ہوگا۔ مسلمان کو چاہیے کہ اگر خود اس کی لڑکیاں ہوں تو خیر، ورنہ دو یتیم لڑکیوں کو پالے اور جوان ہونے پر ان کا نکاح کردے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ اس کو نصیب ہو۔) (مسلم)

صلہ رحمی کرنا عمر کو بڑھاتا ہے

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی بڑھے اور اس کی عمر دراز ہو تو اپنے ناتے کو ملائے۔" (یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے)

صلہ رحمی کرنا اگرچہ وہ قطعی رحمی کریں

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے احسان کرتا ہوں اور وہ برائی کرتے ہیں، میں ناتا ملاتا ہوں اور وہ توڑتے ہیں، میں صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ جہالت کرتے ہیں۔"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر حقیقت میں تو ایسا ہی کرتا ہے تو ان کے منہ پر جلتی راکھ ڈالتا ہے اور ہمیشہ اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ ایک فرشتہ رہے گا جو تجھے ان پر غالب رکھے گا جب تک تو اس حالت پر رہے گا۔" (مسلم)

جہاد

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا۔ "میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

www.pklibrary.com

ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اس کا ثواب چاہتا ہوں۔"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟"

وہ بولا کہ "دونوں زندہ ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تو اللہ سے ثواب چاہتا ہے؟"

وہ بولا "ہاں۔"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تو اپنے والدین کے پاس لوٹ جا اور ان سے نیک سلوک کر۔"

(مسلم)

ماں کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بے شک اللہ عزوجل نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کر دیا اور لڑکیوں کا زندہ گاڑ دینا (جیسے کفار کیا کرتے تھے) اور نہ دینا (اس کو جس کا دینا ہے مال ہوتے ہوئے) اور مانگنا (اس چیز کا جس کے مانگنے کا حق نہیں) اور تین باتوں کو برا جانتا ہے (گویا تا گناہ نہیں جتنا پہلی تین باتوں میں ہے) بے فائدہ بولنا اور بہت زیادہ سوال کرنا اور مال کو برباد کرنا۔"

(مسلم)

باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ مکہ جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا تفریح کے لیے رکھتے اور جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو اس پر چڑھتے اور ایک عمامہ رکھتے جو سر میں باندھتے۔ ایک دن وہ گدھے پر جا رہے تھے کہ اتنے میں ایک اعرابی نکلا۔ سیدنا عبداللہ نے کہا۔ "تو فلاں کا بیٹا ہے فلاں کا پوتا؟" وہ بولا "ہاں۔" سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو گدھا دے دیا اور کہا کہ

"اس پر چڑھ،" اور عمامہ بھی دے دیا اور کہا کہ "اپنے سر پر باندھ۔" سیدنا عبداللہ کے بعض ساتھی بولے۔

"تم نے اپنی تفریح کا گدھا دے دیا اور عمامہ بھی دے دیا جو اپنے سر پر باندھتے تھے اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے۔"

انہوں نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے مر جانے کے بعد اس کے دوستوں سے (اچھا) سلوک کرے۔" اور اس دیہاتی کا باپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔

(مسلم)

کالے رنگ کا کمبل پہننا

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح کو نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کالے بالوں کا ایک کمبل اوڑھے ہوئے تھے جس پر پالان کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ (صحیح مسلم)

ضروری بستر بنا کر رکھنے کے متعلق

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ "ایک بستر آدمی کے لیے چاہیے اور ایک اس کی بیوی کے لیے اور ایک بستر مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کا ہوگا۔" (یعنی جو لوگوں کو دکھانے اور اپنی برتری ظاہر کرنے کے لیے بنایا جائے) (صحیح مسلم)

اچھا گمان رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قدسی میں اپنے رب کا یہ ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں۔ "میں اپنے بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں، جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جس وقت وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا

www.pklibrary.com

ہوں۔" (مسلم)

بلند مرتبہ کی چیز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی چیز نہیں ہے۔" (ترمذی)

خوش حالی میں دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ تختیوں اور بے چینیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمائے، اسے چاہیے کہ وہ خوشحالی کے زمانے میں زیادہ دعا کیا کرے۔" (ترمذی)

جلد بازی کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بندہ جب تک گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے، اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے بشرطیکہ وہ جلد بازی نہ کرے۔" پوچھا گیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جلد بازی کا کیا مطلب ہے۔؟" ارشاد فرمایا "بندہ کہتا ہے میں نے دعا کی پھر دعا کی، لیکن مجھے تو قبول ہوتی نظر نہیں آتی۔ پھر اکتا کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔" (مسلم)

دعا میں نگاہ اٹھانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔" (مسلم)

فوائد و مسائل

نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے خاص طور پر اس وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ دعا کے وقت نگاہ آسمان کی طرف اٹھ ہی جاتی ہے۔ (فتح المنعم)

غیر ضروری تفصیل سے بچنا

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیٹے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں دعا میں یوں کہہ رہا تھا "اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتوں اور اس کی بہاروں اور فلاں فلاں چیزوں کا سوال کرتا ہوں اور میں جہنم سے اور اس کی زنجیروں، ہتھکڑیوں اور فلاں فلاں قسم کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔" میرے والد سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو ارشاد فرمایا "میرے پیارے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا "عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو دعا میں مبالغہ سے کام لیا کریں گے۔" تم ان لوگوں میں شامل ہونے سے بچو۔ اگر تمہیں جنت مل گئی تو جنت کی ساری نعمتیں مل جائیں گی اور اگر تمہیں جہنم سے نجات مل گئی تو جہنم کی تمام تکلیفوں سے نجات مل جائے گی۔" (لہٰذا دعا میں اس تفصیل کی ضرورت نہیں بلکہ جنت کی طلب اور دوزخ سے پناہ مانگنا کافی ہے۔) (ابوداؤد)

قبولیت کی گھڑی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا "ہر رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ مسلمان بندہ اس میں دنیا و آخرت کی جو خیر مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتا ہے۔" (مسلم)

رات کا آخری حصہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا رب آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے "کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے، میں اس کو

www.pklibrary.com

عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں اس کی مغفرت کروں؟" (بخاری)

بار بار کہو

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا "دعا میں یاذوالجلال والاکرام کے ذریعہ اصرار کرو یعنی اس لفظ کو دعا میں بار بار کہو۔" (مستدرک حاکم)

دعا کا آغاز

حضرت سلمہ بن اکوع اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسی دعا کرتے ہوئے نہیں سنا، جس دعا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات سے شروع نہ فرماتے ہوں یعنی ہر دعا کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات فرماتے "سبحان ربی العلی الاعلی الوہاب" میرا رب سب عیبوں سے پاک سب سے بلند سب سے زیادہ دینے والا ہے۔" (مسند احمد، طبرانی، جمع الزوائد)

آیت کریمہ کی فضیلت

یہ وہ دعا ہے جس کے ذریعہ حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو تین اندھیروں میں پکارا تھا۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین "تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تمام عیبوں سے پاک ہے، بے شک میں ہی قصوروار ہوں۔" (تین اندھیروں سے مراد رات، سمندر اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے ہیں) ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "یارسول اللہ! کیا یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے یا تمام ایمان والوں کے لیے عام ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک نہیں سنا۔ کہ ہم نے یونس علیہ السلام کو مصیبتوں سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔"

پانچ لوگوں کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "پانچ لوگوں کی دعائیں خاص طور پر قبول کی جاتی ہیں۔ مظلوم کی دعا، جب تک وہ بدلہ نہ لے لے۔ حج کرنے والے کی دعا، جب تک وہ لوٹ نہ آئے۔ مجاہد کی دعا، جب تک وہ واپس نہ آئے۔ بیمار کی دعا، جب تک وہ صحت یاب نہ ہو اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لیے پیٹھ پیچھے دعا۔" پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اور ان دعاؤں میں سب سے جلدی قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو اپنے کسی بھائی کے لیے اس کے پیٹھ پیچھے کی جائے۔" (بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تین دعائیں خاص طور پر قبول کی جاتی ہیں جن کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اولاد کے حق میں باپ کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔" (ابوداؤد)

ذکر

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں فجر کی نماز سے سورج نکلنے تک اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی بڑائی، اس کی تعریف، اس کی پاکی بیان کرنے اور لا الہ الا اللہ کہنے میں مشغول رہوں یہ مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے دو یا اس سے زیادہ غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے سورج غروب ہونے تک ان اعمال میں مشغول رہوں یہ مجھے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔" (مسند احمد)

باوضو ہونا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت

www.pklibrary.com

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص باوضو رات کو سوتا ہے تو فرشتہ اس کے جسم کے ساتھ لگ کر رات گزارتا ہے۔ جب بھی وہ نیند سے بیدار ہوتا ہے فرشتہ اسے دعا دیتا ہے۔ "یا اللہ اپنے اس بندے کی مغفرت فرما دیجیے اس لیے کہ یہ باوضو سویا ہے۔" (ابن حبان)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو مسلمان بھی رات باوضو ذکر کرتے ہوئے سوتا ہے، پھر جب کسی وقت رات میں اس کی آنکھ کھلتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی کسی بھی خیر کا سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز ضرور عطا فرماتا ہے۔ (ابوداؤد)

ذکر کی فضیلت

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص صبح دس مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد، وھو علی کل شی قدیر پڑھے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی، اس کے لیے دس درجے بلند کر دیے جائیں گے، اس کو چار غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا اور شام ہونے تک شیطان سے اس کی حفاظت ہوگی اور جو شخص مغرب کی نماز کے بعد یہ کلمات پڑھے تو صبح تک یہی سب انعامات ملیں گے۔" (ابن حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس شخص نے صبح اور شام "سبحان اللہ وبحمدہ" سو مرتبہ پڑھا تو کوئی شخص قیامت کے دن اس سے افضل عمل لے کر نہیں آئے گا۔ سوائے اس شخص کے جو اس کے برابر یا اس سے زیادہ پڑھے۔" ایک روایت میں یہ فضیلت سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کے بارے میں آئی ہے۔ (مسلم ابوداؤد)

حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ

حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ وہ ساری رات دو صاع (سات سیر) کھجوروں کے عوض اپنی کمر پر رسی باندھ کر کنویں میں سے پانی نکالتے رہے پھر ایک صاع کھجور لا کر اپنے گھر والوں کو دی تاکہ وہ اسے اپنے کام میں لائیں اور دوسرا صاع قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ یہ صاع محنت کر کے حاصل کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اسے صدقہ کے مال میں رکھ دو۔"

(چونکہ یہ خود غریب اور محتاج تھے اور اس ایک صاع کھجور کی خود ان کو ضرورت تھی اس وجہ سے) منافقوں نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کے بارے میں کہا۔ "اللہ تعالیٰ کو اس کے صاع کی کیا ضرورت تھی، یہ تو خود اس صاع کا محتاج تھا۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

"یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفلی صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور (خصوصاً ان لوگوں پر اور زیادہ) جن کو بجز محنت مزدوری کی آمدنی کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا۔ یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس تمسخر کا (تو خاص) بدلہ دے گا اور (مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے ہی گا) کہ ان کے لیے آخرت میں دردناک سزا ہوگی۔"

(سورہ توبہ، آیت:79)

☆
☆

www.pklibrary.com

جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے

ع.....آصف

س۔شادی کب ہوئی؟

ج۔میری شادی 27 مارچ 2009 بروز جمعہ۔

س۔شادی سے پہلے مشاغل اور دلچسپیاں؟

ج۔مشاغل اور دلچسپیاں؟ جمع میں لکھا بہت ہی اچھا کیا، مشاغل اور دلچسپیاں تو ایسی تھیں کہ اللہ کی پناہ مگر سے ذرا جو غائب ہوئے تو۔

"بے فکری ٹولی نظر نہیں آ رہی.....؟" ابو کا سوال۔

"سارا آپ کی ڈھیل کا نتیجہ ہے۔" امی کا تبصرہ.....

اور بے فکری ٹولی، جو کم از کم دس پندرہ اور زیادہ سے زیادہ پینتیس یا چالیس افراد پر مشتمل ہوتی تھی وہ بھی شارٹ فام میں مطلب بچوں کو ڈرا دھمکا کے پیسوں کا لالچ دے کر اگلے چکر میں ساتھ لے جانے کے پکے پکے وعدے کر کے چھوڑ جاتے۔ جو کوئی بچہ مخبری کرتا، اس کی ایسی درگت بنتی کہ اللہ کی پناہ اور آئندہ وہ تمام پھیروں سے آؤٹ اور غدار کے نام سے اسے بلایا جاتا۔

ہمارا پورا محلہ ایک خاندان کی طرح تھا۔ میری اپنی سگی ایک پھپھو تھیں، جو بہت عرصہ ہوا فوت ہو چکی تھیں۔ تایا ایک تھے، غیر شادی شدہ (دادی نے پتا نہیں کس چیز کا بدلہ لیا تھا ان سے) پھر ابا نے بریک لگنے نہ دی اور ماشاء اللہ اپنی فوج تیار کر لی (ابو ریٹائرڈ فوجی تھے) ہم دس بہن بھائی ہیں۔

وقت ازالہ نہ کر سکا جن کا
لوگ ایسے بھی ہم نے کھوئے ہیں

"ابو نہیں رہے۔" اور یہ جملہ لکھتے ہوئے ہاتھ کانپنے لگتا ہے۔ ایسا سایہ دار شجر، جس کے بے جان ہوتے ہی ہم سب بہن بھائی اور ہماری امی تپتی جھلستی دھوپ میں آ گئے۔ گرمیوں کی جھلساتی دھوپ میں اسکول، کالجز سے فری ہو کے لوگوں کے دروازے بجانا اس ترتیب سے کہ سب نے ایک ایک دروازہ بجانا ہے، اس کے بعد سب غائب اور اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ کر سب کے تاثرات جانچنا..... گرمی..... پسینے..... اور لوڈ شیڈنگ کے ستائے لوگ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے اور اکثر گتھم گتھا ہو جاتے اور ہم سب یہ دیکھنے کے چکروں میں، ایک دوسرے کے ہاتھ پیر، پنڈلیاں، پیٹ، سر، بازو سب کچل ڈالتے محلے والوں کا سیاپا مکتا نہیں تھا۔ ہمارا تماشا شروع ہو جاتا..... آہستہ آہستہ بولتے بھی آواز بلند ہو جاتی پھر ہاہاہا..... کی کی کی..... ندر کتے والا سلسلہ۔

لڑنے والوں کے کان کھڑے ہو جاتے اور ہم سب سر پٹ بھاگتیں اپنے سوئے ہوئے ابو کے دوالے (اردگرد) ہو جاتیں۔

"ابو! بچالو، تائے بچائیں۔ چاچے بچالو۔ ماموں بچائیں۔ اوی، پھوپھو ہائے خالو۔"

ابو سوتے میں ہڑبڑا کے اٹھتے۔

"کڑیوں تسی ہلدیاں نئیں؟"

"ہماری شکایت آنے والی ہے....." ہم سب ڈھیٹ بنی ہنستے جاتیں۔

اور ابو شکایت لانے والے کو ایسے پرسکون لہجے اور اپنے یخ ٹھنڈے لفظوں کی مار تے کہ گرمی میں آنے والا بندہ ٹھنڈا ٹھار ہو جاتا۔ اور آخر میں ایک مخصوص جملہ!

کڑیاں یار! کیا ہو گیا..... کل ساریاں نے چلے جانا....."

"وہ کل کب آئے گی؟"..... کچھ ایک دوسرے کے کان میں کہتیں "پھر کہاں کہاں ہوں گی کوئی پتا نہیں۔"

ابو کی آنکھیں بھر آتیں، آنے والا شرمندہ ہو جاتا۔ اور ہم اداس..... کوئی بیچ میں اپنے دوپٹے کے کونے کو ایک آدھی انگلی پہ لپیٹتی اور شرمائے جاتی۔ آنکھوں کو اوپر نیچے کر کے پورا دہن والا پوز مارا جاتا.....

دسمبر کی سخت ترین سرد راتوں میں، انٹینشن پر جا کے وہاں کے کھوکھوں سے یخ ٹھنڈی بوتلیں پینا..... ہڈیاں تک ٹھٹھر جاتی تھیں پر..... کورس کے علاوہ کتابیں پڑھنا۔

ابو ریٹائرڈ ہو کے آئے تو ان کا، ایک ٹرنک بھرا ہوا تھا

www.pklibrary.com

کتابوں کا جو وہ ساتھ لائے تھے، انہیں اچھی کتابیں پڑھنا وہ دینی ہو یا دنیاوی اور پھر اچھی اچھی چیزیں اپنی ڈائری میں لکھنا، انہیں محفوظ کرنا پسند تھا خواتین شعاع پڑھنا..... پہلے لڑائیاں ہوتی تھیں اس کے بعد ٹائم مقرر ہو گیا سب کا، پھر کہانیوں پر تبصرے ہیرو ہیروئین کی لائیو پرفارمنس..... بارش میں چھتوں پر نہانا..... دوربین سے نظارے کرنا۔ ہمارے شہر سے دریائے سندھ گزرتا ہے اس کے کنارے جا کے خوب کھیلنا، مٹی کے گھروندے بنانے، جہاں پانی کم ہوتا وہاں نہانا، کرکٹ، نٹ بال، والی بال، پکڑن پکڑائی، گلی ڈنڈا، پٹھو گرام، اسٹاپو، گڑیوں کی شادیاں..... مہندی ہو لیے کوئی کھیل نہ چھوڑا.....

سب نے کنڈے (ویٹ مشین) پر وزن کرنا جس کا وزن زیادہ ہوتا، اس کی ایسی درگت بنتی کہ بس..... بس پھر واک کرنے کے چکروں میں کلورکوٹ کی سڑکیں ناپتے رہتے..... عید پر پارک کے ساتھ مخصوص جھولے لگتے رات کو گیارہ بارہ بجے جھولے، والوں کے سر پر سوار ہو جاتے جھولے والے بھی، نیند میں جھول رہے ہوتے تھے مگر جب تک ہم سارے جھولے نہ لے لیتے ان کا پیچھا نہ چھوڑتے۔

رات کے اندھیرے میں ہماری چیخ و پکار..... ہنسی مذاق..... کسی جب فل اسپیڈ میں حرکت کرتی..... کچھ تو باقاعدہ بین ڈال ڈال رونے لگتیں..... کچھ جھولے والوں کے اگلے پچھلوں کو وہ وہ کچھ کہتیں کہ بندہ کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا..... کوئی ورد شروع کر دیتیں تو کوئی درود شریف با آواز بلند..... رمضان میں عبادتیں..... طاق راتوں میں جاگنا..... مل کے تراویح پڑھنا عید کی شاپنگ۔ بازاروں کے چکر.....

چاند رات پر ایک علیحدہ ہی رونق ہوتی تھی کہ بہت سے لڑکے اور لڑکیاں اعتکاف کرتی تھیں..... سب کو باری باری ملنے جانا..... ہار پہنانا..... مل کے پارٹیاں کرنا..... پیسے جمع کر کے لمبی دعوتیں کرنا..... سردیوں میں چٹائی (ہماری) چھت پر ہوتی۔ کینو گنے..... سموسے پکوڑے جلیبیاں گول گپے..... اور گرمیوں میں چٹائی کمرے میں..... ایک ساتھ بیٹھ کے پی ٹی وی کے ڈرامے دیکھنا..... چھپ چھپ کے فلمیں دیکھنا۔

سردیوں میں ابو کے ساتھ خوب گپیں لگانا کہ رات کو انگیٹھی کے سامنے بیٹھ کے، ابو سے باتیں کرنے کا مزہ ہی اور تھا۔ فوج کے قصے..... اپنی ماں کی نختیوں کے قصے۔ دنیا کے عروج و زوال کے قصے، بہت کچھ.....

الیکشن ہوا تو عربی عبایا پہن کر ووٹ مانگنے نکل پڑے اور حرے کی بات کسی گلی والے نے بھی نہ پہچانا..... چھت سے لٹک لٹک کر سب کی لڑائیاں دیکھنا..... رات کو صحن اور گلیوں میں سوئے ہوئے لوگوں کو ٹکر مارنا۔ ان کی چارپائیوں کے نیچے پٹاخے رکھ دینا.....

سردی کی راتوں اور گرمی کی دوپہروں میں سوئے ہوئے لوگوں کی چھتوں پر خوب اچھل کود کرنا، چھتوں والے غصے سے دندناتے اوپر اور ہم نیچے کسی کی چارپائی الٹا دی..... کسی کے اوپر سوتے ہوئے پانی پھینک دیا..... کسی کی چارپائی اٹھا کے دوسری جگہ رکھ دی..... کباڑیے سے لا کر پرانے رسالے پڑھنا۔ پی ٹی سی ایل پر صرف عورتوں کو تنگ کرنا۔ جھولے ڈالنا۔ فریدہ باغ چلے جانا۔ بلیوں کو دودھ، پرندوں کو دانہ دینا..... لڑنا جھگڑنا..... روٹھنا..... منانا سب چلتا تھا۔

ہم چھ بہنیں تھیں (ہیں) تو کوئی نہ کوئی رشتہ دار محلے دار کلاس میں ہوتی تھی ہر بہن کے..... صبح سب نے ہمارے گھر جمع ہو جانا..... ایک دوسرے کی کاپیوں سے دیکھ کر ہوم ورک کرنا.....

حکومت نے پروگرام چلایا تو عورتوں کا اسکول کھول لیا..... ایک نیا تماشا ہاتھ لگ گیا سب کے..... ایک دوسرے کو ایسی ایسی جگتیں مارنا کہ بندہ سردی میں ٹھنڈا اٹھا اور گرمی میں جلتے توے پر جا بیٹھتا تھا۔ چھپ چھپ کے ڈائریاں پڑھنا اور لکھنے والوں کا ریکارڈ لگانا..... موبائل پر میسج پڑھنا اور اگلے بندے کی درگت بنانی..... بہت کچھ ہے..... کہ..... جگہ.....؟

س۔ شادی میں مرضی شامل تھی یا بڑوں کے سامنے سر جھکایا؟

ج۔ بڑوں کا فیصلہ تھا رشتہ بچپن سے طے تھا صرف میری ساس کی طرف سے (خالہ) ابو کہتے تھے ان کا اکلوتا بیٹا ہے جہاں مرضی کریں۔ میرے شوہر

www.pklibrary.com

انکوتے..... ایم بی اے..... سرکاری نوکری..... زمین..... شہر میں گھر گاڑی۔ چھوٹی فیملی..... خوب صورت شریف..... لہٰذا بہت لوگوں کا جھکاؤ تھا اس طرف..... پہلے سب کا یہی خیال تھا کہ ماں باپ کی فرماں برداری میں شادی کررہے ہیں مگر بعد میں پتا چلا کہ..... (اب اندر کی باتیں تو سب کو پتا نہیں ہوتیں ناں.....)

س۔ ذہن میں جیون ساتھی کے بارے میں کیا خیالات تھے؟)

ج۔ عزت کرنے والا ہو..... کیئرنگ ہو..... حلال کمانے والا ہو..... احساس کرنے والا بے ریا..... جیسا ہو ویسا نظر آئے منافقت نہ ہو..... لالچی نہ ہو..... سب کی مدد کرنے والا ہو اور میرے شوہر بالکل ویسے ہی ہیں.....

س۔ منگنی کتنا عرصہ رہی فون پر بات یا ملاقات.....؟

ج۔ 2007 میں باقاعدہ منگنی ہوئی..... فون پر بات اس رشتے سے ہٹ کر ہوئی، ہمارے گھر بھی آئے..... سلام دعا بھی ہوئی..... کوئی پابندی نہیں تھی گھر والوں کی طرف سے، مگر مجھے اپنی حدوں کا پتا تھا اور اپنے آپ سے عہد تھا کہ سب کچھ کرنا ہے پر اپنے ''پنگے'' نہیں لینے..... ہاں منگنی کے بعد انہوں نے میسج پر برتھ ڈے وش کی تھی دعائیہ پوسٹری تھی جو آج بھی یاد ہے۔

ہاں ایک بار کسی نے شرارتاً میرے موبائل پر کال ڈائیورٹ لگا دیا تھا، میں کال اپنے بھائی عمر کو کررہی تھی اور جارہی تھی کال آصف کے نمبر پر۔ آصف کا سامنا منگنی کے بعد پہلی بار جب ہوا تو ہم شٹل کاک پہنے مٹر گشتی کررہے تھے کہ سڑک پر اچانک ان کی گاڑی آگئی..... ہمارے محلے میں تین چار بزرگ خواتین شٹل کاک استعمال کرتی تھیں اور ہم بھی ایمرجنسی میں ان کے برقعے بھی اکٹھے کرکے اوڑھتے اور نکل پڑتے اور پھر اپنے بھی سلوائے شوقیہ..... میرا خیال تھا کہ ہم شٹل کاک میں سب کو دیکھ سکتے ہیں اور کوئی ہمیں نہیں دیکھ سکتا مگر میری غلط فہمی تھی کیونکہ انہوں نے نہ صرف مجھے برقعے میں پہچان لیا تھا بلکہ بعد میں مزے لے لے کر بتایا بھی میری مخبری کی کس نے، آج تک وہ بندہ ہاتھ نہیں لگا میرے پورے شہر سے تو یارانے ہیں آصف کے۔

س۔ شادی سے پہلے سسرال والوں کے بارے میں خیالات.....؟

ج۔ بہت ہی نیک اور اچھے تھے اور اب بھی ہیں، اب کچھ اور طرح کے ہیں میری دو نندیں تھیں، ایک کی شادی کے نو ماہ بعد ڈیتھ ہوگئی۔ آپریشن سے بیٹی ہوئی تھی، بڑی نند کے پانچ بچے ہیں، سب ہی سے میری دوستی ہے..... قارئین میری ایک بات کا جواب دیں کہ اگر آپ کسی کے ساتھ ہاسپٹل میں ہوں اور جس کا آپریشن ہو، اس کے اصرار پر گئے ہوں اور اس کی ڈیتھ ہوجائے..... تو کیا آپ اس کی موت کے ذمہ دار ہوسکتے ہیں.....؟ کیا آپ اس کے قاتل ہوسکتے ہیں.....؟

س۔ شادی کے بعد کس چیز کی قربانی دینی پڑی.....؟

ج۔ بی اے بیچ میں رہ گیا میرا خیال ہے کہ ہر عورت بہت ساری قربانیاں دیتی ہے اور دیتی رہے گی، اور مرد بھی دیتے ہیں۔

س۔ شادی بخیر و خوبی ہوئی یا کوئی بدمزگی.....؟

ج۔ بہترین شادی ہوئی سارا انتظام بہترین تھا کھانے کا، سیٹنگ کا..... کھانا بہت مزے دار تھا سب نے ہی تعریف کی تھی، بہت شدید بارش ہوئی تھی بارش کے باوجود بارات کو پروٹوکول شان دار دھوم کی انٹری..... مہندی..... پارلر بازار..... شاپنگ..... ہلا گلا..... جگت بازیاں..... جگمگاتے سب کچھ ہوا تفصیل لکھوں تو..... ناولٹ.....

س۔ شادی کے بعد شوہر نے دیکھ کر کیا کہا؟

ج۔ کمرے میں آکے سلام کیا..... حال چال پوچھا۔ شکرانے کے دو نفل پڑھے اور پھر بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ سونے کا سیٹ دیا، گلے میں پہنانے کو جگہ نہ تھی..... لہنگے اور دوپٹے کی پنیں اتارنے میں مدد کی..... باقی باتیں ہم منظر عام پر نہیں لانا چاہتے کہ اس معاملے میں ہم 110% پردہ داری کے قائل ہیں۔

س۔ شادی کے کتنے عرصہ ۔بعد کام سنبھالا.....؟

ج۔ آٹھ دس دن کے بعد چھوٹے چھوٹے کام کرنا

www.pklibrary.com

شروع کیے تھے کہ وقت نہیں کٹتا تھا..... مہمان اپنے گھروں کو چلے گئے..... سسر اور شوہر آفس چلے جاتے۔ میری ایک نند اور ساس رہ جاتے تھے..... کام کے معاملے میں تو میں مشہور ہوں خاندان میں کہ کام نہیں کرتی..... ہر بہو کا المیہ یہ تو.....

س۔ میکے اور سسرال میں کھانے پکانے ،ذائقہ میں فرق.....؟

ج۔ میکے میں کھانا مرضی کا ہوتا تھا یا سبزی گھر کی تھی مگر پسند کسی کو نہ تھی۔ ہمارے کھیتوں کی سبزی پورے محلے میں بکتی تھی سوائے ہمارے گھر کے..... ابو ٹھہرے فوجی آدمی..... جب تک صحت اچھی رہی خوب گوشت۔ ترکے۔ تریاں..... پھر ابو کی صحت گرنے لگی تو..... دودھ بھی گھر کا تھا ہر چیز وافر کھلے ہاتھ سے استعمال کی ہل کے کھائی..... سسرال کا کھانا کبھی لاجواب تھا..... ہر لحاظ سے میری ساس بہت اچھی کوکنگ کرتی ہیں.....

س۔ میکے اور سسرال میں کیا فرق تھا.....؟

ج۔ سسرال میں تو خیر پرائیویسی ہی تھی۔ کمرہ اوپر تھا میرا، فرق سسرال میں یہ تھا کہ اپنا موڈ ٹھیک ہے تو سر پر نہیں تو..... جس گھر میں کسی کو اپنی صحیح غلط بات منوانے کی عادت ہو وہ مرد ہو یا عورت..... مشکلات بہت بڑھ جاتی ہیں۔

میکے میں پرائیویسی نام کو نہیں تھی۔ وہاں تو کوئی پانچ منٹ واش روم میں فالتو لگا لے تو دروازہ بجنے لگتا ہے کہ "وہی ٹائم بندہ" "اپنوں" میں گزار لے..... کہ اپنوں سے دل لگی کا بھی اللہ نے ثواب رکھا ہے" اب تو خیر وہاں بھی دس میں سے چھ تو ہم بیاہے گئے، پانچ بہنیں ایک بھائی..... محلے اور خاندان کی بھی آدھے سے زیادہ لڑکیاں اپنے سسرال کو مہکا رہی ہیں..... یا دہکا رہی ہیں بقول میرے بھائی راشد کے۔ اور آدھے سے زیادہ لڑکے بھی نبٹ گئے بقول میرے بہنوئی کے پہلے ویسے ڈھول بجتے ہیں (خوشی سے) اور بعد میں ویسے بجتے ہیں..... سمجھ تو آپ گئے ہوں گے۔

کھلا ڈلا ماحول ہے، پیار آیا تو بانہوں میں بھر کے گھما ڈالا..... پچویشن کے حساب سے گانا گالیا..... (بہن بھائیوں نے یار) غصہ آیا تو ایسے ایسے لفظ تو بہ..... یہ دو دو من کے طعنے ٹھاہ ٹھاہ کر کے مارے جاتے ہیں..... بقول کشف کے "اس گھر میں تو موت کا فرشتہ بھی آئے گا تو سمیع کہے گا۔

"آج نہیں کل آنا، آج کشف نے میرے کپڑے استری کرنے ہیں۔"

"دو دن کا ٹائم دوں کافی..... ایک دن میں تو تو نے ساری سلوٹیں نہیں نکالنی....."

"آنکھیں جو خراب ہیں" مذاق میں..... جواب حاضر اور سمیع غائب..... اور جوتا ٹھاہ کر کے گیٹ میں داخل ہوتے عمر کے سینے پر..... اس نے جوتا عجلت میں اٹھا کر سیدھا سمیع کی کمر کا نشانہ لیا..... سمیع گلی میں جا کے موبائل پر بزی ہو گیا۔ کشف نے کوریئر بھیجا ہے..... موبائل سمیع زمین پر (بے دھیانی میں جو کھڑا تھا) اور سمیع جلتا بھنتا کشف کے سر پر اور کشف بیری کر کے پیچھے.....

"تیرے موٹے ہونے کا ایک فائدہ ہے میں پوری کی پوری چھپ گئی"..... وہ جی جان سے خوش ہوئی۔

"ہیں..... ہیں"..... میں تو مارے صدمے کے فوت شدگان میں شامل ہونے ہی والی تھی بھئی میں مر گئی واک کر کر..... فاقے کر کر..... اور تو مجھے موٹی کہے تیری اتنی جرات..... میں نے غصے میں کشف کا بازو پکڑ کے سمیع کے حوالے کیا اور انابیہ کو لے کر عامر (بھائی) کے پاس جا بیٹھی جو چھٹی پر آیا ہوا تھا۔

ایک بار راشد نے کشف کے کان میں جان بوجھ کے چیخ ماری تو وہ ڈر گئی..... اب تیرے اندر دو نقص ہو گئے ہیں..... ایک کانی اور دوسری بولی (بہری) اب تیرا رشتہ نہیں ہونا....." اس کے بعد نہ ختم ہونے والی جگتیں..... ہاہاہا..... آوازیں سن کے ایک ایک جمع ہونا شروع ہو جائیں گے..... اور ایسے ایسے طنز مذاق میں کہ بندہ تلملا کے رہ جاتا ہے بلکہ زچ ہو جاتا ہے، لمبی کہانیاں.....

س۔ سسرال میں وہ مقام ملا جو آپ کا حق تھا.....؟

ج۔ میرے سسرال میں الحمدللہ ہر سہولت موجود ہے۔ ہر آسائش ہے میرے سسر بھی ولی انسان ہیں بندوں کی بھی ہمیشہ عزت کی، ساس نے بھی کمی تو کوئی نہیں کی مگر جب انسان شک کی عینک چڑھا لے تو وہ وہی

www.pklibrary.com

دیکھتا ہے جو دیکھنا چاہتا ہے اور پھر سوچے کہ ہر انسان میری نظر سے اسے دیکھے تو..... اور انسان نہ چاہتے ہوئے بھی برا بن جاتا ہے..... جب انسان کو..... جادوگر، چور..... قاتل..... بدزبان..... کام چور..... اور بہت سارے ناقابل بیان ناموں سے مشہور کر دیا جائے تو انسان نہ چاہتے ہوئے بھی بدزبان ہو ہی جاتا ہے..... پھر ساری مادی اشیاء اپنی حیثیت کھو دیتی ہیں..... تو بعض مقام پر حیثیت سے زیادہ ملا اور کہیں سوچ سے کم۔

س۔ سسرال سے وابستہ توقعات پوری ہوئیں.....؟

ج۔ جی شکر ہے اللہ کا..... (انسانوں سے گلے کریں گے تو.....؟ اس سے بہتر ہے رب سے گزارشات کی جائیں) میری اپنی نند کے ساتھ بہت گہری کپ شپ ہے، وہ اپنی ہر بات میرے ساتھ شیئر کرتی ہیں..... ان کے بچوں کے ساتھ میری دوستی ہے..... میری نند جس کی ڈیتھ ہو گئی تھی، اس کی ایک بیٹی ہے، وہ بھی ہمارے پاس ہے میری اس کے ساتھ بھی بہترین انڈر اسٹینڈنگ ہے، وہ اپنی ہر بات میرے ساتھ شیئر کرتی ہے۔ میرے سسر بہت نیک بندے ہیں، ہر کسی کا خیال رکھنے والے..... سب کی عزت کرنے والے، سب کی خدمت کرنے والے آج کے دور میں وہ اللہ کے ولی ہیں۔

میری ساس نے یقین، اعتماد اور اعتبار کے سوا مجھے سب کچھ دیا..... مگر جب لفظوں سے جگر چھلنی ہونے لگے تو انسان وحشی سے بھی برا ہو جاتا ہے..... میں تو لسی بندی ہوں کہ جسے الفاظ، لہجے یا تو زندہ کر سکتے ہیں یا مار سکتے ہیں۔ میری اپنے سسرالی سارے خاندان کے ساتھ بہت اچھی سلام دعا ہے سب عزت کرنے والے اور عزت لینے والے لوگ ہیں۔

پتا نہیں کیوں میں اپنے ساتھ برا ہونے۔ شدید برا ہونے کے باوجود لوگوں کی برائی نہیں کر سکتی۔ یہ میری کم ہمتی کہہ لیں..... یا صبر اور حوصلہ..... میرے شوہر بھی بہت اچھے ہیں.....

س۔ پہلے بچے کی پیدائش.....؟

ج۔ پہلے بچے کی پیدائش نو ماہ بعد ہوئی..... میری بیٹی ایمہ اسف یکم جنوری کو پیدا ہوئی اکلوتے بیٹے کی پہلی اولاد تھی، بہت خوشی منائی گئی۔ بہت زیادہ مٹھائی بانٹی گئی..... ایمہ کے چار سال کے بعد عبداللہ سیف کی صورت میں رب نے اولاد نرینہ عطا کی تو لگا ہفت اقلیم کی دولت مل گئی..... بہت زیادہ خوشی..... اس کے چار سال بعد ابوذر سیف معجزاتی طور پر میری زندگی میں آیا..... تو مانو زمین آسمان ایک ہو گیا..... (خوشی سے) اور اس کے تین سال بعد انابیہ سیف نے آ کر میری فیملی پوری کر دی..... انابیہ کی دفعہ بیٹا بتایا ہوا تھا اور میں نے دعائیں مانگ کے بیٹی لی..... اللہ ان سب کے مقدر بلند کرے، انہیں ہمیشہ عزت دار اور خوش حال لوگوں میں رکھے..... (آمین)

پریگننسی میں میری طبیعت اتنی شدید خراب ہوتی ہے کہ دیکھنے والے بھی کانوں کو ہاتھ لگا لیتے ہیں..... کچھ کھایا پیا نہیں جاتا۔ ہر چیز سے بیزار (ہاں جو تکلیف کاٹی، اس کا اجر اللہ سے مانگا ہے بس اور اس نے دیا بھی ہے) بچوں کے عقیقے..... بھی ساتویں دن ہوئے۔ شاپنگ بھی خوب ہوئی ہر طرح کی خوشی منائی گئی.....

س۔ جوائنٹ فیملی سسٹم یا علیحدہ رہنا چاہیے.....؟

ج۔ مجھے اکٹھے رہنا بہت پسند ہے..... اگر عزت، محبت اعتماد و یقین ہو تو اکٹھے۔ اگر دلوں میں گنجائش نہ رہے تو علیحدہ۔ ایک بہن نے کہا تھا کہ یہ سوال بھی شامل کیا جائے کہ اب آپ کیسی ساس ہیں۔

تو جناب! میرا بیٹا ابھی نو سال کا ہے لیکن میری دعا ہے کہ میں اپنے بچوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے والی بنوں ان کی زندگی میں بے سکونی لانے کا سبب نہ بنوں۔

عبداللہ میرا بیٹا کہتا "ماما آپ میری بیوی کے ساتھ کیسے رہیں گی.....؟"

(شاید گھر کے حالات دیکھ دیکھ کے.....)

میں نے کہا "میں اسے بیٹی بنا لوں گی اور تمہارے بجائے اسے فیور کروں گی..... ان شاء اللہ۔"

☆☆

www.pklibrary.com

دستک دستک دستک

شاہین رشید
ایمن منیب خان

س۔ ”کیا حال ہیں؟“

ج۔ ”اللہ کا شکر ہے۔“

س۔ ”ایمن خان لکھوں یا ایمن منیب لکھوں۔“

ج۔ ”جو دل چاہے لکھیں۔ مجھے تو دونوں طرح سے اپنے نام کے ساتھ خان اور منیب لکھنا اچھا لگتا ہے۔ ایمن منیب خان زیادہ بہتر رہے گا..... ہنستے ہوئے۔“

س۔ ”فیلڈ سے متعلق تو بہت انٹرویو ہو چکے ہیں۔ آج تھوڑی گھریلو باتیں نہ ہو جائیں؟“

ج۔ ”ضرور..... ضرور.....“

س۔ ”پہلے تو بہت بہت مبارک ہو بیٹی کی پیدائش..... ماشاء اللہ دو بیٹیاں ہو گئیں؟“

ج۔ ”بالکل جی..... آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں..... اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں، کم ہے۔“

س۔ ”اور بچوں کی وجہ سے آپ نے ٹی وی کی فیلڈ کو بھی خیر باد کہہ دیا ہے؟“

ج۔ ”خیر باد تو نہیں کہا لیکن فی الحال کام نہیں کر رہی۔ پہلے اس کی وجہ سے اور اب میرال کی وجہ سے..... بس یہ تھوڑے بڑی ہو جائیں تو پھر ایک آدھ ڈرامے میں کام کر لیا کروں گی۔ کیونکہ ٹی وی یا اداکاری ایسا شعبہ ہے کہ جس سے کنارا کشی کا میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ لڑکی کی جب شادی ہو جائے تو اسے اپنے گھر پر ہی توجہ دینی چاہیے کیونکہ اس کا شوہر اور اس کے بچے ہی اس کے لیے سب کچھ ہوتے ہیں۔“

س۔ ”خوش ہو اپنی ازدواجی زندگی میں؟“

ج۔ ”جی بہت زیادہ..... الحمدللہ سب لوگ اچھے ہیں۔ منیب بہت اچھے ہیں..... میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔“

س۔ ”منیب سے دوستی کب ہوئی اور پسندیدگی کا اظہار کس نے کیا تھا؟“

ج۔ ”بس ڈراموں کے دوران ہی دوستی ہو گئی اور دوستی کب محبت میں بدل گئی۔ پتا ہی نہیں چلا..... جب میں تقریباً چودہ سال کی تھی اور منیب سولہ سال کے تھے تو ہم نے ایک ٹیلی فلم میں کام کیا..... اس کے بعد ہم دونوں نے ایک سٹ کام میں کام کیا، اس کی ریکارڈنگ لمبی چلی تھی۔ یعنی یہی کوئی پندرہ بیس دن تو بس اس دوران دوستی پسندیدگی میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی۔“

www.pklibrary.com

س۔ ”یعنی ٹین ایج کی محبت..... گھر والوں کو کب پتا چلا؟“

ج۔ ”جی..... ٹین ایج کی محبت..... مگر سب کو نظر آنے لگی تھی..... کیونکہ اس عمر کی محبت کو آپ چھپا نہیں سکتے تو سیٹ پر بھی سب کو نظر آ رہی تھی..... اور سب ہمیں مختلف انداز میں تنگ بھی کرتے تھے..... تو اچھا فیل ہوتا تھا۔ اور محبت کا اظہار تو ظاہر ہے منیب کی طرف سے ہوا..... گھر میں سب سے پہلے منال کو پتا چلا..... ظاہر ہے کہ وہ اکثر پروجیکٹ میں میرے ساتھ ہوتی تھی اور پھر ایک دن اس نے میرے موبائل میں ہم دونوں کے میسجز پڑھ لیے..... تو اسے پتا چل گیا۔“

س۔ ”وہ خوش ہوئی یا برا لگا؟“

ج۔ ”برا کیوں لگے گا۔ وہ بھی تو میری ہی عمر کی تھی۔ جو محبت کے لیے میرے احساسات ہو سکتے ہیں۔ وہ ہی اس کے بھی ہو سکتے ہیں تو اس نے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ اس کو اچھا لگا۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ گھر والوں کو کیسے بتائیں۔“

س۔ ”پھر..... منگنی، شادی اور یہ کہ میں منیب کو پسند کرتی ہوں، سب کچھ کیسے ہوا؟“

ج۔ ”نہیں..... نہیں..... میں نے کچھ نہیں بتایا تھا..... مجھ میں اتنی ہمت کہاں تھی۔ بس اتفاق دیکھیں کہ ہماری محبت کی کہانی اڑتے اڑتے میری والدہ کے کانوں میں پہنچ گئی۔ میرے والد اور منیب کے والد ایک دوسرے کو نہ صرف جانتے تھے بلکہ دونوں کی بہت اچھی دوستی بھی تھی..... تو بس ایک دن..... منیب کے والد نے کہا کہ ہم آپ کے گھر آنا چاہتے ہیں.....“

س۔ ”اور پھر.....؟“

ج۔ ”اور پھر یہ کہ وہ گھر آئے۔ باقاعدہ طور پر رشتہ مانگا اور رشتہ طے ہو گیا..... یعنی کہ منگنی ہو گئی۔“

س۔ ”شادی دھوم دھام سے ہوئی؟“

ج۔ ”جی..... جی..... وہ تو آپ نے یوٹیوب پر بھی دیکھ لی ہو گی کہ کتنی دھوم دھام سے ہوئی تھی..... ماشاء اللہ۔“

س۔ ”بھی آئیڈیل بنایا تھا کہ جیون ساتھی ایسا ہو گا، ویسا ہو گا وغیرہ وغیرہ؟“

ج۔ ”آئیڈیل بنانے کی نوبت ہی کب آئی تھی۔ چودہ سال کی عمر کا پیار تھا۔ کچی عمر میں تو سب کچھ ہی اچھا لگ رہا ہوتا ہے لیکن جیون ساتھی کے لیے پھر بھی سوچ الگ ہی ہوتی ہے۔ تو بس ایک نظر میں ہی یہ بہت اچھے لگے۔“

س۔ ”ہوں..... گڈ..... ماشاء اللہ کافی ٹائم ہو گیا ہے شادی کو۔ یہی کوئی چار پانچ سال۔ تو اتنے عرصے میں منیب کی کن عادتوں کو بہت نوٹ کیا؟“

ج۔ ”ایک بات کہوں۔ تو خاص طور پر نوٹ کیا کہ منیب بہت ہی دل کے صاف انسان ہیں جو دل میں ہوتا ہے، وہ ہی زبان پر ہوتا ہے۔ اگر میں اچھی لگ رہی ہوتی ہوں تو کھل کر تعریف کرتے ہیں اور اگر بری لگ رہی ہوتی ہوں تو بھی صاف لفظوں میں کہہ دیتے ہیں کہ تم اچھی نہیں لگ رہیں۔ اسی طرح میرا کوئی کام پسند نہیں آتا تب بھی منہ پر کہہ دیتے ہیں..... باقی ہر لحاظ سے بہت اچھے ہیں۔ محبت کرنے والے شوہر اور پیار کرنے والے باپ ہیں۔“

س۔ ”کھانا پکانے کا شوق کس کو ہے، آپ کو یا منیب کو؟“

ج۔ ”ہنستے ہوئے..... ”مجھے کھانا پکانا نہیں آتا..... پراپر طریقے سے..... ویسے تو کچھ نہ کچھ پکا ہی لیتی ہوں..... اور منیب..... توبہ..... کریں..... منیب آ بھی نہ جائیں، کہیں کچن میں۔“

س۔ ”جھگڑا تو ہوتا ہی ہو گا؟..... پہل کون کرتا ہے؟“

ج۔ ”ہمارے درمیان جھگڑا بہت کم ہوتا ہے اور اگر کبھی ہوتا بھی ہے تو سچ میں میں ہی شروع کرتی ہوں۔ اور مزے کی بات کہ تو یہ کہ جھگڑا بھی میں کرتی اور مناتے منیب ہیں..... میں اپنے میاں کی لاڈلی ہوں۔“

”بہت شکریہ ایمن..... خوش رہو۔“

☆☆

www.pklibrary.com

منصور احمد خان سے ملاقات

ثمائین رشید

آج کل ایک ڈرامہ سیریل "بے بی باجی" بہت مقبول ہو رہا ہے۔ اسے منصور احمد خان نے لکھا ہے۔ اور کمال کا لکھا ہے۔ ہر گھر کی کہانی اور ہر طرح کی بہو کا رنگ اس سیریل میں نظر آتا ہے۔

خواتین اپنے آپ کو جتنا اچھی طرح جانتی ہیں ایک مرد نہیں جان سکتا۔ لیکن ایک مرد کی یہ تحریر دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی ہے کہ کتنا سچ انہوں نے لکھا ہے۔ کہیں بھی مبالغے کا احساس نہیں ہوتا۔ کہیں بھی احساس نہیں ہوتا کہ یہاں کچھ غلط لکھا گیا ہے۔ مجھے تو ہر لحاظ سے یہ سیریل پرفیکٹ لگتا ہے۔ تمام کردار نگینے کی طرح فٹ ہیں اور خاص طور پر "جویریہ سعود" کا تو جواب نہیں۔ اور بے بی باجی میں "عذرا" کی دوست کا بھی جواب نہیں.....

تو اتنا اچھا سیریل لکھنے پر ایک تو منصور احمد خان کو مبارک باد..... اور کچھ سوالات۔

س۔ "کیسے مزاج ہیں؟"

ج۔ "الحمدللہ"

س۔ "بے بی باجی کی کامیابی پر بہت مبارک باد قبول کیجیے۔"

ج۔ "بہت شکریہ"

س۔ "تو جناب! پہلے آپ یہ بتائیں کہ ڈرامے کا نام "بے بی باجی" کیوں رکھا؟"

ج۔ "میری پھوپھی کو خاندان میں "بی بے باجی" پکارا جاتا ہے، جب "مہن خالہ کی بیٹیاں" آن ایئر ہوا تھا تو ایک دن انہوں نے مذاق میں کہا کہ اب اگلا سیریل لکھنا "بے بی باجی کی بہوئیں" بس یوں سمجھیں کہ اسی لمحے مجھے ڈرامے کا آئیڈیل مل گیا تھا۔"

س۔ "آج کل کیا مصروفیات ہیں؟..... اور ایک مرد ہوتے ہوئے آپ نے عورت کی نفسیات کو اتنی گہرائی سے کیسے سمجھ لیا؟ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ یہ ڈرامہ ایک مرد نے لکھا ہے۔"

ج۔ "مصروفیات تو یہ ہیں کہ میں آج کل نئے کرداروں کے ساتھ نئی کہانیاں لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں....."

یہ سوال کثرت سے کیا جا رہا ہے..... بس یہ کہہ لیں کہ میرا مشاہدہ اچھا ہے دوسری بات یہ کہ "عذرا" "اسماء" "فرحت" اور بے بی باجی کے کردار بچپن سے میرے گرد موجود تھے۔ ان ہی کرداروں کو میں نے جوں کا توں اپنی کہانی میں رکھ

www.pklibrary.com

دیا۔

س۔ ”بے بی باجی کافی چٹ پٹا ڈراما ہے..... دیکھا بھی بہت جارہا ہے۔ کیا ہمارے لوگ چٹ پٹی چیزوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں؟“

ج۔ ”دنیا کے جس حصے میں ہم رہتے ہیں وہاں کے لوگوں کو واقعی چٹ پٹی چیزیں بہت پسند ہیں، چاہے وہ کھانے ہوں یا ڈرامے ہوں..... لیکن ایسا نہیں ہے کہ لوگ صرف مزے لے رہے ہیں بلکہ اس ڈرامے میں جو پیغام پوشیدہ ہے۔ اسے بھی سمجھ رہے ہیں..... اور اچھے کو اچھا اور برے کو برا بھی کہہ رہے ہیں۔“

س۔ ”بے بی باجی! جوائنٹ فیملی سسٹم پر لکھا جانے والا بہترین ڈرامہ ہے۔ ہر گھر کی کہانی ہے..... آپ کا ذاتی خیال کیا ہے یہ سسٹم ہونا چاہیے؟“

ج۔ ”اگر آپ کے خاندان میں 'عذرا' جیسی ایک بھی شخصیت ہے تو الگ ہوجانا ہی بہتر ہے..... عذرا خاندان میں فتنہ وفساد پھیلانے کی بہترین مثال ہے..... البتہ اپنے والدین کی طرف سے اولاد کو کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے..... اور دوسری بات یہ کہ الگ ہوجانے سے جھگڑے ختم ہونے چاہئیں نہ کہ رشتے۔ یہی بات ڈرامے میں کہی گئی ہے۔“

س۔ ”اس طرح کا فیملی ڈراما لکھنے کا خیال کیسے آیا؟“

ج۔ ”میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ ایسا کیسے ہوتا ہے کہ بچپن سے ایک ساتھ پلنے والے، ایک دوسرے پر جان چھڑکنے والے بھائی بڑے ہوکر ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوجاتے ہیں..... اور دوسری طرف وہ عورت (ماں) جو پوری مضبوطی سے اپنا خاندان چلاتی ہے۔ شوہر کی وفات کے بعد وہ اولاد کے لیے غیر ضروری ہوجاتی ہے بس ان ہی دو خیالوں نے اثر ڈرامے کی کہانی کو بنا۔“

س۔ ”فنکاروں کے انتخاب میں آپ سے مشورہ کیا گیا تھا؟“

ج۔ ”بالکل..... مشورہ کیا گیا تھا۔ نام پوچھے گئے تھے لیکن سوائے عذرا کے کردار کے میں نے کسی کو بھی سوچ کر ڈراما نہیں لکھا تھا۔ البتہ عذرا کے کردار کے لیے میں نے ہمیشہ جویریہ سعود اور فائزہ حسن کو دماغ میں رکھا..... میری خوش قسمتی ہے کہ عذرا کا کردار جویریہ سعود کو ملا اور انہوں نے بہت خوبصورتی سے اسے نبھایا اور ایسا اچھا نبھایا کہ لوگ شاید ڈرامے کو بھول جائیں گے لیکن ”عذرا“ کے کردار کو نہیں بھولیں گے..... یہاں میں ڈرامے کے ہدایت کار تحسین کو بھی سراہنا چاہتا ہوں جنہوں نے اسکرپٹ کی ساخت کو سمجھنے میں ذرا سی بھی غلطی نہیں کی..... اور اداکاروں سے بھرپور اداکاری کروائی۔“

س۔ ”بے بی باجی لکھتے وقت آپ کے اپنے کیا جذبات تھے؟“

ج۔ ”کئی بار جذبات سے بھرپور اس ڈرامے نے مجھے بھی ڈپریشن میں مبتلا کیا۔ خاص طور پر صدیقی صاحب کی موت کا سین لکھنے کے بعد تو جیسے میرا ہاتھ شل ہوگیا تھا..... مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے

www.pklibrary.com

خدانخواستہ میرے اپنے گھر میں کوئی انتقال کر گیا ہے..... میں شکر گزار ہوں "آئی ڈریم" کی کونٹینٹ ہیڈ "شفیہ سحر" کا جنہوں نے مسلسل مجھے آگے لکھنے پر مجبور کیا..... اور ان ہی کے پریشر نے مجھے ڈپریشن سے نکالا۔"

س۔ "آپ نے دو ڈرامہ سیریل تین خالہ کی بیٹیاں" اور "بھیگی پلکیں" لکھے..... مگر وہ شہرت نہ ملی جو بے بی باجی سے ملی ہے..... کچھ کہیں گے اس بارے میں؟"

ج۔ "شہرت بہت ہی بے وفا شے ہے..... کل کسی کے پاس تھی تو آج میرے پاس ہے اور کل کسی اور کے پاس چلی جائے گی، یہ ایک بلبلہ ہے جو چند لمحے ہوا میں رہتا ہے اور پھر تحلیل ہو جاتا ہے اور اس بلبلے میں مقید شخص بھی تحلیل ہو جاتا ہے..... میں وقتی چیز کو اپنے اوپر طاری کر کے نفسیاتی مسائل کا شکار نہیں ہونا چاہتا، لہٰذا خود کو باور کراتا رہتا ہوں کہ کل کوئی اور تھا، آج میں ہوں اور کل کوئی اور ہوگا..... مجھے اس "کل" کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

س۔ "اکثر دیکھا گیا ہے کہ کسی کا کوئی کردار ہٹ ہو جائے، کوئی کہانی ہٹ ہو جائے..... تو پھر وہ اس کے "خول" سے باہر نہیں نکل پاتے..... آپ کیا کہیں گے؟"

ج۔ "رائٹر کا کوئی قصور نہیں..... ایک چیز ہٹ ہونے پر خود پروڈیوسر، رائٹر سے وہی چیز دوبارہ مانگتے ہیں، نہ صرف اس رائٹر سے بلکہ دیگر رائٹرز سے بھی کہا جاتا ہے کہ ایسا لکھ کر دیں..... البتہ میں کوشش کروں گا کہ میری طرف سے نئی کہانی اور نئے کردار دیکھنے کو ملیں۔"

س۔ "آپ کی تحریروں میں گیپ کیوں آتا ہے۔ جو دو سیریلز آپ نے پہلے لکھے، ان کے درمیان وقفہ سالوں پر محیط ہے..... کیوں؟"

ج۔ "ان دونوں سیریلز کے کردار بہت مضبوط تھے۔ لہٰذا ڈرامہ مکمل کرنے کے بعد بھی وہ میرے اعصاب پر طاری رہتے تھے..... میری کوشش ہوتی ہے کہ جب تک سابقہ کرداروں کو اپنے ذہن سے جھٹک نہ دوں، کوئی نئی کہانی شروع نہ کروں ورنہ نئی کہانی کے کرداروں میں پرانے کرداروں کی جھلک نظر آنے لگتی ہے، اس لیے میں وقفے کا قائل ہوں۔"

س۔ "اس مقام تک پہنچنے کے لیے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ پاپڑ بیلنے پڑے یا سب کچھ آسانی سے ملتا چلا گیا؟"

ج۔ "ڈراما لکھنا مشکل کام نہیں ہے..... بس شروع میں چنے، کھجور اور پانی پر گزارا کرنا پڑتا ہے..... اگر آپ کے اندر واقعی رائٹر موجود ہے تو آپ کے اچھے دن ضرور آئیں گے، سوائے مالی مشکلات کے مجھے کوئی ایسی خاص جدوجہد کرنی نہیں پڑی..... البتہ یہاں اپنی استاد "زنخیل عاصم شاہ" کا نام ضرور لینا چاہوں گا جنہوں نے پہلا سیریل مجھ سے میرا کان پکڑ کر لکھوایا اور شروع میں ہی مجھے ایسے داؤ پیچ سکھا دیے کہ میرا سفر آسان ہو گیا۔

اور اگر گزرے زمانے کی بات کروں تو فاطمہ ثریا بجیا اور حسینہ معین میری انسپریشن ہیں۔ فیملی اسٹرکچر پر فاطمہ ثریا بجیا سے اچھا کسی نے نہیں لکھا۔ جبکہ لائٹ موڈ سین بنانے میں حسینہ معین کا کوئی ثانی نہیں..... اور آج کے دور میں Satire لکھنے والوں کی بات کروں تو "فصیح باری خان" کا اپنا ہی ایک مقام ہے۔"

س۔ "مزید کچھ سوالات سے پہلے میں چاہوں گی کہ آپ اپنا فیملی بیک گراؤنڈ بتائیں؟"

ج۔ "میری پیدائش، پرورش اور تعلیم کراچی کی ہے اور یہاں ہی میری مستقل رہائش بھی ہے۔ میں 15 اپریل کو اس دنیا میں آیا..... ابتدائی تعلیم گھر کے نزدیک اسکول فیڈرل سیکنڈری اسکول سے حاصل کی۔ انٹر آدم جی کالج سے کیا اور پھر این ای ڈی یونیورسٹی سے آئی ٹی میں گریجویشن کیا۔ اور گریجویشن کے بعد "ناپا" سے تھیٹر آرٹس میں ڈپلومہ کیا اور وہیں ڈاکٹر انور سجاد صاحب کی زیر نگرانی تھوڑی بہت لکھنے کی مشق بھی کی، اور سمجھ لیں کہ وہ مشق

www.pklibrary.com

کام آ گئی..... اور شادی ابھی نہیں کی۔

میرے دادا، دادی جے پور سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے۔ میرے والد رشید احمد خان صحافت سے منسلک رہے وہ "جسارت" اخبار کے "بانی رکن" تھے..... بعد میں سول ایوی ایشن میں پبلک ریلیشن آفیسر رہے۔ اب ریٹائرڈ زندگی گزار رہے ہیں..... والدہ صفیہ رشید مکمل طور پر ہاؤس وائف ہیں اور "اسماء" کی طرح بہت معصوم ہیں، ہم صرف دو ہی بہن بھائی ہیں۔ بہن "صدف احمد" کی شادی ہو چکی ہے اور وہ امریکہ میں رہتی ہیں۔"

"آپ نے شادی کیوں نہیں کی، (معذرت کے ساتھ)؟"

"مجھے ایک سلجھی ہوئی لڑکی کی تلاش ہے جو مجھ جیسے الجھے ہوئے انسان کے ساتھ گزارا کر سکے..... تلاش جاری ہے۔" ہنستے ہوئے۔

"اور اپنی شادی کے حوالے سے ایک دلچسپ بات آپ کو بتاؤں کہ جب لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ میں غیر شادی شدہ ہوں تو وہ حیرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ایک غیر شادی شدہ مرد نے یہ ڈرامہ کیسے لکھ لیا..... ہماری ایک رائٹر دوست کا ایک دن فون آیا..... غیر شادی شدہ شخص نے ایک ایسا ڈراما لکھا ہے جیسے وہ چار بیویاں بھگت چکا ہو..... تم نے یقیناً خفیہ شادی کی ہوئی ہوگی۔"

لیکن یہ سب میرا مشاہدہ ہے..... جب میں شادی شدہ لوگوں کی زندگی کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے کسی معاملے میں مشورہ کرتے ہیں تو مجھے اندازہ تو ہو جاتا ہے کہ یہ کس طرح کی زندگی گزار رہے ہیں..... تو شادی شدہ زندگی کو دیکھ کر ہی مجھے بھی لکھنے میں آسانی ہوئی۔"

س۔ "گھومنے پھرنے یعنی ٹریولنگ کا شوق ہے؟"

ج۔ "بالکل ہے..... لیکن مجھے تن تنہا سفر پر نکل جانے کا شوق ہے۔ ملک کے شمالی علاقے دیکھے ہیں اور تنہا اس لیے جاتا ہوں کہ سفر کے تجربات لکھنے میں آسانی ہوتی ہے..... اور ملک سے باہر جانے کا اتفاق ابھی تک نہیں ہوا ہے۔"

س۔ "سیاست سے لگاؤ؟"

ج۔ "دیوانگی کی حد تک..... اگر ملک میں غیر اعلانیہ آمریت نہ ہوتی تو میں اگلا ڈرامہ ایسا ہی لکھتا جو گھریلو بھی ہوتا اور سیاسی حالات کی عکاسی بھی کرتا۔"

س۔ "آپ کے دوست احباب تو بہت ہوں گے؟"

ج۔ "اب تو دوست نہیں رہے۔ مجھ سمیت زندگی میں سب مصروف ہو گئے ہیں..... میں دوستوں کی محفل کی جان ہوا کرتا تھا..... مگر اب نہ وہ دوست رہے، نہ محفلیں..... ترجیحات بدل گئی ہیں اور فاصلے بڑھ گئے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے!

میرے ساتھ بھی بس کچھ ایسا ہی ہوا۔

س۔ "مگر اس سیریل کے بعد تو سب آپ کے مداح ہو گئے ہوں گے، کچھ کہنا چاہیں گے؟"

ج۔ "اگر لوگ میرے مداح بنتے ہیں تو یقیناً" بے نی باجی نے ان کے دل پر اثر کیا ہوگا اور اس اثر کا نتیجہ یہ نکلنا چاہیے کہ ہم اپنے والدین کا احترام کریں۔ وہ ہماری پرورش کے لیے بہت مشقت کرتے ہیں اور مشقت انہیں ضعیف کر دیتی ہے..... ضعیفی میں انہیں تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

یہ ڈرامہ دیکھ کر ایک بھائی بھی اپنے دوسرے بھائی کے پاس اور ایک اولاد اپنے والدین کے پاس لوٹ آئی ہے تو میں سمجھوں گا کہ میرے لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔"

اور اس کے ساتھ ہی ہم نے منصور احمد خان صاحب سے اجازت چاہی اس شکریہ کے ساتھ کہ انہوں نے ٹائم دیا۔

☆☆

www.pklibrary.com

شعاع کے ساتھ دس ساتھ

ادارہ

جویریہ فیصل.....دریا خان

س: شعاع کب پڑھنا شروع کیا؟

ج: میں نے شعاع 2020 میں پڑھنا شروع کیا تھا، دیر سے پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے میں رسالوں کو اچھا نہیں سمجھتی تھی۔ مجھے لگتا تھا کہ ان رسالوں میں اچھی باتیں نہیں ہوتیں جتنا میں ان رسالوں سے دور بھاگتی تھی میری کزن (مریم) کو اتنا ہی رسالے پڑھنے کا شوق تھا۔ ایک دن میں اپنی کزن کے گھر پر تھی۔ بیڈ پر شعاع رسالہ رکھا ہوا تھا، میں پڑھنے لگی۔ مجھے وہ اتنا اچھا لگا کہ میں، میری کزن اور میری بہن نے ہر مہینے تینوں رسالے منگوانے شروع کردیے۔

س: دن کا آغاز کب ہوتا ہے؟

ج: دن کا آغاز فجر کی اذان کے ساتھ ہی ہوجاتا ہے۔ نماز قرآن پڑھ کر ناشتا بنانے کی تیاری کرتی ہوں۔ ناشتا کرنے کے بعد گھر کی صفائی (میرے ذمے کچن کی صفائی ہے) کرتی ہوں۔ صفائی سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑا بہت قرآن پڑھتی ہوں۔ ہم دونوں بہنیں دوپہر کا کھانا بناتی ہیں، سب مل کر کھانا کھاتے ہیں نماز پڑھتے ہیں پھر سوجاتے ہیں۔

میری عصر کے وقت آنکھ کھلتی ہے۔ نماز پڑھ کر میں رسالے پڑھتی ہوں یا کسی دوست سے بات کرلیتی ہوں۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہوجاتی ہے پھر میں نماز پڑھ کر روٹی پکاتی ہوں۔ مغرب کے بعد اتنا خاص کچھ ہوتا نہیں ہے کرنے کو فارغ ہوتی ہوں۔ عشاء کی نماز پڑھ کر کھانا کھاتی ہوں پھر سوجاتی ہوں۔

س: افسانوی دنیا کیسی لگتی ہے؟

ج: ہائے افسانوی دنیا، دل کرتا ہے کہ میں افسانوی دنیا میں چلی جاؤں اور کبھی واپس نہ آؤں۔

س: اپنی کوئی خوبی یا خامی؟

ج: ویسے میرا خیال ہے کہ مجھ میں خامیاں زیادہ ہیں لیکن ذہن پر تھوڑا زور ڈالا تو پتا چلا، چند خوبیاں بھی ہیں (ماشاءاللہ)

پہلی خامی یہ ہے کہ اگر مجھے کوئی برا کہے تو میرا منہ بن جاتا ہے، مطلب ذرا ذرا سی بات پر میں منہ بنالیتی ہوں (اور انتہائی بری لگتی ہے مجھے اپنی یہ عادت) دوسری خامی میں کسی کو کمپنی نہیں دے سکتی مطلب مجھے بات کرنا نہیں آتا۔ تیسری خامی:۔ میں کبھی کبھی سوچے سمجھے بغیر کچھ بھی بول دیتی ہوں (ویسے کسی حد تک کم ہوگئی ہے یہ عادت)

خوبی یہ ہے کہ اگر کوئی مجھ سے بدتمیزی کرے تو میں برداشت کرلیتی ہوں (پہلے نہیں کرتی تھی)

ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اگر کوئی ایسی بات جو میرے مزاج کے خلاف ہو رہی ہو اور جس میں جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہو تو میں اس پر صبر کرلیتی ہوں۔ اور یہ بھی کہ اب میں اپنے حق کے لیے نہ چیختی ہوں نہ چلاتی ہوں صرف دعا کرتی ہوں۔

س: پسندیدہ اقتباس؟

ج: کوئی چیز جو مجھے پسند ہو لیکن وہ مجھے نہ ملے یا کوئی انسان مجھے نظر انداز کرے تو میں نے ایک اقتباس، اپنے موبائل میں سیو کیا ہوا ہے جب بھی کوئی ایسی سچویشن ہوتی ہے میں وہ پڑھ لیتی ہوں۔

''لوگ کہتے زندگی میں یہ ضروری ہے وہ ضروری ہے میں تمہیں بتاؤں زندگی میں کچھ بھی ضروری نہیں ہوتا

www.pklibrary.com

نہ بال، نہ اولاد، نہ رتبہ، نہ لوگوں کی محبت بس آپ ہونے چاہئیں اور آپ کا اللہ سے ہر پل بڑھتا تعلق ہونا چاہیے۔" (نمرہ احمد..... جنت کے پتے)

س: پسندیدہ شعر؟

ج: مجھے شاعری کرنا اور پڑھنا بہت پسند ہے۔ بہت سارے شعر میں پڑھتی ہوں لیکن مجھے وہ بھول جاتے ہیں لیکن ایک واحد شعر ہے جو میرے ذہن میں ہر وقت رہتا ہے۔

مجھے سنو.....
جیسے کوئی بارش کو سنتا ہے.....!
مجھے سنے بغیر سنو.....!
کہ میں کیا کہتی ہوں.....!

پسندیدہ تحریر؟

"نمل" یہ ناول میری زندگی میں بہت خوب صورت تبدیلی لایا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد میں نے اپنی خامیوں، غلطیوں کو جانچنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے تھوڑے بہت عمل کرنے شروع کیے "نمل" پڑھنے کے بعد مجھے زندگی کا مقصد سمجھ آیا۔ میں دین سے بہت دور تھی۔ فرق ہی نہیں پڑتا تھا کیا گناہ ہے کیا ثواب لیکن اب میں اپنی زندگی کے ہر پہلو کو شریعت کے اصولوں کے مطابق ٹھیک کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ ابھی بھی مجھ میں بہت سی خامیاں ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ خوبیاں بہت کم ہیں، خامیاں بہت زیادہ لیکن اب اتنی سمجھ ہے کہ میں کہاں غلط ہوتی ہوں۔

س: پسندیدہ کتاب؟

ج: ایک نہیں بہت ساری ہیں۔ (1) نمل (2) جنت کے پتے (3) اب کر رفوگری میری (4) پیر کامل، آب حیات۔

سونیا ربانی قاضیاں محلہ ہالا

س: شعاع کب پڑھنا شروع کیا؟

ج: بہت عرصہ بیت گیا ہے۔ پڑھنے کا بچپن سے شوق تھا۔ نانا کے بہت قریب رہی بچپن میں۔ ان کے پاس ایک خزانہ تھا کتابوں کا (افسوس میں چھوٹی تھی نانا کے بعد ماموں نے ساری کتابیں جلا ڈالیں دماغ کام نہیں کرتا ان کا) تو وقت سے پہلے بہت کچھ پڑھا۔ کچھ چیزیں پڑھ پہلے لی تھیں اور سمجھ میں بعد میں آئیں نانا ابو مجھے لکھنے کا کہتے تھے کہ کچھ بھی لکھو مگر لکھو، یوں ڈائری لکھنے کی عادت پڑی اور بچوں کے رسالوں سے پھر شعاع 2004 کے اکتوبر کا شمارہ ہاتھ آیا تھا۔ پھر خواتین اور کرن بھی شامل ہوئے۔ لڑکے پڑھتے نہیں ورنہ عمران ڈائجسٹ بھی ضرور آتا پڑھنے کا شوق اتنا ہے کہ ہر ماہ ایک دو ناول ضرور بک کروائی ہوں۔

س: دن کا آغاز کب ہوتا ہے؟

ج: دن کا آغاز دن کے آغاز کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے۔ ابو مسجد جاتے ہیں۔ تو اٹھ جاتی ہوں۔ وہ واپس آ کر ناشتا کرتے ہیں اس لیے پھر جلدی جلدی ناشتا بناتی ہوں۔ امی، ابو، ماموں اور اپنا اور بچوں کا ناشتا بچوں کے ٹفن تیار کرتی ہوں، پھر بچوں کے ساتھ ناشتا کرتی ہوں، ولید خود تیار ہو جاتا ہے۔ جبکہ اشو بہت تنگ کرتی ہے۔ خیر ساڑھے سات پہ بچے چلے جاتے ہیں پھر کچن صاف کرتی ہوں۔ صبا اور اریج دیر سے اٹھتی ہیں کیونکہ ان کے بچے بھی اسکول نہیں جاتے۔ خیر وہ اپنے کام خود کرتی ہیں صفائی وہ دونوں ہی کرتی ہیں۔

مجھے سال سے زیادہ عرصہ ہوا ادھر ماں کے ہاں صرف دو بار باتھ روم کی صفائی کی ہے یہ کام صبا کرتی ہے۔ کچھ کام یعنی بچوں کے کپڑے دھونے یا استری کرنے ہیں کیے۔ نہیں تو پڑھتا یا پھر لکھتا دن کو روٹی میں بناتی ہوں۔ پھر بچے ایک بجے آ جاتے ہیں اور ٹیوشن جانے تک خوب دماغ کی دہی بناتے ہیں۔ وہ جاتے ہیں تو تین کپ چائے بناتی ہوں۔

ٹھیک پانچ بجے بمبین کی کال آ جاتی ہے وہ تیس منٹ بات کرتے ہیں۔ رات کے لیے سالن اریج بناتی ہے اور عصر پڑھ کر آٹا، مغرب پڑھ کر روٹیاں میں بناتی ہوں رات کا کھانا جلدی کھاتے ہیں۔

پھر کبھی میں برتن دھوتی ہوں کبھی اریج پھر رات عشاء پڑھ سونے تک بالکل فری ہوتی ہوں پڑھتی ہوں لکھتی ہوں کئی افسانے آدھے لکھے پڑے ہیں۔ وہ نکال لیتی ہوں اور ایف ایم بھی سنتی ہوں۔

www.pklibrary.com

بہت ساری سوچیں اور خواب آنکھوں میں لیے آہستہ آہستہ نیند کی وادی میں اتر جاتی ہوں۔

س: افسانوی دنیا کیسی لگتی ہے؟

ج: شاید افسانوی لوگوں کو جھوٹی ہی محسوس ہو۔ مگر میں بتاؤں کہ وہ خیال جو کبھی آواز تک گیا ہی نہیں۔ وہ سب لکھنا جو اس نے کبھی کیا ہی نہیں۔ اس سب کا ذکر کرنا جو کبھی ہوا ہی نہیں۔ پھر ان سب باتوں سے ایک افسانہ بنا ڈالنا تو یہ جھوٹ بالکل بھی نہیں۔ کچھ نہ تھا تب بھی ایک خیال تو تھا۔ مجھے تو افسانوں سے دلی محبت ہے۔ ہمارے چاروں طرف کئی افسانے بکھرے پڑے ہیں اور جی چاہتا ہے۔ ان سب خیالوں کو میں اپنے قلم کی آواز دوں۔

س: اپنی کوئی خوبی اور خامی بتائیں؟

ج: خوبی..... میں بہت اچھی دوست ہوں۔ وہ جو مجھے چھوڑ چکے۔ اب بھی نماز پڑھ کر ہاتھ اٹھاتی ہوں تو لیوں پہ نام آجاتے ہیں۔

کبھی کسی کو انکار نہیں کرتی کسی بھی بات پہ۔

کبھی جواب نہیں دیا (اس بات پہ فیورٹ بنی تھی سسرال میں) صبر ہمت اور برداشت بہت آچکی ہے اور دکھ صرف اللہ سے شیئر کرتی ہوں۔ جی چاہتا ہے بہت سارے پیسے ہوں تو سب کی مدد کروں۔ کسی لاچار کو دیکھ لوں تو بہت بے چین ہو جاتی ہوں۔

خامیاں۔ بہت ساری ہیں۔ کچھ لکھنے کا سوچتی ہوں پھر سستی آڑے آجاتی ہے۔ میرا دل تھوڑا عجیب ہے، دو لوگ جن کو میں سچ مچ معاف کرنا چاہتی ہوں۔ مگر میرا دل معاف کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔

(ایک میری کزن جس نے مجھے بہت تنگ کیا اور مجھے بے وقوف بھی بنایا)

سب کو میرے خلاف کرتی رہی اور مجھے خبر بھی نہ ہونے دی۔ جو میرے انکل ہیں انہوں نے بھی مجھے بہت تنگ کیا۔ ہمیشہ مجھے نیچا دکھانے کی کوشش کی مگر اللہ کی خاطر میں معاف کرنا چاہتی ہوں مگر دل صاف نہیں ہوتا۔ ان کی شکل دیکھ لوں تو دماغ گھومنے لگ جاتا ہے۔

ج: بارش کیسی لگتی ہے؟

س: بارش سے بڑی یادیں جڑی ہیں۔ بارش کی بوند بوند سے محبت ہے مجھے۔ مگر اب بارش دل کو اداس کر دیتی ہے۔

س: پسندیدہ اقتباس؟

ج: دین میں صرف دو راستے ہوتے ہیں۔ اچھائی یا پھر برائی کا۔ گناہ کا یا ثواب کا۔ تم کون سا تیسرا راستہ ڈھونڈنے جا رہی ہو۔ گناہ کرنے سے پہلے ہی خود کو بخشوا لینا چاہتی ہوں، کیا اس طرح تمہارا گناہ ثواب میں بدل جائے گا۔ جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو۔

اپنے باپ کے منہ سے بہت بار سنی جانے والی حدیث اسے یاد آئی تھی۔ اور فیصلہ ہو گیا تھا۔

(عمیرا احمد..... ایمان، حیا اور محبت)

س: پسندیدہ شعر؟

ج: سب کی طرح میرے بھی ہزاروں ہیں۔ مگر ایک لکھ دیتی ہوں

شکوے شکایتوں کی نہیں یہ طرف طرف کی بات ہے
تیرے وہم و گمان میں بھی ہم نہیں۔ تو لفظ لفظ ہمیں یاد ہے

اور دوسرا

جب بھی سوچا شب ہجر نہ ہوگی روشن
مجھ کو سمجھانے تیری یاد کے جگنو آئے

س: شعاع کی پسندیدہ تحریر؟

ج: بہت ساری ہیں۔ یہ یاد نہیں کہ شعاع میں لگی تھیں یا پھر خواتین میں۔ جیسے راحت جبیں کی تتلیاں پھول اور خوشبو۔ بھول بھلیاں تیری گلیاں فائزہ افتخار، امر بیل عمیرا کا ناول، تیرے نام کی شہرت، شازیہ جی۔ قرا قرام کا تاج محل، نمرہ احمد یا پھر جنت کے پتے نمرہ احمد کا نام۔ ستاروں کا آنگن قیسم سحر قریشی، اور بہت سارے ہیں۔ جو ناول پہلے دن کی طرح یاد ہیں۔

س: پسندیدہ کتاب؟

ج: قرآن پاک کو ترجمے کے ساتھ سمجھ کر جب پہلی بار پڑھا تو پسندیدہ کتابوں میں پہلے نمبر پہ آ گیا۔

اس کے علاوہ نمرہ احمد کے قلم سے نکلے سارے لفظ فیورٹ ہیں۔

خواتین اور شعاع میں آنے والی تحریریں یاد رہ جاتی ہیں۔

☆☆

www.pklibrary.com

خط بھجوانے کے لیے پتا۔
ماہنامہ شعاع۔ 37۔ اردو بازار کراچی۔
Email:shuaa@khawateendigest.com

زینب نور..... جہانیاں سے لکھتی ہیں

السلام علیکم!

آج بارہ اگست ہے اور ہمیں کچھ دن پہلے ہی جولائی کے شمارے مل سکے ہیں۔ آپی یہاں آئی ہوئی ہیں چھلہ کرنے۔ دو بیٹیوں کے بعد اللہ پاک نے انہیں بیٹے سے نوازا ہے۔

جولائی کا شمارہ دیکھ کر ظاہر ہے سب سے پہلا تاثر خوشی کا تھا۔ مگر کھول کر سرسری سا دیکھا تو بہت افسوس اور دکھ ہوا۔ ارے نہیں آپ غلط سمجھے، افسوس اس بات کا کہ سالگرہ نمبر سروے میں حصہ نہیں لے سکی۔ چلیں زندگی رہی تو اگلے سال سہی۔ مگر اس بار سوال خاصے دلچسپ تھے۔ خیر میں خود ہی لکھ کر پڑھ لوں گی اپنا سروے۔

اب چلیے شمارے کی طرف (یعنی باسی تبصرے کا ذائقہ چکھیں آپ) پروفیسر تابش نے نعت میں بہت بہت خوب صورت لفظ استعمال کیے۔

جب سے فرح بخاری کا "شہر شام ہجر" شائع ہونے لگا ہے یقین کریں شعاع کے انتظار میں جو بے تابی ہوتی تھی اس میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ بہترین، لاجواب، بے مثال تحریر۔ اتنی میٹھی، نرم، سبک روی محبتیں منصب کا کردار بہت اچھا ہے۔ مومن بھی کچھ کم نہیں۔ (کہیں مومن ناراض نہ ہو جائے آخر کل کو ہم زلف بننا ہے دونوں نے)

شہناز بی بی اپنی چال میں آپ پھنسنے والی ہیں۔ ایلیا کو بہت انجوائے کیا۔

"والعصر" ابھی خراماں خراماں چل رہا ہے۔ وریٰ کی جھوٹی قسم نے دل لرزا دیا۔ خولہ ہی دراصل وریٰ ہے۔ مگر بی۔ ذی کون ہے؟

آسیہ رئیس اور شمائلہ والعباد دونوں ہی بہت باریکی سے زندگی کے پہلوؤں کو دیکھتی اور پھر لکھتی ہیں۔

آگے چلے تو عاصمہ فرحین مسکراتی ملیں۔ اور ہمیں بکروں والا منڈا، پکڑا دیا۔ اررررے اصلی منڈا نہیں۔ ناولٹ پکڑایا سمجھا کریں ناں۔ ہلکی پھلکی تحریر خوب مزہ دے گئی۔

"غیرت اور محبت" ثناء راجپوت نے بھی اچھا لکھا۔ لیکن پڑھ کر میں حیران بہت ہوئی۔ کیا شادی کے بعد بھی مشرقی عورتیں ایسا کر لیتی ہیں جیسا نادیہ نے کیا.....؟

افسانہ ابھی کوئی پڑھا نہیں..... لیکن پلیز میں ایک ..... ہوں سلسلہ بند کر دیں۔ خوامخواہ ہی ہر بندہ بے چارہ سا لگنے لگا ہے۔

"خط آپ کے" میں سائرہ گیلانی کا خصوصی ذکر کرنا چاہوں گی۔ شعاع کے ساتھ تیس سالہ خاموش رفاقت ہمیں حیران کر گئی۔ سائرہ..... رواجوں کے فیصلے ہمیں بھی کچھ خاص پسند نہیں آئی تھی۔ لیکن آپی نے بالکل ٹھیک کہا۔ آپ یہاں میرے گاؤں میں آئیں۔ میں آپ کو ہاتھ پکڑ کر ایسی دس خواتین سے ملواؤں گی۔ آپ ان کو دیکھ کر صرف ان کی عقل پہ ماتم کریں گی کہ یہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی اپنے شوہروں کے ساتھ رہ کیوں رہی ہیں۔ دوسری طرف ایسی خواتین بھی پائی جاتی ہیں جو شوہر کے ایک بار غصہ کرنے سے ایسی جاتی ہیں کہ منتوں ترلوں سے بھی نہیں آتیں۔ ہماری کہانیاں ہمیں ہر طرح کے رویوں اور انسانوں سے متعارف کرواتی رہیں۔ "وہی مکافات عمل" اللہ گواہ ہے کہ اپنی آنکھوں سے بہت دیکھا۔ کبھی میری سنیں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ

www.pklibrary.com

کہاں کہاں مکافات عمل ہوا۔ کہانی میں جو کردار برا کرتا ہے، رائٹر کو ان کے ساتھ برا کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ کہانی کے برے کردار کو اینڈ میں خوش باش چھوڑ دیا جائے تو آپ خود سوچیں ہم قارئین تک کیا پیغام پہنچے گا۔ اور آپ کو یہ بھی پتا ہوگا کہ اللہ کے بندوں کے ساتھ جو انسان برا کرتا ہے اس کا بدلہ اسے دنیا میں ضرور ملتا ہے اور آخرت میں بھی..... یہ اللہ کا اپنے بندوں سے محبت کا اظہار ہے۔ میری ایک قاری بہن نے شادی مبارک میں پوچھا تھا چھٹی کیا ہے۔ تو وہ لفظ چنتی ہے ڈیٹ فکس کرنا شادی کی۔

پیاری زینب! اتنا مرے دار تبصرہ..... ہماری قارئین نے جو سوال اٹھائے تھے۔ ان کے جواب بھی دے دیے۔ ایک سوال آپ نے بھی ہم سے پوچھا ہے کیا مشرقی عورتیں شادی کے بعد بھی دوسرے مرد سے عشق لڑا لیتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی ایک نہیں سینکڑوں مثالیں ہیں اور اب تو یہ ڈھکی چھپی بات بھی نہیں رہی۔ کسی پر دل آجائے تو اس کے لیے جھوٹی سچی سینکڑوں توجیہات گھڑ لی جاتی ہیں۔ زینب اب ناغہ نہیں کرنا۔ لیٹ سہی تبصرہ ضرور کرنا۔

رمشا روشن نے الہ باد سے لکھا ہے

رسالہ لیتے ہی گھر آ کر فوراً خط نکالے سب تبصرے زبردست۔ صدف ناصر کو میری کمی محسوس ہوئی تو جناب اس بار ہم حاضر ہو گئے۔ ہاہاہا۔ ویسے حاضر ہوتے ہوتے پانچ، چھ ماہ تو لگا ہی دیے۔ ہاہاہا۔ مہناز رانی یار ہماری وعوت کب کر رہی ہو؟ (ہاہاہا) ویسے آپ ضلع شیخوپورہ لکھتی ہیں اور ہمارا ضلع لاہور ہے کہیں یہ کوئی، اور مانا نوالہ تو نہیں ہے؟ کوئی مجھے بتائے یار؟ خط پڑھ کر ورق گردانی شروع کی تو نظر سردے پر پڑی اور میں دم بخود۔ ”ہیں یہ شعاع کا سالگرہ نمبر ہے۔ لو جی ہم تو محروم ہی رہ گئے شرکت کرنے سے۔“ افسوس نے آن گھیرا۔

اور ہاں آپی عید الفطر کا سردے میں نے واٹس ایپ پر بھیجا تھا پر غائب رہا۔ یہ انصافی کیوں ہوئی میرے ساتھ.....؟

فرزانہ کھرل کا نام دیکھ کر بے ساختہ لبوں کو مسکراہٹ چھو گئی اور دل زوروں سے دھڑک اٹھا۔ (جب آپ اپنی پسند کی چیز دیکھیں تو ایسا ہوتا ہے نا)

اب آپ کو بتاؤں میری زندگی میں ناممکنات ممکن ہونے لگے ہیں۔ اب یہ ہی دیکھ لیں 9 اگست کو رسالہ آیا اور آج 15 اگست کو بیٹھ کر میں آپ کو خط لکھ رہی ہوں اور سوائے سردے اور خطوط کے پورا رسالہ کورا (یعنی بغیر پڑھا) رکھا ہے۔ کہاں دن رات ایک کر کے ایک دن میں رسالہ چاٹ لیتی تھی اور کہاں سات دن میں بھی پڑھ نہیں پائی۔ (صدمہ۔ ہوتا ہے صدمہ وہ بھی ڈھیر سارا)

وائبھر تو بھئی بڑا ہی کچھوے کی رفتار سے چل رہا ہے۔ ہمارے تکے کب لگیں گے۔ خولہ رجا ہے اور شرر 60 پرسنٹ عیسیٰ، 28 پرسنٹ مفتاح، 10 پرسنٹ عباد اور 2 پرسنٹ سہراب ہے، ویسے آپ کو نہیں لگتا کہ اندازہ لگانے میں میں نے لیاقت منزل کے صرف دو ڑ کے بخشے ہیں (ہاہاہا)

بدر الوریٰ تو جانے کہاں جا کر رکے گی پاگل لڑکی۔

باقی ہم اگلے ماہ تفصیلی تبصرے کے ساتھ تشریف لائیں گے ان شاء اللہ، فرزانہ کھرل اور فرح بخاری کے ناول پر ضرور تبصرہ کریں گے۔

ج: پیاری رمشا! شعاع کی محفل میں آپ کی آمد ہمارے لیے ہی نہیں ہماری قارئین کے لیے بھی خوشی کا باعث ہے۔ ہماری محفل میں قارئین کے ساتھ ساتھ ہم نے بھی آپ کی کمی محسوس کی۔ اب دوبارہ غائب نہ ہو جائے گا۔

آپ کا افسانہ ”مشکل“ شائع ہو جائے گا۔ دیگر افسانے قابل غور کی لسٹ میں ہیں۔ فی الحال کچھ کہہ نہیں سکتے۔

تصاویر اور شادی کا احوال آپ واٹس ایپ کر سکتی ہیں۔

سونیا ربانی..... قاضیاں محلہ بالا

اگست کا شمار اس وقت ملا۔ جب ہم گھر سے نکل رہے تھے۔ آخری دس چھٹیاں بچوں نے دادا ابو کے ساتھ گزارنی تھیں ناں۔

پہلی شعاع سے شروع کیا۔ تو جناب اگست میں ولید، کنزہ اور ہماری ماہ نور کی بھی سالگرہ ہوتی ہے۔ تو اگست میں بہت سارے کیک کاٹے جاتے ہیں۔ خاص کر نور تو آئی بھی 14 اگست کو تھی۔

سب سے پہلے سردے کے جواب پڑھے۔ سب سے پہلے خود کو پایا اور سب کے جواب اچھے لگے اور عائشہ انتظار کی باتوں نے تو حیران کر کے رکھ دیا۔ یعنی نہ بھی کسی کو تحفہ دیا اور نہ بھی کسی سے ملا۔ چلو سالگرہ نہ منانا تو سمجھ میں آتا ہے مگر تحفہ

www.pklibrary.com

دینا فضول چونچلوں میں تو نہیں آنا چاہیے یار۔ دوسرے نمبر پہ اپنا فیورٹ سلسلہ "جب تجھ سے ناتا جوڑا" اس بار تو بالکل ہی نیا انداز تھا ہماری بہن کا اور یوں لگ رہا تھا کہ جیسے میں اپنا یا پھر حمیرا اشفیع کا کوئی افسانہ پڑھ رہی ہوں۔ پیاری بہن (ع م) آپ تو ہم دونوں سے اچھا لکھ سکتی ہیں۔ شعاع کی طرف سے آپ کو دعوت دے رہی ہوں آپ اپنے افسانے اور اپنی شناخت کے ساتھ تشریف لائیں۔

پھر اپنا فیورٹ ناول چھوڑ کر میں نے فرزانہ کھرل کو پہلے پڑھا۔ کیونکہ نمرہ احمد کے بعد فرزانہ کھرل ہے کہ جن کے مشکل ترین لفظ دل کے دروازے کھول کر اندر گھس جاتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی اک بار کہا تھا کہ فرزانہ کو پڑھ کر سمجھنا پڑتا ہے اور سمجھ کر پھر سے پڑھنا پڑتا ہے مگر "محبت سر درست ہے" کی امر حسنی اور سنان دوسرے نمبر پہ رہے۔ پہلے نمبر پہ وہی ہیں۔ (جس لڑکی کو شہرت نے چھوا بھی نہ تھا مگر وہ عروج کو چھو رہی تھی) اور وہ بھی جس نے کہا تھا کہ (تم نے جھوٹ بولا تھا تم نے نمک سے بنی صراحی کو بارش میں نہیں رکھا تھا) مگر پھر فرزانہ کے ساتھ بہت مزہ آیا۔

اس کے بعد اپنا فیورٹ ناول "شہر شام ہجر" اس بار تو فرح نے دادی اور پوتے کی ملاقات کروا کر دل خوش کر دیا۔

"آسیب" پڑھ تو لیا۔ مگر دوسرا حصہ پڑھ کر اس پہ بات کریں گے شادی اور شادی کے خرچے کو لے کر ہر دوسرے گھر کی کہانی یہی ہے۔ حقیقت ہی بیان کی گئی ہے آسیب میں۔

صائمہ نور ناولٹ، زندگی فرض ہے لے کر تشریف لائیں۔ اور نادان لڑکیوں کو بہت اچھا سبق دیا۔

اب آتے ہیں افسانوں کی خواب نگری میں۔

تو جناب پہلے نمبر پہ تھیں پیاری حمیرا اشفیع۔ سلمیٰ ستارہ کے ساتھ ساتھ۔ اور ہمیں زلفی کے دوست فخری پہ سچ مچ فخر محسوس ہوا۔ پھر آئے ہم الٹرا کہانی پہ۔ نرم نرم سی تحریر اچھی لگی۔

اس کے بعد "خط آپ کے" کی باری آئی تو یقین کریں۔ جیسے دل باغ باغ ہو گیا۔ عزیزہ تسنیم کوثر میرے افسانے کو پسند کرنے کا شکریہ۔

عدینہ لغاری شکریہ برکت کی کچھ لائنیں تو اپنے گھر اور گاؤں سے لی تھیں اور سچی ہی تھیں لیکن "میں ایک سسر ہوں" پڑھ کر بتانا ناں وہ میں نے لکھا تھا۔ لائبہ رانی اب سے تو تم بھی میری فیورٹ ہو چکی ہو بہت اچھا لگا یہ جان کر کہ میرے خط بھی شوق سے پڑھتی ہو۔ مہناز سومرو تمہارا بھی شکریہ اور رمشا روشن کی کمی تو ہمیں بھی محسوس ہوئی۔ اور شکریہ ایچ ایس ایچ پسند کرنے کا۔ باقی صدف ناصر آپ کی تعریف نے بھی دل خوش کیا۔ اور میں گوشی کا خط شوق سے پڑھتی ہوں مگر وہ بھی غائب تھی رمشا کی طرح۔

ج: پیاری سونیا! خوب صورت اور جامع تبصرے کے لیے شکریہ۔ خوش ہو جائیں رمشا روشن اس بار شریک محفل ہیں۔ ولید، کنزہ اور ماہ نور کو ہماری طرف سے دلی مبارک باد اور دعائیں۔

عدینہ لغاری چمبڑ سے لکھتی ہیں

اگست کے مہینے میں وہ تحفہ ملا جو ہم سنبھال نہ سکے نہ ہم اپنے وطن عزیز کا پورا حق ہی ادا کر سکے۔ شعاع بھی ہمیں بہت پیارا ہے۔ میری بیٹی میزاب رحمت بھی اسی مہینے میں پیدا ہوئی بارہ اگست کو میں سالگرہ نہیں مناتی بس دعائیں دیتی ہوں۔ اس ماہ کا شمارہ بہترین تھا پہلی شعاع سے لے کر پیارے نبی کی باتوں تک ہر چیز اچھی تھی۔ سوال جواب بھی مزے کے تھے کاش میں بھی شامل ہوتی۔ نانا (ع م) کا بھی اچھا لگا "والعصر" کچھ بور کر رہی ہے۔ معذرت فرح جی کی کہانی کا مجھے ہر ماہ انتظار رہتا ہے اس دفعہ تو شہناز نائی کا کرنٹ مجھے لگا وسیلہ صفیہ کی بیٹی ہے۔ یہ کیا کر دیا دادی نے۔ نعیمہ ناز نے تو دل میں جگہ بنالی ہے۔ فرزانہ کھرل کو دیکھ کر دل خوش ہوا مگر ان کے ناول کو پڑھنے کے لیے وقت اور دماغ چاہیے "باتوں سے خوشبو آئے" بہت ہی لاجواب تھا دل باغ باغ ہو گیا۔

ج: پیاری عدینہ! میزاب رحمت کو سالگرہ کی مبارک باد اللہ آپ کو اور آپ کی میزاب رحمت کو عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے، ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

رخ فاطمہ لکھتی ہیں

ٹائٹل پر نظر پڑتے ہی دل خوش ہو گیا ماڈل بہت پیاری لگ رہی تھی اور جیولری بھی بہت پیاری تھی سب سے پہلے شام ہجر پڑھا جو زبردست جا رہا ہے اور فرزانہ کھرل کا "محبت سر درست ہے" پڑھ کے دل جھوم گیا کیسے لکھتی ہیں اتنے اچھے اور منفرد مکالمے۔

www.pklibrary.com

ج: پیاری رخ! ہمیں افسوس ہے کہ پرچا آپ تک تاخیر سے پہنچا اور آپ ساری کہانیوں پہ تبصرہ نہ کر سکیں آپ کی کہانی قابل اشاعت ہے۔ شائع ہو جائے گی۔

مہوش خولہ راؤ ٹنڈ والہ یار سندھ سے لکھتی ہیں

سب سے پہلے فرح بخاری کا ناول "شہر شام ہجر" پڑھا۔ ناول اچھا ہے۔ مومن اور ایلیا کے کردار زیادہ اچھے لگے۔ وسیلہ کے معاملے میں گھر والوں کا اس کی سسرال پر اندھا بھروسا حیران کن اور فلمی سچویشن ہی لگ رہی ہے اصل میں ایسا ممکن نہیں۔ میں اپنی پسندیدہ مصنفات کے رائٹنگ اسٹائل کو اتنا پہچانتی ہوں کہ ان کی کسی بھی تحریر کی دو لائنز پڑھ کر بتا سکتی ہوں کہ یہ فلاں رائٹر کی تحریر ہے لیکن حیرت کی بات ہے۔ فرح کا یہ ناول اچھا ہونے کے باوجود فرح کے بن پاکھی سے مختلف ہے، بن پاکھی جیسا اسٹائل اور انفرادیت پھر فرح کے کسی ناول میں نہیں آئی۔ کیوں؟

اس کے بعد افسانے پڑھے حمیرا شفیع کا افسانہ آغاز میں ایویں سا لگا لیکن اینڈ مختلف اور اچھا تھا۔ قرۃ العین خرم ہاشمی لکھتی تو اچھا ہیں لیکن اس مرتبہ ان کا افسانہ سو سو لگا۔

ہاجرہ ریحان میری پسندیدہ افسانہ نگار بہت باریک سے خیال پر قلم اٹھایا۔

اس کے بعد فرزانہ کھرل کے ناول کو کھولا یقین کیجیے اوپر درج افسانے ناول اک دن میں پڑھے، باقی چار دن فرزانہ کے ناول میں لگے۔ ناول اس وقت سمجھ میں آیا جب اس کے ختم ہونے میں چھ صفحات رہ گئے۔ مجھے مصنفہ کے تجسس برقرار رکھنے اور اس رائٹنگ اسٹائل پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ لیکن اتنا نہ کریں کہ کرداروں کا تانا بانا جوڑتے جوڑتے متلی ہونے لگے اور ناول پڑھتے وقت جو لطف آتا ہے اسے کشید کرنے سے ہی قاصر رہیں۔ امثل عزیز کا واعصر بھی اچھا جا رہا ہے۔ "تجھ سے ناتا جوڑا" پسندیدہ سلسلہ ہے۔ اسے بند نہیں کیجئے گا۔

ج: پیاری مہوش! تفصیلی اور جامع تبصرہ کے لیے شکریہ۔ فرزانہ کھرل کے ناول کے بارے میں کچھ اور قارئین نے بھی یہی شکایت کی ہے۔ ہم فرزانہ کھرل تک آپ کی شکایت پہنچا رہے ہیں۔

آپ کے دونوں افسانے "قابل غور" کی لسٹ میں ہیں۔ فی الحال ان کے بارے میں فیصلہ نہیں ہوا۔

زرینہ خانم لغاری مظفر گڑھ سے شریک محفل ہیں، لکھا ہے

ماڈل گرل خاص پسند نہیں آئی بہر حال آگے بڑھے فہرست پہ نظر ڈالی۔ دل خوش ہو گیا حمد و نعت پڑھی۔ پیاری باتوں سے اچھی معلومات حاصل کیں۔ رنگ اور خوشبو کے سلسلے بہت پسند آئے مریم نور کا حال احوال پڑھا پھر پیارا سلسلہ ناتا جوڑا پر پہنچے۔ اف آٹھ نندوں کی اکلوتی بھابی کی درگت بنتی دیکھی۔ کیسی ظالم ڈائن ہوتی ہیں ساس اپنی آٹھ بیٹیاں لاڈلی تھیں۔ ایک بہو کو دل سے نہ لگا سکیں۔ شرافت شاہ کو دور سے سلام کر دیا پس پردہ فنکاروں سے ہمیں کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔ واعصر اچھی کہانی ہے ذرا آگے بڑھائیں۔ سلمیٰ ستارہ فخری جیسے قابل فخر شہزادے بھی دنیا ہی میں ہوتے ہیں۔ محبت سرد راستہ۔ انتہائی بور کہانی تھی، مجھے ذرا پسند نہیں آئی فرزانہ کھرل کو کیا ہو گیا تھا۔

"سپاس گزار" اللہ بچائے ایسے نکتہ چیں سخت مزاج باپوں اور بھائیوں سے۔ "شام شہر ہجر" خدا کا شکر ہے وسیلہ کو بچا لیا گیا۔ بہن کی فریاد تو بہت سی بہنوں کی فریاد تھی جب ماں باپ دنیا سے چلے جاتے ہیں تو سب بھائی ایسے ہو جاتے ہیں۔ زندگی ایک فرض ہے۔ وہی بہن بیٹی پر اعتبار نہ کرنے کا نتیجہ بچی کی چھوٹی سی غلطی معاف نہیں کی جاتی اور کچھ قسمت کا قصور بھی ہوتا جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں۔ زیبا کا جوڑا کے بجائے مراد سے بن چکا تھا۔ آسیب خوب صورت کہانی تھی۔ ہم پڑھنے میں کھو سے گئے ہیں یہ کیا باقی آئندہ دل بہت برا ہوا۔ اتنی پیاری کہانیاں مکمل کر دیا کریں۔

موسم کے پکوان یہ جھٹ پٹ اچار کی سمجھ نہیں آئی جیسی ترکیب اور مسالے تھے اس اچار کا سالن تو بن سکتا ہے، اچار تو ناممکن ہے یا تو بہنا کچھ مس کر گئی ہیں۔

خوب صورت بننے کے نسخے بھی لاجواب تھے لیکن ہم جیسے سست الوجود کچھ کریں تو تب ہے۔

ج: پیاری بہن! ہمیں افسوس ہے کہ آپ کو پرچے میں کچھ کہانیاں اچھی نہیں لگیں۔ آپ کی تعریف و تنقید ہم متعلقہ مصنفین تک پہنچا رہے ہیں۔

ارم کمال فیصل آباد سے لکھتی ہیں

شعاع 5 تاریخ کو ملا ٹائٹل نہایت خوب صورت

www.pklibrary.com

اور دلفریب ماڈل کے حسن سے جگمگا رہا تھا۔ حمد اور نعت سے دل و نظر کو سیراب کیا۔ پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں بے حد اثر پذیر مگر جب ہم ان پر عمل پیرا ہوں۔ سردے نے دل جیت لیا۔ لاجواب اور باکمال رہا۔ دستک میں مریم نور سے ملاقات اچھی رہی۔ یعنی کی ہیروئن ماہم شاہد سے بھی ملاقات کروائیں "جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے" میں بہن (ع م) کے حالات پڑھ کر بے حد دل دکھا۔ اصل میں تو عورت ہی عورت کی دشمن ہے اکثر و بیشتر سسرال میں ساس اور نندیں ہی بہو پر ظلم کرنے میں پیش پیش ہوتی ہیں۔ بہن (ع م) کے حوصلے اور صبر سے کام لینے کے ہنر نے ان کو سرخرو کیا۔ بدترین کے بعد ہی بہترین ملتا ہے۔ شرافت شاہ سے ملاقات سوسوری "والعصر" میں نہیں پڑھتی ساری قسطیں ایک بار پڑھ کر رائے دوں گی حمیرا شفیع کا "سلمیٰ ستارہ" میں فخری نے انسان ہونے کا حق ادا کر دیا۔ لوگ تو بالکل معذور سے بھی شادی کر لیتے ہیں۔ سلمیٰ ستارہ کا تو صرف نظر کا مسئلہ تھا۔ "الہٰز کہانی" کے اینڈ نے دل مطمئن کر دیا "محبت سرور راستہ ہے۔" فرزانہ کھرل جب جب آتی ہیں چھا جاتی ہیں لیکن اس تحریر کا کوئی سر پیر سمجھ میں نہیں آیا یا اپنی سمجھ دانی چھوٹی ہے "سپاس گزار" میں ہاجرہ ریحان کی تحریر آنکھیں نم کر گئی۔ واقعی مار کھا کر اور ڈانٹ سہہ سہہ کر نرم اور امرت روپے بھی خوب رلاتے ہیں۔ سلسلے وار ناول "شام شہر ہجر" اس دفعہ دھماکے دار رہا۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے "بہن کی فریاد" نے ڈھیروں خون کے آنسو رلائے۔

"زندگی فرض ہے" میں زیبا کی غلطی اتنی بڑی نہیں تھی جتنی اسے سزا دی گئی۔ لڑکیاں تو اللہ معاف کرے گھروں سے بھاگ بھی جایا کرتی ہیں لیکن والدین پھر گلے سے لگا لیتے ہیں۔

شمارے کی زبردست اور اے ون تحریر نعیمہ ناز کی "آسیب" رہی۔ اس تحریر میں زندگی کی اونچ نیچ، حالات کی کٹھن گھڑیاں نرم گرم جذبے، عمومی رویے، مالی مسائل، صبر برداشت سب کچھ تھا نظر آ رہا ہے کہ بشریٰ اور نوفل بدترین سے گزر کر ہی زندگی سے اپنی خوشیاں کیش کر سکیں گے۔

ج: پیاری ارم! کافی دنوں بعد آپ نے شرکت کی۔ کہاں غائب تھیں آپ۔ خیریت تو تھی نا؟

تحریکی تبصرہ بہت اچھا لگا۔ تہہ دل سے شکریہ۔

آپ وٹس ایپ پر تبصرہ بھیج سکتی ہیں۔ وٹس ایپ نمبر 03172266944-

لائبہ ملک..... حیدر آباد

اس بار رسالہ 5 تاریخ کو لائے پاپا۔ ماڈل نہایت خوب صورت لگی (ماشاء اللہ) اس کے بعد حمد و نعت پڑھ کر سیدھا پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں پڑھیں (اللہ ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین) اس کے بعد آتے ہیں سالگرہ نمبر سردے پر۔ سب کے جوابات اے ون لگے سونیا ربانی یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ کے شوہر نے سرپرائز دیا آپ کو (ایسے شوہر بہت کم ہوتے ہیں اللہ نظر بد سے بچائے۔ آمین) نیر فہیم خان نے بھی اچھے جواب دیے۔ ہمارے گھر میں بھی "برتھ ڈے گرل" کو بہت اچھا پروٹوکول ملتا ہے (ایک دن کے لیے) اور صدف ناصر آپ کا گلاس والا واقعہ جان کر بہت ہنسی آئی۔ جویریہ فیصل نے اچھی بات بھی تحفہ دیتی ہوں چاہے پیسے ہوں یا نہ ہوں اور ویسے بھی میرا ماننا ہے کہ تحفے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ تحفہ چھوٹا ہو یا بڑا، مہنگا ہو یا سستا۔ تحفہ تحفہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد انٹرویوز پڑھے جو ٹھیک ہی تھے بس۔ اس کے بعد اپنے پسندیدہ ناول کی طرف آئی "شام شہر ہجر" واہ بہت خوب "محبت سرور راستہ ہے" فرزانہ کھرل کی کہانیاں اتنی الجھی ہوئی ہوتی ہیں، ایک پیراگراف تین بار پڑھا پھر سمجھ میں نہ آیا تو ایک بار اور پڑھا مگر میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ اسے سمجھ کر ہی دم لوں گی اور جب لگن سچی ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے فرزانہ کھرل کی تحریروں میں ڈائیلاگز بہت کم ہوتے ہیں اور منظر نگاری کی داد دینی بنتی ہے۔ واہ، زبردست "زندگی فرض ہے" تھرہست میں رائٹر کا نام صبا نور جبکہ کہانی میں صائمہ نور لکھا تھا کہانی لکھی کس نے ہے؟ آئی تھینک صائمہ نور نے، افسانے میں قراۃ العین خرم ہاشمی کا "الہٰز" کہانی بازی لے گیا ہاجرہ ریحان کا سپاس گزار بھی زبردست تھا۔

ج: پیاری لائبہ! آپ کا خیال درست ہے کہانی صائمہ نور نے ہی لکھی تھی۔ تبصرہ بہت خوب ہے لیکن سلسلوں پر زیادہ تبصرہ کیا ہے آپ نے اور کہانیوں پر بالکل نہیں۔ ایسا کیوں بھئی؟

www.pklibrary.com

سعدیہ کنول نے حویلی لکھا سے شرکت کی ہے لکھتی ہیں
شعاع کیا کہوں اس کے بارے میں اتنے سال گزرنے کے بعد 29 - 30 کو جب عصر کے بعد دستک سنائی دیتی ہے تو میں ایکٹو ہو جاتی ہوں کہ رسالہ ہوگا اور اگر بھائی بہن دروازہ کھولنے جائیں تو آ کے کہتے ہیں "نہیں تو کوئی اور تھا" اور مجھے چھیڑتے ہیں کہ کتنا خوش ہوتی ہو۔ پھر تھوڑی دیر بعد رسالہ دیتے ہیں اور میں اتنی بڑی ساری سمائل دیتی ہوں۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسالہ خوشی کی وجہ بھی ہے میرے لیے۔

اب کچھ اس ماہ کے شمارے کو دیکھ لیں سب سے پہلے تو بات کروں گی فرح بخاری کی۔ بہت اچھا لکھتی ہیں اور اس بار بھی "شام شہر ہجر" کی قسط اچھی تھی بلکہ آپ کہہ لیں۔ دھماکہ تھی۔

پھر نعیمہ ناز ہمیشہ کی طرح انداز بیاں بہت سادہ مگر پر اثر کہانی۔ فرزانہ کھرل کا "محبت سرد رستہ ہے" کچھ خاص متاثر نہیں کر سکی۔ اتنی لفاظی تھی پر پتا نہیں کیوں مجھے لگا شاید عمیرہ احمد نمرہ کی طرح کا سسپنس اور ڈائیلاگ اور اسٹائل انداز بیاں پتا نہیں شاید مجھے لگا ہو یہ تو باقی سب کے خط دیکھ کے پتا لگے گا۔

"والعصر" بس نارمل لگتا ہے نہ بہت اچھا نہ برا۔ سپاس گزار اچھا تھا باقی بھی ٹھیک تھے مطلب سو سو۔ میرے ذہن میں ایک بات تھی، سوچا کہہ دوں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جب سے رسالے کا اجرا ہوا تھا تب کی ایک کہانی ہر ماہ یا ایک دو ماہ کے بعد آپ دوبارہ سے شعاع میں لگائیں؟ ایک تو نئے قارئین کو بھی پڑھنے کو ملیں گی، دوسرا کچھ اچھی پرانی روایات تازہ ہو جائیں گی؟

ج: پیاری سعدیہ! بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے ہماری محفل کو رونق بخشی۔ پرانی کہانیوں کے بارے میں آپ کی تجویز اچھی ہے۔ ضرور عمل کریں گے۔

فرزانہ کھرل کے بارے میں آپ کی رائے سے متفق نہیں۔ فرزانہ کھرل کا اپنا ایک اسٹائل ہے جو سب سے الگ ہے۔ وہ اپنی کہانیوں میں جو دنیا تخلیق کرتی ہیں وہ ایک ہی ہوتی ہے۔ بہت خوب صورت اور ان کے کردار بھی قدیم دور کی اقدار اور روایات کے حامل ہوتے ہیں۔

صائمہ گل..... مردان

صائمہ گل مردان سے شریک محفل ہیں لکھا ہے۔

شعاع اپنے تمام تر اخلاقی اقدار اور بہترین تحریروں کے ساتھ آج بھی پسندیدہ ترین ہے۔ اللہ اس کی آب و تاب کو یونہی قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

خوب صورت میک اپ اور بھاری جیولری، والی ماڈل اچھی لگی: "پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں" ایک انمول سلسلہ۔ جزاک اللہ۔

سروے زبردست رہا۔ سب بہنوں کو پڑھ کر اچھا لگا۔ ناتا جوڑا شروع میں بہن ع م کے حالات کافی ٹف رہے مگر شکر ہے آخر میں تو سکھ کا سانس لیا۔

والعصر ابھی تک ماضی و حال میں گڈمڈ ہے۔ خاص کچھ پلے نہیں پڑھا۔ سلمیٰ ستارہ" سادہ، معصوم اور بے ضرر سا فخری کا کردار پسندیدہ رہا۔

"الہڑ کہانی" بھی سو سو رہی۔ صفحہ پلٹا تو لیجیے جناب ہماری خوب صورت تشبیہات کی ملکہ فرزانہ کھرل جی جھلسا دینے والی گرمی میں جما دینے والی سردی کا ذکر چھیڑے بیٹھی ہیں۔ کہانی کو آنکھ کان اور دماغ کھول کر اور سانس روک کر پڑھا کہ یہی تحریر کا تقاضا تھا۔ ایبا جیسے لوگ جو صرف اپنا سوچتے ہیں۔ اپنی منواتے ہیں ہمیشہ تہی دامن ہی رہتے ہیں۔ ویری ویلڈن فرزانہ جی۔ (فرزانہ جی کو روبرو میں لے کر آئیں نا۔ فرمائش)۔

"سپاس گزار" ہاجرہ ریحان نے بنت حوا کے احساسات کو بڑے اچھے انداز میں لکھا۔ "شہر شام ہجر" بھئی فرح! آپ تو ہمیں حیران کرنے پر تلی ہیں۔ یعنی کہ منصب ایلیا اور تحریم کا بھائی۔

صبا تحریم کا افسانہ پڑھ کر بے ساختہ شکر کا کلمہ پڑھا کہ صائمہ گل نہایت ہی خوش نصیب ہے جو اتنے پیار کرنے والے بھائی ملے ہیں؟ صائمہ نور نے اچھی کاوش کی۔ چھوٹی سی لغزش بہت ساری مصیبتوں کو ساتھ لاتی ہے۔

آہا ہماری نعیمہ جی خوب صورت مدھم سروں میں چلتا ناول۔ باقی آئندہ دیکھ کر سارا مزہ کرکرا ہو گیا۔ تاریخ کے جھروکے بہت ہی پیارا سلسلہ ہے۔ "خوبصورت بنیے۔" میں یہ بات نظروں سے گزری۔ "آج کل لڑکیاں

بقیہ 215 پر

www.pklibrary.com

ستمبر 2023ء کے شمارے کی ایک جھلک

- "خوشحال خان" سے شاہین رشید کی ملاقات،
- اس ماہ اداکارہ "ایشل فیاض" کہتی ہیں "میری بھی سنیے"،
- اس ماہ "مہوش صدیق" کے "مقابل ہے آئینہ"،
- "تاش گھر" ایمل رضا کا سلسلہ وار ناول،
- "دامن سحاب" مہوش افتخار کا سلسلہ وار ناول،
- "شام سے پہلے" نگہت سیما کا مکمل ناول،
- "عمرِ تمنا کی آخری آرزو" عنبرین ابدال کا مکمل ناول،
- "سپاس گزار" میمونہ صدف کا ناولٹ،
- "رہے جو تیرے ہو کر" اُمِ اقصیٰ کا ناولٹ،
- زخرف علیم، ماہم اوزلین اور صبا واجد کے افسانے اور مستقل سلسلے،
- **"کرن کتاب"**

دلچسپ معلوماتی مضامین اور مزیدار ریسپیز کے ساتھ

ستمبر 2023ء کا شمارہ شائع ہوگیا

www.pklibrary.com

اُمتُ العزیز شہزاد

وَالعَصر

وریٰ اپنی نانی اور ماموؤں کے ساتھ رہتی ہے، اس کی ماں مر چکی ہے۔ گھر میں دو ماموں، ممانی اور ان کے بچے ہیں۔ ان میں آپس میں اچھے تعلقات ہیں مگر بڑی ممانی اسے پسند نہیں کرتی ہیں۔ عباد ان کا بیٹا ہے۔ جو وریٰ کو چاہتا ہے۔

آتش جو سراپا اسرار ہے، وہ لوگوں کو اپنی گفتگو سے زیر کرتا ہے۔ اس کے بے شمار عقیدت مند ہیں۔

بی ذی ایک بے ہوش لڑکی کو لے کر آتش کے ہاں پہنچ جاتی ہے۔ آتش اپنے اسسٹنٹ خاقان کے ذریعے ڈاکٹر کو بلاتا ہے۔ نانی وریٰ کو پڑھانے کی ذمہ داری عباد پر ڈال دیتی ہیں۔

لڑکی ہوش میں آتی ہے لیکن حواسوں میں نہیں۔ اپنا نام تک نہیں بتا سکتی۔ آتش کے گھر پولیس آجاتی ہے۔

پولیس کا نام سن کر بی ذی گھبرا جاتی ہے۔ آتش اسے پرسکون رہنے کا کہتا ہے۔ پولیس انسپکٹر امیر علی اپنے جونیئر فاروق احمد کے ساتھ آتے ہیں۔ وہ آتش کو تربیتی ورکشاپ میں مدعو کرتا ہے۔ فاروق احمد تھوڑا تلخ ہے۔

عباد، وریٰ کو پڑھانے آتے ہیں، وریٰ بتاتی ہے کہ وہ کمبائن امتحان دے رہی ہے، اور اسے ہر سبجیکٹ انتہائی مشکل لگتا ہے۔

فیروزہ کی بیٹی شونا کی شادی ہوتی ہے، اس میں بالی کا بھی نکاح کر دیا جاتا ہے، بالی انتہائی کم عمر ہے۔

شاکر فیروزہ کا بڑا بیٹا اپنے باپ کے حکم پر گھر تعمیر کروا رہے ہیں۔ ان کے والد بنگلہ دیش میں کاروبار کے سلسلے میں رہتے ہیں۔

فیروزہ کا چھوٹا بیٹا عامر بہت خودسر ہے۔ وہ عیسیٰ سے بہت چڑتا ہے۔ وہ ماں سے پیسے مانگتا ہے۔ انکار پر عیسیٰ کو بالکونی سے الٹا لٹکا دیتا ہے۔

وریٰ کو وسہراب سے ملنے کی خوشی اور گھبراہٹ ہوتی ہے عیسیٰ سمجھتا ہے کہ وہ امتحانات کی وجہ سے پریشان ہے۔

بی ذی کو آتش فون کر کے اطلاع دیتا ہے کہ وہ ٹی وی آن کر کے دیکھے علائنہ سے متعلق خبر آرہی ہے۔ پتا چلتا ہے کہ علائنہ کی لاش اس کے فلیٹ سے برآمد ہوئی ہے۔

وریٰ پیپر دینے خوب تیار ہو کر جاتی ہے، اسے مفتاح چھوڑنے جاتا ہے، واثلہ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

اینا عامر سے کہتی ہے کہ عیسیٰ سے کہو کہ ایڈمیشن ٹیسٹ میں اس کے بھائی کو پاس کروا دے۔

سید صاحب کو جب سے عامر نے عیسیٰ کے متعلق بتایا تھا کہ وہ سگریٹ نوشی کرنے لگا ہے سید صاحب بہت پریشان تھے۔ وہ فیروزہ بیگم کو واپس پاکستان بھیجنے کی بات کرتے ہیں۔

وریٰ جلدی سے پیپر ختم کر کے سہراب کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ کر چلی جاتی ہے۔

آتش چند روز کے لیے اسلام آباد جاتا ہے۔ خاقان دوسرے کاموں میں مصروف ہوتا ہے خولہ کو موقع مل

www.pklibrary.com

جاتا ہے کہ وہ فون کرنے وہ فون کرتی دوسری طرف فون اٹھالیا جاتا ہے۔ وہ جواب نہیں دے پاتی۔ دوبارہ نمبر ملاتی ہے اس وقت کوئی اسے آواز دیتا ہے۔

شریفہ سہراب کی دعوت کرتی ہیں اور بظاہر اسے گھیر لیتی ہیں، وہ دل ہی دل میں ان کے بے وقوف بن جانے پر ہنستا ہے۔ فاروق احمد، امیر علی خان سے کہتا ہے کہ علائنہ خان کے قتل کے تانے بانے آتش کدہ سے ملتے ہیں۔

عامر، عیسیٰ سے پوچھتا ہے کہ اس نے اس کا کام کر دیا عیسیٰ کے منع کرنے پر وہ اسے ڈانٹتا ہے۔ فیروزہ عامر کو سخت سست کہتی ہیں اور عیسیٰ کو اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ عیسیٰ واپس آتا ہے تو وہاں سے اس کا جرنل غائب ہوتا ہے۔

بی ذی اپنا پروموشنل ٹریپ کر کے واپس آتی ہے تو اس کے دوست پارٹی رکھتے ہیں پارٹی میں اس کو ایک فون آتا ہے۔ وہ علائنہ خان قتل کیس کے سلسلے میں بی ذی سے بات کرنا چاہتا ہے۔ بی ذی خوف زدہ ہو کر لائن کاٹ دیتی ہے۔

شاکر کی بیوی فرح عیسیٰ اور عامر کی بحث کو بڑھا چڑھا کر جھگڑے کی شکل میں شوہر تک پہنچا کر کہتی ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کو اس ماحول سے بچا کر الگ ہونا ہوگا۔ وہ اپنے بہنوئی سے کینیڈا یا امریکا جانے کے سلسلے میں بات کرتی ہے۔

وری ریڈ سوٹ میں سہراب سے ملنے آئی تھی وہ اسے اپنے گھر لے جانے کی بات کرتا ہے۔ وری حامی بھر لیتی ہے۔ سہراب بہت خوش ہوتا ہے اسی وقت گاڑی کے سامنے عیسیٰ آجاتے ہیں۔ وری ڈر جاتی ہے۔

عامر بالی سے مل کر ماں اور عیسیٰ کی شکایت کرتا ہے۔ بالی اپنی کم عمری کی شادی اور غصیل شوہر کی وجہ سے پہلے ہی ناراض تھی۔ وری بھاگم بھاگ گھر پہنچتی ہے۔ گھر میں سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ خاقان سر آتش سے اجنبی لڑکی کے فون استعمال کرنے کی شکایت کرتا ہے۔

نمبر نہ نوٹ کرنے پر آتش اسے سخت سست سناتا ہے۔

سہراب وری کے بچ نکلنے پر غصہ ہوتا ہے۔ اسے فکر ہوتی ہے کہ عیسیٰ نے اپنے گھر والوں کو سب بتا نہ دیا ہو۔

www.pklibrary.com

وردی رجا سے بات کرتی ہے۔

اکیسویں قسط

اے رب
اے کل جہاں کے رب
اے ابن سلمان کے رب
میں تیری کن کا منتظر
بھٹک رہا ہوں نگر نگر
ہر گام روشن زندگی
نہیں آتی خود اپنی خبر
ہے کیا آخر یہ معاملہ
دے کچھ تو مجھ کو بھی خبر
میں تیری کن کا منتظر

☆☆☆

"یہ..... یہ آواز۔" وہ برق رفتاری سے پلٹ کر دیکھنے کی خواہاں ہوئی تو ضرور مگر اپنی خواہش کو فی الفور عملی جامہ پہنانے کے بجائے یک لحظہ توقف کرتے ہوئے بڑی پھرتی سے دوپٹے کے پلو سے اپنا نصف چہرہ ڈھانپ کر آواز کی سمت گھومی۔

"بی ذی؟" اس کے حلق سے بمشکل تمام مری مری سی آواز برآمد ہوئی۔

"جی مجھے، بی۔ ذی سے ملنا ہے۔" جواب میں جھاڑ جھنکار سے ڈھکے پتھریلے چہرے اور بے روح نگاہوں والے دشمن نے نسبتاً بلند آواز میں اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔ "آپ اندر اطلاع کر دیجیے کہ شر ملنا چاہتا ہے۔"

"شش..... شش..... شر!" اسے یوں محسوس ہوا گویا وہ چکرا کر یہیں ڈھیر ہو جائے گی۔ اور واقعتاً ہو بھی جاتی اگر ایک دم دیوار کا سہارا نہ لے لیا ہوتا تو۔

"غالباً آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔" وہ ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈال کر زاویہ نظر تبدیل کرتے ہوئے ہمدردی سے بولا۔

"صاحب! اس کی طبیعت نہیں۔" تب ہی رضیہ، جو تا حال صوفہ کی پشت پر ایستادہ تھی، ایک دم زہر خند سے لہجے سے گویا اسے مطلع کرتے ہوئے بولی۔ "بلکہ اس کا دماغ خراب ہے۔"

"تو ان کے بجائے بی۔ ذی کو آپ میری آمد کی اطلاع دے دیجیے۔" وہ خشک سے لہجے میں بولا کہ اسے ان دونوں کے مابین جاری خالصتاً ملازمانہ سرد جنگ سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔

"جی....." رضیہ منہ بنا کر بولی۔ "بتا دیتی ہوں انہیں جا کر۔"

"بہتر ہے۔" اس نے مختصراً کہا اور پشت پر ہاتھ باندھ کر لاتعلقی سے سامنے دیوار کو دیکھے گیا۔

تب وہ دیوار ہی کے سہارے آگے بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ راہداری کے اختتام پر پہنچ گئی اور آگے بڑھنے سے پہلے اس نے ایک بار مڑ کر دوبارہ دیکھا تھا۔

☆☆☆

www.pklibrary.com

"یہ بتاؤ، کمرے میں پینٹ کس رنگ کا ہونا چاہیے؟"

تاروں کی چھاؤں میں بے معنی سے قدم اٹھاتا، دایاں ہاتھ پہلو میں گرائے، بائیں ہاتھ میں موجود سم قاتل کولیوں سے لگائے وہ چلا چار ہا تھا۔ آس پاس کے مناظر لمحہ بہ لمحہ بالکل اسی طرح تبدیل ہوئے جاتے تھے، جیسا کہ چند برس قبل اس کی زندگی.....

رینا کے فیروزہ کو منا لینے کے بعد کے سارے مراحل بہت آسانی اور تیزی کے ساتھ طے ہوتے چلے گئے تھے اور ان دنوں ان کی شادی کے حوالے سے گھر میں تیاریوں کا سلسلہ تھا..... اور اس وقت خوشی سے بے حال عامر رینا کے گھر کے مہمان خانے میں، اس کے بالمقابل براجمان نثار ہو جانے والی نظروں سے اسے دیکھتا بڑی لگاوٹ سے استفسار کر رہا تھا۔ تب ہی جامنی رنگ کے جوڑے میں ملبوس رینا، جس کا سارا انہماک شعوری طور پر اس وقت ڈیڑھ ڈیڑھ انچ لمبے ناخنوں پر لگی آتشی گلابی نیل پالش پر تھا۔

وہ ناخنوں سے نظر ہٹا کر اسے بڑے مسخرے دیکھ کر بولی۔

"کمرے میں پینٹ بعد میں کرا لینا، پہلے اس شانی کا تو کوئی بندوبست کرو۔"

"کیا مطلب؟" وہ جو اس شعلہ و جوالہ پر جان وارنے کو بے تاب بیٹھا تھا یک بیک کچھ پریشان سا ہو کر بولا۔

"مطلب صاف ہے۔" وہ نخریلے لہجے میں بولی۔ "میں کسی شندکی موجودگی میں شادی نہیں کروں گی۔"

"یہ کیا بات کر دی یار۔" وہ دل ربا کی اس نئی فرمائش پر ذرا گڑبڑا گیا۔ "اتنی جلدی اس کی شادی کیسے ممکن ہوگی؟"

"کیسے بھی ہو، مجھے نہیں پتا۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"بات سمجھنے کی کوشش کرو رینا۔" وہ بے چارگی سے بولا۔ "اس کا تو ابھی تک کہیں رشتہ بھی طے نہیں ہوا ہے جب کہ ایک مہینے بعد ہماری شادی طے ہو چکی ہے۔"

"ہاں تو ایک مہینہ بہت ہوتا ہے۔" وہ نہ ماننے والے لہجے میں بولی۔ "تب تک ڈھونڈ لو اس کے لیے کوئی رشتہ۔"

"چچ....." وہ زچ ہو کر بولا۔ "یہ کیسی ضد ہے رینا۔"

"میں ضد کر رہی ہوں؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پوری کھولتے ہوئے اسے دیکھا۔ "یہ ضد نہیں، بس میری خواہش ہے عامر صاحب اور جسے پورا کرنا آپ کا فرض ہے۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے جان!" وہ اسے منانے کی خاطر جلدی سے اس کے نزدیک آ بیٹھا۔ "پر یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

"مجھے بھول جانا تو آسان ہوگا نا۔" وہ اس کا بڑھتا ہاتھ بری طرح جھٹک کر بولی۔ "تو بس مجھے بھول جاؤ۔" اس نے دوٹوک سے کہا اور پھر فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

عامر بڑی مصیبت میں پڑ گیا تھا۔ پر یہ حکم یار تھا۔ اسے بجالانے کا اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے ارادہ کر لیا تھا۔

☆☆☆

"یہ بات تو صاف ہے کہ اس نے لارے لگائے ہیں لڑکی کو....."

رینا نے بہت عرق ریزی سے بساط بچھاتے ہوئے، وریٰ اور عیسیٰ کا رشتہ جوڑنے کے حوالے سے اولاً عامر کی ذہن سازی کی تھی۔ بعد کے مراحل نسبتاً آسان یوں تھے کہ اب اسے اپنے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے عامر کا بھرپور ساتھ میسر تھا۔ جس نے آج گھر میں ساری بہنوں کو یک جا کر کے پنچایتی لگا رکھی تھی..... اور خود بے نقط بولے چلا جا رہا تھا۔

"تب ہی تو اس کی ممانی دن رات، اسے فون کر کر کے دماغ چاٹ رہی ہے کہ رشتہ لاؤ..... رشتہ لاؤ۔"

"ہمیں تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ سب ہو کیا رہا ہے؟" عامر کے خاموش ہونے پر، بھاری بھرکم اور سنجیدہ

www.pklibrary.com

چہرے والی شونا نے تشویش سے لب کشائی کی۔

"صاف صاف تو بتا رہا ہوں۔" عامر نے انہیں طنزیہ دیکھا۔ "پھر بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آ پا رہا....."

"ہائے چونا۔" بالی، کہ جس کی سن رسیدگی نے اس کی فہم و فراست کا بال تک بیکا کرنے کی جرات نہ کی تھی، دہائی دینے والے لہجے میں سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "خاندان کا عزت خاک میں ملا دیا نے۔"

اس کے اس جملے پر ساتھ ساتھ براجمان، باوقار، شخصیت میں ڈھل جانے والی نعمی اور اعتماد سے عاری مگر بچے سے متمول دکھائی دینے والی شانی نے بے ساختہ ایک دوسرے کی جانب دیکھا تو ضرور مگر کسی بھی قسم کے تبصرے سے گریز ہی کیا پر عامر چمک کر بولا۔

"اسی دن کے لیے امی کو ٹوکتا تھا کہ اس کی ہر جائز ناجائز بات مت مان جایا کریں مگر نہیں..... اپنے بابو کو اچھی طرح بگاڑ کر خود تو چلی گئیں اور یہ اب ہمارے سر....."

"آگے کا بتاؤ۔" نعمی چوں کہ واقف تھی کہ وہ اب والدہ مرحومہ کے کردہ، ناکردہ گناہوں کا کھاتا کھول کر بیٹھ جائے گا، تب ہی اکتاہٹ سے اسے درمیان ہی سے ٹوکتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔ "اب کیا کرنا ہے۔"

"اس کی محبوبہ کا رشتہ لے کر جانا ہوگا۔" وہ نعمی کے ٹوکنے پر ناگواری سے ماتھے پر بل ڈال کر بولا۔

"اور کیا کرنا ہے۔"

"مگر ایسے کیسے....." شونا پریشانی سے بولی۔ "ابھی تو تعلیم بھی اس کی نامکمل ہے اور نہ ہی اس کے پاس ڈھنگ کی کوئی ملازمت ہے۔"

"اب یہ سب تو اسے عشق لڑانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا نا۔" رینا میٹھے انداز سے ہنس کر بولی۔ اور وہ ساری یوں شرمندہ ہوئیں گویا عیسیٰ کا عشق ان ہی کا گناہ ہے۔

کسی ایک کے ذہن میں بھی اس وقت رینا کو یہ جتانے کا خیال نہ آیا کہ عشق و عاشقی کرتے وقت ان "سنجیدہ" نکات پر سوچنے کا خیال تو انہیں بھی نہیں آیا تھا بہرکیف۔

"اس لڑکی کی ممانی رشتہ نہ لانے کی صورت میں، سارے خاندان کو سنگین نتائج بھگتنے کی دھمکی دے گئی ہے۔" رینا نے مزید بتایا۔

"ارے باپ....." بالی خوامخواہ ضرورت سے زیادہ دہل کر بولی۔ "پھر تو رشتہ لے کر جانا ہی پڑے گا نا۔"

"ایسے کیسے رشتہ لے جانا پڑے گا۔" نعمی ناپسندیدگی سے بولی۔ "پہلے ہم عیسیٰ سے بات کریں گے۔"

"اس سے کیا بات کرنی ہے۔" عامر جز بز ہو کر بولا۔ "وہ تو صاف مکر چکا ہے۔"

"وہ اگر مکر چکا ہے، تب ہمارے پاس اس کا رشتہ لے جانے کا کیا جواز ہے؟" نعمی نے بغور عامر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اب یا تو ہم لوگ جواز تلاش کرتے پھریں یا پھر اپنے باپ دادا کی عزت بچالیں۔" عامر نعمی کی جرح پر دانت کچکچا کر بولا۔

"نعمی! بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" شانی گڑبڑا کر جلدی سے بولی کہ اس لفظ "عزت" پر ہمیشہ ہی اس کے اوسان خطا ہو جاتے تھے۔ "عامر بھائی بالکل ٹھیک کر رہے ہیں۔ عیسیٰ نے لڑکوں کی عادت کے مطابق یوں ہی دل لگی کی ہوگی۔ وہاں معاملہ سنجیدہ ہو گیا۔ اب اگر اس نے غلطی کی ہے تب ہم سب اسے مل کر سمجھانے کی کوشش کریں گے نا۔"

"میں مٹن بریانی بنوا رہی ہوں، آپ سب رات کا کھانا کھا کر جایئے گا۔"

ان ساروں کو سوچ میں پڑتا دیکھ کر رینا بہت مسروری ہو کر بولی اس کے سارے ہی تیر فی الحال نشانے پر جا لگے تھے۔

www.pklibrary.com

☆☆☆

"السلام علیکم!"

بی۔ڈی اس وقت خود کار پلنگ کا سرہانہ اونچا کیے بستر پر نیم دراز اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں میں ایک وزنی اور موٹی سی طلائی زنجیر پھنسائے اسے اپنے چہرے کے سامنے فضا میں ذرا سا بلند کیے، اس کا ننھے ننھے زرقونوں سے جھلملاتا طلائی سکے نما پینڈنٹ دیکھنے میں بے طرح منہمک تھی کہ جب رضیہ نے آ کر اسے شرر کی آمد کی اطلاع بہم پہنچائی۔

جواباً اس نے سر کے خفیف سے اشارے سے اسے اندر بھیج دینے کا عندیہ دے دیا۔ تب رضیہ ایک حسرت آمیز للچائی سی نگاہ اس لاکٹ پر ڈال کر بڑے برے دل سے واپس باہر آئی اور بی ڈی کا جواب باہر منتظر کھڑے شرر تک پہنچا کر وہاں سے چل دی۔

شرر حسب عادت دستک دے کر کمرے میں داخل ہوا اور ساتھ ہی اس پر سلامتی بھیجی۔ مگر اس کے انہماک میں سرمو فرق نہ آیا، گویا اس نے سنا ہی نہ ہو۔

"کیسی ہو بی۔ڈی؟" وہ چلتا ہوا سوفے اور پلنگ کے درمیان والی جگہ پر آ ٹھہرا۔ وہ پھر بھی متوجہ نہ ہوئی تو اس بار اس نے ذرا تشویش سے اسے پکارا۔

"بی۔ڈی!"

"ہاں!" اس بار بڑے بھرپور انداز سے چونکتے ہوئے بی۔ڈی نے اس پکار کی سمت دیکھا تھا۔

"میں پوچھ رہا ہوں، اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" اس نے بی۔ڈی کی غائب دماغی کو محسوس کرتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تھا۔ جواباً، وہ انگلیوں میں لپٹی زنجیر اس کے سامنے کرتے ہوئے کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی۔

"یہ لاکٹ دیکھ رہے ہو؟"

دیکھ تو ظاہر ہے وہ رہا تھا مگر اس کے درمیان جو نام لکھا تھا، وہ دور سے واضح نہیں ہو پا رہا تھا، سو اس نے ذرا نزدیک جا کر بغور دیکھنے کی کوشش کی اور.....

"بی۔ڈی؟" وہ سرعت سے ایک قدم یوں پیچھے ہٹا جیسے آگے کسی کھائی میں گر جانے کا اندیشہ ہو اور بڑے حیرت آمیز تعجب سے بی۔ڈی کو دیکھے گیا اندرونی احساسات چہرے پر ایک پل کو ظاہر ہو کر یک تاثرات سے یک سر بے نیاز خود کلامی کے سے انداز میں اپنی ہی کہنے میں مگن تھی۔

"یہ مجھے میری نانی نے دیا تھا..... سب کہتے تھے، میں ان کی لاڈلی ہوں۔ وہ سب سے زیادہ مجھے چاہتی ہیں۔ پر یہ بات غلط تھی شرر۔"

اس کی آواز انجانے سے جذبات کی یلغار کے سبب بھرانے لگی۔ "کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ کوئی بھی انسان کسی دوسرے سے اتنی محبت کر ہی نہیں سکتا جتنی کہ "یہ" کرتا ہے۔"

پتا نہیں وہ یہ سب اس سے کیوں کہہ رہی تھی؟

پر اسے اتنا ضرور معلوم تھا کہ اس کی زبان سے ادا ہونے والا ایک ایک لفظ اس کے دل پر بڑی کاری ضرب لگاتا چلا جا رہا تھا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ اسے خاموش کروا دے مگر.....

"جانتے ہو شرر....." اب وہ باقاعدہ رو رہی تھی۔ "میں شروع سے خود سر تھی۔ کبھی کسی اپنے کی بات نہیں مانی۔ پھر سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا مگر یہ۔ یہ دیکھو مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے کہ یہ اب بھی میرے ساتھ ہے اس نے مجھے نہیں چھوڑا۔"

www.pklibrary.com

"لایعنی باتیں سوچ سوچ کر کیوں اپنے ذہن کو تھکا رہی ہو بی بی۔" بالآخر اس کے اضطراب نے بپھر کر اس سے کہلوا ہی دیا۔

"لایعنی؟" اس نے شکایتی نظروں سے شرر کو دیکھا۔ "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے کہ میرا وجود ہی لایعنی ہے۔"

"تم ایک خوف ناک حادثے سے گزری ہو۔" وہ اپنے اندر کی بے چینی سے نگاہ چرا کر اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ "تمہاری یہ کیفیت اسی حادثے کی دین ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر دوبارہ متحرک ہو جاؤ۔ وہاں مصروف ہو جاؤ گی تو ان بے کار سوچوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔"

"شاید....." اس نے شرر کے مشورے پر بے بسی سے اپنا سر تکیے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔ دن رات یہاں تنہا پڑے پڑے میں اوور سینسو ہو گئی ہوں۔ اسی لیے اوور تھنکنگ کر رہی ہوں۔"

"بالکل یہی بات ہے۔" وہ کچھ اس شدت سے اس کی بات کی تائید کرتا ہوا بولا گویا دل میں کہیں اسے جھٹلانے کا خیال واضح ہو رہا ہو۔

"اب تم جاؤ....." وہ دفعتاً منہ دوسری طرف پھیر کر نروٹھے پن سے بولی۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ ترنت بولا کہ خود بھی فی الفور یہاں سے روانہ ہو جانا چاہتا تھا۔ "اب تم آرام کرو۔" وہ کہہ کر سرعت سے کمرہ عبور کر گیا۔

تب بی بی شرر نے دائیں مٹھی میں موجود اس لاکٹ کو زور سے بھینچا اور ایک بار پھر رونے لگی۔ یہ اور بات کہ اب اس کے آنسوؤں کا رنگ کچھ بدلا بدلا سا تھا۔

☆☆☆

"نغمی خدارا تم امی کو سمجھاؤ، مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔"

وہ آہستگی سے چلتا گلی کا موڑ مڑ گیا تھا، تب ہی ایک گھر کی چھت پر لگے زرد و سبز شامیانے سے اٹھتی ڈھولک کی آواز نے اس کے قدموں کو زنجیر کر لیا۔ اس گھر کے دروازے وا تھے اور دونو جوان اپنی نگرانی میں دیگیں اندر رکھوا رہے تھے جب کہ گھر کے باہر کرسیاں ڈالے اچھے کپڑوں میں چند بزرگان براجمان تھے اور اطفال بے قرار بے مقصد پوری گلی میں یہاں سے وہاں کدکڑے لگاتے پھر رہے تھے۔

مترنم قہقہے، شادمانی، رنگ و بو یعنی ایک تقریب سعید کے سارے ہی لوازمات یہاں دکھائی دیتے تھے۔

اس کے لبوں پر ایک اداس تبسم آ ٹھہرا اور ذہن خود بخود پیچھے کی جانب محوِ سفر ہو گیا۔

یہ شبانی کی شادی سے چند روز قبل کا منظر تھا۔

شبانی کا پرکشش چہرہ شدت گریہ سے سرخ پڑ چکا تھا اور وہ اپنے گھٹنوں پر سر رکھے یاسیت و بے بسی کی تصویر بنی اپنے پلنگ پر بیٹھی تھی کہ تب ہی چہرے پر رنج آمیز تفکر لیے نغمی اندر داخل ہوئی، جسے سامنے دیکھ کر شبانی ماہی بے آب کی مانند تڑپ کر اس سے ملتجیانہ لہجے میں بولی تھی۔ "امی کو سمجھائیں آپ۔"

"تم کیا خیال کرتی ہو؟" نغمی اس کے نزدیک بیٹھ کر رنجور سے لہجے میں بولی۔ "میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش نہیں کی ہوگی؟"

"پھر؟" وہ بے قراری سے متنفر ہوئی۔ "پھر کیا کہتی ہیں وہ؟"

"وہ کیا کہیں گی؟" نغمی بہت کچھ "کھلی آنکھوں" سے دیکھ رہی تھی، سو گمبھیرتا سے بولی۔ "عامر نے انہیں بے بس کر دیا ہے۔ اور پھر سچ تو یہ ہے کہ اب روپے پیسے کا بھی مسئلہ ہے چنانچہ سب یہی چاہ رہے ہیں کہ ایک کے خرچے میں دو شادیاں نمٹ جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔"

"ہمارے ہاں روپے پیسے کا مسئلہ ہے؟" اس ساری بات میں سب سے زیادہ تعجب خیز اسے یہی الفاظ

www.pklibrary.com

معلوم ہوتے تھے سو نعمی کو یوں دیکھ کر بولی گویا نعمی اسے سورج مغرب سے طلوع ہونے کی اطلاع دے رہی ہو۔

اور یہ خبر واقعتاً ان جیسوں کے لیے سورج مغرب ہی سے طلوع ہونے کے مترادف تھی پر انہیں سمجھنے میں بڑی دیر لگی۔

"ہاں شانی۔" نعمی کی آنکھوں کی سطح نم ہوگئی۔ "صورت حال بہت تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے۔ بھائی جان ایک لگی بندھی رقم امی کے کو تھماتے ہیں اور چھوٹے بھائی جان نے بھی بھیجی جانے والی رقم میں پچاس فیصد کٹوتی کر دی ہے۔" چوں کہ "پچاس فیصد کٹوتی" کا پس منظر اب ان سب ہی کے علم میں تھا سو وہ چپ کی چپ رہ گئی۔

"پھر ابھی طاہر اور عیسیٰ کی پڑھائی باقی ہے۔" نعمی یک لحظہ توقف کے بعد مزید بولی۔ "اور عامر کا حال تمہارے سامنے ہے۔ اسے صرف اور صرف کسی بھی طرح بس اپنی شادی کروانے سے غرض ہے۔"

"ہاں۔" شانی مسلسل بہتے آنسوؤں کو بائیں ہاتھ کی پشت سے رگڑتے ہوئے بولی۔ "اور ان ہی کے زور دینے پر بالی باجی میرے لیے اپنی کسی دور پار کی نند کے گھر سے یہ رشتہ لے کر آ گئی ہیں۔"

"ہاں تو دیکھ بھوڑی ہیں تجربے بابو۔"

بالی جو عامر سے تازہ بہ تازہ کوئی ساز باز کر کے مسروری چال چلتی کمرے میں داخل ہو رہی تھی، قاتل دید اطمینان سے بولی۔

"تب ہی تو لائے ہیں نے تمری خاطر اتا بڑھیا رشتہ۔"

"عامر بھائی کو شادی کرنی ہے تو کر لیں۔" شانی تلخی سے بولی۔ "وہ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔"

"پیچھا پڑنے کا، کا بات ہے۔" اس آناً فاناً ہونے والی شادی کے عقب میں پوشیدہ عوامل سے پردہ تو عامر نے بالی کے سامنے بھی نہ اٹھایا تھا۔ بس اتنا ہی کہا کہ اچھا ہے جو اس دن بدن بڑھتی مہنگائی میں "دو" کے بجائے ایک ہی خرچا کر لیا جائے تو۔ سو بالی مدبری بن کر اسے سمجھانے کی غرض سے بولی۔ "سب بس یہی چاہ رہے ہیں نے کہ تم دونوں کا کھانا ایک ہی ساتھ کر لیا جائے۔"

"اور اس ایک ہی کھانے کے چکر میں چاہے میری زندگی ہی کیوں نہ تباہ ہو جائے؟" وہ اپنی بے وقعتی پر بہت دکھ سے بولی۔

"سب جانتے ہیں ہم۔" اب یہ رشتہ تو ظاہر ہے کہ وہی لے کر آئی تھی۔ سو زندگی تباہ ہو جانے والی بات اسے بھالے کی طرح لگی تھی، سو جلبلا کر تیز لہجے میں بولی۔ "تمہیں یہ اپنا زندگی تباہ برباد ہو جانے کا خیال کیوں ستا رہا ہے۔"

"کیوں ستا رہا ہے؟" نعمی نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں کہ ان کا وہ ندیموا (ندیم) اڑن کھٹولے (ہوائی جہاز) میں بیٹھ کر کویت جو جا مرا ہے۔ ان کا (انہیں) انتظار کرنے کا کہہ گیا ہوگا۔" اس کی معلومات اس حوالے سے بالکل درست تھیں، سو شانی نے بے ساختہ چونک کر پوچھا۔

"آپ کو کس نے بتایا؟"

"ہم سب کی خبر رکھتے ہیں۔" وہ تفاخر سے مسکرا کر بولی۔ "اسی لیے تم کا کہہ رہے ہیں کہ جو چاند چڑھانے کا تم سوچی ہو، وہ تو ہوگا نا ہی..... اس لیے اب شریف لڑکیوں کی طرح بڑوں کے فیصلے پر سر جھکا دو نے..... ورنہ پچھتاؤ گی۔"

یہ سچ تھا کہ ندیم نے اسے خط لکھ کر اپنے جذبات سے آگاہ کرتے ہوئے اس سے رشتہ لانے کی اجازت طلب کی تھی۔ اور یہ بھی سچ تھا کہ ندیم کا یہ اظہار اسے بھا گیا تھا سو اس نے ندیم کی بہن اور اپنی سہیلی عائشی کو پیغام

www.pklibrary.com

بھیجنے کے حوالے سے مثبت جواب دیا تھا۔ مگر اس کی نوبت ہی نہ آ سکی اور ان دو سچائیوں کے درمیان زمانہ حائل ہو گیا۔ اور اس کے دل کی خواہش اپنی جگہ، پر زمانے سے ٹکر لینے کا نہ اس میں حوصلہ تھا اور نہ ہی ایسا کرنے کا ارادہ کہ وہ ایک روایتی مشرقی سوچ کی پروردہ تھی جہاں لڑکوں کو ہر سیاہ سفید کرنے کی آزادی اور لڑکیوں کے لیے متعدد سوالیہ نشان ہوا کرتے ہیں۔

"پھر اس رشتے میں کوئی عیب بھی تو ہوتے۔" بالی کی تقریر جاری تھی۔ "تو ہم لوگ تمرے انکار پر غور کر بھی لیں۔ امی کتنا پریشان ہیں تمرے خاطر تم کا دیکھی نہیں ہو؟"

یہ اس کے مزاحمتی خول کو کھلنے والی آخری ضرب تھی۔ جس کے بعد اس نے بنا کچھ کہے ہتھیار ڈال دیے۔

☆☆☆

"بس شریفہ کیا بتاؤں گھر میں اتنی مصروفیت ہوتی ہے کہ نکلنا ہی نہیں ہوتا۔"

چکن کا بیش قیمت گلابی جوڑا زیب تن کیے؟ کندھے تک آتے تراشیدہ بالوں کو تازہ بہ تازہ رنگوائے، دھوپ کا چشمہ دائیں ہاتھ سے اتار کر، سامنے میز پر رکھنے کے بعد، بڑے انداز سے مقابل براجمان، مشرق تا مغرب مسرت سے باچھیں چیرے، خیر مقدمی انداز سے انہیں دیکھتیں شریفہ سے مخاطب ہونے والی یہ شخصیت مہر بانو تھیں۔

شریفہ کی خالہ زاد جو آج بڑے عرصے بعد ان کے ہاں وارد ہوئی تھیں۔ اور جنہیں اپنے روبرو پا کر شریفہ خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھیں۔

اپنے رشتے داروں کی آمد پر وہ یوں بھی کھل کر گلاب بن جایا کرتی تھیں پھر آج تو بات بھی ذرا دوسری تھی تبھی وہ کھل کھلا کر نہ صرف تازہ "گل دستہ" بنی ہوئی تھیں بلکہ اپنا سر تیز تیز اثبات میں ہلا کر تائید ابو لی بھی تھیں۔

"سچ کہتی ہو مہرو، میں تو خود کئی ماہ سے تمہاری طرف آنے کا سوچتی ہوں تو بس سوچتی ہی رہ جاتی ہوں۔"

"چلو تم نہ ہی۔" وہ معنی خیزی سے مسکرا کر بولیں۔ "میں آ گئی بات تو ایک ہی ہے۔"

"ہاں..... ہاں اور کہا بیٹا۔" وہ پھر زور زور سے سر ہلا کر بولیں۔ پھر محتاط نگاہوں سے مہمان خانے کے کھلے دروازے کی طرف دیکھ کر، پردوں میں جانب ذرا سا جھکتی ہوئی سرگوشیانہ لہجے میں بولیں۔

"اچھا یہ بتاؤ سجاد کو اپنے ساتھ لے کر کیوں نہیں آئیں تم؟"

"ابھی سے لا کر کیا کرنا تھا۔" وہ یک بیک بہت سنجیدہ سی ہو کر بولیں۔

"پہلی مجھے اپنی ساس سے تو بات کر لینے دو۔"

"ان سے بات کیا کرنی ہے۔" شریفہ نے کڑوے لہجے میں، منہ بناتے ہوئے کہا۔

"وہ تو اپنی نواسی کے لیے کسی ریاست کے شہزادے کی آس لگائے بیٹھی ہیں۔"

"ہاں تو میرا بھائی کسی شہزادے سے کم ہے کیا؟" وہ تفاخر سے بولیں۔

"بہر حال تم اپنی بلو الو تو اچھا ہے تاکہ جو بات بھی کرنی ہے، میں انہی کے سامنے کر لوں۔"

"تمہاری آمد کی خبر کرائی تھی میں انہیں۔" شریفہ کچھ جز بز سی ہو کر بولیں۔

"بڑی بی کو بہت شوق ہے اس عمر میں بھی لوگوں سے مل کر باتیں بگھارنے کا بس آتی ہی ہوں گی۔ لو....." بولتے بولتے ان کی نگاہ دروازے سے خراماں خراماں اندر داخل ہوتی لیاقت بیگم پر پڑی تو ایک جتاتی سی نگاہ مہر بانو پر ڈال کر بولیں۔ "آ گئیں۔"

ان کے ساتھ ساتھ ہی لیمن اسکوائش کے گلاس ٹرے میں رکھے عارفہ نرمی سے مسکراتی وہیں چلی آئیں۔

علیک سلیک اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد یہ بالآخر مہر بانو، اپنی آمد کی اصل وجہ بیان کرنے کی خاطر لیاقت بیگم کو

www.pklibrary.com

مخاطب کرتے ہوئے تمہیداً کہنا شروع کیا۔

"آپ تو جانتی ہیں خالہ۔ سجاد ہمارا سب سے چھوٹا بھائی ہے۔ ہم بہنوں نے بالکل بیٹے کی طرح پالا ہے اسے۔ امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس کرتا ہے۔ بہت پیسا ہے اس کے پاس مگر بس مقدر....." انہوں نے بولتے بولتے ایک آہ بھری..... اور یک لحظہ توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوئیں۔ "اتنے ارمانوں سے ہم بہنوں نے اس کی شادی کی تھی مگر اس کی دلہن بہت کم عمر لکھوا کر لائی تھی۔

"دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر بس چلی گئی اللہ کے پاس۔"

"ہاں بیٹی۔" لیاقت بیگم اس طویل تمہید کا پس منظر بھانپے بغیر سادگی سے بولیں۔ "پتا چلا تھا مجھے، بہت رنج ہوا تھا سن کر..... اللہ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔"

"آپ لوگوں نے بھائی کی دوبارہ شادی کے بارے میں نہیں سوچا؟" عارفہ نے عام سے لہجے میں ایک روایتی سا سوال پوچھا تھا کہ جس کا بہت ہی خاص جواب ان کی پٹاری میں موجود تھا تب ہی گمبھیرتا سے بولیں۔

"دراصل وہ اس قدر صدمے میں تھا کہ راضی ہی نہیں ہو رہا تھا دوسری شادی پر ورنہ ہم تو کب کی کروا چکے ہوتے۔ خیر دیر آید درست آید۔" وہ مسکرائیں۔ "اب مانا ہے تو میں بھی جلدی سے جھولی پھیلانے آپ کے ہاں چلی آئی۔"

"کیا مطلب بیٹی؟" لیاقت بیگم نے بہت چونک کر ان سے استفسار کیا تھا۔ حالانکہ ان کا سوال واضح تھا مگر تھا کس کے لیے؟ اس بات نے انہیں اچھنبے میں ڈال کر سوال کرنے پر مجبور کر دیا۔

تب شریفہ نے گویا خود کو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار کرتے ہوئے اجازت طلب سوالیہ نظروں سے اپنی جانب دیکھتی مہربانو کو بہت واضح اشارہ کیا سو وہ گلا کھنکھار کر اس بار بہت واضح الفاظ میں بولیں۔

"مطلب یہ خالہ کہ میں آج سجاد کا رشتہ، وریٰ کے لیے لے کر آئی ہوں۔ امید ہے آپ انکار نہیں کریں گی۔"

☆☆☆

"ہے کوئی طلب گار کہ میں اسے عطا کروں؟"

مہیب تاریکی میں غرق زمین کا ہر ذرہ جیسے خواب غفلت میں ڈوبا ہوا تھا، اور رات کے اس بھید بھرے آخری پہر، پہلے آسمان سے ندا کی جا رہی تھی یہ اور بات کہ اسے سن پانا ہر سماعت کا مقدر نہیں تھا۔

ہاں مگر چند..... جن میں سے ایک وہ بھی تھی۔

نیند تو خیر یوں بھی اس کی "بیری" تھی پر آج تو لگتا تھا جیسے کسی نے اس کے بھاری پپوٹوں میں میخیں گاڑ کر انہیں بند ہونے سے روک رکھا ہو۔ من جوئیں بھی بے کل رہتا تھا، آج اس کی بے قراری حد سے سوا تھی۔ آج وہ جیسے خود سے مکمل لاتعلقی کا اعلان کر دینا چاہتی تھی۔ مگر اس سے کیا ہوتا؟ کیا اس کے اس اعلان لاتعلقی سے راکھ ہو جانے والی صورتیں واپس اپنی سابقہ حالت میں آ جاتیں؟

یا پھر اس کے جیون پر چھا جانے والی اماوس، چاندنی رات سے بدل جاتی؟

"ہے کوئی طلب گار کہ میں اسے عطا کروں؟"

کمرے میں زیرو پاور کی نیلی بتی روشن تھی اور وہ بی۔ ڈی کے پلنگ سے قدرے فاصلے پر، زمین پہ جائے نماز بچھائے، سجدے میں پڑی کرلا رہی تھی۔

"ہاں میرے رب میں ہوں طلب گار، ہر اس خیر کی جو تو نے اس زمین پر اتارا ہے اور جو اس جہاں میں موجود ہے۔"

"ہے کوئی طلب گار....."

www.pklibrary.com

''اور میں تجھ سے اپنے ہر گناہ کی معافی طلب کرتی ہوں۔''

''ہے کوئی.....''

''خواہ اس کا تعلق تجھ سے ہو یا..... یا پھر تیرے بندوں سے۔''

''بندوں کا حق، تو بندے ہی معاف کر سکتے ہیں۔''

اس بار آسمان سے نہیں، بلکہ کوئی اس کے من بھیتر سے بولا تھا۔ وہ جو سجدہ ریز تھی دفعتاً اٹھ بیٹھی۔

''ہاں.....'' وہ سراسیمگی سے بے آواز بڑبڑائی۔ ''بندوں کا حق تو بندے ہی معاف کر سکتے ہیں..... بندے ہی معاف کر سکتے ہیں۔'' اس کا جی چاہا، وہ اپنا سر یہیں پٹخ پٹخ کر جان دے دے مگر۔

''اے لڑکی.....'' بی۔ ذی نے نیم غنودہ سی آواز میں اسے پکارا تھا۔

''مجھے یورین پاس کرنا ہے میری ہیلپ کرو۔''

اس پل اس پر انکشاف ہوا کہ جان دینا اتنا سہل کب تھا کہ اسے تو ابھی مزید ایڑیاں رگڑنا تھیں۔

☆☆☆

''مہندی لگا کے رکھنا، ڈولی سجا کے رکھنا۔''

وہ تادیر یوں ہی کھڑا اداس نظروں سے اس گھر میں جاری تقریب کو دیکھا گیا، تاوقتیکہ ایک بزرگ تشویش زدہ سے ہو کر اس تک چلے آئے اور اس طرح یہاں کھڑے رہنے کا جواز طلب کیا۔

اب وہ بھی کیا کرتے کہ کسی کے ماتھے پر تو اس کا ارادہ درج ہوتا نہیں۔ بہرکیف وہ ان بزرگ کی تسلی کروا کر، جڑنے والے نئے رشتے کو خصوصی دل سے دعائیں دیتا آگے بڑھ گیا۔ لمبے لمبے ڈگ بھر کر دو چار گلیاں عبور کیں تب ہی نگاہ کے سامنے علاقے کے عین درمیان واقع کھیل کا میدان آ گیا۔

اور اس میدان سے اس کی کتنی ہی یادیں وابستہ تھیں۔ چند بہت خوش کن اور کچھ ناخوش گوار۔

اس جگہ سے جڑی آخری یاد کو وہ کس خانے میں جگہ دے۔ فی الوقت وہ اس بات کا فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔

عامر نے اپنی مہندی کی تقریب مشترکہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ جس پر ایک ذرا سا اعتراض شونا کے شوہر نام دار اور شاکر نے یہ اٹھایا کہ اس خالصتاً گھریلو پیمانے پر منعقدہ تقریب کا مشترکہ انعقاد کچھ نامناسب یوں ہے کہ ان کے ہاں کی خواتین بے پردگی کے باعث غیر آرام دہ محسوس کریں گی مگر۔

ان دونوں ہی کا یہ جائز اعتراض اس نے چٹکیوں میں اڑا دیا تھا۔ شاکر تو پہلے ہی اپنی عزت اپنے ہاتھ کے مصداق اس کے پیش تر معاملات سے کنارہ کش ہو چکے تھے، سو اس من مانی کے بعد انہوں نے آئندہ کم از کم اس کے حوالے سے مکمل لاتعلق رہنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔

یوں اب محلے کے اس میدان میں اس کی مہندی کی تقریب جاری تھی۔ انتظام سارا اس نے کروایا تھا مگر اس وقت ساری تقریب میں رینا کے گھر والے انتظامات کے حوالے سے خود اپنی تعریفیں کرتے پھر رہے تھے اور بلا مبالغہ ہر جگہ چھائے ہوئے تھے جب کہ لڑکے والے ایک کونے میں بیٹھے سامنے جاری تماشہ خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ جہاں رینا کی تمام ہمشیرگان اس فلمی گیت پر رقص پیش کر رہی تھیں۔ جی تو گوئے کے سنہری کام سے مزین زرد ساڑی میں لپٹی بالی کا بھی بہت مچل رہا تھا مگر وائے مجبوری۔

سو سب سے آگے کرسی ڈالے بیٹھی..... زور زور سے تالیاں پیٹ پیٹ کر اپنے جذبات کا اظہار کرنے ہی پر اکتفا کر رہی تھی۔

''پردیسیا۔'' نغمہ تبدیل ہوتے ہی ہمشیرگان نے طے شدہ منصوبے کے مطابق ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے سبز اور زرد گھاگھرا چولی پہنے لمبا سا جالی دار دوپٹہ چہرے پر گرائے دلہن کو درمیان میں کھینچ لیا تھا۔

www.pklibrary.com

اور اس کے بعد دولہا کو۔

"اوئے ہوئے۔" ان دونوں کے "ڈانس فلور" پر اترتے ہی رینا کے گھر والوں نے نعرے بازی شروع کر دی تھی۔

بے ہودگی، ہلڑ بازی، طوفان بدتمیزی اور.....

"اوئے عیسیٰ۔" وہ جو عثمان کو اس تقریب میں مدعو کر کے شرم سار سا ایک کونے میں، عثمان ہی کے ساتھ خاموشی سے کھڑا تھا۔ ٹونی کے کندھے پر ہاتھ مار کر متوجہ کرنے پر اس کی جانب گھوما۔

"میں مکمل نائیک والے گانے پر ڈانس کرنے والا ہوں۔" اس نے دانت نکوس کر ایک اہم اطلاع اسے دے کر اسے مدعو کرتے ہوئے کہا۔ "تو بھی آجا، ساتھ مل کر آگ لگا دیں گے۔"

"شکریہ۔" وہ چڑ کر خشک لہجے میں بولا۔ "تم جاؤ میں یہیں ٹھیک ہوں۔"

"یہ اب تمہارے رشتے دار ہیں عیسیٰ۔" ٹونی کے کندھے اچکا کر آگے بڑھتے ہی اس کے ساتھ کھڑا عثمان غیر معمولی سنجیدگی سے بولا۔ "اور کتنے دن ان سے بے رخی برت سکو گے؟"

یہ سوال تھا یا انتباہ؟ اس وقت عیسیٰ سمجھ نہیں سکا تھا۔

☆☆☆

"آخر مہر و خالہ کی ہمت ہوئی کیسے دو بچوں کے باپ کا رشتہ وریٰ کے لیے لے کر آنے کی؟"

سجاد کا رشتہ نہیں، گویا گھر بھر میں بھونچال آ گیا تھا۔ ان کا مدعا جان کر لیاقت بیگم اس وقت تو مارے صدمے کے حقیقتاً گنگ ہو گئی تھیں۔ مگر بعد میں جب شریفہ بڑھ چڑھ کر اس رشتے کے لیے انہیں ہموار کرنے کی کوشش میں مصروف تھیں تب ان کے بے سروپا دلائل کی تاب نہ لاتے ہوئے ان کی طبیعت بگڑ گئی۔ جس کے بعد ظاہر ہے کہ سارے ہی گھر والوں کے علم میں یہ بات آ گئی۔ مفتاح اس لمحے گھر ہی پر تھا سو لیاقت بیگم کو گھر میں ہمہ وقت کھڑی رہنے والی "کھٹارا" میں عارفہ کے ہمراہ وہی لے کر نزدیکی اسپتال بھاگا تھا۔

یوں بار بار فشار خون کا خطرناک حد تک بڑھ جانا ڈاکٹر کے نزدیک اچھی علامت نہیں تھی۔ اور پھر ان کی ضعیف العمری بھی معاملات کو مزید پیچیدہ بنا سکتی تھی اور بنا بھی رہی تھی۔ بہر کیف!

رات بھر نگرانی میں رکھ کر انہیں اگلے دن ڈھیروں ادویات اور پر سکون رکھنے کی نصیحتوں کے ہمراہ گھر روانہ کر دیا گیا تھا۔

گو شہ عافیت میں اب عافیت نہیں بلکہ وحشت و یاسیت — قصاں تھی۔

عارفہ، رجا کی مدد سے مضمحل سی لیاقت بیگم کو کمرے میں لے جا چکی تھیں۔ ان کے کمرے میں جاتے ہی مفتاح جو بمشکل تمام اب تک ضبط کی طناب تھامے ہوئے تھا، باورچی خانے سے چائے کی پیالی پکڑے برآمد ہوتی شریفہ کو سامنے دیکھتے ہی جیسے خود پر ضبط کھو بیٹھا تھا۔

"ہمت ہی ہے اس کی جو اس گنوں کی پوری کے لیے سب کچھ جانتے بوجھتے بھی اتنا اچھا رشتہ لے کر آ گئی۔"

وہ لیاقت بیگم کی حالت پر متاسف تھیں، نہ اپنی حرکت پر شرمندہ..... بلکہ بگڑے تیور بتا رہے تھے کہ اس بار انہوں نے یہ معاملہ آر یا پار کرنے کی قسم کھا رکھی ہے، تب ہی زہر خند سے لہجے میں بولیں۔

"رشتہ واقعی اگر اتنا اچھا ہے تو آپ واپلہ کی کیوں نہیں کر دیتیں؟" اس نے اپنی دانست میں والدہ کے دل پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی مگر۔

"بکواس بند کرو اپنی مفتاح۔" وہ بپھر گئیں۔ "میری معصوم سی بچی کے لیے کیا وہ رنڈوا ہی رہ گیا ہے؟"

www.pklibrary.com

"واہ مام واہ....." مفتاح زخمی سے انداز میں بولا۔ "واشلہ کے لیے وہ رنڈوا آ گیا اور وریٰ کے لیے۔"

"ہاں تو کوئی کنوارا جب اس سے رشتہ جوڑنے کو تیار ہی نہیں ہے تب ہم کیا کریں؟" وہ بدلحاظی سے چلا کر بولیں۔ اتنی بلند آواز میں کہ پورے گوشہ عافیت نے ان کا لفظ لفظ با آسانی سن لیا تھا۔

"تیار ہے مام....." وہ برملا بولا۔ "پر آپ یہ بات تسلیم نہیں کر پا رہیں۔"

"میں اس کا بھلا چاہتی ہوں۔" وہ کھا جانے والی نظروں سے اپنی ناخلف اولاد کو گھور کر بولیں کہ بخوبی جان چکی تھیں کہ ان کے سپوت کا اشارہ کس طرف ہے۔ "کل کلاں تمہاری دادی گزر گئیں تب کون اس بوجھ کو ڈھوتا پھرے گا۔"

"وہ بوجھ نہیں اس گھر کا حصہ ہے۔" وہ بھی انہی کا بیٹا تھا، سو اٹل لہجے میں بولا۔ "اور میں اسے کہیں نہیں جانے دوں گا۔"

☆☆☆

"سر..... اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

امیر علی خان کو انجائنا کا اٹیک ہوا تھا، سو وہ گزشتہ دو ہفتوں سے طبی رخصت پر تھے۔ فاروق احمد کی ذمے داریاں ان کی غیر موجودگی کے سبب دوچند ہو گئی تھیں سو وہ بس ایک مرتبہ اسپتال میں کھڑے کھڑے ہی ان کی عیادت کو جا سکا تھا۔ البتہ بذریعہ فون ان سے مسلسل رابطے میں تھا، پر روبرو تفصیلی ملاقات کا موقع کہیں آج جا کر میسر آیا تھا۔

یوں اس وقت وہ ان کے چھوٹے، مگر دیدہ زیب گھر کے مختصر سے لان میں پڑی ہری اور سفید چیک دار غلاف والی آئرن راڈ کی چار کرسیوں میں سے ایک پر، امیر علی خان کے بالمقابل وردی کے بجائے جینز اور شرٹ پہنے بیٹھا ادب سے ان کی احوال پرسی کر رہا تھا۔

"اللہ کا بہت شکر ہے۔" ہلکے نیلے سوتی شلوار قمیص میں ملبوس، امیر علی خان کا سرخ و سپید چہرہ گو بیماری کے سبب کچھ کملا سا گیا تھا، تاہم وہ بشاشت سے بولے۔ "اب بہت بہتر ہوں۔" "یہ تو تمہاری بھابی نے مجھے زبردستی گھر پر روک رکھا ہے ورنہ میں تو پچھلے ہفتے ہی ری جوائن کر چکا ہوتا۔" وہ لطیف سے لہجے میں کہے گئے تو فاروق احمد مسکرانے لگا۔

"ہائی کمانڈ کی بات مان لینا ہی دانش مندی ہے سر۔" وہ متبسم لہجے میں بولی۔ "یہ بات آپ ہی نے تو مجھے سکھائی تھی۔"

"ہاہاہا....." وہ بڑے دنوں بعد بہت دل سے ہنسے تھے۔

اسی وقت ان کا جز وقتی ملازم، میز پر چائے بمع لوازمات چن گیا تو امیر علی خان آداب میزبانی نبھانے میں مصروف ہو گئے۔ پھر کچھ دیر بعد اپنی بیگم کے ہاتھ کی بنی مزے دار سی دم والی چائے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے فاروق احمد سے پوچھنے لگے۔

"یہ بتاؤ ینگ مین کہ تمہارا وہ "مشن" کہاں تک پہنچا؟"

"اب تک تو کہیں نہیں۔" وہ چوں کہ جانتا تھا کہ وہ کس مشن کی بابت دریافت کر رہے ہیں سو یک بیک سنجیدگی اختیار کرتا ہوا بولا۔

"پر امید ہے کہ میں اسے جلد منزل پر پہنچا دوں گا۔"

"ویری گڈ....." امیر علی خان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "کوئی لیڈ ملی ہے؟"

"ایک بظاہر مجہول سا شخص ہے شرر۔" وہ پیشہ ورانہ لہجے میں بتانے لگا۔ "ان دنوں وہ آتش کا مرکز نگاہ

www.pklibrary.com

ہے۔"

"ہوں....." امیر علی خان نے ہنکارا بھرا۔ "معتقد ہے اس کا؟"

"نہیں سر۔" فاروق احمد گمبھیرتا سے بتانے لگا۔ "وہ اس کا معتقد لگتا ہے نہ ہی پیروکار..... بلکہ میں نے اکثر اسے آتش سے الجھتے ہی دیکھا ہے۔ اس کے باوجود دل چسپ بات یہ ہے کہ آتش نے نہ صرف اسے اپنے کتب خانے تک رسائی دے رکھی ہے بلکہ وہاں منعقدہ کسی خصوصی نشست کا بھی وہ باقاعدہ حصہ ہے۔"

"انٹرسٹنگ"۔ ظاہر ہے کہ یہ ساری معلومات اس کی محتاط کھوج کا نتیجہ تھیں، تب ہی امیر علی خان دبے دبے سے پرجوش لہجے میں بولے۔

"تب تو تمہیں فوراً سے پیش تر اس شخص پر کام شروع کر دینا چاہیے۔"

"آل ریڈی کر چکا ہوں سر!"۔ وہ پراسراریت سے مسکرایا۔ تو امیر علی خان نے بے ساختہ تفاخر آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تم جیسے نوجوان ہمارے ڈپارٹمنٹ کا روشن مستقبل ہیں فاروق احمد..... یو مسٹ کیری آن..... میں ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہوں۔"

☆☆☆

"بہت دن سے نہ فون کیا، نہ ہی ملنے آئے..... سب خیریت تو ہے نا عثمان؟"

وہ اگلی گلی میں داخل ہونے کے بجائے میدان عبور کر کے دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا تھا..... رات اب گہری ہو رہی تھی پر اسے واپسی کی چنداں فکر نہ تھی سو اپنی ہی دھن میں چلا جا رہا تھا کہ دفعتاً دائیں ہاتھ پر واقع ایک گھر کو دیکھ کر ٹھہر گیا..... اور ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگا کہ

اس نے آخری بار اس دروازے پر بھلا کب دستک دی تھی؟

شائد اس روز کہ جس دن اسے اپنی دسویں کے نتیجے کے بارے پتا چلا تھا..... اور وہ یہ خوشی بانٹنے ادھر چلا آیا تھا..... کہ اس کے مشکل وقت میں ایک مخلص رفیق کی طرح اس کی ہمت بڑھا کر اس نتیجے کا حصول ممکن بنانے میں بلاشبہ اس کا ہی بڑا ہاتھ تھا کہ جو اس وقت اپنے گھر کے داخلی دروازے پر کھڑا اسے بہت خاموش نظروں سے دیکھ رہا تھا.....

"کیا بات ہے میرے یار۔" وہ اپنی خوشی میں اس کی سنجیدگی محسوس ہی نہ کر سکا، تب ہی دوبارہ بول اٹھا..... "آج اندر ہی بلاؤ گے۔"

"نہیں..... وہ..... دراصل۔" وہ اس کے کہنے پر گویا بات بناتا ہوا بولا تھا۔ "ڈرائینگ روم میں ابو کے فرینڈز بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"مجھے پڑھنا ہے یہیں۔"

"ہاں جانتا ہوں۔" وہ سادگی سے بولا۔ "تمہیں این ای ڈی میں داخلہ لینا ہے اور وہ تم لے لو گے مگر میرے پاس ابھی تمہیں سنانے کے لیے ایک خوش خبری ہے۔"

"یار! تم ابھی جاؤ۔" وہ اپنے عقب میں کسی کی آہٹ محسوس کر کے جلدی سے بولا۔ "میں رات میں خود تمہارے گھر آ جاؤں گا۔"

"کیا ہوا ہے عثمان؟" آج اس کا لب ولہجہ اسے حیران کر رہا تھا تب ہی وہ تشویش سے بولا۔

"کچھ....." وہ اس بار ذرا رازدار ہو کر بے بسی آمیز سے لہجے میں بولا۔ "کچھ نہیں ہوا یار، کہا نا ابھی جاؤ..... میں آتا ہوں نا رات میں۔"

www.pklibrary.com

"اچھا ٹھیک ہے۔" اس کے رویے میں در آئی تبدیلی کی وجہ فی الوقت وہ جانے سے قاصر تھا، سو پہلے کی بہ نسبت بجھے بجھے سے لہجے میں بولا۔ "جا رہا ہوں..... رات تمہارا انتظار کروں گا۔"

پھر اس کا انتظار، انتظار ہی رہا کہ وہ رات کبھی آئی ہی نہیں..... ہاں مگر ایک روز..... یوں ہی..... سر راہ..... جب اس سے ملاقات ہوئی تو.....

"عیسیٰ"..... اس نے پکارا.....

"عثمان!"۔ وہ پکار کی سمت گھوما ضرور مگر آج اس کے انداز میں پہلے کی سی گرم جوشی مفقود تھی.....

"کیسے ہو؟" وہ قریب آیا۔

"ٹھیک ہوں۔" اس نے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال لیے۔

"کیا کر رہے ہو آج کل۔" اس نے غور سے اس کا ہمہ وقت سنجیدہ رہنے والا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

"کر ہی رہا ہوں کچھ نہ کچھ۔" اس نے نہ بتایا کہ اس کے حساب سے ان دونوں کے مابین ایسا کوئی رشتہ موجود نہ رہا تھا۔

"مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔" وہ بولا۔

"نہیں۔" وہ اب اجنبیت سے دوسری جانب دیکھنے لگا تھا۔

"عیسیٰ۔" وہ اداسی محسوس کرتا ہوا بولا۔ "بعض اوقات انسان چاہ کر بھی کوئی رشتہ قائم رکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا..... میں نے اس بارے میں بہت سوچا کہ کاش میں اپنی فیملی کو تمہارے عامر بھائی کی شادی میں لے کر نہ آیا ہوتا مگر میرے سوچنے سے کیا ہوتا ہے۔"

"ہاں....." اسے اتنے عرصے بعد اس کی کسی بھی بات سے کوئی دل چسپی نہیں رہی تھی۔ سو ایک بے تاثر سا ہنکارا ابھر کر رہ گیا۔

یہ تک نہ پوچھا کہ ہماری دوستی کا عامر بھائی کی شادی سے کیا تعلق..... پر بلا واسطہ ہی سہی پر ایک تعلق تو بہر حال تھا ہی۔ سو وہ بنا پوچھے از خود بتانے لگا.....

"میرے بڑے بھیا نے تمہاری بھابی کے گھر والوں کو شادی میں دیکھا تو بتایا کہ ان کی شہرت کچھ اچھی نہیں ہے..... اور وہی بدنامی جلد یا بدیر تمہارے گھر میں بھی ضرور ہی داخل ہو گی سو....." عثمان نے اتنا کہہ کر عیسیٰ کا چہرہ دیکھا جو سپاٹ تاثرات لیے ہنوز دوسری جانب دیکھنے میں مگن تھا۔

"سو انہوں نے مجھے تم سے دوستی ختم کر دینے کا حکم دیا تھا۔"

"کتابی باتیں تو تم بہت کیا کرتے تھے۔" وہ خاموش ہوا تو عیسیٰ نے گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس عرصے میں پہلی بار بے ساختگی سے لب کشائی کی..... "تم ان سے یہ نہ کہہ سکے کہ کسی اور کے عمل کی سزا مجھے کیسے دی جا سکتی ہے؟"

اور اس چبھتے سوال کا جواب عثمان کے پاس نہیں تھا سو عیسیٰ نے ایک شکوہ کناں، اداس سی نگاہ اس اجنبی بن جانے والے ہم دم دیرینہ پر ڈالی اور آگے بڑھ گیا.....

کبھی مڑ کر نہ دیکھنے کے لیے!

☆☆☆

"کل کلاں تمہاری دادی کو کچھ ہو گیا، تو کون اس بوجھ کو ڈھوتا پھرے گا۔"

وریٰ اس وقت اسپتال سے لوٹنے والی لیاقت بیگم سے ملنے کی غرض سے نیچے اترنے ہی لگی تھی، کہ تب ہی نیچے والے لاؤنج میں مفتاح اور شریفہ کے مابین جاری بحث نے اس کے بڑھتے قدم جہاں کی تہاں ساکت

www.pklibrary.com

کر دیے تھے..... شریفہ کا لہجہ نیا تھا، نہ ہی اس کے لیے ان کے لبوں سے نکلنے والے تلخ الفاظ میں کوئی جدت مگر وہ پھر بھی نئے سرے سے زخم زخم ہو گئی.....

کہنے والے کہہ جاتے ہیں، یہ سوچے بغیر کہ سہنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ وہ اس وقت اتنی بددل ہو گئی تھی کہ پھر شام تک نیچے ہی نہ گئی.....

پھر مغرب کے بعد، لیاقت بیگم ہی کے طلب کرنے پر وہ نیچے اتری تھی..... وہ تو اسے اپنے پاس ہی سلانا چاہتی تھیں مگر وریٰ، ساری رات ان کی تیمارداری کے محض خیال ہی سے گھبرا کر سہولت سے انہیں ممنع کرتی واپس اوپر چلی گئی۔ اور جاتے جاتے اپنے ذہن پر رلتے ہو کے ہم راہ ان کی بوڑھی آنکھوں کی نیند بھی باندھے لے گئی تھی کہ شریفہ کے اس کاٹ دار مگر حقیقت پر مبنی جملے نے لیاقت بیگم کو بھی کھلی آنکھوں سے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا.....

انہیں جو فیصلہ کرنا تھا اب جلد کرنا تھا کہ آثار شاہد تھے.....

وقت اب کم رہ گیا ہے۔

☆☆☆

"ہیلو مائے انشا فہیم..... ہاؤ آر یو آل؟"

شرر نے جو اسے سوشل میڈیا پر پہلے کی طرح متحرک ہونے کا جو مشورہ دیا تھا، وہ اس نے کافی سوچ بچار کے بعد بالآخر مان لینے کا فیصلہ یوں کر لیا کہ وہ اب اس بستر پر مسلسل پڑے پڑے وحشت زدہ سی ہو رہی تھی..... گو کہ آتش نے اس کے علاج معالجے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی مگر بہتری اس میں پھر بھی نہیں آ پا رہی تھی اور یہی حقیقت اسے یک گونہ خوف و سراسیمگی میں مبتلا کر رہا تھا، اور اپنے اسی ہراس پر قابو پانے کے لیے اس نے اپنا ذہن کہیں اور لگا دینے کا ارادہ کر لیا تھا، یوں وہ اس وقت انشا پر براہ راست تھی.....

"اوہ بی۔ذی کتنے دن بعد آپ کو دیکھا۔"

"طبیعت کیسی ہے آپ کی؟"

"کہاں گم ہیں اتنے دن سے؟"

دھڑا دھڑ اسکرین پر نمودار ہوتے کمنٹس دیکھ کر اس عرصے میں۔

پہلی بار اسے لگ رہا تھا کہ وہ اپنے اندر کے خوف کو پچھاڑ دے گی۔ تب ہی ایک دبی دبی سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھونے کی سعی کی.....

"مائی ڈیئر انشا فہیم....." وہ حقیقتاً اپنے لیے ان سب کو فکر مند دیکھ کر دل گداز سی ہو کر کہہ رہی تھی۔ "اپنے لیے آپ سب کا اتنا Concern دیکھ کر مجھے بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے..... میں آپ کو بتاؤں کہ اب میں بہت بہتر ہوں....."

"بہتر ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو جا کر، یہاں پر تماشا لگا کر بیٹھ گئی ہو۔" تب ہی اچانک اللہ کے کسی بندے نے اسے اپنے تئیں نصیحت کرنے کی کوشش کی.....

"اور کہا، اللہ نے ان کی جان بچالی مگر ان کی وہی حرکتیں ہیں۔"

وہ جو بھولا بسرا تبسم اس کے ہونٹوں پر آنے کو تھا، وہ ان چند دل شکن الفاظ نے ناراض کر دیا۔

"لاکھوں روپے چہرے پر لگانے والی کا یہ ہے اصل چہرہ لل....."۔

کسی نے تمسخرانہ کہا تھا.....

"کیا ہوا ہے میرے چہرے کو؟" اس نے فرنٹ کیمرے کی بدولت اسکرین پر دکھائی دیتا اپنا چہرہ دائیں

www.pklibrary.com

ہاتھ سے بری طرح ٹٹولا.....

"گڈ ٹو سی یو بیک بی۔ ذی۔"

"ذی آر ویٹنگ فار یور نیو ویچر....."

"جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔"

"علائنہ بے چاری کو قلم سے گک آؤٹ کروایا تھا نا، اس کی سزا....."

پے در پے موصول ہونے والے بھانت بھانت کے کمنٹس پڑھتی بی۔ ذی کے مرتعش ہاتھ سے فون، یہ کمنٹ پڑھتے ہی چھوٹ کر گود میں جا گرا..... کہ یہ اس کے پہلے ہی سے شکستہ اعصاب کے برداشت کی حد تھی۔

"وہ میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتی..... وہ میرا پیچھا۔"

چند ثانیے بعد، اس کی ہذیانی چیخوں سے پورا کمرہ گونج اٹھا تھا۔

☆☆☆

"عیسیٰ..... میری بات تو سنو۔"

آپس میں مشاورت کے بعد ان لوگوں نے آنے والے اتوار کو عیسیٰ کا رشتہ اس لڑکی کے گھر لے جانے کا فیصلہ کیا تھا..... پر نعمی چوں کہ اس فیصلے سے غیر مطمئن تھی، سو اگلے روز عیسیٰ سے صاف صاف بات کرنے کی غرض سے پھر چلی آئی تھی۔ اسے ایک بار پھر "اپنے دروازے" پر دیکھ کر دینا جز بز ضرور ہوئی تاہم کچھ بھی بولے بنا بس طبیعت خرابی کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں پڑ گئی کہ آج آداب میزبانی سنبھالنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

نعمی کو بھی اپنی خاطر مدارت کروانے سے کوئی دل چسپی نہیں تھی سو وہ بھی سیدھی عیسیٰ ہی کے کمرے میں چلی گئی۔ وہ ٹیوشن پڑھانے کے لیے نکل رہا تھا..... اسے دیکھ کر گھٹکا ضرور مگر علیک سلیک کے بعد سنجیدگی سے کمرہ عبور کرنے ہی لگا تھا کہ نعمی نے سرعت سے آواز دے کر روک لیا.....

"جی؟" وہ ناچار ٹھہر تو ضرور گیا مگر اس کی جانب گھوما نہیں۔

"دیکھو آرام سے بیٹھ کر سہولت سے مجھے بتاؤ۔" وہ محتاط الفاظ کا چناؤ کرتی ہوئی بولی۔ "کہ اصل معاملہ ہے کیا؟"

"آپ کو عامر بھائی اور ان کی بیوی نے نہیں بتایا۔" وہ مڑے بنا ہی عجیب انداز سے بولا تو کچھ دیر کے لیے وہ بالکل خاموش رہ گئی..... پھر یک لخت توقف کے بعد آہستہ سے بولی۔

"بتایا ہے، مگر میں تم سے سننا چاہتی ہوں۔"

"ٹائم پاس کے اور بھی کئی طریقے موجود ہیں۔" وہ بے لچک سے لہجے میں بولا تو نعمی افسردہ ہو گئی.....

"عیسیٰ..... آخر ہو کیا گیا ہے تمہیں؟"

"پاگل ہو گیا ہوں میں۔" وہ زخمی لہجے میں بولا۔ "مجھ سے بات مت کیا کریں۔"

"بات نہیں کریں گے کہ تو یہ مسئلہ حل کیسے ہو گا؟"

"میرا مسئلہ ہے، میں حل کر لوں گا۔" وہ اجنبیت سے بولا۔

"ایسا نہیں ہوتا عیسیٰ۔" وہ اس بار کچھ خفگی سے بولی۔ "گھر، خاندان بھائی بہنوں کی اہمیت باقی ہے۔"

"میں بھی یہی سمجھتا تھا۔" وہ تنفر سے لہجے میں بولا۔ "پر "انہی" نے مجھے غلط ثابت کر دیا۔" اس نے سر جھٹکا۔ "خیر جانے دیں، آپ بس اسی بات پر یقین کر لیں جو عامر بھائی اور ان کی بیوی نے آپ کو بتائی ہے۔"

"رشتہ لے جانے کا کہہ رہے ہیں وہ تمہارا۔" نعمی جو تاسف نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی، دھیرے سے بتائے گئی.....

www.pklibrary.com

"کیا؟"۔ وہ اس بات پر بے ساختہ اس کی جانب گھوما تھا۔

"ہاں....." وہ پریشان سے لہجے میں اسے آگاہ کرتی ہوئی بولی۔

"اس لڑکی کی ممانی کا فون آیا تھا۔ رشتہ نہ جوڑنے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں دی ہیں..... دیکھو عیسیٰ۔" وہ عیسیٰ کے بے تاثر چہرے سے الجھن محسوس کرتی ہوئی بولی۔ "اگر وہ لڑکی تمہیں پسند ہے تو پھر شادی کرنے میں کیا مسئلہ ہے؟"

"وہ لڑکی مجھے پسند ہے۔" وہ بھرپور بے ساختہ کچھ کہتے کہتے رکا..... "خیر میں دیکھتا ہوں اس کا کیا کرنا ہے۔"

"کیا کرو گے؟" نعمی فکرمند ہوگئی۔ مگر وہ بنا کچھ کہے بس ایک نظر اس پر ڈالتا کمرہ عبور کر گیا.....

نعمی نے بے بسی سے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

☆☆☆

"جی نانی بیگم، آپ نے مجھے بلایا تھا؟"

ایک تو دو چار روز سے سہراب خدا معلوم کہاں غائب تھا کہ اس سے بار بار کوشش کے باوجود بھی رابطہ ممکن ہی نہیں ہو پا رہا تھا مستزاد گزشتہ عافیت میں ہوئی کشیدگی میں روز بروز ہوتا اضافہ..... وہ حقیقتاً مضطرب و بوکھلائی ہوئی سی تھی کہ نا جانے حالات کب، کون سا رخ اختیار کریں۔ ابھی بھی وہ ٹیرس پر مکمل سی کھڑی سامنے دیکھے یہی سب سوچے چلی جا رہی تھی کہ مہروا سے لیاقت بیگم کا پیغام دے کر خاموشی سے پلٹ گیا..... کوئی اور وقت ہوتا تو.....

بہر کیف وہ اس وقت لیاقت بیگم کے بلاوے پر ان کے کمرے میں داخل ہوئی منتشر الذہنی سے بولی تھی.....

"ہاں بیٹی....." وہ جو سر پر نماز کے سے انداز میں دوپٹہ اوڑھے، پلنگ پر تکیوں کے سہارے نیم دراز، تسبیح پھیرتی ہوئی زرد و خفیف چہرے پر فکر و اضمحلال لیے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے ہوئے تھیں، اس کی آواز پر چونکتے ہوئے، اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔ "آؤ..... یہاں بیٹھو آ کر..... میرے پاس۔" انہوں نے اپنے نزدیک جگہ بناتے ہوئے بہت شفقت سے کہا تو وہ جیسے بادل نخواستہ وہاں جا بیٹھی.....

"تم جانتی ہو زہرہ کے بعد میں تمہیں دیکھ، دیکھ کر جیتی تھی۔" چند لمحے معنی خیز خاموشی دونوں کے مابین چھائی رہی، بالآخر لیاقت بیگم گویا اپنی ساری ہمت مجتمع کرتی ہوئی بولی تھیں۔

"جی....." وہ جو غیر دل چسپی سے ان کی جانب متوجہ تھی، مرحومہ والدہ کے ذکر پر افسردہ خاطر سی ہوگئی.....

"خدا گواہ ہے کہ میں نے پوری دیانت داری سے تمہاری ذمے داری نبھانے کی کوشش کی مگر نا جانے....." یہاں تک آتے آتے ان کی آواز لڑکھڑا سی گئی۔ "نا جانے مجھ سے کہاں چوک ہوگئی۔"

وہ ان کی اس بات پر خاموش ہی رہی کہ کہتی بھی کیا آخر.....

"بہر حال....." چند ثانیے خود پر قابو پانے کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوئیں۔ "حالات اگر غیر معمولی ہو جائیں تب انسان کو بحالت مجبوری مشکل فیصلے کرنے پڑ جاتے ہیں۔ بہو بیگم ٹھیک ہی کہتی ہے۔ میں چراغ سحری ہوں..... اب بجھی کہ تب..... اور اسی لیے میں نے تمہیں....." وہ اتنا کہہ کر پھر یوں خاموش ہوئیں جیسے مزید کہنے کا حوصلہ خود میں نہ پاتی ہوں..... پر ان کی اس سنجیدہ تمہید نے ورئی کے اوسان خطا کر دیے تھے سو بے چینی سے آگے جانے کی خاطر بولی۔

"آپ نے مجھے؟"

"ہاں بیٹی....." وہ ایک نظر اس کا معصوم چہرہ بہتی آنکھوں سے دیکھ کر دل کڑا کر کے بالآخر بولیں۔

"میں نے تمہارے والد سے رابطہ کر کے تمہیں اس کے پاس بھجوانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.pklibrary.com

ثوبیہ زمان

وسیلہ رزق

غضب خدا کا، یتیم سمجھ کر ان احسان فراموشوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ روٹی، کپڑا، گھر زندگی کی ہر سہولت دی اگر احتشام ان کو گھر نہ لاتے تو نہ جانے اب تک کہاں دھکے کھا رہی ہوتیں تینوں ماں بیٹیاں، لیکن یہاں تو مینڈک کو بھی زکام ہو گیا ہے۔ ذرا سی بات کرو تو چھٹانک بھر کی چھوکریاں آنکھیں دکھانے لگتی ہیں۔

بس بہت خدمتیں کرلیں ان کی، آج کل کے مہنگائی کے دور میں تو اپنے گھر کا گزارا مشکل سے ہوتا ہے، اوپر سے مزید تین تین جانوں کا بوجھ برداشت کرنا۔ بس بھئی بہت ہو گئی خدمت خلق، آج آتے ہیں احتشام تو ان سے دو ٹوک بات کرتی ہوں کہ یا تو اب اس گھر میں، میں رہوں گی یا پھر ان کی بہن اور بھانجیاں۔"

جدید اور آراستہ پیراستہ ڈرائینگ روم میں بیٹھی۔ نورین نے اپنی بہن سے فون پر بات کرتے ہوئے، دانستہ آواز اتنی اونچی رکھی کہ چائے کی ٹرالی لے کر آتی ہوئی زیبا اس کے فرمودات آسانی سے سن لے۔

☆☆☆

آج صبح سے زیبا کی طبیعت خراب تھی پھر بھی وہ حسب معمول، گھر کے کاموں میں لگی ہوئی تھی۔ اسکول سے واپسی پر ارسہ نے ماں کو ستے ہوئے چہرے کے ساتھ کام کرتے ہوئے دیکھا، تو مدد کروانے کے خیال سے سنک میں پڑے برتنوں کا ڈھیر دھونا شروع کر دیا۔

چھناکے کی آواز سن کر نورین نے فوراً کچن کا رخ کیا۔ نو سالہ ارسہ کے ہاتھ سے برتن دھوتے ہوئے گلاس گر کر ٹوٹ چکا تھا، شیشے کا یہ نازک سیٹ پچھلے دنوں مہرین، فرانس سے آنے والے تحائف میں لے کر آئی تھی۔

نورین کو دیکھ کر ارسہ سہم گئی اور پھر لمحوں کی بات تھی۔ پے در پے کئی تھپڑ ارسہ کے نازک گالوں کو سرخ کر گئے۔ زیبا آج ضبط کی انتہا پر تھی۔ چاہتے ہوئے بھی وہ نورین سے کچھ نہ کہہ سکی۔ ارسہ کو بھینچ کر سینے سے لگاتے ہوئے وہ کس تکلیف سے گزر رہی تھی۔ یہ بس وہی جانتی تھی۔ ارسہ کے آنسو اس کے دل پر گر رہے تھے۔

☆☆☆

پھر سارا دن نورین کا موڈ سخت خراب رہا۔ احتشام کی واپسی کافی دیر سے ہوئی تھی اور پھر کافی دیر تک، اس کے کمرے سے نورین کی تیز تیز آوازیں آتی رہیں، جو زیبا کا دل دہلاتی رہیں اور نہ جانے کتنی دیر تک تکیے میں اس کے آنسو جذب ہوتے رہے۔

"احتشام! میں بچیوں کے ساتھ کچھ دن کے لیے آپا کے ہاں جانا چاہتی ہوں۔ اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو....."

صبح ناشتے پر زیبا نے ہچکچاتے ہوئے احتشام سے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں، میں تو خود تم سے یہی کہنا چاہ رہا تھا کہ کچھ دن آپا کے ہاں رہ آؤ۔ اور تو کہیں

www.pklibrary.com

جاتی نہیں ہو۔ بچیوں کا بھی دل بہل جائے گا اور آپا بھی تمہیں دیکھ کر خوش ہو جائیں گی۔"

احتشام تو جیسے اسے بھیجنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ زیبا کو اپنی طرف دیکھتا پا کر نظریں چرا گیا۔

☆☆☆

زیبا، احتشام اور آسیہ آپا تین ہی بہن بھائی تھے سب سے بڑی آپا تھیں اور پھر احتشام اور زیبا، آپا سے کافی سال بعد دنیا میں آئے تھے ان کی آپس میں خوب بنتی تھی۔ زیبا پانچ سال کی تھی جب آپا پیا دیس سدھار گئیں۔

ان کے بعد زیبا نے ماں باپ اور بھائی کا خوب خوب پیار سمیٹا تھا۔ دھان پان سی، بڑی بڑی آنکھوں اور شہابی رنگت والی زیبا، ابھی کالج میں ہی تھی کہ ابا کے دوست کے بیٹے وحید نے اسے احتشام کی شادی میں دیکھا اور زیبا پر ایسا فریفتہ ہوا کہ پھر تو اس کے گھر والوں نے گویا دہلیز ہی پکڑ لی اور زیبا کو رخصت کروا کر ہی دم لیا۔

چاہنے والا شوہر، قدر کرنے والی سسرال، زیبا تو گویا خوشی کے ہنڈولے میں جھول رہی تھی۔ شادی کے پانچ سال میں یکے بعد دیگرے دو بیٹیوں نے اس کی گود میں آ کر گویا اسے مکمل کر دیا تھا۔

وحید کی تو جان تھی اپنی بیٹیوں میں۔ آفس سے آ کر سارا وقت اپنی بیٹیوں میں ہی مصروف رہتا۔ آفس جا کر بھی دھیان گھر میں ہی اٹکا رہتا اور پھر ایک دن آفس سے واپسی پر۔ اس کی گاڑی ایک

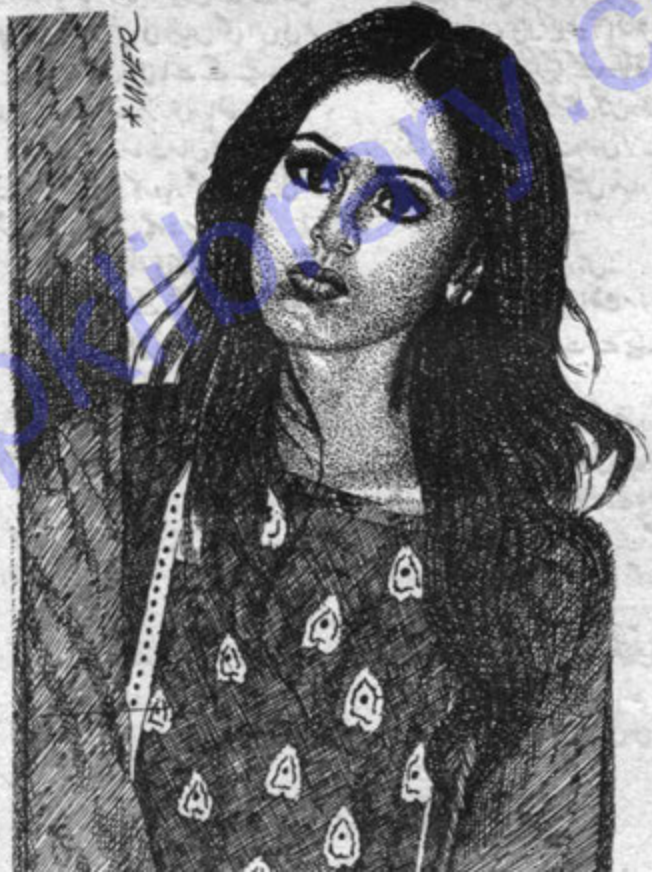

www.pklibrary.com

ٹرک کی زد میں یوں آئی کہ پھر اس کی لاش ہی گھر پہنچ سکی۔

زیبا پر تو گویا قیامت ہی ٹوٹ پڑی اور پھر دوسری قیامت ٹوٹی جب وحید کے دنیا سے جاتے ہی اس کی مہربان، قدر دان سسرال نے اپنی آنکھیں پھیر لیں۔ البتہ اتنی مہربانی ضرور کی کہ اسے عدت پوری ہونے تک گھر میں رہنے کی اجازت دے دی۔

بہن پر جو کچھ بیت رہی تھی۔ احتشام کو اس کا پورا پورا احساس تھا، سو عدت ختم ہوتے ہی اپنی لاڈلی بہن کو بنا کچھ جتائے خاموشی سے اپنے گھر لے گیا۔

☆☆☆

شروع میں نورین کا رویہ قدرے بہتر تھا۔ پھر رفتہ رفتہ اس کے مزاج میں تبدیلی آ گئی۔ کل وقتی ملازمہ کو ہٹا دیا گیا۔ زیبا اور بچیوں کے حصے میں اکثر بچا کھچا کھانا آتا۔ اس کی بیٹیاں بھی اس کی طرح حساس اور سمجھ دار تھیں، کسی بات کے لیے ماں کو تنگ نہ کرتیں۔ جیسے تیسے وقت گزر رہا تھا۔

ارسہ نو اور حفصہ سات سال کی ہو گئی تھیں۔ اس عرصے میں احتشام کا کاروبار بھی خوب ترقی کر گیا تھا۔ شراکت داری میں چھوٹا موٹا بزنس کرنے والا احتشام، اب گارمنٹس فیکٹری کا مالک تھا۔

نورین اپنی پسند کے بنگلے میں شفٹ ہو گئی تھی دولت کی ریل پیل نے اس کو مزید بد دماغ کر دیا تھا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کا سلوک زیبا اور بچیوں کے ساتھ بدترین ہوتا جا رہا تھا۔ اکثر زیبا کا دل چاہتا کہ وہ کہیں اور چلی جائے۔

☆☆☆

آپا کے گھر آئے ہوئے زیبا کو مہینہ ہونے کو تھا لیکن احتشام نے پلٹ کر اس کی خبر نہیں لی تھی۔ زیبا نے آپا سے ایک دو بار دبے دبے الفاظ میں، کہیں نوکری کرنے یا پھر دارالامان منتقل ہونے کی بات کی تھی۔ جسے آپا نے سختی سے مسترد کر دیا تھا۔

"حد ہوتی ہے زیبا! غیریت کی بھی۔ میں تو خدا کا شکر ادا کر رہی ہوں کہ تم آ گئیں تو سہی ورنہ میں اکیلی جان کب سے اکلاپا کاٹ رہی ہوں۔ تمہارے بھائی جان کی وفات کے بعد لڑکیاں، اپنے اپنے گھر کی ہو گئیں اور اکلوتا بیٹا پردیس جا کر بیٹھ گیا۔ کبھی کوئی بیٹی آ جائے تو ذرا دل بہل جاتا ہے ورنہ وہی میں اور میری تنہائی۔ کان کھول کر سن لو، اب تو اگر احتشام لینے بھی آیا تو میں نہیں جانے دوں گی۔"

آپا بڑے پیار سے دھونس جماتیں تو زیبا خاموش ہو جاتی، بچیاں بھی آپا کے بڑے سے گھر میں سارا دن مزے سے کھیلتیں۔ اچھی خوراک اور ماحول کا اثر تھا کہ ایک مہینے میں ہی زیبا اور بچیاں نکھر گئی تھیں۔

☆☆☆

آپا نے مہینے کے شروع میں، دو لاکھ کا چیک زیبا کے ہاتھ میں پکڑایا تو زیبا اتنی بڑی رقم کا چیک دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کیونکہ آپا اکثر چھوٹی موٹی رقم اسے دیتی رہتی تھیں لیکن اکٹھے دو لاکھ.....؟

"آپا! اتنی بڑی رقم میں نہیں رکھ سکتی۔"

زیبا نے آپا کو چیک واپس کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں رکھ سکتیں، تمہارے پیسے ہیں تو تمہیں ہی رکھنے پڑیں گے۔"

آپا متبسم لہجے میں بولیں۔

"میرے پیسے؟ کیا احتشام کو میرا خیال آ ہی گیا؟" زیبا ابھی بھی حیرت سے چیک پر لکھی ہوئی رقم کو دیکھ رہی تھی۔

"زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں، تمہیں یاد ہو گا زیبا کہ ابا نے آٹھ سال پہلے، اپنی وفات سے قبل ہی گھر اور کاروبار احتشام کے نام کر دیا تھا اور شہر کے بیچوں بیچ جو ابا کی دس دکانیں تھیں۔ وہ ابا نے تمہارے اور میرے نام آدھی آدھی کر دی تھیں۔ ابا کی زندگی میں ہی وہ کمبخت جسے بیس سال سے دکانوں کی نگرانی سونپ رکھی تھی، وہ خود کو ان کا مالک سمجھ بیٹھا۔ ہر ماہ تھوڑا بہت کرایہ ابا کے ہاتھ پر رکھ جاتا اور ابا کے بعد تو اس نے ملکیت کا دعویٰ ہی کر دیا۔ وہ تو بھلا ہو رمیض کا، کینیڈا بیٹھ کر بھی اس نے ہار نہیں مانی، اس

www.pklibrary.com

خواتین اور دوشیزاؤں کیلئے اپنی طرز کا پہلا ماہنامہ

خواتین ڈائجسٹ

ستمبر 2023
کے شمارے کی ایک جھلک

- "مالا" نمرہ احمد کا مکمل ناول،
- "احد" صوفیہ بٹ کا مکمل ناول،
- "دل کی دہلیز پر" شازیہ جمال طارق کا مکمل ناول،
- فرزانہ اسماعیل اور ماریہ غزال کا ناولٹ،
- بشریٰ احمد، عینا عمر، لبنیٰ آصف، حنا شاہد، حیرا شفیع اور سحرش مرتضیٰ کے افسانے،
- "انگنا پھول کھلیں گے" راحت جبیں کا ناول،
- آپ کی پسندیدہ مصنفہ شازیہ جمال طارق سے ملاقات،
- "وہاج علی" سے باتیں،
- "کرن کرن روشنی" احادیث نبوی ﷺ کا سلسلہ،
- نفسیاتی ازدواجی الجھنیں اور عدنان کے مشورے،
- ہمارے نام، خط آپ کے اور دیگر مستقل سلسلے شامل ہیں،

خواتین ڈائجسٹ کا ستمبر 2023 کا شمارہ آج ہی خرید لیں

www.pklibrary.com

کا ایک دوست ہے وکیل۔ بس تب ہی سے اس کو اس موئے کم بخت کے پیچھے لگایا ہوا تھا۔

آٹھ سال سے مقدمہ یونہی لٹکا ہوا تھا۔ میں تو کہوں گی تمہارے قدم مبارک ثابت ہوئے۔ اللہ کا شکر ہے اس کیس کا فیصلہ ہمارے حق میں آ گیا۔ کروڑوں کی تو مالیت ہے دکانوں کی اور لاکھوں میں کرایہ آتا ہے۔"

آپا اور بھی کچھ کہہ رہی تھیں لیکن زیبا اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس کاغذ کے ٹکڑے کو دیکھ رہی تھی جس نے اسے اس قابل کر دیا تھا کہ وہ اپنے بچوں کی کفالت خود کر سکے۔ وہ اپنے رب کی بہت شکر گزار تھی جس نے کڑے امتحان کے بعد آخر اسے سرخرو کر دیا تھا۔

☆☆☆

"آپا! آج تو ہم زیبا کو لے کر ہی جائیں گے۔" نورین اور احتشام آپا کے پاس شرمندہ شرمندہ سے بیٹھے ہوئے تھے۔

"اچھا تو دکانوں والی خبر پہنچ گئی تم تک۔" آپا نے طنز سے نورین کی طرف دیکھا۔

"کون سی دکانیں.....؟"

نورین کے ساتھ ساتھ احتشام کے بھی کان کھڑے ہوئے آپا کو ان کے چہرے کے ہونق پن سے اندازہ ہو گیا کہ وہ واقعی اس بارے میں کچھ نہیں جانتے۔

"آپا! دکانوں کا جو بھی قصہ ہے۔ میں نہیں جانتا۔ میں تو زیبا کو صرف اس لیے لینے آیا ہوں کیونکہ میں زیبا سے بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے لگتا ہے مجھ سے واقعی زیادتی ہوئی ہے، زیبا میری ذمہ داری تھی اور میں کاروبار میں اس قدر مصروف ہو گیا کہ مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس ہی نہ رہا اور وہ کاروبار جسے میں نے برسوں میں ترقی دی تھی لمحوں میں جل کر خاک ہو گیا۔"

احتشام کے لہجے میں رنجیدگی اور ملال کیا کچھ نہیں تھا۔

"نہیں احتشام! آپ کیوں شرمندہ ہوتے ہیں اصل گناہ گار تو میں ہوں، میں ہی دولت کے غرور میں اندھی ہو گئی تھی، میں نے اپنی بہنوں جیسی نند کے ساتھ نوکروں جیسا سلوک کیا۔ مجھے لگتا ہے، ہمیں زیبا کی بددعا لگ گئی ہے جب سے یہ ہمارے گھر سے گئی ہے۔ ہم سے تو رزق ہی روٹھ گیا ہے۔ احتشام کی فیکٹری کو آگ لگ گئی۔ کاروبار تو ختم ہوا، ہی ہوا لوگوں کے قرض الگ ہیں، اب تو لگتا ہے گھر بھی ہاتھ سے جانے والا ہے۔"

نورین اپنی بات کے آخر میں خود ہی پھپھک کر رو دی۔ آپا نے متاثر ہوتے ہوئے اپنی عینک درست کی۔

"اب تم دونوں ذرا غور سے میری بات سنو۔ پہلی بات تو یہ کہ اب زیبا میرے ساتھ ہی رہے گی یا تمہارے ساتھ جائے گی۔ اس کا فیصلہ وہ خود کرے گی وہ ماشاء اللہ سے خود عقیل ہے اور اپنا برا بھلا خود سوچ سکتی ہے اور دوسری بات تم لوگوں کو کیوں لگا کہ تمہارا رزق تم سے روٹھ گیا ہے جو اللہ نے تم سے واپس لیا وہ تو کبھی تمہارا تھا ہی نہیں۔

اے نورین! تم تو خود گواہ ہو کہ جب سے زیبا اور بچیاں تمہارے گھر آئیں، کیسے احتشام کے کاروبار نے دن دوگنی، رات چوگنی ترقی کی۔ ارے یہ تو زیبا کے نصیب کا رزق تھا جو اللہ تمہارے وسیلے سے دے رہا تھا۔ ہم میں سے کوئی کسی کو نہیں پالتا، وہ تو اللہ پاک کی ذات ہے جو ہمیں وسیلہ بناتی ہے۔ یہ تو میرے رب کی ذات ہے جو تمہارے وسیلہ سے زیبا کو رزق پہنچا رہی تھی۔ اب خیر سے اللہ نے اس کے رزق کا اور وسیلہ بنا دیا ہے یہ میرے رب کی تقسیم ہے اور میرے رب کا نظام۔ ہم تو بس اس نظام کا ادنیٰ سا مہرہ ہیں۔ پھر رب کی ذرا سی مہربانی پر غرور کیسا۔"

زیبا کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے۔

اور نورین کے ڈھلے ڈھلائے چہرے پر اب آنسوؤں کا شائبہ تک نہ تھا۔

☆☆

www.pklibrary.com

لبنیٰ آصف

میں ایک مسز ہوں

''معزز لیڈیز! آپ سب نے مل کر تو میرا پتہ ہی صاف کر دیا۔ کہیں کوئی ذرا سا بھی ذکر نہیں۔ آخر میں سربراہ ہوں پورے کنبے کا۔

کیا میں اتنا غیر اہم ہوں۔ اگر میں شادی نہ کرتا تو ساس، نند، بہو، دیور، کہاں سے آتے؟ دکھ سے دل بھر گیا۔ مگر ہمت نہ ہاری کہ یوں اپنی جگہ خالی نہیں چھوڑنی چاہیے۔ کیا ہوا جو سب نے بھلا دیا۔ یقیناً بڑی عمر کی خواتین (ساسیں) بُرے بُرے منہ بنا رہی ہوں گی کہ بڈھے کو اپنی پڑی ہے۔ بیک مضبوط ہے میری سارے معصوم بھولے بھالے سسروں کی طرف سے شرکت کر رہا ہوں۔''

س:۔ بیٹے کی شادی کب ہوئی۔ منگنی کتنا عرصہ رہی۔ شادی سے پہلے بہو سے ملاقات ہوئی؟

ج:۔ شادی ماشاء اللہ مئی کے مہینے میں ہوئی۔ اصل میں ہماری شادی کو بھی پچیس سال مئی میں ہی ہو رہے تھے تو سوچا مہینہ تو ایک ہو تاریخوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بیٹے کی شادی کا شور اٹھا تو بھائی کی بیٹی پسند آ گئی۔ بچپن سے تایا ابو کرتی ہمارے سامنے بڑی ہوئی۔ گھر جاؤ تو خدمت۔ میں کوئی کسر نہ چھوڑتی۔ اب بڑھاپے کو سیکور تو کرنا تھا ناں! بیگم کو تو ایک پکا مہ کہو تو صاف کہہ دیتیں۔ افسانہ ختم ہو گا تو دونوں کی اور افسانہ ختم ہوا اور پھر بھول گئیں۔ کوئی تو ہو جو ہمارے بھی چھوٹے چھوٹے کام کر دے۔ کہہ بھی کچھ نہیں سکتے۔ بیٹے جوان ہو جائیں تو مائیں شیر ہو جاتی ہیں۔

بیگم اپنی بہن کی بیٹی لانا چاہ رہی تھیں۔ جوان کے آگے پیچھے پھرتی تھی۔ یوں بیٹے کی شادی سے پہلے سرد جنگ کا آغاز ہوا۔ حالانکہ سردیاں بہت دور تھیں۔ بیگم سے بحث فضول تھی۔ بیٹے کو بٹھانے کا سوچا۔ اور ہم دونوں میاں بیوی جب بحث کر کر کے تھک گئے تو یہی سوچا کہ شادی تو بیٹے کو کرنی ہے تو فیصلہ بھی وہی کرے۔

اب اسے آپ میری خوش قسمتی کہیں یا بیگم کی بدقسمتی کہ بیٹے نے چچا کی بیٹی کے حق میں فیصلہ دیا۔ بیگم تلملائیں تو بہت لیکن کر کچھ نہیں سکتی تھیں۔ بیٹے کے سامنے تو اچھی بنی رہیں۔ مجھے طعنے دے دے کر بُرا حال کر دیا۔

منگنی کیا کرتے۔ لڑکا لڑکی دونوں اپنے کیریئر کے عروج پر تھے یوں تین مہینے بعد شادی رکھ لی۔ یوں اس دوران جاتے تو بھائی بھاوج خوب خاطر مدارات کرتے بیگم ذرا ٹیڑھی ٹیڑھی چلتیں۔ (اب کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا تو پڑتا ہے ناں)

س:۔ شادی بخیر و خوبی انجام پائی یا رسموں کے لین دین میں کوئی بدمزگی ہوئی؟

ج:۔ ناں پوچھیں! ارے بیگم نے میرے خلاف محاذ بنا لیا کہ یہ تو دلہن والوں کی طرف سے ہیں۔ چھوٹی سالی تو لکی کینہ توز نظروں سے دیکھتیں مانو میں نے بغیر پوچھے سسرال کی بھینس بیچ دی ہو۔ رسموں میں بھی سالوں اور سالیوں نے بڑے پنگے ڈالے پر میں بھی ہر موقعہ پر مصالحت کا دامن نہ چھوڑتا کوئی بدمزگی نہ ہو۔ بیگم کی گھوریاں الگ کھیں۔ بس رہبری رہا۔ سسرالی حملوں کو ناکام بناتا رہا۔ بیٹے کی شادی کیا خاک انجوائے کی۔

س:۔ شادی سے پہلے کیا تصور تھا، کیا خوبیاں آپ اپنی بہو میں دیکھنا چاہتے تھے۔ کیا وہ آپ کی

www.pklibrary.com

توقعات پر پوری اتری؟

ج:۔ اپنا خون، بھائی کی بیٹی تھی۔ بس یہی خواہش تھی کہ میرے بیٹے کو خوش رکھے، گھر کو جنت بنائے، توقعات تو میں نے اپنی اولاد اور بیوی سے نہیں باندھیں تو بہو سے کیا باندھتا۔ کیونکہ توقعات پر ہمیشہ کوئی بھی پورا نہیں اترا کچھ کمی کوتاہی رہ ہی جاتی ہے۔ اسی لیے بس چھوٹی سی خواہش تھی کہ بہو عزت کرے گھر سے نکلو تو کوئی فرمائش کردے تایا ابو یہ لیتے آیئے گا۔ کبھی ہماری پسند کا کوئی کھانا بنادے بس اور شکر ہے رب کا کہ پوری بھی ہوئیں۔

لیکن یہاں تو مسئلہ ہی دوسرا تھا ناں بہو سے ہنس کر باتیں کرلو۔ یا گھر کے کسی معاملے میں بہو کی رائے لے لو تو ساس زخمی شیرنی بن جاتی ہیں۔ نان نفقہ بند کرنے پر تل جاتی ہیں۔ ایسے طعنے دیتی ہیں کہ کیا کوئی ساس بہو کو دے گی۔

اس دن بہو نے شادی میں جاتے ہوئے کہہ دیا کہ ابو نیلی واسکٹ پہن لیں۔ خوشی خوشی پہن لی تو بس پوری شادی گھورتی رہیں۔

رشتے تو محبت اور مان سے بنتے ہیں۔ محبتیں ہوں تو رشتے خود بخود خوبصورت بن جاتے ہیں۔

س:۔ شادی سے پہلے کیا مشاغل تھے؟

ج:۔ شادی سے پہلے طوطوں اور پودوں سے دل لگایا ہوا تھا۔ گھر کی مینیجمنٹ کیا کرتا تھا۔ بیگم تو شروع سے رسالوں کی رسیا۔ افسانے اور ناول کے ختم ہونے کے بعد ہی کچھ سنتی تھیں اب بہو ہر معاملے میں رائے لیتی ہے، محبت سے پوچھتی ہے ابو تایا میں کیا پکاؤں۔ بس کھل سا جاتا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں سنتا ہوں (چڑھائیں بہو کو سر پر) کیا بتاتا کہ بچی کا دل تو رکھنا ہے۔ آپ کو تو تنقید سے فرصت نہیں۔

س:۔ آج کل کی ساسوں کے بارے میں کوئی پیغام؟

ج:۔ ویسے تو میرا شرکت کرنا ہی ساسوں کو ناگوار گزرا ہوگا لیکن مجبوری ہے کہ ہم سسر ہیں۔ ساسوں سے شکایتیں ذرا زیادہ ہوتی ہیں بہوؤں کو۔ سسر سے زیادہ ترجتی ہے بہوؤں کی۔ بس یہی کہوں گا کہ نئی آنے والی بہوؤں کو کچھ وقت دیں۔ آتے ہی ذمے داریوں کا بوجھ نہ ڈال دیں کہ وہ کام کریں اور آپ بیٹھ کر رسالا پڑھیں۔ بیٹوں سے بھی شکایت نہ کریں۔ پہلے آپ کے پیچھے گھومتا تھا۔ اب بیگم کے پیچھے گھومے گا کیونکہ ہر دور میں مرد کو عورت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جسے وہ اپنی سنا سکے۔ پہلے آفس کی ادھر کی ادھر کی جو باتیں آپ سے کرتا تھا۔ اب بیگم سے کرے گا تو حسد کی آگ سے نکل آئیں۔ برا مت مانیے گا۔ یہ جو بیٹوں اور بہوؤں سے ناراض ہونے والی ساسیں ہیں۔ کان کھول کر سن لیں کہ سوائے بدمزگی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ کچھ غلطیوں کو معاف بھی کریں پھر دیکھیں اور اپنی راج دہانی کو چھوڑ دیں۔ کچھ اسے بھی اپنی مرضی سے کرنے دیں۔ صرف نعرہ نہ لگائیں۔ اس کی بھی حوصلہ افزائی کریں۔

☆☆

www.pklibrary.com

حمیرا شفیع

ناولٹ

گرہ بندھن

بہن جی اور بھائی صاحب! سچ کہتے ہیں کہ جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں مگر ان کا ملاپ تو زمین پر ہی ہوتا ہے۔ اس لیے زمین والوں کو ہی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے۔ عون کہنے کو تو میرا بھانجا ہے مگر میں نے اسے ماں بن کر پالا ہے۔ اتنا سا تھا (انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا) جب ماں باپ دونوں ایک حادثے میں گزر گئے۔ دو دھیال میں کوئی رکھنے کو تیار نہ تھا۔

بہن بہنوئی کے سوئم پر میں اپنے ساتھ لے آئی۔ میرے میاں بھی اللہ مغفرت فرمائے فراخ دل تھے۔ انہوں نے بھی اپنی اولاد سمجھا۔ اس نے بھی مایوس نہیں کیا۔ نہایت لائق فائق نکلا۔ رشتے داروں نے تو بہتیرا کہا کہ گھر داماد بنالو مگر میں خود غرض نہ تھی۔ یہ تو میری دونوں بیٹیوں ہانیہ اور رانیہ سے سات آٹھ سال چھوٹا تھا۔ دونوں کو تو میں نے کب کا بیاہ بھی دیا۔ یہ اب پڑھ لکھ کر روزگار سے لگا ہے تو اس کے لیے رشتہ ڈھونڈنا شروع کیا ہے۔

میں اس کی تعریفوں میں زمین آسمان کے قلابے نہیں ملاؤں گی۔ بچہ سلجھا ہوا، سمجھ دار ہے۔ نوکری ابھی پکی نہیں ہوئی ہے۔

اس پر ہے۔ ہائے اللہ کیا کہتے ہیں اسے.....

ارے مشکل سا لفظ ہے۔ ارے تمھی بتاؤ نا ان کو ذرا عون تم (عون جو لڑکی کی والدہ ماجدہ اور والد صاحب کے سامنے جھینپا جھینپا سا اپنی سوچوں میں گم بیٹھا تھا (ہڑبڑا اٹھا)

"وہ خالہ امی" کانٹریکٹ" پر جی فی الحال کانٹریکٹ پر جاب ہے۔"

"ہاں وہی وہی..... مگر پکی بھی ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ، باقی تحقیق آپ خود کرلیں۔ دیکھیں جی! میں بھی بیٹیوں والی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ بھی وہی غلطیاں کریں جو میں نے اپنی بچیوں کی شادیاں کرتے وقت کی تھیں۔

جب میں ہانیہ کا رشتہ دیکھنے گئی تھی۔"

(چائے کے برتن ٹیبل پر سیٹ کرتی ہانیہ نے ہڑبڑا کر ماں کی طرف دیکھا مگر ان کی زبان فراٹے بھر رہی تھی۔)

"لڑکے کو میں نے چلتے پھرتے ہوئے دیکھا نہیں۔ ہمہ وقت میرے سامنے صوفے پر بیٹھا رہا۔ شادی کے دن بھی دوست کندھے پر اٹھا کر اسٹیج تک لائے تھے۔ وہیں سے واپس لے گئے۔ وہ تو جب یہ دولہا کے ساتھ مکلاوے کے لیے آئی تو عقدہ کھلا کہ لڑکا دائیں ٹانگ سے ذرا سا لنگڑا کر چلتا ہے۔ میں تو ہکا بکا رہ گئی۔ اعتراض کیا تو اس کی ساس بولی۔ "آپ نے کون سا ہمارے لڑکے سے ڈانس کروانا ہے۔"

"اور رانیہ کی دفعہ کیا ہوا" (اب شرمندہ ہونے کی باری رانیہ کی تھی جو سموسے پلیٹوں میں نکال رہی تھی)۔ اس نے بھی ماں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں منع کرنے کی کوشش کی۔ مگر ایسے موقعوں پر وہ کب کسی کی سنتی تھیں)

"رانیہ کے دولہا کو تو میں نے بہانے بہانے سے چلا پھرا کر دیکھ لیا تھا۔ لڑکا اچھا تھا مگر منہ میں

www.pklibrary.com

گھنگھنیاں لے کر بیٹھا رہا۔ میں خوش ہوگئی کہ کیسا خاموش طبع بچہ ہے۔ پٹر پٹر بولنے والے لڑکے زہر لگتے ہیں مجھے۔ وہ تو بعد میں پتا چلا کہ کم بخت کے سامنے کے دو دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔ ہنستے ہوئے تو بہت ہی عجیب لگتا ہے۔ خیر چھوڑیں۔ بچہ آپ کے سامنے ہے۔ اچھی طرح سے دیکھ بھال کریں۔"

لڑکی کے ماں اور باپ نے عون بے چارے کو تیز نظروں سے گھورا۔ بالکل ایسے جیسے قربانی کا جانور پسند کر رہے ہوں۔ چائے پیتے ہوئے اسے بری طرح سے اچھو لگا۔

"بچہ تو ہمارا ماشاء اللہ سے لاکھوں میں ایک ہے۔ گلی کی نکڑ سے تو گھر تک آپ کو لے کر آیا ہے۔ چلتے پھرتے تو دیکھ لیا ہوگا رنگ روپ بھی خوب ہے۔ پہنے اوڑھنے (لفظ اوڑھنے پر ہانیہ رانیہ نے بامشکل اپنی ہنسی روکی) کا بھی سلیقہ ہے۔ ہاں بس پیشانی کے بال اڑے ہوئے ہیں۔ یہ ان کے خاندانی ہیں.....

www.pklibrary.com

چچا اور باپ کسی کے نہیں تھے۔ اگر آپ کو اعتراض ہے تو ہیر..... ہیر..... ہائے اللہ ایک تو مجھے انگریزی کے لفظ بھول جاتے ہیں۔ (ماتھے پر ہاتھ مارا)"

"اماں..... وہ ہیئر ٹرانسپلانٹ....."

ہانیہ نے کہا جبکہ رانیہ منہ دوپٹے میں دے کر بیٹھی تھی جبکہ عون کا تو ویسے ہی مارے خجالت کے برا حال تھا۔

"ہاں وہی کروالے گا بچہ۔ باقی مزید جانچ پڑتال آپ کرلیں۔ ہم قطعی برا نہیں مانیں گے۔ ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار ہیں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ بہن جی۔" لڑکی کے والد رومال سے منہ پونچھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ "بہت سچی اور کھری خاتون ہیں آپ۔ ہم گھر جا کر صلاح مشورہ کر کے آپ کو بتادیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اجازت لے کر رخصت ہوئے۔

☆☆☆

"جتنی سفاکی سے ہماری اماں سچ بولتی ہیں۔ مجھے قطعی امید نہیں ہے کہ عون بے چارے کا کہیں رشتہ وشتہ جڑ پائے گا۔" ہانیہ نے کہا۔

دو دونوں بہنیں مہمانوں کے جانے کے بعد کچن سمیٹ رہی تھیں۔

"لوگ تو بڑے بڑے عیب چھپا جاتے ہیں۔ ایک ہماری اماں ہیں کہ خوبیوں کو بھی کتنی کسر نفسی سے بیان کرتی ہیں۔" رانیہ نے کپ دھوتے ہوئے کہا۔

"کیا ہو رہا ہے لڑکیوں.....؟ چلو تم دونوں اپنے اپنے گھر جانے کی تیاری کرو۔ باقی میں خود دیکھ لوں گی۔" اماں فلاسک اٹھائے کچن میں داخل ہوئیں۔

"اماں! ہم بات کر رہے تھے کہ آپ کو تھوڑا بہت ڈپلومیسی سے بھی کام لینا چاہیے۔ اتنی صاف گوئی اچھی نہیں ہوتی۔"

ہانیہ نے کانچ کے کلاس دھوتے ہوئے کچھ خفگی سے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا میں ان سفید بالوں کے ساتھ جھوٹ بولوں۔"

"اماں! ہم نے کب کہا کہ آپ جھوٹ بولیں مگر یہ بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ عون کی جاب کانٹریکٹ پر ہے۔ ساری جابز پہلے کانٹریکٹ پر ہی ہوتی ہیں بعد میں وہ پرمننٹ ہو جاتی ہیں۔"

"ہاں تو جب وہ ہوگی پر..... پر..... پرمنٹ..... تو بتادیں گے نا۔ اب کیوں غلط بیانی کریں۔"

اماں نے ہاتھ پرے جھٹکا۔

"اور پھر اماں آپ ہر کسی کے سامنے ہمارے شوہروں کا قصہ لے کر بیٹھ جاتی ہیں۔ وہ سن لیں تو کتنا مائنڈ کریں۔"

رانیہ نے چولہا صاف کرتے ہوئے ان کی طرف دیکھ کر ذرا سا منہ پھلاتے ہوئے کہا تو وہ جلال میں آگئیں۔

"تم چپ رہو! ایک تو ان دھوکہ باز لوگوں نے اپنے لڑکوں کے عیب چھپائے۔ اوپر سے تم کہہ رہی ہو کہ میں کسی سے تذکرہ بھی نہ کروں۔ کرتے ہیں غصہ تو کرتے رہیں۔ ہائے میری چاند سی بیٹیاں تھیں۔ نصیب دیکھو۔"

"اوہو اماں! آپ کی شوگر بڑھ جائے گی۔ ہماری فکر نہ کریں۔ ہم اپنے گھروں میں خوش ہیں۔" دونوں نے پیار سے انہیں اپنے ساتھ لگالیا تو وہ شفقت سے مسکرادیں۔

☆☆☆

عون تیزی سے ہسپتال میں داخل ہوا۔ وہ تو فقط دو گھنٹے کی چھٹی لے کر آیا تھا مگر خالہ امی نے زبردستی اتنی دیر مہمانوں کے سامنے بٹھائے رکھا۔ اب اسے ڈر تھا کہ اگر اس سے پہلے ڈاکٹر جواد نے راؤنڈ لگالیا تو اس کی خیر نہیں۔ وہ جلدی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔ دروازہ کھلا تھا۔ اور وہ سامنے کا منظر دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

وائٹ اوور آل پہنے اپنے سر کو گلابی اسکارف سے ڈھانپے ایک لڑکی بڑے استحقاق سے اسی کی

www.pklibrary.com

کرسی پر براجمان تھی۔ اس کے سامنے ایک ادھیڑ عمر کی عورت اسٹول پر بیٹھی تھی جس نے اپنا دایاں بازو سامنے ٹیبل پر پھیلا رکھا تھا۔

"آنٹی! میں نے آپ کا ایکسرے دیکھ لیا ہے۔ الحمدللہ فریکچر سے بچ گئی ہیں۔ بس گوشت پھٹا ہے۔ وہ میڈیسن سے ٹھیک ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ کو ایکسر سائز بتاؤں گی جس سے بازو نارمل حرکت کے قابل ہو جائے گا۔"

وہ نہایت پروفیشنل انداز میں بتا رہی تھی۔ عورت اٹھ کر گئی تو وہ حق دق سا آگے بڑھا۔

"جی مسز! فرمائیں آپ کا کیا مسئلہ ہے۔؟"

اب وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"جی میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا نام عون ہے۔ میں یہاں فزیوتھراپسٹ کی حیثیت سے کام کرتا ہوں۔ اور یہ میرا آفس ہے اور آپ میری ہی سیٹ پر تشریف فرما ہیں۔"

"اس..... سوری..... مسز عون..... وہ دراصل میری بھی آج ہی فزیوتھراپسٹ کی حیثیت سے تقرری ہوئی ہے۔ میرا نام فریبہ ہے۔ چوکیدار مجھے اسی کمرہ نمبر 03 میں چھوڑ کر گیا ہے۔"

"جی مس فریبہ! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مگر یہ کمرہ نمبر 03 نہیں ہے۔

چوکیدار نیا آدمی ہے۔ اسے معلوم نہیں ہے۔ یہ کمرہ نمبر 13 ہے اس کا 01 مٹا ہوا ہے۔ کمرہ نمبر 03 اسی کوریڈور میں سامنے والی رو میں ہے۔"

"اکین سوری..... دراصل ڈاکٹر جواد سے میری ابھی ملاقات نہیں ہوئی ورنہ وہی گائیڈ کر دیتے۔" وہ اپنا سامان سمیٹنے لگی۔

"کوئی بات نہیں محترمہ! آپ فی الحال یہیں تشریف رکھیں۔ میں چوکیدار کو بلا کر کمرہ نمبر 03 کھلوا دیتا ہوں۔ ڈاکٹر جواد چاہ رہے ہیں کہ وہاں عورتوں اور بچوں کے لیے علیحدہ سے فزیوتھراپسٹ ہو۔"

"جی..... جی بالکل میری بات ہوئی تھی ان سے فون پر۔ انہوں نے ڈیوٹی آورز بھی سمجھا دیے تھے۔" وہ شائستہ لہجے میں بات کر رہی تھی۔

"جی محترمہ..... اس کے علاوہ اگر کوئی مسئلہ ہو تو بندہ حاضر ہے۔" وہ ذرا سا سر جھکا کر بولا۔

"شکریہ مسٹر عون..... آپ سے مل کر دلی خوشی ہوئی۔ خوب گزرے گی جب مل بیٹھیں گے تھراپسٹ دو۔"

وہ خوش دلی سے ہنس دی اور عون نے چوکیدار کو بلانے کے لیے بیل بجا دی۔

☆☆☆

اماں نے عون کے لیے لڑکی دیکھنے جانا تھا۔ پہلے رانیہ کو فون کھڑکایا۔

"چلو گی ساتھ.....؟؟"

"نہیں اماں! میری تو آج ممانی ساس آ رہی ہیں....." رانیہ کو فون کیا تو اس نے بھی جواب دے دیا۔

"نہیں اماں! میں نے تو آج بچوں کے یونیفارم خریدنے جانا ہے۔"

"دفع ہو جاؤ تم دونوں۔ میں اکیلی ہی چلی جاؤں گی۔ بھائی کی عمر نکلی جا رہی ہے۔ ان کو کوئی فکر ہی نہیں ہے۔"

وہ تیار ہو کر لڑکی کے گھر جا پہنچیں۔ رکھ رکھاؤ والے لوگ تھے۔ اماں کا پرتپاک استقبال کیا۔ لڑکی چائے لائی تو اماں کو وہ بہت سندر لگی۔ ان کی اپنی بھی بچیاں تھیں۔ حساس دل رکھتی تھیں۔ لڑکی پر سرسری سی نظر ڈالی۔ غور کر دیکھنے سے احتراز کیا۔ چائے کے دوران باتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

"بہن جی! آپ بتا رہی تھیں کہ عون آپ کا سگا بیٹا نہیں بھانجا ہے۔ تو کیا آپ جائیداد میں حصہ دیں گی۔" لڑکی کی ماں نے سوال کیا۔

اماں سوال کی نوعیت پر تھوڑا گھبرا گئیں پھر سنبھل کر بولیں۔

"بہن! میں نے وچولن کو بتا دیا تھا کہ ہماری کوئی زمین جائیداد ہے ہی نہیں۔ میرے میاں سرکاری ملازم تھے۔ ان کی پنشن آتی ہے۔ عون کے والد بھی ملازمت پیشہ تھے۔ جو پیسے ملے تھے اس کی پڑھائی میں کام آ گئے۔"

"یعنی آپ کی کوئی زمین جائیداد ہی نہیں

www.pklibrary.com

ہے۔" لڑکی کی ماں کا صدمے سے برا حال ہو گیا۔

"نہیں بہن! مگر اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ ہمارا بچہ ماشاء اللہ سے بہت محنتی ہے۔ اس کا مستقبل روشن ہے۔"

"پھر بھی کوئی معاشی تحفظ تو ہو۔ آپ ایسا کریں اپنا گھر بچی کے نام کروا دیں۔" لڑکی کے باپ نے تو حد کر دی۔

اس نامعقول فرمائش پر اماں کا پارہ چڑھ گیا۔ مگر انہوں نے غصے کو ضبط کیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ بھائی صاحب! ہم مناسب حق مہر بندھوا دیں گے۔ زیور اور کپڑا تو ابھی سب ہوگا۔ بس آپ دعا کریں کہ بچوں کا نصیب نیک ہو۔"

مگر ان دونوں کی قطعاً تسلی نہ ہوئی۔ مسلسل اشتعال انگیز سوالات پوچھتے رہے۔ تنگ آ کر اماں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میرا خیال ہے کہ یہ رشتہ نہیں جڑ سکتا ہے۔ آپ اپنی لڑکی کے لیے کوئی اور بر دیکھ لیں۔ ہمارے لڑکے کے لیے بھی لڑکیاں بہتیری۔"

☆☆☆

آج کل ہانیہ میکے آئی ہوئی تھی۔ شام کو اس کے بچوں نے عون کو گھیر لیا۔

"ماموں! آئس کریم کھانی ہے۔"

ہانیہ بھی ہمراہ ہوئی۔ آئس کریم کارنر کے بالکل سامنے بوتیک تھی۔ ہانیہ کا دل مچل اٹھا۔

"عون! تم بچوں کو آئس کریم دلا دو۔ میں ایک نظر اندر جھانک لوں۔"

اندر داخل ہوتے ہی اسے جھٹ کاؤنٹر پر دھری ایک میرون قمیص بھا گئی۔

"ہائے اللہ! میں اس شیڈ کی کتنی دیوانی ہوں۔" وہ قمیص کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی تو سیلز گرل بولی۔

"سوری میڈم! یہ تو بک چکی ہے۔"

اتنے میں ایک اسٹائلش سی لڑکی اندرونی حصے سے ایک اور بلیک کلر کی قمیص تھامے چلی آئی۔

"اس کو بھی پیک کر دیں۔"

اسی وقت عون بھی بچوں کا ہاتھ تھامے اندر داخل ہوا۔

لڑکی اور عون کی نظریں ملیں۔

"ہیلو عون! کیسے ہیں آپ.....؟"

"میں بالکل ٹھیک ٹھاک فریحہ جی! ان سے ملیں یہ میری سسٹر ہانیہ ہیں۔" اس نے پاس کھڑی ہانیہ سے تعارف کروایا۔

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" فریحہ نے خوش مزاجی سے ہانیہ سے ہاتھ ملایا۔ پھر وہ تینوں باتیں کرتے ہوئے پارکنگ تک آئے فریحہ اپنی گاڑی کا لاک کھول رہی تھی جب سامنے سے ایک خوبرو سا شخص ہاتھ میں سامان سے بھرے تھیلے لیے ہوئے قریب آیا۔

"فریحہ! میں گروسری کا تمام سامان بھی لے آیا ہوں۔"

"فواد! ان سے ملو یہ میرے کولیگ مسٹر عون ہیں اور یہ ساتھ میں ان کی سسٹر ہیں۔" فریحہ نے تعارف کروایا۔

"اور عون، ہانیہ! یہ میرے ہسبینڈ فواد ہیں۔ آج ہم دونوں شاپنگ پر نکلے تھے۔"

عون نے فواد سے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔

الوداعی کلمات کے بعد وہ اپنی گاڑی کی طرف آ گئے۔

"ہائے اللہ! میں نے تو دل ہی دل میں تمہاری اور اس کی جوڑی بھی سیٹ کر لی تھی جھٹ پٹ شادی کا بھی سوچ لیا تھا کہ نجانے کہاں سے اس کا ایک عدد ہسبینڈ آ ٹپکا۔"

گاڑی میں ہانیہ ملال سے کہہ رہی تھی۔ اس کے انداز پر عون کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"تم بھی نا، جہاں کوئی اچھی لڑکی دیکھتی ہو، فٹ سے بھابھی بنانے کے خواب دیکھنا شروع کر دیتی ہو۔"

"اچھا تو تم اپنے منہ سے اقرار کر رہے ہو کہ وہ اچھی لڑکی ہے۔ کاش شادی شدہ نہ ہوتی۔"

"ہاں! مجھے بھی ابھی ابھی علم ہوا ہے کہ وہ میریڈ ہے۔ ورنہ ہسپتال میں تو ہم صرف پروفیشنل باتیں

www.pklibrary.com

کرتے ہیں ذاتی زندگی ڈسکس نہیں کرتے۔" عون سادگی سے بتا رہا تھا۔

☆☆☆

اماں نے آج پھر عون کے لیے لڑکی دیکھنے جانا تھا۔ لڑکی والے تھوڑے ماڈرن خیالات رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمائش کی تھی کہ لڑکا بھی ہمراہ آئے تاکہ لڑکا لڑکی ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔ مگر عون قطعاً تیار نہیں تھا۔

"اماں! آپ ہانیہ یا رانیہ باجی میں سے کسی ایک کو لے جائیں۔"

"وہ دونوں کہاں فارغ ہیں۔ تم چلو نا۔ بلیک اینڈ وائٹ فلموں کی ہیروئن کی طرح شرما رہے ہو۔"

ناچار عون کو جانا پڑا۔ ڈرائنگ روم میں لڑکی کے والدین کے علاوہ اس کے خالہ خالو بھی موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی کی ماں نے ملازمہ کو اشارہ کیا کہ وہ لڑکی کو بلا لائے۔

جب کافی دیر بعد نہ ہی ملازمہ آئی اور نہ ہی لڑکی تو لڑکی کی خالہ خود اٹھیں اور اندرونی حصے کی طرف چلی گئیں۔ اماں سمجھیں کہ شاید لڑکی بھی عون کی مانند شرمیلی ہے۔ آنے سے ہچکچا رہی ہے۔

کافی دیر بعد خالہ لڑکی کے ہمراہ تشریف لائی۔ اماں نے ذرا سا سرک کر جگہ بنائی خالہ نے لڑکی کو اماں کے دائیں جانب بٹھا دیا۔ جبکہ عون نگاہیں جھکائے بائیں جانب بیٹھا تھا۔ اماں نے نہایت شفقت سے لڑکی سے بات چیت کا آغاز کیا۔ تعلیم اور مشاغل وغیرہ کے بارے میں سوالات پوچھے۔ اس نے نہایت نپے تلے انداز میں مختصر سے جواب دیے جیسے اسے زبردستی یہاں لایا گیا ہو۔

ادھر عون بھی لاتعلق سا بیٹھا تھا۔ اماں کو تھوڑی سی تپ چڑھی۔ انہوں نے زور سے عون کو ٹہوکا دیا۔ اماں کا تو مقصد تھا کہ وہ لڑکی کو ایک نظر دیکھ لے جبکہ ادھر عون سمجھ رہا تھا جبکہ لڑکی کا تو پتا ہی نہیں چل رہا تھا کہ وہ شرما رہی ہے یا کترا رہی ہے۔

☆☆☆

عون اپنے بیڈ روم میں بیٹھا میگزین کا مطالعہ کر رہا تھا عجیب اس کا موبائل تھرتھرانے لگا۔ اس نے بٹن دبایا۔

"ہیلو! آپ مسٹر عون بات کر رہے ہیں.....؟" ایک باریک سی نسوانی آواز ابھری۔

"جی بالکل! آپ کون محترمہ.....؟؟"

"میں فاہا....."

"کون فاہا؟"

"کل شام آپ ہمارے گھر آئے تھے۔" انداز جھنجلایا ہوا تھا۔

"جی فرمایئے.....؟" وہ تھوڑا سنجیدہ ہوا۔

"دیکھیں! مما پاپا کو آپ بہت پسند آئے ہیں مگر میں آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ آپ پلیز انکار کر دیں۔" اس نے عون کے سر پر ایک ننھا سا بم پھوڑا۔

"کیوں محترمہ! کیا میرے سر پر دو سینگ ہیں۔ میری ایک عدد دم نکلی ہوئی ہے۔" اسے بے حد تپ چڑھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس میں کسی اور کو چاہتی ہوں۔"

"تو پھر چاہتی رہیں اور خود آگے بڑھ کر انکار کر دیں۔" وہ کھول اٹھا۔

"کیا تھا انکار مگر مما پاپا میری ایک نہیں سن رہے۔" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"تو اس لیے آپ میرے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانا چاہ رہی ہیں۔"

"نہیں جی! ایسی بات نہیں۔ مجھے آپ شریف اور سلجھے ہوئے لگے ہیں۔ اس لیے میں آپ سے مدد چاہ رہی تھی۔" اب کے اس کا لہجہ لجاجت بھرا تھا۔

"ویسے بائی دے وے! آپ کے والدین آپ کی وہاں شادی کیوں نہیں کرنا چاہ رہے جہاں آپ چاہتی ہیں۔"

"اس لیے کہ وہ شخص پہلے سے شادی شدہ ہے۔" اس نے عون کے سر پر ایک اور بم پھوڑا اور فون بند کر دیا۔

☆☆☆

www.pklibrary.com

عون نے من وعن سارا معاملہ اماں سے کہہ دیا۔ یوں یہ سلسلہ بھی ٹھپ ہوگیا۔

"ہائے اللہ! نجانے اس لڑکے کا نصیب کب کھلے گا.....؟؟"

اماں آہیں بھرتیں۔

☆☆☆

آج کل برسات کا موسم تھا۔ ہر وقت کی رم جھم نے سڑکوں پر کیچڑ اور پھسلن کر رکھی تھی۔ اس وجہ سے فریکچر کے بہت کیسز آرہے تھے۔ عون ہسپتال میں بہت مصروف تھا۔ آرتھوپیڈک سرجن کے ساتھ اس کی ڈیوٹی تھی۔ مس فرینہ کے روم کے باہر بھی عورتوں اور بچوں کا رش لگا تھا۔ وہ ابھی تک تشریف ہی نہیں لائی تھی۔ اس نے ڈونرز کی مدد سے اس کے مریضوں کو بھی اٹینڈ کرنا شروع کیا۔ کافی دیر بعد وہ ہانپتی کانپتی اندر داخل ہوئی۔

"سوری مسٹر عون! وہ دراصل فواد گاڑی کہیں لے گئے تھے اور مجھے رکشہ بہت دیر سے ملا۔" تمتماتا ہوا سرخ چہرا اور بھیگی آنکھیں۔ وہ کچھ ڈسٹرب سی لگی۔

"اٹس اوکے مس....." عون نے غیر ارادہ طور پر ذرا سی گہری نظر ڈالی۔

کام ختم کرنے کے بعد جب وہ باہر نکلا تو وہ ہنوز مریضوں کے ساتھ مصروف تھی۔

"فرینہ جی! اب جانے کا کیا انتظام کیا ہے؟ بادل پھر برسنے کے موڈ میں نظر آرہے ہیں۔" اس نے ازراہ مروت پوچھا۔

"ہوسکتا ہے فواد لینے آجائیں ورنہ چوکیدار کو کہہ کر رکشہ منگوالوں گی۔"

رات کو جب وہ سونے لیٹا تو تصور میں نجانے کہاں سے دو بھیگے نین اور ایک معصوم سے چہرے کی شبیہہ لہرانے لگی۔ وہ اپنی اس الگ سی کیفیت پر خود بھی حیران رہ گیا۔ دل کم بخت آج پرائی راہوں پر سفر کا خواہاں تھا۔ اس نے بامشکل ڈانٹ ڈپٹ کر چپ کروایا۔

☆☆☆

ہانیہ اور رانیہ دونوں میکے آئی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں اکٹھی ہوں اور آؤٹنگ کا پروگرام نہ بنے یہ ممکن ہی نہیں۔ اسی وقت وہ سب پیزا ہٹ میں گرما گرم پیزا سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

عون کے عین سامنے ایک پیل بیٹھا تھا۔ باب کٹ بالوں والی لڑکی کا چہرا نجانے اسے کیوں دیکھا بھالا سا لگ رہا تھا۔ ذرا سا ذہن پر زور ڈالا تو یاد آیا کہ یہ وہی محترمہ تھیں جنہوں نے فون کر کے اسے شادی سے انکار کا کہا تھا۔ مرد کی پشت اس کی طرف تھی۔ اس لیے وہ اسے تو نہ دیکھ سکا۔ غالباً وہ وہی شخص تھا جس سے وہ شادی کی ضد کر رہی تھی۔ اس نے سر جھٹکا اور دوبارہ اپنی پلیٹ پر جھک گیا۔ جب باہر جانے کے لیے وہ گھوم کر دوسری طرف سے گزرنے لگے تو اب اس مرد کا چہرہ بھی اس کے سامنے تھا جسے دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا۔

☆☆☆

وہ اپنے روم میں مصروف تھا جب ڈاکٹر جواد نے بلوایا۔ وہ ان کے آفس میں داخل ہوا وہ سخت ناراض معلوم ہو رہے تھے۔ انہوں نے ایک تہہ شدہ کاغذ اس کے سامنے پھینکا۔

"محترمہ فرینہ نے اچانک ۔۔ ایک ہفتے کی درخواست بھیج دی ہے۔ ہمارے پاس پہلے ہی عورتوں کو ڈیل کرنے کے لیے فی میل اسٹاف کم ہے۔"

"سر ان کی کوئی مجبوری ہوگی۔ ورنہ وہ ابھی خاصی ذمہ دار ہیں۔" اس نے درخواست کھول کر ایک نظر دوڑاتے ہوئے اپنی کولیگ کا دفاع کیا بہرحال ڈاکٹر جواد نے بڑبڑاتے ہوئے درخواست پر سائن کر دیے۔

☆☆☆

شام میں وہ سوچ ہی رہا تھا کہ فرینہ کو کال کر کے خیریت وغیرہ معلوم کرے کہ اس کا خود ہی فون آگیا۔

"ارے مس فرینہ! کہاں غائب ہیں آپ.....؟ درخواست پر بھی آپ نے چھٹی کی کوئی واضح وجہ تحریر نہیں کی تھی۔" اس نے تشویش سے پوچھا۔

"عون! دراصل آج کل مکان کا ایشو چل رہا ہے۔ مالک مکان نے گھر فوراً خالی کروالیا ہے۔ فی

www.pklibrary.com

الحال تو میں اپنی امی کی طرف ہوں۔ مگر امی کا گھر ہسپتال سے بہت دور ہے۔ روزانہ ہسپتال آنا ممکن نہیں ہے۔ میں چاہ رہی ہوں کہ ہسپتال سے قریب کالونی میں کوئی مناسب سے کرائے پر چھوٹا سا گھر مل جائے۔ اگر آپ کی کوئی جان پہچان ہو تو مدد کردیں۔'' وہ آواز سے تھکی تھکی سی لگ رہی تھی۔

''جی ضرور! میں کوشش کرتا ہوں۔''

عون نے خاصی بھاگ دوڑ کی تو ہسپتال سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا کرائے کا گھر ڈھونڈنے میں کامیاب ہوگیا۔ مالک مکان کرایہ البتہ اس حساب سے زیادہ بتا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے اسے کچھ کم پر رضامند کیا۔ جوں ہی گھر ملا، فرینہ نے فوراً وہاں شفٹ ہو کر اگلے دن سے اسپتال آنا شروع کردیا۔

عون نے نوٹ کیا کہ فرینہ اب بہت خاموش خاموش سی رہنے لگی تھی۔ خوش مزاجی اور بزلہ سنجی جو شروع میں اس کے مزاج کا حصہ تھی اب بالکل مفقود تھی۔ گھر کے معاملے میں عورتیں بہت حساس ہوتی ہیں۔ شاید وہ ابھی تک نئے گھر میں سیٹ نہ ہوسکی ہو۔ یہی سوچ کر وہ ذرا سا مطمئن ہوگیا۔

☆☆☆

فرینہ نے بتایا تھا کہ مالک مکان نے صرف ایک ماہ گزرنے کے بعد ہی تین پرسنٹ کے حساب سے اضافی کرایہ وصول کیا ہے حالانکہ معاہدے کی رو سے سال بعد کرایہ بڑھانے کی بات طے ہوئی تھی۔

مکان چونکہ اسے عون کے توسط سے ملا تھا اسی لیے اسے بہت تپ چڑھی۔ پہلے وہ مالک مکان کے گھر گیا۔ اس کی خوب گوشمالی کی۔ اس نے بہت بہانے بنائے کہ اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ مہنگائی بہت ہے وغیرہ وغیرہ مگر عون نے بھی اضافی رقم واپس کروا ہی لی۔ اس نے سوچا کہ وہ یہ رقم جاتے جاتے انہیں دیتا جائے اور ساتھ ہی دونوں میاں بیوی سے معذرت بھی کرلے۔

دروازہ فرینہ نے کھولا۔ اسے یوں ایک دم سامنے پا کر وہ کچھ بوکھلا سی گئی۔ پھر ذرا سنبھل کر اندر آنے کا کہا۔ ڈرائنگ روم میں صوفے کے پاس کارپٹ پر ایک تین چار سال کی بچی سو رہی تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے فرینہ کی جانب دیکھا۔

''یہ میری بیٹی ہنی ہے۔'' اس نے دھیرے سے بتایا۔ ''پہلے یہ اپنی نانو کے پاس رہتی تھی۔ ابھی میں اسے یہاں لائی ہوں۔''

''اچھا تو یہ اپنے فواد صاحب نظر نہیں آرہے.....؟؟'' اس نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ اب ہمارے ساتھ نہیں رہتے۔'' اس نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں بتایا اور وہ بھونچکا رہ گیا۔

☆☆☆

''میں اور فواد یونیورسٹی میں کلاس فیلوز تھے۔ وہیں ہمارے انڈر اسٹینڈنگ ہوئی اور پھر گھر والوں کی مرضی سے ہم ایک دوسرے کے ساتھ جیون ساتھی کے بندھن میں بندھ گئے۔''

شادی کے بعد عقدہ کھلا کہ کیمپس کا خوش مزاج اور ہر دل عزیز فواد بہت سے نفسیاتی مسائل کا شکار ہے۔ وہ ایک بروکن فیملی سے تعلق رکھتا تھا۔ ماں باپ کی علیحدگی کے بعد اس نے مختلف ہوسٹلز میں پرورش پائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اچھی شکل وصورت سے نوازا تھا۔ اسی بدولت صنف نازک کی توجہ کا مرکز بنا رہتا تھا۔ اس کے احساس محرومی کی شاید اسی طرح تسکین ہوتی تھی۔

شادی سے پہلے چاند تاروں کی چھاؤں میں بیٹھ کر محبوب کے واری صدقے جانا آسان ہوتا ہے۔ مگر عملی زندگی کے تقاضے کچھ اور ہوتے ہیں۔ پھر اس کی توقعات بھی بہت زیادہ تھیں۔ میں نے اسے خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر وہ کبھی مطمئن ہی نہ ہو پایا۔ نوکری بھی اس نے کبھی مستقل مزاجی سے نہیں کی۔ معاشی حالات خراب ہونے پر میں نے خود جاب کرلی۔

اسے بچے بھی پسند نہیں تھے۔ میری ضد پر ہنی پیدا ہوئی۔ اس نے بحیثیت باپ اس کی بھی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کی۔ گھر، بچہ اور جاب.....

میں کہاں کہاں اپنی توانائی خرچ کرتی۔ اکثر تھک جاتی۔ وہ اور چڑ جاتا۔ ہنی بری طرح سے نظر انداز ہوتی۔ میں نے اسے اپنی امی کے ہاں چھوڑ

www.pklibrary.com

دیا۔ تاکہ میں گھر اور اس پر بھرپور توجہ دے سکوں۔ مگر حالات میں کوئی سدھار نہ آیا۔

نجانے کیسے وہ کسی اور کی زلفوں کا اسیر ہوگیا۔ ایک دن بہت جھگڑا ہوا۔ اس نے گھر سے نکال دیا۔ میں امی کے ہاں چلی گئی۔ مگر وہاں بھی بہت سے مسائل تھے۔ امی بارٹ پیشنٹ ہیں۔ ان کی سرجری ہوئی ہے۔ وہ میری بچی کو مزید نہیں سنبھال سکتیں۔ امی کے گھر سے روز اسپتال آنا بھی ممکن نہیں تھا اور ویسے بھی بھائی اور بھاوج کو میرا اور میری بچی کا وجود گوارا بھی نہیں تھا۔

یوں میں نے علیحدہ رہنے کا فیصلہ کیا۔ اب بچی کو ڈے کیئر چھوڑ کر اسپتال آتی ہوں۔" اس کی آواز بھرا گئی۔ اس نے آنسو پینے کی کوشش میں سر جھکا لیا۔

عون کے پاس تسلی کے لیے کوئی لفظ ہی نہ تھا اور نہ ہی شاید الفاظ اس کے دکھ کی تلافی کر سکتے تھے۔ وہ اٹھا اور غیر ارادی طور پر اس نے اس کے جھکے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیرا اور پھر بڑے بھاری دل کے ساتھ وہاں سے چلا آیا۔

☆☆☆

آج پھر لڑکی والوں نے عون کو دیکھنے آنا تھا۔ اس سے پہلے اماں لڑکی دیکھ کر آئی تھیں اور انہیں وہ بے حد پسند آئی تھی۔ لوگ بھی سادہ سے تھے۔ "اللہ کرے یہاں بات بن جائے۔" تیاریاں کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے۔

"ارے عون! اٹھ جا بستر سے اور جا کر نہا دھولے۔" انہوں نے عون کو ڈپٹ کر کہا جواب تک کسل مندی سے بستر پر پڑا تھا۔

"اماں جان! صبح نہایا دھویا تو تھا۔ اب کوئی خاص فرق تو پڑے گا نہیں۔ یونہی ٹھیک ہے۔"

"ہائے اللہ! لوگوں کے لڑکے فینشل تک کروانے لگے ہیں۔ ایک یہ نکما ہے کہ کبھی جو ڈھنگ سے تیار ہو جائے۔" وہ بڑبڑاتی رہی تھیں۔

پھر لڑکی کی ماں، خالہ اور وچولن (رشتہ کروانے والی) تشریف لائیں۔ اماں ان کے سامنے بچھی بچھی جا رہی تھیں۔

"ارے بہن! یہ سموسے لیں نا آپ..... اب میں یہ تو کہہ نہیں سکتی کہ یہ ہمارے عون نے بنائے ہیں۔ بازار سے منگوائے ہیں۔"

وہ کھانے کی چیزیں سرو کر رہی تھیں اور ساتھ ساتھ عون کو آوازیں بھی دیئے جا رہی تھیں۔

"عون بچے! باہر نکل کر مہمانوں سے مل لے۔" تھوڑی دیر بعد عون ڈرائنگ روم میں آیا۔ سموسہ کھاتی ہوئی لڑکی کی ماں کا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔ اس نے مزید غور کر عون کو دیکھا۔

"تم الشفاء ہسپتال میں جاب کرتے ہو؟"

"جی ہاں....." عون نے اقرار جرم کرنے والے انداز میں کہا۔

"ہائے اللہ! رشیدہ! یہ تو وہی ڈاکٹر ہے جس نے سال بھر پہلے ہمارے گڈو کی ٹانگ آپریشن کر کے غلط جوڑ دی تھی۔"

ان کے ارشادات پر عون کے ساتھ ساتھ اماں کا منہ بھی کھلے کا کھلا رہ گیا۔

عون کو بھی وہ کیس یاد آ گیا۔ ایک بارہ سال کے بچے کی ٹانگ چھت سے گر کر ٹوٹ گئی تھی۔ آپریشن سرجن عاطف نے کیا تھا وہ بھی ساتھ تھا۔ ٹانگ میں راڈ ڈال دی گئی تھی۔ مگر گھر والوں کی بے احتیاطی کی وجہ سے راڈ ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ ہسپتال میں گھر والوں نے خوب ہنگامہ مچایا تھا۔ انتظامیہ نے مشکل سے معاملہ سلجھایا تھا۔ اب یہ وہی خاندان تھا۔

"ایسا اناڑی ڈاکٹر ہے یہ ہم اپنی لڑکی نہیں دیں گے۔" لڑکی کی ماں اور خالہ جھٹ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ارے بہن! سنیں! یہ تو نہ ڈاکٹر ہے اور نہ سرجن۔ یہ تو فزیوتھراپسٹ ہے۔ یہ تو صرف سرجن کا مددگار ہوتا ہے۔"

اماں نے بہتیری وضاحت کی مگر وہ ان پڑھ عورتیں کہاں سمجھتیں۔ تن فن کرتی ہوئی چلی گئیں۔

"ارے! تو نہیں پھوٹ سکتا تھا اپنے منہ سے کچھ۔ اپنی صفائی میں کچھ تو کہتا منہ میں دہی جما کر بیٹھ گیا۔ اب یہ رشتہ بھی نکل گیا ہاتھ سے۔"

www.pklibrary.com

اماں اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

☆☆☆

"میں نے اس رشتے کو بچانے کی بہت کوشش کی تھی مگر شاید میں ہی قصوروار تھی۔ ہاری ہوئی جنگ جو لڑ رہی تھی۔ آج فواد نے مجھے طلاق کے پیپرز بھجوا دیے ہیں۔ پلیز میری طرف سے ڈاکٹر صاحب کو چار ماہ کی چھٹی کی درخواست جمع کرا دینا۔"

فرینہ کا رندھے ہوئے لہجے میں فون آیا اور وہ اپنی جگہ گم صم سا کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔

یہ ایک پرائیویٹ اسپتال تھا۔ پھر بھی ڈاکٹر جواد نے اپنی مہربانی کی کہ انسانی ہمدردی کے تحت فرینہ کو عدت گزارنے کے لیے نہ صرف چار ماہ کی چھٹی کی درخواست منظور کی بلکہ کچھ مہینوں کی ایڈوانس سیلری بھی عنایت کر دی۔ کچھ اس کے دیگر واجبات بھی تھے۔

عون کو یوں اکیلے جانا مناسب محسوس نہ ہوا۔ وہ اماں اور رانیہ کو بھی ہمراہ لے گیا۔ اس کی معصوم بچی ہر فکر و غم سے آزاد اپنے ھلونوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

اسے دیکھ کر عون کو اپنا بچپن یاد آ گیا۔ وہ بھی اتنی عمر میں اپنے ماں باپ سے جدا ہوا تھا۔ اسے تو خالہ امی کی مہربان آغوش مل گئی تھی۔ اس بچی کے لیے بھی یقیناً قدرت نے کچھ اچھا سوچ رکھا ہوگا۔

"اسی لیے تو سیانے کہتے ہیں بیٹیوں سے نہیں، ان کے نصیبوں سے ڈر لگتا ہے۔ واپسی —— میں اماں افسردگی سے کہنے لگیں۔

"اماں! ابھی تو بے چاری کسی پر بوجھ نہیں ہے۔ اپنا کماتی ہے بچی کو بھی پال لے گی۔" رانیہ نے بھی تبصرہ کیا جبکہ عون اپنی سوچوں میں گم ڈرائیونگ کرتا رہا۔

☆☆☆

اگلی صبح ناشتے کی میز پر رانیہ کہنے لگی۔

"اماں! مجھے فرینہ کے بارے میں ایک خیال آیا ہے۔"

"ہاں کہو"۔

"وہ میرے جیٹھ ہیں نا افضال بھائی۔ وہی جن کی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ میری ساس ان کی شادی کرنا چاہ رہی ہیں کیوں نہ ہم فرینہ کی بات چلوا کر دیکھیں۔"

"آپی! حد کرتی ہیں آپ۔" اماں سے پہلے عون بھڑک اٹھا۔ "اپنے جیٹھ کی عمر معلوم ہے آپ کو۔ 65، 60 کے پیٹے میں ہیں..... جوان بچوں کے باپ ہیں..... جن میں سے دو کی وہ شادیاں بھی کر چکے ہیں۔"

"ہاں تو فرینہ کون سا کنواری ہے۔ ایک بچی کی ماں ہے۔ بیوہ یا مطلقہ کے لیے ایسے ہی رشتے آتے ہیں۔"

"کیوں؟ کیا ضروری ہے کہ اگر پہلے اس کے ساتھ کچھ غلط ہو چکا ہے تو اب وہ بالکل بھی اچھا ڈیزرو نہیں کرتی۔"

وہ ناشتہ چھوڑ کر اٹھ گیا۔ اور اس کے اس قدر شدید ردعمل پر رانیہ اور اماں بھونچکی رہ گئیں۔

☆☆☆

رانیہ گئی تو ہانیہ آ گئی۔ کچھ پریشان سی لگتی تھی۔

"اماں! راشد نے کینیڈا فیملی ویزے کے لیے اپلائی کر رکھا تھا۔ اب وہ آ گیا ہے تو پیسوں کا بندوبست ہی نہیں ہو رہا بینک سے بھی لون لیا ہے۔ میں نے اپنی جیولری بیچی ہے۔ مگر وہاں رہائش بہت مہنگی ہے۔"

"تو پھر.....؟" اماں نے پوچھا۔

"اماں..... وہ راشد کہہ رہے تھے" وہ کچھ جھجک کر کہنے لگی۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ اگر آپ لوگ مجھے مکان میں سے حصہ دے دیں تو کافی سہولت ہو جائے گی۔"

"تو یوں کہو کہ اس نے حصہ مانگنے تمہیں بھیجا ہے۔ دیکھو بیٹی! حصہ تو میں تم دونوں بہنوں کو ضرور دوں گی مگر ابھی تو گنجائش نہیں ہے۔ تمہارے ابو کی جو پنشن آتی ہے اس سے میری دوا دارو چلتی ہے۔ عون بے چارے کی سیلری سے گھر کے دوسرے اخراجات پورے ہوتے ہیں۔ پھر ابھی اس کی بری کے لیے کپڑا لتا اور زیور بھی بنوانے ہیں۔ آج کل تو لڑکی والوں کے بھی اتنے منہ کھلے ہوئے ہیں۔ اپنا زیور تو میں تم دونوں کو چڑھا چکی ہوں۔ ہاں کچھ بچت پڑی ہے میرے پاس، وہ دے دیتی ہوں۔"

www.pklibrary.com

انہوں نے الماری سے روپے نکال کر ہانیہ کے حوالے کیے۔

☆☆☆

دو دن بعد شام کو رانیہ کا فون آیا۔

"اماں آپ نے عون کے لیے کوئی لڑکی وڑکی دیکھی.....؟؟"

"کہہ تو رکھا ہے ماسی رشیدہ سے اب یہ اپنا عون بھی تو سنجیدہ نہیں ہے۔ نہ تو لڑکی والوں کی آمد پر ڈھنگ سے تیار ہوتا ہے اور نہ ہی سیدھے منہ ان سے بات کرتا ہے۔ میں اکیلی کیا کیا دیکھوں۔"

"اماں! مجھے تو اس کے اس دن والے ردعمل سے یوں لگا جیسے وہ فرینہ میں انٹرسٹڈ ہے۔"

"ارے خوامخواہ.....! تمہارا تو دماغ خراب ہے۔ اب کیا ایک مطلقہ سے بیاہ دوں اسے۔ اپنی مری ہوئی بہن اور بہنوئی کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ اگر ایسی بے جوڑ شادی کرنی ہوتی تو تم دونوں میں سے کسی ایک کی نہ اس سے کروا دیتی۔" اماں کے تو پتنگے لگ گئے۔

"لاحول ولا قوۃ..... اماں کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ عون تو ہمارا بھائی ہے۔"

"تمہارے ابا بھی میرے چچازاد بھائی تھے۔ بھائی جان کہا کرتی تھی میں انہیں....."

"ہائے اللہ..... اماں..... آپ بات کہاں کی کہاں لے جاتی ہیں۔ میں نے تو یونہی ایک خیال کا اظہار کیا تھا۔"

"تم اپنے سنہری خیالات اپنے پاس رکھو۔" اماں نے ڈیپ فرفون بند کر دیا۔

اماں تو ہانیہ کو چند ہزار دے کر مطمئن ہو گئی تھیں مگر وہ چند روز بعد لٹی پٹی سی چلی آئی۔ اس بار بچہ اور ایک بڑا سا بیگ بھی ہمراہ تھا۔

"اماں! وہ روپے راشد نے میرے منہ پر مارے اور کہا کہ میں اپنا پورا حصہ مانگوں۔ میں نے انکار کیا تو لڑائی جھگڑا بڑھ گیا۔ میں بھی گھر چھوڑ کر آ گئی ہوں۔ اب مزید بلیک میل نہیں ہو سکتی۔"

"ارے تو کیوں گھر چھوڑ کر آ گئی۔ میں اور عون آ کر معاملہ سلجھا دیتے۔" اماں اسے دیکھ کر روہانسی ہو گئیں۔

"نہیں اماں! ایسے لالچی شخص کے ساتھ میرا گزارا نہیں آپ فکر نہ کریں۔ پڑھی لکھی ہوں۔ کوئی نوکری کر لوں گی۔ آپ پر بوجھ قطعی نہیں بنوں گی۔" وہ بھی مضبوط لہجے میں بولی اماں نے اپنا سر پکڑ لیا۔

☆☆☆

پورا ہفتہ خاموشی رہی۔ اماں بھی مصلحتاً چپ رہیں کہ دونوں میاں بیوی کا غصہ اتر جائے اور وہ ٹھنڈے دماغ سے سوچیں۔ مگر جب مزید چند دن سرکے تو اماں نے عون کو بھیجنا چاہا۔ مگر ہانیہ نے سختی سے منع کر دیا۔ "اماں! اس طرح تو وہ اور اکڑ جائیں گے۔" اماں نے بھی فی الحال اس معاملے کو جوں کا توں چھوڑ دیا۔

☆☆☆

رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔ ایک انجانے سے احساس سے اماں کی آنکھ کھل گئی۔ دل بے ہنگم انداز میں دھڑک رہا تھا۔ جب سے ہانیہ کا معاملہ خراب ہوا تھا ان کا بلڈ پریشر بھی کنٹرول میں نہیں رہتا تھا۔ انہوں نے اٹھ کر پاس دھرے جگ سے پانی پیا۔

دوسرے چیئر پر ہانیہ اور اس کا بچہ سو رہے تھے۔ ہلکے سبز بلب کی روشنی میں دونوں کے چہرے واضح نظر آ رہے تھے۔ ان کی طرف دیکھتے دیکھتے نجانے اماں کی ذہنی رو کیسے بھٹک کر فرینہ اور اس کی بچی کی جانب چلی گئی۔ وہ بیان بیٹی بھی تو کم و بیش اسی قسم کے حالات کا شکار ہوئی تھیں..... اگر خدانخواستہ ہانیہ کے ساتھ کچھ برا ہو تو کیا لوگ ایسے ہی اس کے بارے میں بھی سوچیں گے۔ ان کا دل دہل گیا۔ پھر وہ ایک لمحے کے لیے بھی سو نہ پائیں۔ ناشتے پر بھی بجھی بجھی سی تھیں۔

"کیا بات ہے اماں!؟ اتنی چپ چپ سی کیوں ہیں؟" عون نے پوچھا۔

"عون! تم سے کچھ پوچھوں.....؟ سچ سچ بتانا.....!!"

"کیا بات ہے اماں.....؟" اس نے ناشتے کی

www.pklibrary.com

ٹرے ایک طرف سرکا کران کے ہاتھ تھام لیے۔ ان کا یہ چپ چپ سا انداز اس سے ہضم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ تو ہر بات ڈنکے کی چوٹ پر کہنے کی عادی تھیں۔

"فرینہ کے لیے تمہارے دل میں کیا ہے.....؟"

"جی....." وہ ان کے غیر متوقع سوال پر ششدر رہ گیا۔

"ترس..... ہمدردی..... وغیرہ۔"

"ہرگز نہیں اماں آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں.....؟؟" وہ بھونچکا رہ گیا۔

"تو پھر کیا ہے.....؟؟" وہ نجانے کیا اگلوانے پر بضد تھیں۔ وہ منہ کھولے ہونق پن سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔

"ارے میرے کوڑھ مغز بھائی! اماں..... پسندیدگی..... محبت وغیرہ کا پوچھ رہی ہیں۔" ہانیہ نے ایک طرح سے دونوں کی مشکل آسان کی۔

"وہ جی نہیں..... اماں..... وہ جی ہاں..... وہ اماں....." عون بے اختیار بری طرح سے جھینپا اور پھر تیزی سے اٹھ کر چلا گیا۔ اماں نے مسکرا کر ہانیہ کی طرف دیکھا۔ انہیں اپنے سوال کا جواب مل چکا تھا۔

☆☆☆

اماں رانیہ اور ہانیہ کے ہمراہ فرینہ کے ہاں جا رہی تھیں جب شرمندہ شرمندہ سا راشد چلا آیا۔

"قسم سے اماں! میں نے اسے گھر سے نہیں نکالا تھا۔ یہ خود آئی تھی۔ ہاں البتہ پیسوں کے معاملے میں میں پریشان تھا مگر اب اس کا بھی انتظام ہو چکا ہے۔ کمپنی سے مزید قرض مل چکا ہے۔"

اب وہ شرمسار ہو رہا تھا تو اماں نے بھی سب کچھ بھلا کر گلے سے لگا لیا۔

"لو جی! ابھی ایک نیک کام کی ابتداء کی ہی تھی کہ اللہ نے مشکل آسان کر دی۔"

☆☆☆

شام کے سرمئی سائے بڑھ رہے تھے۔ ساحل سمندر کی ٹھنڈی نرم ہوا بے حد فرحت بخش محسوس ہو رہی تھی۔ آج چونکہ ویک اینڈ نہیں تھا اس لیے پہل پہل نہ ہونے کی وجہ سے ایک پرسکون سا سناٹا چھایا تھا۔ وہ تینوں ایک نسبتاً خاموش اور ویران کونے میں بیٹھے تھے۔

آج شادی کو پندرھواں روز تھا اور وہ مسلسل ہر شام یہاں آ رہے تھے وجہ بنی تھی جسے ساحل سمندر بہت پسند تھا۔ یوں تو فرینہ کی امی نے بنی کو اپنے پاس رکھنے کی آفر کی تھی مگر عون نہیں مانا تھا۔ اسے اپنا بچپن یاد تھا جب اتنی ہی عمر میں قدرت نے اس سے اس کی ماں کو چھین لیا تھا۔ اس کی کوئی مصلحت ہو گی مگر وہ جان بوجھ کر کسی بچے کو اس کی ماں سے جدا نہیں کر سکتا تھا۔

اب وہ کتنے سکون سے وہاں بیٹھی ریت سے گھروندے بنا رہی تھی، وہ بھی ایسے ہی بنایا کرتا تھا۔ مگر ہر بار گھروندا ٹوٹ جاتا تھا۔ وہ پھر بناتا وہ پھر ٹوٹ جاتا۔ وہ بچہ تھا نا سمجھ اور انجان..... نہیں جانتا تھا کہ گھروندے ریت کے ہوں..... مٹی گارے کے یا پھر بجری اور سیمنٹ کے صرف اور صرف خلوص، محبت اور وفا ہی انہیں مضبوط بناتی ہے اور ہر طوفان سے بچاتی ہے۔

اس نے بھی فرینہ کے ساتھ ایسا ہی گھروندا بنایا تھا۔ بنی کے قریب ہی فرینہ بھی بیٹھی تھی۔ اس کا گلابی آنچل اس کے ایک شانے پر دھرا تھا جس کا آدھا حصہ پیچھے پتھروں پر پڑا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا پاس آیا۔ اس نے زمین پر پڑا اس کے آنچل کا پلو احتیاط سے اٹھایا۔ مٹی کو جھاڑا اور اس کے دوسرے شانے پر پھیلا دیا۔

فرینہ نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ ذرا سا پرے سرک کر اس کے لیے جگہ بنائی۔ وہ اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر تک اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتا رہا۔

پھر اس نے اپنا دایاں بازو اس کی طرف بڑھایا۔ فرینہ نے دھیرے سے اپنا سر اس کے کندھے سے ٹکا دیا اور پھر سکون سے آنکھیں موند لیں۔

دونوں بیک وقت اپنے نئے نئے بنے گھروندے کی حفاظت کے لیے دعا گو تھے۔

☆☆

www.pklibrary.com

سونیا رحمانی

مجبوری

مجھے شروع سے لگتا تھا کہ جتنی میں شہری کے قریب ہوں، اتنی تو اماں کے بھی قریب نہیں ہوں۔ بلکہ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔

نرمین آپی کے چھ سال بعد بہت ساری دعاؤں کے بعد اللہ نے شہریار کو اماں کی گود میں ڈالا اور سال بھر میں میری بھی آمد ہوگئی۔ نرمین آپی کی شادی ہونے کے بعد جلد ہی ابا چھوڑ کر چلے گئے تو جیسے زندگی کی ایک نئی شکل دیکھنے کو ملی۔ یا پھر اصل شکل سامنے آئی۔

ہم دونوں کالج میں تھے، ابا کی پنشن تھی اور گھر کے ساتھ بنی دکانوں کا کرایہ تھا، پھر میں نے اور شہری نے مل کر زندگی کا مقابلہ کیا۔

ٹیوشن پڑھائی۔ شام کو ایک لائبریری میں دونوں نے کام کیا۔ اپنا خرچا خود پورا کیا، نرمین آپی دوسرے شہر میں رہتی تھیں۔ تو سال میں بامشکل دو چکر لگا پاتی تھیں۔

مجھے ہمیشہ لگتا تھا کہ زندگی ایسے ہی گزرے گی۔ مگر ہماری زندگی میں اک نیا موڑ تب آیا۔ جب شہری نے رہنے آئی نرمین آپی کے سامنے نتاشا کا نام لیا۔ آپی ہمیشہ کی طرح اپنی نند کا ذکر نکال کر بیٹھی تھیں تو اس نے کہا۔

"میں نتاشا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

آپی نے مجھے گھور کر دیکھا اور پھر بولیں۔

"میں بھول گئی تھی کہ تم تو کپڑے بھی سحر کی پسند سے لیتے ہو۔ تو شادی کیسے میری پسند سے کرو گے۔" تو وہ مجھے مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ تو اس کے لیے بھی سرپرائز ہے آپی۔" مگر آپی کی شکل بتا رہی تھی ان کو یقین نہیں آیا۔

مگر یہ سچ مچ سرپرائز ہی تھا۔ وہ میری بیسٹ فرینڈ تھی۔ مگر اس سرپرائز نے مجھے خوشی محسوس ہی نہ ہونے دی۔

حیرت تھی۔ مجھے کبھی پتا چلا نہ کبھی محسوس ہوا۔ نتاشا نے کبھی ایسا ذکر نہیں کیا۔ ورنہ دنیا جہاں کی باتیں کرتی تھی۔ خیر بتایا تو شہری نے بھی نہیں جس کے میں بہت قریب تھی۔

☆☆☆

نتاشا ہمارے گھر رخصت ہو کر آ گئی۔ وہ میری دوست تھی اچھی لڑکی تھی۔ اماں کی بھی خدمت کرتی۔ عزت سے بات کرتی۔ گھر کے کام بھی کرتی تھی۔ وہ اچھی بہو اور بیوی تھی۔ بس چھوٹی سی بات تھی۔ میں دونوں کے ہی بہت قریب رہی تھی۔ لیکن دونوں نے ہی مجھ سے چھپا کر رکھا۔ شہری کے منہ سے اپنی عزیز دوست کا نام سن کر جو گرہ سی لگی تھی دل میں۔ وہ دوبارہ کھل نہ سکی دو چار ماہ بعد وہ بھی بدل گئی۔ اپنے حصے کا کام جلدی جلدی ختم کرتی اور اپنے کمرے میں گھس جاتی۔ پھر جب شہری کے باپ بننے کی خبر ملی تو پہلی بار مجھے خوشی محسوس ہوئی۔

اماں بھی اس کا خیال رکھنے لگ گئیں۔ میں بھی کوئی نہ کوئی کام کر دیتی۔ کئی بار جی چاہا کہ اس سے

www.pklibrary.com

پوچھوں کہ بیٹی ہوئی تو کیا نام رکھو گی بیٹا ہوا تو کیا نام سوچا ہے۔ مگر میری لاکھ کوششوں سے مجھے وہ لڑکی واپس نہ ملی جو میری دوست تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا خالی پن ہوتا۔ عجیب سا نہ سمجھ میں آنے والا احساس۔

☆☆☆

میں حیرت سے منہ کھولے شہری کی بات سن رہی تھی۔ جو کہہ رہا تھا۔ "سحر! عادل بھائی بہت اچھے ہیں۔ انہوں نے خود — مجھ سے بات کی ہے کہ میں تم سے پہلے پوچھ لوں۔ پھر وہ ممانی سے بات کریں۔ اگر تم کو یہ رشتہ قبول ہے تو؟"

"مگر شہری! عادل بھائی کو یہ خیال کیسے آیا؟ میں تو ان کو بڑا بھائی سمجھتی ہوں۔ پھر ممانی کی عادت کا تم کو پتا ہے۔" مجھے سچ مچ حیرت ہو رہی تھی۔

"بڑا بھائی سمجھا ہے مگر یہ سچ ہے وہ ہمارے بھائی نہیں ہیں نا۔ وہ شاید اپنی عمر کو لے کر پریشان ہیں۔ جب ہی پہلے تم سے بات کرنے کو کہا۔ مگر میری بات سنو سحر!

عادل بھائی گھر کے بڑے بیٹے ہیں۔ بہنوں کی شادی کی۔ بھائی کو پڑھنے لندن روانہ کیا۔ ممانی نے بھی شادی کا نام نہ لیا اب ایک کبریٰ رہتی ہے تو ابھی اس کالج کا دوسرا سال ہے اس کی شادی میں دو چار سال ہیں ابھی۔ جب تک دانیال بھی لوٹ آئے گا۔ ان دونوں کی شادی ایک ساتھ کریں گے۔ عادل بھائی۔

جب ہی انہوں نے اپنے بارے میں سوچا، ان کی زندگی کھلی کتاب جیسی ہے ہمارے سامنے۔ تم اچھی طرح سوچ لو۔ تمہاری اور ان کی عمر میں سات، آٹھ سال کا ہی فرق ہے۔ مگر بڑی بہو والی عزت بھی ملے گی۔

اور دور بھی نہیں جانا پڑے گا۔ ساتھ ہی تو محلہ ہے ممانی لوگوں کا۔ تم سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔

تم جو بھی فیصلہ کرو گی۔ ہمیں قبول ہوگا۔ مگر میرا فیصلہ عادل بھائی کے حق میں ہے۔ آگے تمہاری مرضی۔"

شہری مجھے سوچنے کے لیے کئی باتیں دے گیا اور میری سمجھ میں صرف یہ آیا کہ ساتھ ہی محلہ ہے۔ کبھی بھی آ سکتی ہوں۔ ورنہ نرمین آپی کے لیے ابا سارا دن انتظار کرتے رہے اور جب شام ڈھلی تو ابا کی زندگی کی بھی ڈھل گئی۔ نرمین آپی رات کو جب گھر میں داخل ہوئیں تو ابا کو قتل دے رہے تھے۔ مجھے ان کا وہ صحن میں کھڑے ہو کر رونا۔ ابا میرا انتظار کیوں نہ کیا کہنا۔ آج بھی یاد آتا تھا۔ تو دل بے چین ہو جاتا تھا۔ میرا فیصلہ بھی شہری کی طرح عادل بھائی کے حق میں ہو چکا تھا۔ چلو شہری نے میری یا آپی کی پسند سے شادی نہ کی۔

میں اس کی پسند سے کر لوں گی۔ شہری اور عادل بھائی میں بھائیوں والا پیار تھا۔ ہمارے مشکل دنوں وہ اکثر اپنے اسٹور سے مہینہ بھر کا سامان لا دیتے تھے۔ اور ساتھ اماں سے کہتے۔

"پھوپھی! آپ امی سے ذکر نہ کرنا۔" کیونکہ ممانی بہت تنگ دل تھیں۔

☆☆☆

www.pklibrary.com

بیٹی رخصت ہو کر دوسرے شہر جا رہی ہو۔ یا پھر دوسرے محلے رخصتی کے لمحے بڑے ہی اذیت ناک ہوتے ہیں کہ بیٹی رخصت ہوتی ہے تو اپنے ساتھ وہ حق بھی لے جاتی ہے، جس میں وہ کہا کرتی ہے کہ یہ ہمارا گھر ہے یا یہ میرا گھر ہے۔ بیٹی رخصت ہوتی ہے تو اس کے سارے حق بھی رخصت ہو جاتے ہیں۔

اور جب اماں کے گلے لگ کر میں خوب روئی تو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے سارا بچپن سامنے آ کر کھڑا ہو گیا ہے۔ ایک ایک لمحہ آنکھوں کے سامنے سے گزر رہا تھا جیسے۔ پہلی بار احساس ہوا کہ کتنا مشکل ہے ایک لڑکی کا ماں باپ کا گھر چھوڑنا۔ پھر مجھے پتا تھا کہ میں صرف عادل کی پسند پہ جا رہی ہوں۔ ممانی کی مرضی بالکل نہ تھی اور میری شادی ماں اور بیٹے کے درمیان اچھے خاصے جھگڑے کے بعد ہوئی تھی نکاح ہوا۔ کھانا کھایا گیا۔ تصویریں اور مووی بنوائی سب نے یہاں تک کہ رخصتی کا ٹائم آ گیا۔ مگر ممانی میرے قریب نہ آئیں۔

کبریٰ بھی ایسا ہی کر رہی تھی کچھ ابا کے نہ ہونے کا دکھ۔ کچھ گھر چھوڑنے کا دکھ اور باقی آنے والے وقت کا خوف تھا کہ آنکھیں خشک ہی نہ ہو رہی تھیں۔ آنسو تھے کہ تھم ہی نہیں رہے تھے۔ جب زمین آپی نے مجھے اماں سے الگ کیا تو کبریٰ مسکرا کر بولی۔

"چلو بھئی سحر باجی! باقی کا رونا گھر جا کر رو لینا۔ مغرب ہونے کو ہے۔"

اللہ جانے وہ مذاق کر رہی تھی یا پھر سچ کہہ رہی تھی۔ مگر مجھے تو یہ لفظ چھری کی طرح لگے یوں سب کی دعاؤں کے سائے میں اماں ابا کی دہلیز کو پار کر آئی اور دل میں خود سے وعدہ کیا۔

کہ کچھ بھی ہو جائے ہر حال میں مجھے عادل کا ساتھ دینا ہے۔ تاکہ وہ اپنے فیصلہ پہ فخر کر سکیں۔ میں جیسی ہوں ویسی ہی رہوں گی، جیسے اماں کے لیے تھی۔ ممانی کے لیے بھی ویسی بن جاؤں گی۔ عادل نے مجھے زندگی میں شامل کیا ہے تو ان کے گھر اور سب کے دلوں میں جگہ میں خود بنا لوں گی۔

اماں نے مجھے مہندی کی رات یہی کہا تھا کہ سحر نتاشا نہ بن جانا کہ چار روز آگے پیچھے ہوئی اور پھر کچھ خبر نہ رہی۔ کہ جیسے ڈیوٹی پہ ہو۔ کام ختم کیا۔ اور گھس گئی اپنے کمرے میں۔ نہ ساس کے پاس بیٹھنا نہ نند کے پاس۔ تیری ممانی کا دل بڑا تنگ ہے۔ پھر مجھ سے اس کی بھی نہ بنی تو میری بیٹی تجھ کو مشکل ہوگی، مگر دیکھ کر میری تربیت نہ حرف نہ آئے وہ کچھ بھی کہہ دے صبر کرنا اور خاموش رہنا۔"

اور میں نے سوچ لیا تھا کہ میں نتاشا نہیں بنوں گی ایک دن آئے گا جب ممانی کو عادل کے فیصلے پہ فخر ہوگا۔

☆☆☆

زندگی اور دنیا نہ سمجھ میں آنے والی چیزیں ہیں۔ انسان سوچتا کچھ ہے نکل کچھ آتا ہے۔ میرے اندر خوف تھا۔ میں نے ہمیشہ اماں کے منہ سے ممانی کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ بلکہ خود دیکھا بھی تھا۔ ممانی خاندان میں بھی چھوٹی سی بات پہ وہ جھگڑا کھڑا کرتی تھیں۔ کہ سارے ان سے فاصلے پہ ہی رہتے تھے۔

پھر ہماری شادی کو لے کر بھی بہت جھگڑا ہوا تھا۔

لیکن اب جوں جوں دن گزرتے جا رہے تھے میری سمجھ میں آ رہا تھا کہ کئی بار ہم ساری عمر دوسرے کو غلط سمجھتے رہتے ہیں۔

اماں نے سوچا تھا کہ ممانی مجھے سکون سے نہیں رہنے دیں گی مگر حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب شادی کے تیسرے روز ممانی نے مجھ سے کہا۔

"تمہارے ماں کے ساتھ میرا وقت جیسا بھی گزرا ہو مگر تم اس گھر کی بڑی بہو ہو۔ میرے بڑے بیٹے کی بیوی اور عزت ہو تم۔ میں کوشش کروں گی میری طرف سے تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ بس تم بھی میری اولاد کے لیے یہ دروازے بند نہ کرنا سحر! میری بیٹیوں کا میکہ سلامت رکھنا۔"

www.pklibrary.com

اور یہ سب سن کر میں شرمندہ ہی ہوگئی کہ جو خوف مجھے تھا۔ ممانی تو خود اسی خوف کا شکار تھیں کہ جیسے نانا اور نانی کے بعد انہوں نے اپنی زبان کی تلخی کی وجہ سے پہلے اماں کا آنا جانا کم کیا۔ اور پھر بالکل نہ ہونے کے برابر کر دیا تھا تو کہیں میں بھی وہی سب نہ کروں۔

یوں یہ خوف ختم ہوا تو ممانی میں مجھے اماں نظر آنے لگیں کہاں سوچا تھا کہ سب اس طرح سے ٹھیک ہو جائے گا۔ عادل تو اس طرح میرا خیال رکھتے جیسے میں موم کی گڑیا ہوں۔ سب میری عزت کرتے تھے سب خیال رکھتے تھے اور مزے کی بات کہ سب مجھے بھابی کہتے تھے کیونکہ عادل سب سے بڑے تھے ورنہ میں صرف کبریٰ سے بڑی تھی۔

ممانی نے مجھے سچ مچ بڑی بہو والی عزت دلوائی تھی سب سے۔ وقت کے ساتھ ساتھ بہت کچھ بدلا تھا۔ دانیال (عادل کا بھائی) گھر آچکا تھا اور میری گود میں حماد نام کا پھول کھل چکا تھا زندگی میں ہر طرح کا سکون اور آرام تھا۔

مجھے وہ سب مل گیا تھا۔ جو ہر لڑکی کا خواب ہو سکتا ہے۔

☆☆☆

''اس نے آج بھی جانا نہیں تھا۔ یہ تو میں نے بڑی مشکل سے اسے رات کے لیے گھر سے نکالا ہے۔ ورنہ تو اللہ ہی معاف کرے۔ ہر وقت جان کو آئی رہتی ہے کہ جیسے اور کوئی کام تو ہے ہی نہیں کرنے کو۔ اس کا بس چلے ناں، بستر بھی نہیں میرے کمرے میں ڈال لے۔ چالاک ماں کی چالاک بیٹی۔''

''ہاں ناں ٹھیک کہہ رہی ہیں امی ہر وقت سر پہ سوار رہتی ہے۔ دو پل نہیں ملتے کہ ہم ماں بیٹی کوئی بات کر سکیں۔ اس دن امی نے ویسے ہی کہہ دیا کہ سر میں درد ہے آرام کرنا چاہتی ہوں۔ پھر کیا تھا۔ پہلے گولی لا دی۔ پھر چائے بنا کر دی اور بیٹھ گئی سر دبانے مگر ہم کو اکیلا چھوڑ کر کمرے میں نہ گئی۔'' یہ کبریٰ تھی میری چھوٹی نند۔

''دو، دو ماہ گزر جاتے ہیں مگر رات رہنے نہیں جاتی۔ نہ بھائی کو اکیلے بھیجنے دیتی ہے۔ امی کے پاس۔ ہم کو سب پتا ہے امی مگر کیا کر سکتے ہیں۔ بنا کر رکھنا مجبوری ہے، ورنہ یاد ہے ناں عادل بھائی نے کتنا جھگڑا کیا تھا۔ اس کی خاطر۔'' اب کے دانیال بولا تھا۔

''ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ مجبوری ہی تھی۔ ورنہ میں کبھی اس کو بہو بناتی۔ عقل سے کام لیا۔ ورنہ کماؤ بیٹا ہاتھ سے نکل جاتا، تو کیسے نظام چلتا پھر۔ ورنہ جس طرح ماں، بیٹی نے عادل کو قابو کیا۔ ممکن ہے عادل ہم کو چھوڑ کر چلا جاتا۔ اب میں اسے کچھ کہوں گی تو عادل نے اسی کا ساتھ دینا ہے۔

پھر میرے بعد تم سب کی جگہ کہاں رہتی ادھر اس لیے دل بڑا کیا۔ وہ ہوگی چالاک اپنی جگہ مگر ابھی مجھے جانتی نہیں ہے۔ آج اس کے جانے بعد تم دونوں کو اس لیے بلایا ہے کہ عادل آئے تو مل کر بات کرو۔ جو زیور رکھا ہے کبریٰ کے لیے وہ ٹھیک ہے مگر میری خواہش ہے۔ دانیال کی دلہن کا جیسا سیٹ وہ لایا ہے۔ ویسا ہی کبریٰ کا بھی بنوا دے۔ رات عادل آئے تو یہ بات تم دونوں اپنی طرف سے کرنا۔ وہ صبح صبح لوٹ آئے گی۔ یہ مجھے پکا یقین ہے۔ اور وہ گھر پہ ہو تو پھر کوئی بات کرنا کہاں ممکن ہے۔''

''جی جی امی! میں نے عادل کو کال کر دی تھی کہ ہم دونوں گھر آئی ہیں..... جلدی گھر آئے آپ فکر نہ کریں وہ آئے تو ہم بات کر لیں گے۔''

سخت گرمی تھی اور میں بحر اقبال اپنے میاں کے ایک فون پہ بیٹے کو اٹھا کر چل پڑی کہ گھر نندیں آئی ہیں۔

''پھر آجاؤں گی رات رکنے کے لیے۔'' حماد سویا ہوا تھا۔ تو اس کو جا کر کمرے میں لٹایا اور باہر آئی۔ امی کے کمرے کی طرف جاتے قدم رک گئے۔ اندر محفل گرم تھی۔ اور کیا تھا۔ جو گرم تیل کی طرح میری کانوں میں نہ گیا۔ میرے جسم میں جان ہی نہ رہی اتنا زہر بھرا تھا سب کے دلوں میں۔

اتنی ہمت تو نہ تھی کہ سامنا کرتی سو چپ چاپ

www.pklibrary.com

کمرے میں آ کر عادل کو کال کی کہ گھر آ گئیں تو سیدھے اپنے کمرے میں آئیں۔ بعد میں نے وہ سونے کا سیٹ نکال کر رکھا۔

جو عادل نے دانیال کی دلہن جیسا ہی بنوایا تھا میرے لیے۔

اور جب عادل آئے یاسران کو باہر ہی اتار کر چلا گیا۔ کیونکہ اسٹور تو رات دیر تک چلتا تھا۔ وہ تو بہن کے کہنے پہ جلدی آئے تھے۔ اس لیے وہ گاڑی باہر سے ہی واپس لے گیا، کہ رات کو اسٹور بند ہوگا۔ تو گاڑی میں آرام سے آ کر پیسے دے جائے گا۔

عادل سیدھے میرے پاس ہی آئے اور میں نے سیٹ اٹھایا اور عادل سے کہا۔

''آپ گھر میں سب سے کہیے گا۔ آپ مجھے اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں کیونکہ حماد سو گیا تھا تو بڑی مشکل سے اٹھا کر لائی تھی اتنا سا تھا۔ ہمت ہی نہ ہوئی کہ جا کر ملتی۔ آ کر حماد کے ساتھ ہی لیٹ گئی تھی۔''

عادل نے فوراً میری بات کا یقین کر لیا پھر ہم اس کمرے کی طرف چل پڑے۔ جس کمرے کے باہر کچھ دیر پہلے میرے سارے خواب ٹوٹ کر بکھرے تھے۔

اور ان خوابوں کی کرچیاں ابھی بھی وہاں بکھری پڑی تھی مگر اپنے ہم سفر کا ساتھ تھا سو میں بڑے آرام سے ان کرچیوں کے اوپر سے گزر گئی اور اندر کا منظر پل بھر میں پرانا ہو گیا۔

سب کی زبانیں بدل گئیں آنکھیں بدل گئیں بڑی باجی نے محبت سے گلے لگا کر کہا۔

''میں امی سے کہہ رہی تھی کہ سحر گھر پہ نہیں ہے گھر کیسا خالی خالی لگ رہا ہے۔''

میں نے وہ سونے کا سیٹ ممانی کی گود میں رکھا کہ کبریٰ کے لیے میری طرف سے سرپرائز گفٹ ہے۔ ممانی نے نثار ہوتی نظروں سے مجھے دیکھا۔ کبریٰ بھی پرجوش سی آ کر میرے گلے لگی۔

''مجھے پتا تھا کہ میری پیاری بھابھی کا دل بہت بڑا ہے۔'' وہ بڑے پیار سے کہہ رہی تھی۔

''ہاں میری جان کیوں نہیں۔ تم تو شہزادی ہو ہماری۔ ابھی تو ایک سرپرائز اور بھی ہے۔ وہ شادی والے دن ملے گا تمہیں۔'' میں نے مسکرا کر عادل کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دیے۔

میں اگر سیٹ نہ دیتی تو عادل کبریٰ کو بنوا کر دیتے بات تو ایک ہی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اب وہ مجھے اس سے بھی اچھا اور بھاری سیٹ بنوا دیں گے۔

جس دھوکے میں اتنی عمر گزاری تھی۔ میں نے یہاں آتے ہوئے اس کا نہ سوچا تھا نہ خواب دیکھا تھا۔ مجھے خوف تھا کہ نہ جانے میرے ساتھ کیا ہوگا۔ تو میں کیوں دل پہ لوں وہ ساری باتیں۔ جو تھنی بھی تکلیف دہ سہی مگر پیچھے ہی ہو رہی تھیں..... ناں۔ تو میں اپنے شوہر کی محبت میں — اتنا تو کر ہی سکتی تھی کہ عادل کی خاطر ان سب کی جھوٹی محبت اور عزت پہ پردہ ہی پڑا رہنے دوں۔ وہ اپنی مجبوری میں مجھے برداشت کر رہے تھے۔ تو میرے پاس تو عادل جیسے سچے شخص کی محبت موجود تھی۔

میں پہلی بار عادل کے ساتھ ہی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی کہ وہ سب دیر تک اپنی باتیں کر سکیں۔ جو میری وجہ سے نہیں ہو سکتی تھیں۔ تب ہی عادل نے کہا۔

''مجھے تو خیال ہی نہ آیا تھا کہ کبریٰ کے لیے ایسا سیٹ ہو۔ شکر ہے کہ تم کو خیال آیا۔ پتا ہے سحر ہر گزرتے دن کے ساتھ مجھے اپنے فیصلہ پہ فخر محسوس ہوتا ہے۔ بہت بہت شکریہ میری زندگی میں آنے کے لیے اور میری امیدوں پہ پورا اترنے کے لیے۔''

اور مجھے لگا کہ ان ٹوٹے خوابوں کی ساری کرچیاں عادل نے چن لی ہیں..... میں ان کے ساتھ صوفے پہ بیٹھی تھی۔ خاموشی سے سر ان کے کندھے پہ رکھ دیا۔

''صبح میرے ساتھ جیولر کے ہاں چلنا اور اپنی پسند سے کچھ لے لینا جو تمہیں اچھا لگے۔''

میں بھیگی آنکھوں سے مسکرا دی اور ایک آنسو خاموشی سے ان کے کندھے میں کہیں جذب ہو گیا۔

☆☆

www.pklibrary.com

قارئین اب گھر بیٹھے پرچا حاصل کرسکتی ہیں

ہماری بہت سی قارئین جو دور دراز علاقوں میں رہتی ہیں ان کے لیے اکثر و بیشتر پرچوں کا حصول دشوار ہوتا ہے اور موجودہ حالات نے تو اسے مزید دشوار بنا دیا ہے۔ جس کی بناء پر ہماری قارئین کو پرچا حاصل کرنے میں دشواری کا سامنا ہے۔ ان حالات میں آپ کو گھر بیٹھے پرچا مل سکتا ہے۔

ہم آپ کے دروازے پر پرچا پہنچائیں گے اور آپ کو اس کے لیے صرف پرچے کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔ کوئی اضافی رقم آپ سے وصول نہیں کی جائے گی۔ پرچے کی پیکنگ اور ڈاک کے اخراجات ادارہ برداشت کرے گا۔ ہمیں درج ذیل رقم بھجوا کر آپ ہر ماہ باقاعدگی سے گھر بیٹھے پرچا حاصل کرسکتی ہیں۔

اگر آپ کو پرچا اندرون ملک نہیں مل پایا ہے تو آپ ایک پرچے کی رقم -/150 روپے بھجوا کر پرچا حاصل کرسکتی ہیں۔

رقم بھجوانے کا آسان ترین طریقہ ایزی پیسہ ہے۔

آپ کسی بھی ایزی پیسہ شاپ، ایزی پیسہ موبائل ایپ یا بینک اکاؤنٹ سے ہمارے اکاؤنٹ نمبر 0317-2266944 میں رقم بھیج کرسکتے ہیں۔

سالانہ خریدار اندرون ملک قارئین کے لیے:

فی ڈائجسٹ -/1800 روپے بھجوائیں

سالانہ خریدار بیرون ملک قارئین کے لیے:

بیرون ملک پاکستانی درج ذیل طریقہ سے رقم بھجوائیں۔

ڈرافٹ بنام "عمران ڈائجسٹ، اکاؤنٹ نمبر 0010000015680030، الائیڈ بینک لمیٹڈ، عیدگاہ برانچ، کراچی، آن لائن کے لیے PK44ABPA0010000015680030" کوشش کریں کہ ڈرافٹ یا چیک کراچی کی کسی برانچ کا ہو اگر کراچی کے علاوہ کسی اور شہر کا ہو تو -/500 روپے زیادہ روانہ کریں، کیونکہ دوسرے شہر کا چیک ہونے کی صورت میں بینک -/500 روپے کمیشن کاٹتا ہے۔

فی ڈائجسٹ افریقہ، یورپ -/22000 روپے، ایشیا، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا -/25000 روپے،

کسی بھی معلومات اور آڈر کے لیے اس واٹس اپ نمبر 0317-2266944 پر رابطہ کریں

ایجنٹ حضرات اس واٹس اپ نمبر 03312266944 پر رابطہ کریں

www.pklibrary.com

نعیمہ ناز

مکمل ناول

آسیب

بشریٰ گھر میں اپنے والد، دو بھائیوں اور بھابھی کے ساتھ رہتی ہے اس کی منگنی اپنے خالہ زاد نوفل سے ہو چکی ہے۔

خالو اور بشریٰ کے والد کی اکثر نوک جھوک اور تلخ کلامی ہوتی رہتی ہے۔ نعمان بھائی اور بھابھی اپنی چار بیٹیوں کے بعد بیٹے کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ آمدنی کم ہے مگر گزارہ ہو رہا ہے۔ جبکہ سفیان کی آمدنی اچھی ہے۔ وہ اپنی پسند کی شادی کے لیے اپنے والد سے اصرار کرتا ہے۔ شبانو آپا والد کو رضامند کرنے میں اس کی مدد کرتی ہیں۔ سفیان کے ولیمے میں بشریٰ کی رخصتی طے ہوتی ہے۔ نوفل کے بہنوئی اپنے والد کے انتقال کی وجہ سے اپنی بیوی کو شادی میں شرکت سے روک دیتے ہیں جس کی وجہ سے نوفل اور بشریٰ شادی ملتوی ہو جاتی ہے۔

دوسری اور آخری قسط

رات صرف تاریک ہی نہیں بلکہ بھیگی ہوئی بھی تھی۔ شب کے آنچل میں اور اس کے سنگ بہتی ہوا میں آنسوؤں کی نمی تھی۔

موبائل کی اسکرین کئی بار روشن ہوئی پھر تاریک ہو گئی۔ بشریٰ نے اپنی بھیگی پلکوں کو خشک کیا اور موبائل آف کر دیا۔

عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اس کی کسی سے بات کرنے کو، کچھ کہنے کو، شکایت کرنے کو یا اپنے احساسات بیان کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ حتیٰ کہ نوفل سے بھی جو ——— کئی بار کال کر چکا تھا۔ میسج بھیج چکا تھا۔ مگر بشریٰ نے خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ مگر یہ خاموشی بس اوپر اوپر کی تھی۔ اندر تو بہت شور برپا تھا۔ ان گنت سوالات تھے، شکوے تھے۔

میرے ساتھ ہی ہمیشہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دو قدم پر دکھائی دینے والی منزل ایک دم ہی کوسوں دور ہو جاتی ہے۔ اندھیرا چھٹتے چھٹتے جیسے ہی اجالوں کا

www.pklibrary.com

گمان ہوتا ہے ویسے ہی پھر سے تاریکیوں کا راج ہو جاتا ہے۔

بشریٰ کو یاسیت نے جکڑا ہوا تھا۔

زندگی فقیر کا کشکول بن گئی تھی، جس میں خوشیوں کے، سکون کے، چمکتے سکے کم تھے بے بسی اور درد کے کھوٹے سکے زیادہ تھے۔

☆☆☆

موسم بدل رہا تھا۔ درختوں سے بچھڑے زرد پتے ہواؤں کی زد میں ادھر ادھر ڈول رہے تھے یا قدموں کے نیچے چرمرا رہے تھے۔ ٹنڈ منڈ شاخیں حسرت سے ان پتوں کو دیکھ رہی تھیں جو ہاتھ چھڑا کر الوداع کہہ رہے تھے۔ یہ انتظار کا موسم تھا۔ نئی کونپلیں کھلنے تک، ٹنڈ منڈ شاخوں کے سرسبز ہونے تک کئی رنگوں کے پھول کھلنے تک ان خالی درختوں اور برہنہ ٹہنیوں کو انتظار کرنا تھا۔ مگر انتظار کا یہ موسم منال اور سفیان کے لیے نہیں تھا ان کی زندگی میں بہار آ رہی تھی۔ دونوں خوش تھے اور بہت خوش تھے مگر ان دو گھرانوں کی خوشیاں ماند پڑ گئی تھیں۔

نوفل کے گھر ہونے والا شور شرابا، ہلا گلا، ہنگامہ اور رونق سب پہ خاموشی کی دبیز چادر پھیل گئی تھی۔ خوشی سے کھلے ہوئے چمکتے چہرے بجھ سے گئے تھے۔

بشریٰ کپڑے تہہ کر کے رکھ رہی تھی۔ زنیرہ آ گئی۔

"آپو شادی میں کتنے دن رہ گئے؟" بچوں کا روز کا سوال تھا۔

"بارہ دن۔"

"جب آپ دلہن بنیں گی نا، تو میں بھی دلہن بنوں گی۔" زنیرہ نے اعلان کیا۔

"مگر میں تو ابھی دلہن نہیں بن رہی۔"

"کیوں؟"

"بس یونہی..... ابھی میرا جوڑا تیار نہیں ہوا جب ہو جائے گا پھر....."

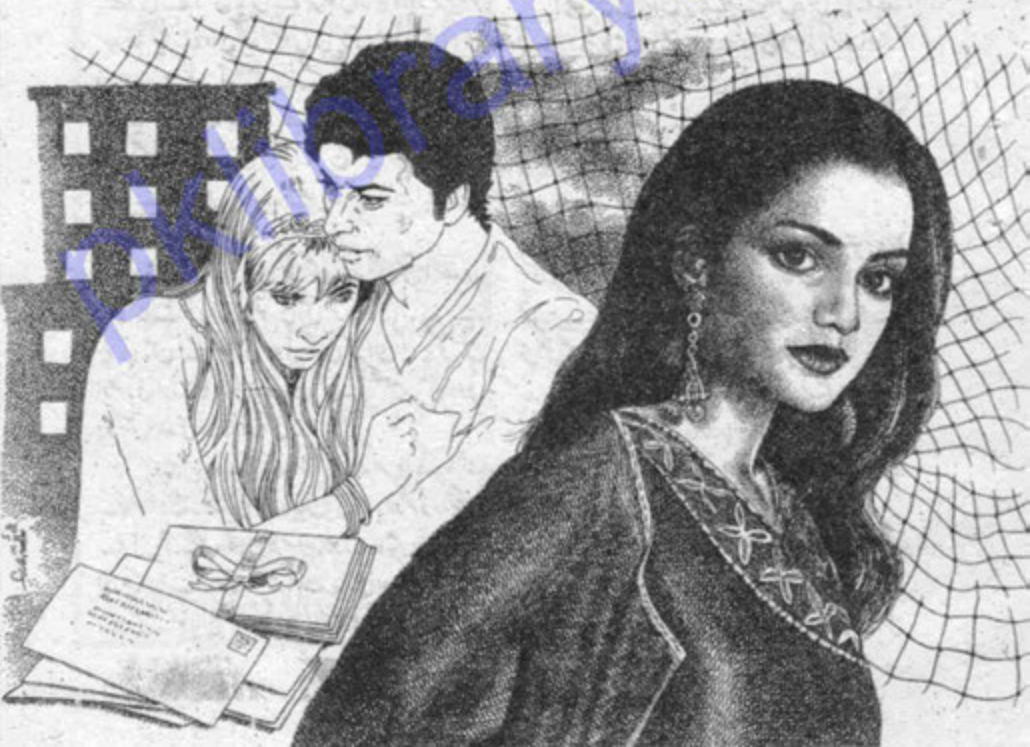

www.pklibrary.com

"کب ہوگا؟" زنیرہ کے تابڑ توڑ سوالات جاری تھے۔ کچھ وقت لگے گا۔

"مناہل چچی کا جوڑا تیار ہوگیا؟"

"ہاں ان کا ہوگیا۔" بشریٰ جیلس نہیں تھی لیکن اپنے لیے افسردہ تھی پھر بھی اس نے خوش رہنے کی یا کم از کم خوش نظر آنے کی کوشش کی۔ سفیان کی بارات میں کتنے ہی رشتے داروں اور ملنے والوں نے اس سے اظہار ہمدردی کیا اور اس کی مسکراہٹ بار بار کملا جاتی، چہرہ بجھ جاتا۔ نوفل کا سامنا کرنے سے بھی گریز کرتی رہی۔ خالہ اور ان کی ساری بیٹیاں بھی موجود تھیں سوائے ایک کے جس کے شوہر نے اپنی ماں کے ساتھ ساتھ بیوی اور بچوں کو بھی عدت میں بٹھا دیا تھا۔ سفیان اپنی دلہن رخصت کرا کے گھر لے آیا تھا۔

☆☆☆

بشریٰ کی آنکھ کھل گئی۔ مندی مندی آنکھوں سے اس نے آس پاس بے خبر سوئی زنیرہ اور بریرہ کو سیدھا کیا۔ دونوں گول مول سی پڑی ہوئی تھیں۔ وہ دوبارہ لیٹ گئی۔ آنکھیں بند تھیں مگر نیند غائب ہو چکی تھی۔ تھکن سے بدن ٹوٹ رہا تھا۔ فقط کل کی تھکن نہیں تھی بلکہ کئی دنوں کی تھی۔ آج بھی مختلف کاموں اور ذمے داریوں کا ایک ڈھیر تھا جن سے اسے نبرد آزما ہونا تھا۔

شانو آپا اور بڑی بھابھی نے بھی حتی المقدور ہاتھ بٹانے کی کوشش تو کی تھی مگر دونوں اپنے اپنے بچوں میں ایسی گھری ہوئی تھیں کہ ان کی ہر کوشش ادھوری اور ناکام ہی رہ جاتی تھی۔ آنکھیں ملتی ہوئی وہ کسل مندی سے اٹھ بیٹھی۔

دوپہر بارہ بجے تک مناہل کے گھر والے ناشتہ لے کر آئے۔ مناہل اور سفیان بھی تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ گلابی کام دار جوڑے میں زیورات اور میک اپ سے آراستہ بہت پیاری اور کھلی کھلی لگ رہی تھی۔ سفیان کڑھائی والے کرتا شلوار میں ملبوس بے حد خوش اور تر و تازہ تھا۔

لمبے چوڑے دستر خوان پر ڈھیروں ڈھیر لوازمات موجود تھے۔ حلوہ پوری، منھائی، بریڈ، جیم، مکھن، کیک رس، رسک، انڈے، پراٹھے، جوس، دودھ، چائے بڑوں سے لے کر بچوں تک سب نے خوب ناشتے سے انصاف کیا۔

مہمان چلے گئے بشریٰ نے کچن سمیٹا۔ ڈھیروں ڈھیر برتن دھوئے۔ ابا ناشتہ کر کے باہر نکل گئے۔ بھابھی اور شانو آپا برآمدے میں بیٹھی محو گفتگو تھیں۔

"نصیب کے کھیل ہیں سب، مناہل کو دیکھو، چھ ماہ میں رشتہ بھی ہوگیا۔ شادی بھی ہوگئی۔ بشریٰ بے چاری کو چھ سال ہو گئے ہر بار کوئی نہ کوئی رکاوٹ آ جاتی ہے۔ ابھی دیکھ لو کام بنتے بنتے بگڑ گیا۔ اچھی بھلی شادی ہو رہی تھی۔ عین وقت پر مصیبت کھڑی ہو گئی۔ خدا جانے کسی کی نظر ہے ہائے لگی ہے یا قسمت کا دوش ہے۔"

بھابھی کی زبان فراٹے سے چل رہی تھی۔ ایک ایک لفظ بشریٰ کی سماعتوں سے خراج وصول کر رہا تھا۔ شانو آپا ہوں ہاں کرتی رہیں۔

"آج سفیان کے ویسے میں ہی بشریٰ کی رخصتی ہو جاتی کتنا اچھا ہوتا اب چار مہینے بعد پھر دوبارہ وہی خرچے۔"

بھابھی نے ایک آہ بھری انہیں سب سے زیادہ ٹینشن اسی کی تھی کہ سفیان نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔ اب بشریٰ کی بارات کی تقریب نعمان کے ذمے ہی لگنی تھی۔

"خالہ سے کہا تو تھا کہ رخصتی لے لیں۔ ولیمہ چار ماہ بعد کریں یا چھ ماہ بعد، ان کی مرضی، مگر وہ مانے ہی نہیں فائقہ کا میاں بھی تو اپنی اصلیت دکھا رہا ہے نا۔" شانو آپا کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

"مجھے تو اپنی بیٹیوں کا سوچ سوچ کے ہول ہوتی ہے۔ خدا جانے کیا ہوگا جب یہ بڑی ہوں گی۔"

"اللہ مالک ہے۔ سب اچھا ہی ہوگا۔ ابھی

www.pklibrary.com

سے کیوں ٹینشن لے رہی ہو۔'' شانو آپا نے مدبر بن کر سر ہلایا۔

کچن سے فارغ ہو کر بشریٰ نے جلدی جلدی کپڑے پریس کیے۔ لوڈ شیڈنگ کا وقت قریب تھا۔

شام میں سفیان نے مناہل اور بشریٰ کو پارلر چھوڑا۔ بیوٹیشن نے پہلے مناہل کو تیار کیا۔ سفیان کے ساتھ اس کا فوٹو شوٹ تھا۔

بشریٰ، ابو کے ساتھ ہال میں آ گئی۔ جو گھر کے قریب ہی تھا۔ شانو آپا نے اپنے بچوں کو تیار کر کے ہال میں بھیج دیا تھا۔ تاکہ وہ خود سکون سے تیار ہو سکیں۔ بھابھی کو بھی یہی مسئلہ درپیش تھا۔ نعمان بھائی اپنی بچیوں کو ہال میں لے آئے اور انہیں بشریٰ کے حوالے کر دیا۔ ان کے کپڑوں اور ساز و سامان کا شاپر بھی ہمراہ تھا۔

بشریٰ نے ڈریسنگ روم میں بچوں کو تیار کیا۔ دل اتنا بوجھل ہو رہا تھا کہ بچوں کی معصوم باتوں سے بھی نہیں بہلا۔

کل رات شادی کی تقریب میں مہمانوں کی اکثریت نے اتنا اظہار ہمدردی کیا تھا کہ اسے آج اپنے بھائی کا ولیمہ اٹینڈ کرتے ہوئے خوف آ رہا تھا۔ لوگوں کی ترس بھری نگاہیں اور ہمدردی و تسلی کے کلمات اسے انتہائی کوفت میں مبتلا کر رہے تھے۔ اپنے بھائی کی خوشی میں پورے دل کے ساتھ شریک ہونا کتنا مشکل ہو گیا تھا۔

مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔ خالہ کی فیملی جلدی آ گئی تھی۔ بشریٰ نے سلام کیا تو خالہ نے اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔

''نصیب میں نہیں تھا ورنہ آج اس وقت ہم باراتی بن کر آتے۔'' خالہ کی آواز میں بڑی رقت تھی۔

بشریٰ نے ایک نظر نوفل کو دیکھا اس کے دل میں ہوک سی اٹھی۔ وہ کسی سے ملتے ہوئے مسکرا رہا تھا مگر اس مسکراہٹ میں کچھ کمی سی تھی اور شاید کچھ نمی میں بھی تھی۔ شاید نہیں یقیناً وہ بھی یہی سوچ رہا تھا جو بشریٰ کے دل میں تھا۔

نوفل نے کئی بار اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی مگر وہ طرح دے گئی۔

''بات کیوں نہیں کر رہی ہو؟'' نوفل نے بالآخر اسے کال کی۔

''میرا دل نہیں چاہ رہا۔''

''دل کو کیا ہوا؟''

''تمہیں نہیں معلوم؟''

''یہ وقت بھی گزر ہی جائے گا۔'' نوفل کی آواز

ابن انشاء کی معروف کتابیں

کتاب کا نام	قیمت	ڈسکاؤنٹ کے بعد
آپ سے کیا پردہ	600/-	450/-
باتیں انشاجی کی	600/-	450/-
بلو کا بستہ	225/-	168/-
قصہ ایک کنوارے کا	225/-	168/-

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے ناول افسانے اب 25% رعایت کے ساتھ گھر بیٹھے منگوائیں۔

فری ڈلیوری۔ پاکستان میں ہر جگہ آن لائن منگوائیں۔

مزید معلومات کے لئے فون کریں

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون: 021-32216361

www.pklibrary.com

دھیمی تھی مگر اس میں امید اور یقین کی جھلک تھی۔

"ہاں یہ وقت گزر جائے گا اور پھر شاید اس سے برا وقت آئے گا۔"

"اتنی نیگیٹو کیوں ہو رہی ہو۔ اچھا سوچو ان شاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔"

"میں نے بہت اچھا اچھا ہی سوچا تھا مگر جو کچھ بھی ہوا وہ بد اور بدترین ہی تھا۔"

بشریٰ کی آواز بھیگنے لگی۔ نوفل بے بس ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے تسلی دے۔

پوری تقریب کے دوران وہ جھوٹی مسکراہٹ چہرے پر سجائے مہمانوں کا سامنا کرتی رہی۔

☆☆☆

شادی کے دو ہفتے بعد کھیر پکوائی ہوگئی اور نئی دلہن کا ہاتھ کام میں لگ گیا۔ جس کے بعد اب منابل کو گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانا تھا۔ مگر اس نے ابتداء ہی سے بڑی بھابھی سے مقابلے کی فضا قائم کر لی۔ اسے بشریٰ پر شدید حیرت ہو رہی تھی۔

"سارا دن تم ہی کام میں لگی رہتی ہو۔ بھابھی تو مل کر پانی بھی نہیں پیتیں۔" کچن میں کام کرتی بشریٰ کو مخاطب کیا۔

"بچے چھوٹے ہیں ان کے جو ہو سکتا ہے وہ کر لیتی ہیں۔" بشریٰ نے سادگی سے ان کی صفائی پیش کی۔

"ہمت ہے تمہاری....."

"مجبوری ہے میری اور بے بسی بھی۔" بشریٰ نے دل میں سوچا منابل کا موڈ ہوتا تو کوئی کام کر لیتی وگرنہ انجان بن جاتی۔ بشریٰ کی ذمے داریوں میں اب ایک فرد کا اور اضافہ ہو گیا تھا۔

☆☆☆

وقت کے سمندر میں دن اور رات کی لہریں یکے بعد دیگرے آ رہی تھیں۔ موسم انگڑائیاں لے کر اپنی چال بدلنے کو تھا۔

ابا ایک شام نعمان اور سفیان کے ساتھ بیٹھک جما کر بیٹھ گئے۔ مسئلہ وہی تھا۔ بارات کی تقریب، کس کے کاندھوں پہ یہ ذمے داری ڈالی جائے؟ ابا نے زیادہ لمبی چوڑی تقریر نہیں کی، بس مختصر بات کی تھی۔

"ڈیڑھ ماہ ہے کیا کرنا ہے؟ کیسے کرنا ہے بتا دو تم دونوں مل کے کر لو آدھا آدھا خرچا ہو جائے گا۔"

"میں نے تو ابھی ابھی ولیمہ کیا ہے۔ اب دوبارہ اتنی رقم کہاں سے لاؤں؟" سفیان نے صاف ہری جھنڈی دکھائی۔

"سادگی سے کر لیتے ہیں ابا! قریبی رشتے داروں کو بلا کر رخصتی کر دیتے ہیں۔" نعمان بھائی نے مشورہ دیا۔

"ایسے کیسے کر دیں خاموشی سے؟ آخری بیاہ ہے ساری برادری کو بلانا پڑے گا ورنہ طعنے ملیں گے۔ سب سے پہلے تو تیرا خالو ہی نہیں چھوڑے گا۔" ابا نے یہ مشورہ تو فوراً ہی رد کر دیا۔

"منجھلی کی بات کی تھی میں نے سبحان سے، ڈھائی لاکھ کی ہے۔ اگلے ماہ دینے پہ راضی ہے۔ تم دونوں مل کر بھر لینا جو مجھ سے ہو سکے گا دے دوں گا۔"

"ہر مہینے بیس ہزار بھرنے ہیں۔ دس ہزار روپے میں کہاں سے لاؤں گا۔ آج کل دھندا ویسے ہی مندا ہے۔" سفیان نے فوراً ہی حساب کتاب لگا لیا۔

"دھندا مندا ہو یا ٹھنڈا ہو۔ محنت کرو اور نوٹ کماؤ بہن کا بیاہ تو کرنا ہے۔"

"دس ہزار میرے لیے بھی بڑا ماؤنٹ ہے ابا۔ فیملی کو بھی دیکھنا ہے۔ میرا حال تو آپ کے سامنے ہی ہے۔"

"اب تو گھر کا حال بھی تمہارے سامنے ہے نا، بہن کی شادی کرنی ہے یا نہیں؟ منع کر دوں تیری خالہ کو؟" ابا جلال میں آ گئے۔

"میں سوچ کر بتاتا ہوں۔" نعمان نے دھیرے سے کہا۔

"میں بھی بعد میں بتاتا ہوں۔" سفیان جان چھڑا کر کھڑا ہو گیا۔

www.pklibrary.com

''سالے بیویوں سے مشورہ کر کے بتائیں گے۔'' ابا بڑبڑا کر رہ گئے۔

بیویوں سے مذاکرات کے باوجود بھی حالات جوں کے توں تھے نعمان بھائی اپنی کم آمدنی اور بڑھتے ہوئے اخراجات کے ہاتھوں بے بس تھے، سفیان اکیلے یہ ذمے داری اٹھانے پر آمادہ نہیں تھا۔

دونوں بھائیوں اور بھابیوں کا مشترکہ موقف یہ تھا کہ قریبی عزیز و اقارب کو بلا کر سادگی سے رخصتی کر دیں۔ مگر اس تجویز پر عمل درآمد کے لیے ابا راضی نہیں تھے۔ انہیں برادری میں اپنی ناک کٹنے کا خدشہ تھا۔ تینوں باپ بیٹوں میں روزانہ بحث ہوتی اور بغیر کسی نتیجے کے ختم ہو جاتی۔

☆☆☆

ایک روز خالہ اور خالو بات کرنے آ گئے۔ ڈرائنگ روم میں ابا کے ہمراہ بیٹھے، ابا کی بات سن کر وہ ہکا بکا رہ گئے۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بھائی صاحب چار ماہ پہلے ہی شادی آگے بڑھ چکی ہے۔ اب آپ مزید آگے بڑھا رہے ہیں۔ یہ تو بہت مشکل ہو جائے گی۔''

''مجبوری ہے پہلے تو سفیان کے ویسے میں ہی معاملہ نبٹ جاتا، اب کیٹی تین ماہ بعد ملے گی تو کام ہو گا۔ ویسے بھی چار ماہ آپ نے انتظار کروایا۔ اب تھوڑا انتظار آپ لوگ کریں۔''

''بدلہ لے رہے ہو؟'' خالو کا لہجہ تند ہوا۔

''مجبوری ہے پہلے آپ کی تھی۔ اب ہماری ہے۔'' ابا نے جواب دیا۔

''بھائی صاحب! آپ شربت کے گلاس پہ گھر سے رخصتی کر دیں ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ مگر شادی کو مزید آگے نہ بڑھائیں۔ یہ اچھا شگن نہیں ہے۔'' خالہ نے منت کی۔

''اب ایسا گیا گزرا اور مٹ پونجیا نہیں ہوں کہ چوروں کی طرح بیٹی کو رخصت کر دوں۔ دھوم دھام سے بیاہ ہو گا جیسے اور بچوں کا کیا ہے۔'' ابا کا لہجہ قطعی تھا۔

''ہمیں دھوم دھڑکا نہیں چاہیے۔ بس لڑکی چاہیے۔ شادی آگے نہیں بڑھے گی اپنے وقت پر ہو گی جو طے ہوا تھا۔'' خالو نے مداخلت کی۔

''طے تو یہ ہوا تھا کہ سفیان کے ویسے پر بشریٰ کی رخصتی ہو گی تو کیوں نہیں لی اس وقت؟'' ابا گرم ہو گئے۔

''بھائی صاحب آپ معاملے کی نزاکت سمجھیں، ضد نہ لگائیں۔'' خالو کے کچھ کہنے سے خالہ نے نرم لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر خالو بیچ میں بول پڑے۔

ابا کے جواب دینے پر دونوں میں گرما گرمی بڑھتی چلی گئی۔ خالہ گھبرا گئیں۔ ڈرائنگ روم سے آتی آوازوں کو سن کر بشریٰ کا دل بری طرح گھبرانے لگا۔

زندگی کے امتحان کبھی ختم ہوں گے یا نہیں؟

☆☆☆

دو روز سے موسم عجیب سا ہو رہا تھا۔ تیز ہوا کے جھونکے اپنے ساتھ دھول مٹی لے کر آتے اور ہر جگہ اپنے نشانات چھوڑ دیتے۔ بشریٰ جھاڑ پونچھ کر کر کے عاجز ہو رہی تھی۔ بچوں کو کھانا دے کر وہ کچھ دیر آرام کی غرض سے لیٹ گئی۔ مشکل سے ایک گھنٹہ سوئی تھی کہ بچوں کے شور شرابے سے آنکھ کھل گئی۔ کمرے سے باہر وہ آئی اور اچانک چکرا کر گر پڑی۔

''آپو گر گئیں۔'' بچوں نے شور مچا دیا۔ بھابھی اور منال اپنے اپنے کمروں سے نکل کر آ گئیں۔ بشریٰ فرش پر بے سدھ پڑی تھی۔ آنکھیں بند تھیں گھر پر اور کوئی نہیں تھا۔

دونوں نے خود ہی بشریٰ کو اٹھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہیں۔ پھر جیسے تیسے گھسیٹ کر اسے کمرے میں لائیں۔ اتنے میں ابا اور سفیان بھی آگے پیچھے آ گئے۔

''کیا ہوا؟'' وہ دونوں گھبرائے ہوئے کمرے میں آ گئے۔ جہاں بھابھی پانی کے چھینٹے ڈال کر بشریٰ کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

www.pklibrary.com

اچانک بشریٰ کے گلے سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلیں اور عجیب طریقے سے وہ گہری گہری سانس لینے لگی۔ ہر سانس کے ساتھ جو آواز اس کے حلق سے نکل رہی تھی۔ وہ غیر انسانی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے بشریٰ نے آنکھیں کھول دیں مگر وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ اور کلائیاں مڑی ہوئی تھیں۔ ہونٹ بھنچے ہوئے اور آنکھیں ہر قسم کے تاثرات اور احساسات سے خالی پتلیاں آنکھوں کے انتہائی کناروں پر بس ایک طرف دیکھ رہی تھیں۔

''ہائے اللہ، یہ تو کچھ اور ہی حالت ہے۔ سفیان جا کر شکوخالہ کو بلا۔'' بھابھی نے سراسیمہ ہو کر سفیان نے کہا۔ ''وہ فوراً ہی شکوخالہ کو بلانے چلا گیا۔

بھابھی اور مناہل بشریٰ کو سنبھالنے لگیں جو بار بار کھڑا ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ دونوں نے بشریٰ کا ایک ایک ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور بار بار اسے بٹھا رہی تھیں۔

شکوخالہ فوراً ہی آ گئیں۔ وہ محلے کی عورتوں کی پیرنی تھیں۔ دم درود اور جھاڑ پھونک میں مہارت رکھتی تھیں۔

بشریٰ کا انہوں نے بغور جائزہ لیا اور پھر اس کے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پکڑ کر قرآن کی سورتیں پڑھنے لگیں۔ ابتدا انہوں نے معوذتین (سورۃ فلق، سورۃ ناس) سے کی۔ بشریٰ بیٹھی ہوئی ادھر ادھر جھوم رہی تھی۔ جیسے ہی شکوخالہ نے اس کی انگلی پکڑ کر پڑھنا شروع کیا۔ وہ چیخنے لگی۔

''چھوڑ دو، چھوڑ دو۔''

شکوخالہ کچھ دیر متواتر پڑھتی رہیں۔ اس دوران بشریٰ نے کئی بار کھڑے ہونے کی اور اپنے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ پھر شکوخالہ نے پڑھائی بند کی اور بولیں۔

''تو جو کوئی بھی ہے تجھے حضرت سلیمان علیہ اسلام کی قسم، یہاں سے جا۔ معصوم جان کو کیوں پریشان کیا ہے۔''

''نہیں جاؤں گی، نہیں جاؤں گی۔ بشریٰ غیر انسانی آواز میں بار بار ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔ اور یہی دہراتے دہراتے وہ اچانک بے سدھ ہو گئی۔

کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھوں اور چہرے کے تاثرات بالکل پہلے کی طرح نارمل تھے۔ اس نے شکوخالہ سمیت گھر کے افراد کو اپنے گرد اکٹھا دیکھا تو پریشان ہو گئی۔

''کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں بیٹا تمہیں چکر آ گیا تھا گر پڑیں تو سب جمع ہو گئے اسے جوس وغیرہ پلاؤ۔'' شکوخالہ نے مناہل سے کہا اور بڑی بھابھی کو اشارہ کیا۔ خود کمرے سے باہر آ گئیں۔ پیچھے پیچھے بڑی بھابھی اور سفیان بھی آ گئے۔

''کیا معاملہ ہے، کیا ہو گیا اسے؟'' جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کا خوف ان کے چہروں پہ رقم تھا۔

''جیسے میں آ گئی ہے بچی، ہری مسجد لے جاؤ وہاں کے مولانا صاحب بہت پہنچے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے جن اتارے ہیں انہوں نے۔''

اتنے میں مناہل نے گھبرائی ہوئی آواز میں سفیان کو بلایا۔

بشریٰ پر پھر وہی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ سب دوبارہ کمرے میں بشریٰ کے گرد جمع ہو گئے۔

''جلدی سے رکشہ لے آؤ جب تک میں سنبھالتی ہوں اسے۔'' شکوخالہ نے سفیان کو ہدایت کی اور خود بشریٰ کے دائیں ہاتھ کی چھنگلیا پکڑ کر دعائیں پڑھنے لگیں۔

رکشہ آ گیا۔ بشریٰ کو زبردستی کسی نہ کسی طرح بٹھایا۔ وہ جانے پر راضی نہیں تھی۔ مناہل اور سفیان اس کے دائیں بائیں بیٹھے اور رکشہ ڈرائیور کے ساتھ ٹک گئے۔

جیسے ہی مسجد پہنچے بشریٰ اکڑ گئی اور رکشے سے اترنے سے انکاری ہو گئی۔

''چھوڑ دو، چھوڑ دو مجھے، نہیں جاؤں گی، نہیں جاؤں گی۔'' مناہل اور سفیان اسے زبردستی اندر لے

www.pklibrary.com

گئے۔

مولانا صاحب نے تسبیح پڑھتے ہوئے اپنی موٹی غلافی آنکھیں اوپر اٹھائیں۔ ایک نظر بشریٰ کو دیکھا اور مسکرا دیے۔

"وہ جھی کمزوری ہے اس بچی کی طرح، اسی کی ہم عمر ہے پریشان مت ہوں۔ جلدی پیچھا چھوڑ دے گی۔"

"کون؟" منابل نے خوف زدہ ہو کر پہلے انہیں پھر بشریٰ کو دیکھا۔

"ہمارے علاوہ بھی دنیا میں اور دوسری مخلوقات ہیں۔ ہمارے آس پاس بھی ہوتی ہیں۔ کوئی بے احتیاطی یا گستاخی ہو جائے یا پسندیدگی کے بھی معاملات ہوتے ہیں تو وہ کسی پر جھی ظاہر ہو جاتی ہیں۔" منابل کو جواب دے کر وہ بشریٰ کی طرف متوجہ ہوئے جو بیٹھی بیٹھی جھوم رہی تھی۔

مولانا صاحب نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور پڑھنا شروع کیا۔ بشریٰ پہ دم کر کے انہوں نے ایک تعویز گلے میں ڈالنے کے لیے دیا۔ ایک تعویز سر پہ رگڑنے کے لیے اور دم کیا ہوا پانی پلانے کے لیے دیا۔

مولانا صاحب کا ہدیہ دو ہزار روپے تھا۔ ابا اور سفیان دونوں نے ملا کر یہ ہدیہ ادا کیا اور گھر چلے آئے۔ گھر میں محلے کی عورتوں کے ساتھ ساتھ خالہ اور فائقہ بھی موجود تھیں۔

"کیا ہو گیا میری بچی کو؟" خالہ مضطرب ہو کر ان کی طرف لپکیں۔

"اللہ جانے، بیٹھے بٹھائے کیا نئی افتاد آن پڑی سر پہ۔" ابا منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ ان کا سر بری طرح چکرا رہا تھا ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا ادھر بشریٰ گم صم کمرے میں ایک طرف لیٹی تھی۔ کچھ دیر بعد پھر اس کی کیفیت ویسی ہی ہونے لگی۔ عجیب غیر انسانی آواز کے ساتھ گہرے گہرے سانس تمام جسم اور ہاتھ پیروں پہ کھنچ کی سی کیفیت، آنکھوں کی پتلیاں اوپر چڑھ گئیں۔ شکوخالہ سمیت دو عورتوں نے مضبوطی سے اس کے ہاتھ پکڑ لیے جنہیں چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ زور آزمائی کر رہی تھی۔ "چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو۔"

منابل نے مولانا صاحب کا دیا ہوا تعویز بشریٰ کے سر پہ رگڑا اور سفیان نے دم کیا ہوا پانی زبردستی اس کے منہ میں ڈالا۔ بشریٰ نے سختی سے اپنا منہ بھینچ رکھا تھا۔

"پینے نہیں دے رہی۔ دیکھو ذرا کیسے بچی کا منہ بند کر رکھا ہے۔" شکوخالہ نے تاسف سے بشریٰ کو دیکھتے ہوئے نادیدہ مخلوق پر تبصرہ کیا۔

"کوئی مونث ہے؟" کسی نے سوال کیا۔

منابل مولانا صاحب کی بتائی گئی معلومات دینے لگی۔ جس پر مختلف خواتین کی مختلف رائے تھی۔

"مجھے تو کسی کی سواری لگ رہی ہے۔"

"کوئی نہیں، وہ تو اچھے بزرگوں کی ہوتی ہے۔ اس میں ایسی حالت نہیں ہوتی یہ تو کوئی شریر مخلوق ہے۔ جھپٹے میں آئی ہے۔" شاہدہ بھابھی نے اختلاف کیا۔

"کہیں گئی تھی کیا؟ یہ جو اسکول کے پاس پیپل کا پیڑ ہے۔ یہاں سے تو نہیں گزری؟ کئی عورتوں پہ یہ آسیب آ چکا ہے؟ یہ تو بہت طاقت ور ہے۔ کسی عام مولوی کے بس کا نہیں ہے۔"

"کہیں بھی نہیں گئی تھی۔ گھر میں ہی تھی۔" بھابھی نے جواب دیا۔

"اوپر گئی ہو گی چھت پر، یہ اپنی گلی سے لے کر ادھر برگد کے پیڑ تک چھلاووں کی گزرگاہ ہے۔ ننگے سر، کھلے بال چھت پر جاؤ تو یہ چھلاوے گھیر لیتے ہیں۔ میری جیٹھانی کی بیٹی کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ تین ہٹی والی سرکار سے علاج کرایا۔ تب کہیں جا کر جان چھوٹی۔" عالیہ بھابھی نے وثوق سے اپنی رائے اور مشاہدہ پیش کیا۔

خالہ ٹکر ٹکر ایک ایک کی شکل دیکھ رہی تھیں پھر اور آخر میں ان کی نظریں بشریٰ پر ٹک جاتیں، ان کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ کیا

www.pklibrary.com

کریں، کیا کہیں؟

''امی مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔'' فائقہ کے چہرے پہ شدید خوف تھا۔ بشریٰ کو دیکھتے ہوئے اس کی نگاہوں میں میں ترحم بھی تھا اور ڈر بھی۔

''میں گھر جاؤں؟''

''جاؤ۔''

ایک ایک کر کے محلے کی عورتیں چلی گئیں۔ اور جانے سے پہلے سب نے ہی بھانت بھانت کے قصے اور واقعات سنائے اور انواع و اقسام کے مشورے دیے۔

خالہ وہیں بیٹھی رہیں۔ دو ڈھائی گھنٹے میں تقریباً پانچ سے چھ بار بشریٰ کی وہی حالت ہوئی، ہر بار اس کے سر پہ تعویذ رگڑ کے زبردستی منہ کھول کے دم کیا ہوا پانی ڈالا جاتا اور تھوڑی دیر بعد وہ بے سدھ ہو جاتی۔ اس وقت وہ سوگئی تھی۔

خالہ نے اس کا زرد اور کمزور چہرہ دیکھا پھر بھابھی اور منال کی طرف متوجہ ہوئیں۔ مگر دونوں کے پاس بتانے، سنانے کو کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہی باتیں جو پہلے بتائی تھیں۔ دوبارہ کہہ دیں۔

''ایسے کیسے بیٹھے بٹھائے یہ حالت ہوگئی؟'' خالہ نے اپنا سر پکڑ لیا۔

''اوپر چھت پر تو کسی نہ کسی کام سے جاتی ہی رہتی ہے۔ کل کپڑے دھوئے تھے۔ دن میں پھیلانے گئی۔ بچوں کے کچھ کپڑے مغرب کے وقت لے آئی تھی۔ شاید جب ہی کچھ ہوا ہے۔'' بڑی بھابھی دھیرے سے بولیں۔

''مولانا صاحب نے ہر دوسرے دن دم کرنے کے لیے بلایا تھا۔ دو ہفتے کا وقت دیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ وہ جو بھی نادیدہ مخلوق ہے دو ہفتے کے اندر اندر بھاگ جائے گی اور بشریٰ ٹھیک ہو جائے گی۔''

''بچیوں کا کیا کروں؟'' بھابھی پریشان بھی تھیں اور سہمی ہوئی بھی۔ ان کے بچوں کا زیادہ وقت تو بشریٰ کے ساتھ ہی گزرتا تھا۔ اب ایسی صورت حال میں چھوٹی چھوٹی بچیوں کا بشریٰ کے ساتھ رہنا؟

یہ مشکل شگو خالہ نے دور کر دی۔ انہوں نے خود بھی دعائیں پڑھ کر حصار باندھ دیا تھا۔ پھر بھابھی کی مزید تسلی کے لیے مولانا صاحب سے تعویز لا کر بچیوں کے گلے میں ڈال دیے تھے۔

☆☆☆

خالہ بہت دیر بیٹھ کر اپنے گھر گئیں۔ فائقہ نے ساری بہنوں کو فون کھڑکا دیے تھے۔ کل سب کی سب آ رہی تھیں۔ فائقہ نے اپنی آنکھوں دیکھا جو حال بہنوں کو سنایا تھا اسے سن کر سب ہی حواس باختہ ہوگئی تھیں اور اب ماں کو کال کر کے پوچھ رہی تھیں۔

''کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟ اب کیا ہو گا؟''

خالہ کے پاس تو کیا بشریٰ کے گھر میں بھی کسی کے پاس ان میں سے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

نوفل آیا اور سن کر ہکا بکا رہ گیا۔

''میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بھائی! بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے میں کوئی ہارر مووی دیکھ رہی ہوں۔ بہت ہی ڈر لگ رہا تھا، میں تو گھر آ کر بھی کتنی دیر دعائیں پڑھتی رہی۔'' فائقہ کو بولتے بولتے جھرجھری آ گئی۔

''میں خالو سے مل کر آتا ہوں۔'' نوفل فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھ جاؤ صاحب زادے ان سے مل کر کیا کرو گے؟ خدا جانے کس قسم کا آسیب ہے اس گھر میں اور اس لڑکی پہ کوئی بلا ہمارے گھر تک آ گئی خدانخواستہ تو ہم کیا کریں گے۔'' خالو نے حکم دیا۔

''مگر ابو! اس وقت انہیں ہماری مورل سپورٹ کی ضرورت ہے۔'' نوفل نے احتجاج کیا۔

''اس وقت ہمیں اپنے بچاؤ کی ضرورت ہے۔ تمہاری ماں کا جانا کافی ہے بس اور کسی کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' ابو کا لہجہ قطعی تھا۔

''امی!'' نوفل نے مدد کے لیے ماں کو پکارا۔

''تمہارے ابو ٹھیک کہہ رہے ہیں نوفل، ذرا

www.pklibrary.com

ٹھہر جاؤ۔ مولوی صاحب نے دو ہفتے کا وقت دیا ہے یہ دن نکل جائیں پھر چلے جانا۔" امی کی آواز میں مایوسی اور بے بسی تھی۔

"امی..... آپ بھی؟"

"بیٹا! ہم انسانوں کا اور حالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں مگر ایسی ان دیکھی مخلوقات کا مقابلہ ہمارے بس کی بات نہیں، خدانخواستہ تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو ہم کیا کریں گے؟"

"امی ٹھیک کہہ رہی ہیں بھائی میری سسرال میں بھی ایک لڑکی کے ساتھ یہی ہوا تھا۔ جن آ گیا تھا اس پر اور جس لڑکے کے ساتھ رشتہ طے تھا۔ جن نے اسے بھی اتنا تنگ کیا، اتنا پریشان کیا کہ رشتہ ہی ختم کرنا پڑا۔" فائقہ نے آنکھیں پھیلا کر والدین کی حمایت کی۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا، کیا واقعی یہ سب ہوتا ہے؟" نوفل نے پریشانی کے عالم میں اپنا سر تھام لیا۔

"کیوں نہیں ہوتا۔ جنوں کا ذکر تو قرآن میں بھی آیا ہے۔ اپنے محلے میں شکور انکل کی بہو پہ بھی تو جن آ گیا تھا۔ ہے نا امی بے چاری ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئیں۔"

فائقہ نے ماں سے تصدیق چاہی جو ہوں ہاں بھی نہ کر سکیں کہ اپنی اوہیڑ بن میں تھیں۔

"خدا بہتر جانتا ہے ان بچوں کی قسمتوں میں کیا لکھا ہے۔ انہوں نے ترحم اور بے بسی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھا جو یکا یک بجھ گیا تھا۔"

تاریک شب کی سحر ہو تو جاتی ہے مگر کون جانے کہ یہ صبح کب ہوگی؟ کب پو پھٹے گی؟ کب اجالا ہو گا؟

☆☆☆

شادو آپا اپنے بھاری بھرکم وجود کے ساتھ ہانپتی کانپتی گھر پہنچی تھیں۔ انہیں سفیان نے کال کر کے بلایا تھا۔ بتایا کچھ نہیں بس یہ کہا تھا کہ بشریٰ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

گھر آنے کے بعد جب انہیں بھابھی نے صورت حال سے آگاہ کیا تو ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔

"یہ کیا ہو گیا؟ شادی سر پر ہے اور یہ نئی مصیبت سر پر آ گئی۔ وہ بے چاری روہانسی ہو گئیں۔

"مولوی صاحب نے کیا بتایا ہے؟" اپنے آنسو صاف کر کے وہ دوبارہ گویا ہوئیں بھابھی نے ایک بار پھر ساری تفصیلات دہرائیں۔ جنہیں سن کر آپا نے رائے دی۔

"مغرب کے وقت اوپر گئی تھی نا، چھلاوے کے چھپنے میں آ گئی۔"

"ہو سکتا ہے۔" بھابھی نے اپنی پیشانی مسلی۔ ان کے سر میں درد شروع ہو گیا تھا۔

"خالہ آئی تھیں؟"

"ہاں، فائقہ بھی آئی تھی۔"

"اور کوئی نہیں آیا؟ خالو، نوفل وغیرہ؟"

"نہیں۔"

"ایسی باتیں سن کر کون آتا ہے۔" آپا نے مایوسی کے عالم میں خود کلامی کی۔

"اب کیا ہو گا ابا، شادی کیسے ہو گی؟ ایسی چیزیں اتنی آسانی سے تو پیچھا نہیں چھوڑتیں، کبھی کبھی تو خدانخواستہ ساری عمر ہی....."

آپا کی آواز بھرا گئی۔ انہیں بانو دادی یاد آ گئیں جو ابا کی خالہ تھیں۔ بہت خوب صورت تھیں۔ جوانی میں ان پر جن آ گیا تھا جس نے بڑھاپے میں بھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ وہ اکثر بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو جاتیں، گھنٹوں خلاؤں میں کسی نادیدہ شے کو گھورتی رہتیں، لایعنی الفاظ بڑبڑاتیں جو کبھی کسی کی سمجھ میں نہیں آئے۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں ہر ایک پہ ہر بات پہ غصہ آنے لگتا ان کا آسیب ان کی موت کے ساتھ ہی ٹلا۔

بانو دادی کو یاد کرتے ہوئے آپا نے بشریٰ کا تصور کیا اور ان کا دل سہم گیا۔ خوف کے مارے جھرجھری سی آ گئی۔ وہ بشریٰ کے سرہانے بیٹھ گئیں۔

www.pklibrary.com

وہ غنودگی میں تھی۔

"یا اللہ میری بہن کو ٹھیک کر دے۔ وہ جو کوئی بھی بلا ہے آسیب ہے چھلاوا ہے یا کوئی جن، جو کچھ بھی ہے۔ یا اللہ اس مصیبت کو میری بہن سے دور کر دے۔"

صدق دل سے دعا مانگتے ہوئے انہوں نے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کیں۔

کچھ دیر بعد بشریٰ بیدار ہو گئی تھی۔

"آپا، آپ کب آئیں، بچے کہاں ہیں۔" بال سمیٹتی ہوئی وہ کرسی مسندی سے اٹھ بیٹھی۔

"کافی دیر پہلے آئی تھی، بچوں کو گھر چھوڑ آئی ہوں میں تو بس تمہیں دیکھنے آئی تھی۔"

"مجھے؟ مجھے کیا ہوا ہے؟" بشریٰ کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"کچھ خاص نہیں، تم چکرا کے گر پڑی تھیں۔ تھوڑی دیر پہلے آپا کا فون آیا تو میں نے ذکر کر دیا۔ وہ تمہیں دیکھنے آ گئیں۔" آپا کے گڑبڑانے پر منائل نے آگے بڑھ کر بات سنبھالی۔

"میں چکرا کے گر پڑی؟ کب؟" بشریٰ مزید حیران ہونے کے ساتھ اب کچھ پریشان بھی تھی۔

"دوپہر کی بات ہے، چلو چھوڑو، تم پریشان مت ہو، کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔" بھابھی نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"تو کیا میں دوپہر سے اب تک سوتی رہی ہوں؟" بشریٰ کو کچھ یاد نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ وہ کس کیفیت اور حالت سے گزری تھی اسے کہاں لے کر گئے تھے۔ اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

"میں کھانا لے آتی ہوں۔ تم کھانا کھا لو۔" منائل نے اپنائیت سے کہا۔ شانو آپا کچھ دیر مزید بیٹھ کر چلی گئیں۔

رات بھر گھر والے جاگتے رہے۔ اور رات میں پھر چند بار وہی حالت، باری باری سب جاگتے رہے اور بشریٰ کو دیکھتے رہے۔

"اب کیا ہو گا نعمان؟ ایسے کیسے چلے گا؟"

"میں اکیلی بچوں کو بھی سنبھالوں، کام بھی کروں، پھر بشریٰ کو بھی دیکھنا ہوتا ہے۔" بھابھی بے انتہا گھبرا گئی تھیں۔ شوہر کے آگے دکھڑا رویا تو ان کی نگاہوں میں خفگی ابھر آئی۔

"بہت خود غرض یلفیش ہو تمہیں اپنے آرام کی فکر ہے بشریٰ کا تو سوچو، کتنی بڑی مصیبت بیٹھے بٹھائے گلے پڑ گئی۔ اس کی شادی ہونے والی ہے۔ ایسی باتیں سن کر کون ثابت قدم رہتا ہے۔ خالہ کے گھر سے سوائے خالہ کے اور کوئی نہیں آیا۔ بشریٰ کا احوال پوچھنے مجھے نوفل سے بڑی امید تھی مگر وہ بھی....."

نعمان بھائی نے تاسف سے کہتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ان کے چہرے پہ دکھ کی تحریر رقم تھی۔ بھابھی کو کچھ دیر خاموشی نے آن گھیرا۔

"مجھے سب سے زیادہ بچیوں کی فکر ہو رہی ہے۔ وہ بہت چھوٹی ہیں ابھی اور....." بھابھی نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"میرا تو دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں؟" نعمان نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

دن نکلا تو نعمان ڈیوٹی پر چلا گیا۔ ابا اور سفیان گھر پر ہی تھے ذرا دن چڑھے شکو خالہ اور خالہ آگے پیچھے آ گئیں۔ بھابھی بچوں کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔ منائل کچن میں کام کر رہی تھی۔ سفیان اور ابا بشریٰ کو دم کروانے مولانا صاحب کے پاس لے گئے۔ خالہ گھر آئیں تو فائقہ آئی ہوئی تھی۔ ماں سے بشریٰ کا احوال سن کر وہ دنگ رہ گئی۔

"ہائے اللہ امی، ایسی چیزیں تو ساری زندگی بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں اب شادی کیسے ہو گی؟ بھائی کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔" فائقہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ لہجے میں ہزار اندیشے بول رہے تھے۔

"اللہ مالک ہے۔" امی چپ چپ تھیں۔ دوپہر تک اور بیٹیاں بھی آ گئیں۔ سب کو بشریٰ سے ہمدردی بہت تھی مگر اپنے اور اپنے بچوں کے لیے

www.pklibrary.com

خوف زدہ بھی بہت تھیں۔ لہٰذا بشریٰ کے گھر کوئی نہ جا سکا۔

نوفل کو بھی بہنوں نے وہاں جانے سے منع کر دیا۔

"ایک ہی بھائی ہے ہمارا ان کے لیے کوئی رسک نہیں لے سکتے ہم۔" وہ سب ہم زبان و یک جان ہو کر ماں کے سامنے بولیں۔

"اگر کوئی چڑیل بھوتنی یا جنی مجھ پہ آ جاتی تو تم لوگ کیا کرتے؟" نوفل نے سوال کیا۔

"مردوں پہ اس قسم کی مخلوقات نہیں آتیں۔" باجی نے تبصرہ کیا۔

"کیوں؟"

"ہو سکتا ہے ان کی دنیا میں بھی ہم انسانوں کی طرح کے معاملات ہوں مردوں کو سب کچھ کرنے کی آزادی ہو خواتین پر پابندیاں ہوں۔" باجی کے بے ساختہ بولنے پر اتنے سنجیدہ اور کشیدہ ماحول میں بھی سب کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆

شگوفہ نے ایک وزدیدہ نگاہ بشریٰ پر ڈالی جو یونہی بیٹھی خلاؤں میں گھور رہی تھی۔

"کیا کہا مولانا صاحب نے؟" انہوں نے بھابھی کے کانوں میں سرگوشی کی۔

"پڑھائی کر رہے ہیں۔ دو تین باتوں سے منع کیا ہے ایک تو زیادہ لوگوں سے ملنے جلنے کو منع کیا ہے۔ خصوصاً گھر سے باہر کے لوگ اور مرغن اور مزے دار کھانے منع کیے ہیں۔" بشریٰ جو کھانے کی فرمائش کرے۔ وہ تو بالکل منع ہے۔"

"ہاں ایسے معاملات میں اچھا کھانا پینا تو منع ہی ہوتا ہے۔ بشریٰ تھوڑی کھائے گی۔ اصل میں تو وہ کھائے گی۔" شگوفہ نے اپنی معلومات کا مظاہرہ کیا۔

"مولانا صاحب بھی یہی کہہ رہے تھے۔ اور بہت کچھ بتایا ہے انہوں نے۔" بھابھی تقریباً سرگوشی میں بات کر رہی تھیں۔

"اچھا۔" شگوفہ کی آنکھوں میں دلچسپی اور تجسس کی چمک ابھری۔

"ہندو ہے۔ ایک نہیں ہے پورا خاندان ہے۔ گراؤنڈ کے پاس جو نالہ ہے نا، وہاں بسیرا ہے۔ بشریٰ جیسی ہی کم عمر لڑکی ہے۔ دو ہفتے پہلے بشریٰ وہاں سے گزری تھی۔ تب سے وہ ساتھ ہی آ گئی بشریٰ کی مسکراہٹ اور آنکھیں پسند آئی ہیں۔ سہیلی بنانا چاہتی ہے۔"

بھابھی دھیرے دھیرے سرگوشیوں میں ساری رام کہانی سنا رہی تھیں اور شگوفہ کی آنکھیں معنی خیز انداز میں پھیلتی جا رہی تھیں۔ ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اگلے چند گھنٹوں میں یہ کہانی پورے محلے میں وائرل ہونے والی ہے۔

☆☆☆

مناہل نے نماز کے بعد دعا مانگی۔ معوذتین پڑھ کر خود پہ دم کیا اور کچن میں آ گئی۔ آلو پالک کی سبزی بنائی تھی۔ وہ تیار تھی۔ مناہل روٹیاں پکانے لگی۔ اتنے میں بشریٰ کچن میں آ گئی۔ وہ بہت پریشان تھی۔

"میرا موبائل نہیں مل رہا آپ نے دیکھا ہے؟"

"تمہارا موبائل تو..... ٹھیک ہونے کے لیے دیا ہے۔ خراب ہو گیا تھا نا۔" مناہل نے روٹی توے پر ڈالی۔

"اچھا!" بشریٰ کے چہرے پہ مایوسی چھا گئی۔

"کب ٹھیک ہو گا؟"

"بہت جلد ہی، سفیان لے آئیں گے۔ تم فکر نہ کرو تم نے نماز پڑھ لی تو کھانا کھا لو۔"

"ابھی دل نہیں چاہ رہا نماز پڑھنے کو۔ بعد میں پڑھ لوں گی مجھے بھوک لگ رہی ہے کھانا دے دیں۔"

بشریٰ اکھڑے اکھڑے انداز میں بول رہی تھی۔ موبائل کا سن کر اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اور پہلے تو اس کا مزاج ایسا نہیں تھا مگر آج کل اس کے مزاج میں تندی آ گئی تھی۔ مرضی کے خلاف کوئی بات ہو تو غصہ کرنے لگتی تھی۔ طبیعت میں ضد کا عنصر بھی

www.pklibrary.com

شامل ہو گیا تھا اور مولانا صاحب نے نماز کی پابندی اور کچھ دعائیں پڑھنے کی تاکید کی تھی مگر بشریٰ کبھی کبھی صاف انکار کر دیتی کہ دل نہیں چاہ رہا۔

مناہل یہ سب باتیں نوٹ کر رہی تھی۔ ہر دوسرے روز بشریٰ کو دم کروانے جاتے تو ایک پرچے پر ساری کیفیت اور صورت حال لکھ کر دے دیتی تھی۔

"کیا پکایا ہے؟" بشریٰ نے ڈھکن کھول کر ہنڈیا دیکھی اور منہ بنا لیا۔

"میں آلو پالک نہیں کھاؤں گی۔ مجھے کباب تل دیں۔"

"کباب تو ختم ہو گئے تھے رات میں۔" مناہل ہچکچائی بشریٰ کو گوشت کی اور چٹ پٹی چیزیں سختی سے منع تھیں۔

"جھوٹ مت بولیں دو کباب فریج میں رکھتے ہیں۔ مجھے سب پتا ہے۔ بے وقوف نہ بنائیں۔" بشریٰ اچانک ہی جارحانہ ہو گئی۔

مناہل چونک پڑی دو کباب بچے ہوئے اسی نے فریزر میں رکھے تھے اور چھپا کر رکھے تھے۔ بشریٰ کو کیسے علم ہوا؟ مناہل کو اب اکثر بشریٰ کی باتوں اور رویے سے ڈر لگنے لگا تھا مگر مولانا صاحب نے کہا تھا کہ وہ کسی کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس لیے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

"ڈاکٹر نے کباب کھانے کو منع کیا ہے۔ نقصان کریں گے تمہیں طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو میں خود بہت سارے کباب بنا دوں گی تمہیں۔" مناہل نے روٹی سینک کر ہاٹ پاٹ میں رکھی۔

"مجھے کباب کھانے ہیں تو بس کھانے ہیں۔" بشریٰ نے غصے میں فریزر کھول کر کباب نکال لیے۔ اور فرائنگ پین میں فرائی کر کے کھانا اندر لے گئی۔

بھابھی سارا تماشا دیکھ رہی تھیں۔ مناہل کے قریب آئیں۔

"وہ غصہ دلاتی ہے بشریٰ کو، اس کا دل چاہ رہا ہوگا کباب کھانے کو۔"

"پتا نہیں۔" مناہل الجھی ہوئی تھی۔ کوئی بات تھی جو اسے پریشان کر رہی تھی مگر وہ الجھن کیا ہے۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

☆☆☆

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ چڑیاؤں نے شور مچایا ہوا تھا۔ خالہ نے سیم اور آلو کاٹ کر پیالے میں ڈالے اور خود کو زبردستی گھسیٹتی ہوئی کچن میں چلی گئیں۔

سبزی بگھارتے ہوئے بار بار آہیں بھر رہی تھیں۔ جوڑوں کی تکلیف بھی آج کل شدید ہو گئی تھی۔ گھر کا کام کاج بڑی مشکل سے کر رہی تھیں۔ کوئی لڑکی آ جاتی تو کوئی نہ کوئی کام کر جاتی وگرنہ وہ خود ہی اکیلی جیسے تیسے کاموں کو نمٹاتی رہتیں۔

"کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا۔ شادی وقت پر ہو جاتی تو آج بشریٰ بہو بن کر یہاں ہوتی، گھر سنبھال لیتی رونق ہو جاتی یہاں مگر افسوس۔" سارے ارادے ٹوٹ گئے، سارے خواب بکھر گئے۔

مسلا بھونتے ہوئے وہ مسلسل آہیں بھر رہی تھیں۔ بھانجی کے متعلق سوچ سوچ کر ان کا دل دکھ اور صدمے سے بھر جاتا معاملہ ایسا آن پڑا تھا کہ انہیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

چولہے پہ ہنڈیا چھوڑ کر وہ کمرے میں آئیں جہاں شوہر صاحب بیٹھے موبائل میں مگن تھے، نوفل کے آنے کا وقت ہو رہا تھا وہ بھی آ ہی گیا۔ کپڑے تبدیل کر کے فریش ہو کر آ گیا۔ خالہ روٹی پکانے کچن میں آئیں تو وہ نوفل وہیں چلا آیا۔

"وہاں گئی تھیں آپ؟"

"روز ہی جاتی ہوں مگر مولانا صاحب نے تاکید کی ہے کہ بشریٰ باہر کے کسی فرد سے نہ ملاقات کرے نہ بات بس تھوڑی دیر بیٹھ کر اسے دیکھ کر آ جاتی ہوں۔"

"مولانا صاحب کیا کہتے ہیں؟" نوفل روزانہ یہ سوال دہراتا تھا اور روز ایک ہی جواب سنتا تھا ماں سے۔

"ٹھیک ہو جائے گی۔ اب کچھ وقت تو لگے

www.pklibrary.com

گا۔''

''اور حالات ٹھیک ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟'' مایوسی کے عالم میں وہاں سے نکل آیا۔

زندگی کے داؤ پیچ اور پیچیدگیاں انتہائی تکلیف دہ ہو گئے تھے مشکلات اور مصائب شدید ہوتے ہیں اور آس پاس لوگوں کے رویے ان مصائب کو مزید مہیب اور زیادہ اذیت ناک بنا دیتے ہیں۔ نوفل کے گھر میں سوائے ماں کے سب کا رویہ اور باتیں تکلیف دہ ہوتی تھیں۔

ابو نے تو امی اور نوفل سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ کسی بھی آسیب زدہ لڑکی کو اپنے گھر کی بہو نہیں بنائیں گے۔ بے شک وہ بیوی کی سگی بھانجی اور بیٹے کی پسند ہی کیوں نہ ہو۔ بیٹیوں کو بشریٰ سے ہمدردی تھی اس کے ٹھیک ہونے کی خواہش اور دعا میں بھی کر رہی تھیں مگر اپنے اکلوتے بھائی سے محبت بھی بہت تھی۔

ان دیکھی مخلوق سے ڈر اور خوف فطری تھا، ایک ہی محلے میں بات مخفی رہنا محال تھا جب کہ شکوخالہ جیسی بی بی سی کی نمائندہ محلے میں موجود ہوں۔ جو بشریٰ کے بارے میں حاصل کردہ یہ معلومات تمام گھروں خصوصاً نوفل کے گھرانے تک پہنچانے میں پرعزم ہوں۔

نوفل کے والد کو اپنے اکلوتے بیٹے کی جان اور مستقبل عزیز تھا خالہ کے دل کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ ایک بیٹے کی محبت اور اس کے حوالے سے خوف وخدشات سے بھرا ہوا تھا۔ دوسرے ٹکڑے میں بھانجی کا خیال اور اس کی محبت تھی۔ اسے یوں بیچ منجدھار میں چھوڑ دینے کا خیال ہی انہیں لرزا دیتا تھا۔ خوف خدا کوئی بھی انتہائی بات کرنے سے ان کی زبان روک دیتا۔ وہ بے بسی کے عالم میں اللہ کے حضور دعا گو تھیں۔

بشریٰ کی حالت اور بیٹے کا حال دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ جو بچی کے دو پاٹوں کے بیچ پس رہا تھا۔ اس کی خواہش اور خواب درد بن گئے تھے، باپ کا رویہ، مزاج اور زبان تیکھے ہو گئے تھے۔ بے شک ان کا فیصلہ بیٹے کی محبت، اس کے مفاد اور بھلائی میں ہی تھا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض اوقات انسان اپنی اولاد کی محبت اور بھلائی میں جو فیصلے کرتا ہے وہ دوسرے کی اولاد کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔

نوفل چھت پر چلا گیا تھا۔ چائے کا کپ منڈیر پہ رکھے بہت دیر سے اندھیرے اجالے کا تال میل دیکھ رہا تھا۔

کبھی تو ذہن گنجلک خیالات کی آماجگاہ بن جاتا وہ سوچ سوچ کے پاگل سا ہو جاتا مگر گھپ اندھیرے میں روشنی کی معمولی سی کرن ڈھونڈنا بھی محال ہو جاتا اور کبھی اپنا آپ بالکل خالی لگتا، کوئی خیال نہیں کوئی آواز نہیں کوئی امید، کوئی خواہش، کچھ بھی نہیں، بس ایک خاموشی، سناٹا اور تنہائی دور دور تک پھیلے ہوئے محسوس ہوتے۔

''کیسی عجیب زندگی ہو گئی ہے؟'' نوفل نے منڈیر پہ رکھا مگ اٹھایا اور ٹھنڈی چائے کا گھونٹ بھرا جو زندگی کی طرح بدمزہ اور بے ذائقہ ہو چکی تھی۔

خوشیاں روٹھ جاتی ہیں یا قسمت، سمجھ میں نہیں آتا اور نہ ہی کوئی تدبیر سجھائی دیتی ہے کہ ان روٹھی ہوئی خوشیوں کو کیسے منایا جائے۔ واپس زندگی میں کیسے لایا جائے۔

نوفل وہیں بیٹھا سوچتا رہا۔

دل نے کیا کیا نہ سوچا تھا یہ دن جو دونوں کو مل کر خواب بنتے گزارنے تھے اب یوں گزر رہے تھے جیسے فقیر کا خالی کشکول، نہ خواہش، نہ امنگ، نہ ترنگ، بس مایوسی کی چارواور، یا اداسی۔

بے بسی تھی کہ وہ بشریٰ سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ نہ تسلی دے سکتا تھا اسے یہ یقین نہیں دلا سکتا تھا کہ اس مشکل وقت میں وہ اس کے ساتھ کھڑا ہے۔

بشریٰ کو اس وقت سب سے زیادہ اسی یقین اور بھروسے کی ضرورت تھی۔ مگر نوفل کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔

نہ جانے کب ان بیڑیوں سے آزادی ملے گی؟

☆☆☆

www.pklibrary.com

بچے بشریٰ کے پاس سونے کی ضد کررہے تھے اور بھابھی انہیں ڈانٹ ڈانٹ کر سلا رہی تھیں۔ ان کا موڈ بے حد خراب رہنے لگا تھا۔ کاموں کا بوجھ یکدم ہی سر پہ پڑ گیا تھا پھر بشریٰ کی حالت کی وجہ سے ذہنی پریشانی الگ تھی۔

کہنے کو تو روحانی علاج ہو رہا تھا مگر اس پر بھی اچھی خاصی رقم خرچ ہو رہی تھی۔ ہر وزٹ پر مولانا صاحب کا ہدیہ، آنے جانے کا کرایہ، پہلے ہی معاشی مشکلات کیا کم تھیں جو ان میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

پھر بشریٰ کی طبیعت بہتر ہونے کے بجائے اور خراب ہی ہوتی جا رہی تھی۔ وہ غصہ اور ضد بہت کرنے لگی تھی۔ اپنی پسند کی چیزیں کھانے کی ضد کرتی وہ نہ ملتی تو کھانا ہی نہیں کھاتی تھی۔ ادھر مولانا صاحب نے سختی سے منع کیا ہوا تھا کہ گوشت کی کوئی ڈش اسے نہ دیں۔ نہ ہی کوئی ایسی شے جو بشریٰ کو پسند ہو، یہی حال لباس کا تھا۔

وہ اپنے جہیز کے تین چار کاٹن کے سوٹ نکال کر پہن چکی تھی۔ بھابھی نے اس کے سارے نئے جوڑے اٹھا کر سوٹ کیس میں تالا لگا کر رکھ دیے۔ نیا لباس پہننا بھی منع تھا۔

"دراصل یہ سب کچھ بچی خود نہیں کرتی بلکہ اس سے کروایا جاتا ہے، اگر یہ "اس" کی مرضی کے مطابق کام کرتی رہی تو "وہ" کبھی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ آپ لوگ سختی کریں، غصہ کرتی ہے کرنے دیں۔"

مولانا صاحب نے سفیان کو سمجھاتے ہوئے تاکید کی تھی۔ وہ سب تو بات سمجھ گئے تھے مگر بشریٰ کو کون سمجھاتا اور کیسے؟ وہ پھر جاتی اور اسے سمجھانا تو کجا سنبھالنا بھی مشکل ہو جاتا۔

اس وقت بھی وہ مناہل پہ غصہ کررہی تھی۔

"میرا پرپل اور پنک سوٹ کہاں ہے؟"

"وہ سب تمہارے جہیز کے جوڑے ہیں۔ شادی کے بعد پہننا۔" مناہل نے نرمی سے جواب دیا۔

"مجھے ابھی پہننا ہے، نکال کر دیں، کہاں رکھے ہیں میرے سارے سوٹ چھپا کر رکھ دیے، جانتی ہوں سب۔

آپ سب مل کر بے وقوف بنا رہے ہیں مجھے۔ مجھے میرا سوٹ چاہیے اور ابھی چاہیے۔"

بشریٰ کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔ وہ جھنجھلا کر الماری کے کپڑے باہر نکال کر پھینک رہی تھی۔

☆☆☆

دو ہفتے پورے ہو گئے تھے۔ مگر بہتری کے کوئی آثار نہ تھے۔

"آپ لوگوں نے میری ہدایات اور پرہیز پہ ٹھیک طرح سے عمل نہیں کیا اس لیے وہ ابھی تک گئی نہیں، اب چالیس دن کا چلہ کھینچنا پڑے گا۔"

مولانا صاحب نے نیا شوشا چھوڑا تھا مگر اب کوئی بھی ان سے اور ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھا۔

ابو کو کسی نے ایک عامل کے بارے میں بتایا تھا جو ہر قسم کے بھوت پریت، آسیب وغیرہ کو اتارنے اور بھگانے میں ماہر تھا اور سب سے اہم بات یہ کہ ان کا عمل ایک ہی بار کا تھا۔ ایک دفعہ میں ہی کام ہو جاتا تھا اور ان کی فیس یا ہدیہ بھی بہت کم تھا۔

سفیان اسے لگے ہی روز انہیں لے کر آیا۔ دبلے پتلے، مختصر سی داڑھی، سر پہ ٹوپی، ہاتھ میں تسبیح، انہوں نے آنے سے پہلے کچھ اشیاء منگوائی تھیں جو سفیان نے لا کر رکھ دی تھیں..... ان میں سرفہرست ایک سیاہ رنگ کی مرغی اور دھلن والی مٹی کی ہنڈیا بھی تھی۔

کمرے میں بشریٰ بھابھی اور مناہل سے بحث کررہی تھی۔

"کیا تماشا لگایا ہوا ہے؟ پہلے وہاں لے لے کر جاتے رہے، اب گھر پہ کسی کو بلا لیا۔ میں نہیں جاؤں گی کسی کے سامنے۔ آخر ہوا کیا ہے مجھے، کس چیز کا علاج ہو رہا ہے؟" بشریٰ بپھر رہی تھی۔

"روحانی علاج ہے، دراصل تمہیں اور تمہاری

www.pklibrary.com

خوشیوں کو بہت بری نظر لگی ہے۔ اسی لیے ہر بار شادی ہوتے ہوتے رہ جاتی ہے۔ نظر بد کا علاج کروا رہے ہیں تمہارا۔ اب اگر تم تعاون نہیں کرو گی تو علاج کیسے ہوگا۔" بھابھی نے پہلے سے ہی کہانی تیار کر کے رکھی ہوئی تھی۔ فٹافٹ اسے سنا دی۔

"خالہ تو آئیں نہیں اتنے دنوں سے؟" بشریٰ کا حال اس کے چہرے اور لہجے میں صرف اداسی ہی نہیں بہت کرب بھی تھا۔

"خالہ روز آتی ہیں مگر باہر کے کسی بھی فرد سے تمہارا ملنا منع تھا اس لیے وہ تمہاری خیر خیریت پوچھ کر واپس چلی جاتی تھیں۔"

"کوئی اور بھی نہیں آیا وہاں سے؟"

"ہم نے ہی سب کو منع کیا ہوا تھا۔ تمہارا علاج مکمل ہو جائے پھر سب آئیں گے۔ سب سے پہلے تو نوفل، آئے گا۔ چلو آؤ۔"

"کہاں؟"

"بتایا تو تھا، مولوی صاحب آئے ہیں نظر بد کا علاج کرنے۔" بھابھی نے تحمل سے کہا۔

"مجھے کب بتایا؟" بشریٰ نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔

"ابھی تو بتایا تھا۔"

"پتا نہیں، مجھے نہیں معلوم" بشریٰ نے اپنا سر تھام لیا۔ وہ بے حد الجھی ہوئی اور گم صم سی نظر آ رہی تھی۔

بھابھی اور منال نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

یہ تین چار بار پہلے بھی ہو چکا تھا۔ بشریٰ باتیں بھول رہی تھی۔

وہ کھانا کھا کر بھول جاتی ہے کہ کھایا تھا یا نہیں۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا تھا کہ کیا کھایا۔ کل وہ نہا کر آئی اور دو گھنٹے بعد پھر نہانے گھس گئی اور اس وقت پھر ذرا دیر پہلے کی بات بھول گئی۔

"اب آ بھی جاؤ، کیا کر رہی ہو تم لوگ۔ وہ انتظار کر رہے ہیں۔" سفیان نے کمرے میں آ کر جھانکا۔

"آ جاؤ۔" بھابھی نے بشریٰ کا بازو پکڑا اور اسے دوسرے کمرے میں لے گئیں جہاں کا منظر ہی الگ تھا۔

ابو اور سفیان بھائی ایک کونے میں بیٹھے تھے۔ عامل صاحب ایک طرف اکڑوں بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے لائن سے بندھی ہوئی سیاہ مرغی، مٹی کی ہنڈیا اور پانچ آب خورے تھے۔ جن میں الگ الگ سفوف اور دانے دار اشیاء تھیں۔ اپنے تھیلے سے ایک لیموں نکال کر انہوں نے کاٹ کر ایک طرف رکھا اور خود کچھ پڑھتے ہوئے ابو اور سفیان کو اشارہ کیا انہوں نے بشریٰ کے بازو پکڑ لیے بشریٰ کی آنکھوں میں خوف اتر آیا۔

"مجھے چھوڑ دیں۔" وہ کسمسائی۔

"تو اسے چھوڑ دے۔" عامل صاحب کی تیز نگاہیں بشریٰ پر جمی تھیں جس کے چہرے پہ اب غصے کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔

"جا چلی جا، بچی کا پیچھا چھوڑ دے۔"

"پہلے تو جا۔" بشریٰ کی آنکھیں بتدریج سرخ ہونے لگیں، آواز معمول سے زیادہ موٹی اور بھاری تھی۔

"میں تجھے ساتھ لے کر جاؤں گا۔" عامل نے ایک آب خورے کا سفوف ہنڈیا میں ڈالا۔ اس میں سے کالا گاڑھا دھواں نکلنے لگا۔

"تم سب کو دیکھ لوں گی میں۔" بشریٰ نے اپنے بازو چھڑانے کی کوشش کی۔ ناکام ہو کر بری طرح ہاتھ پیر چلانے لگی۔ ابو اور سفیان دونوں کے قابو سے باہر ہو رہی تھی۔ عامل صاحب اطمینان سے اپنے عمل اور پڑھائی میں مشغول تھے۔ جیسے بشریٰ کا ردعمل ان کی توقع کے عین مطابق ہو۔ مگر جب بشریٰ کی زور آزمائی بہت ہی زیادہ بڑھ گئی تو انہوں نے ایک رسی سفیان کی طرف پھینکی۔

"اسے باندھ دو۔ یہ ابھی اور زور لگائے گی۔ آپ دونوں سے سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔"

ابو متذبذب تھے مگر سفیان نے جیسے تیسے کر کے

www.pklibrary.com

بشریٰ کے ہاتھ پیر باندھ دیے جواب بری طرح چیخ رہی تھی۔

عامل نے اب ایک چھڑی نکال لی اور بشریٰ کو مارنا شروع کردیا۔

"بول، آرام سے جائے گی یا حشر کردوں تیرا؟"

"میں تیرا خون پی جاؤں گی ذلیل....."

بشریٰ مشتعل ہو کر ایسی ایسی گالیاں دے رہی تھی جو کبھی زندگی میں اس کی زبان پر نہیں آئی تھیں۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ یکا یک ہی بے سدھ ہوگئی۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

عامل نے بشریٰ کی چوٹی سے تقریباً چار انگلی بال کاٹے اور اپنے سامنے موجود مٹی کے ایک کٹورے میں ڈال دیے۔ جیسے جیسے وہ پڑھتا جارہا تھا کٹورا اور اس میں موجود بال خون آلود ہوتے چلے گئے۔

ابو اور سفیان پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

"پیالہ خون سے بھر گیا، عامل نے پھرتی سے وہ پیالہ بال سمیت ہنڈیا میں ڈال دیا چھری نکال کے سیاہ مرغی ذبح کی اور اس ذبح شدہ مرغی کو بھی ہنڈیا میں ڈال کر ڈھکن لگایا۔ پھر کچھ پڑھا اور اس کا منہ مضبوطی سے باندھ دیا۔ ہنڈیا ایک طرف کرکے اپنا تام جھام سمیٹا پھر کچھ ہدایات دیں۔

"ہنڈیا کو کسی سنسان اور ویران جگہ میں گہرائی میں دفن کرنا ہے۔ تین روز تک بشریٰ کو گھر سے باہر نہیں نکالنا۔ گوشت اور کھٹائی سے پرہیز اب مگر کی کوئی بات نہیں سارے اثرات ختم ہوگئے ہیں۔ بس سنبھلنے میں دو تین روز لگیں گے۔"

وہ اپنی فیس لے کر چلتا بنا۔ ادھر سفیان ہنڈیا لے کر نکل گیا اور ابو تاسف سے بشریٰ کو دیکھ رہے تھے۔ سفیان نے اس کے بندھے ہاتھ پیر کھول دیے تھے مگر وہ ابھی تک بے سدھ تھی۔ کروٹ لی تو منہ سے کراہ نکل گئی۔ عامل نے چھڑی سے بہت بری طرح پیٹا تھا، تھوڑی دیر بعد اس کے منہ سے کراہیں نکل رہی تھیں۔

☆☆☆

دسترخوان پر بھابھی نے کافی اہتمام کیا ہوا تھا، بریانی، کباب، کھڑے مسالے کا گوشت اور میٹھے میں ٹرائفل۔

"بہت دنوں بعد آئی ہو، ہم تو کب سے انتظار کررہے تھے تمہارا۔" بھابھی کو سچ مچ منابل کا بہت انتظار تھا، انہیں اپنی سروس کروانی تھی بھانجی کی شادی سر پر تھی۔ پرسوں مایوں میں جانا تھا، انہوں نے کئی بار فون کرکے منابل کو بلایا تھا۔

"بشریٰ کی وجہ سے نہیں نکل سکی، اس کی حالت ایک دم ہی بگڑ جاتی تھی۔ پھر مولانا صاحب نے بھی منع کیا ہوا تھا۔ پرسوں ایک عامل صاحب عمل کرکے گئے ہیں جب سے تو طبیعت بہتر ہے۔" منابل نے جواب دیا۔

"چلو شکر ہے، وہ ٹھیک ہوگئی ویسے روحانی علاج میں بڑی برکت ہے۔" بھابھی نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ایک بات کہوں منابل؟" چھوٹی بھابھی نے کچھ سوچتے ہوئے اسے مخاطب کیا "جی بھابھی۔" منابل ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں نے سنا ہے کہ ذہنی امراض بھی ہوتے ہیں۔ نفسیاتی مسائل وغیرہ مجھے زیادہ تو نہیں معلوم، لیکن کسی ڈاکٹر کو بھی دکھادیتے تو۔"

"سچ بتاؤں بھابھی، کئی بار میں نے بھی یہی بات سوچی تھی۔ مگر مجھے بھی اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں بس تھوڑا بہت سنا ہی ہے کہ نفسیاتی مسائل یا ذہنی بیماریاں بھی انسان کو ہوتے ہیں۔ اور شاید اس کے ڈاکٹر بھی الگ ہوتے ہیں۔ سائیکو جسٹ یا سائیکاٹرسٹ ایسا ہی کچھ نام ہے۔"

منابل نے آج وہ بات کہی جو کئی روز سے اس کے دل و دماغ میں تھی مگر وہ کہنے یا سمجھنے سے قاصر تھی۔ کیونکہ بشریٰ کی حالت دیکھ کر اوروں کی طرح اسے یہی لگتا تھا کہ واقعی کوئی آسیب ہے جو اس پر

www.pklibrary.com

مسلط ہے۔ پھر جہاں سبھی کے خیالات نظریات اور باتیں ایک ہی ہوں وہاں اس کے مختلف اور الگ نظریے کون سنتا۔ کون توجہ دیتا۔

"منابل!" بڑی بھابھی نے دستر خوان سمیٹتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"کچھ دیر آرام کرلو۔ پھر میرا فیشل کردینا۔"

"جی بھابھی!" منابل نے اثبات میں سر ہلایا۔

گھر واپس آئی تو منابل نے پہلے سفیان سے بات کرنے کی ٹھان لی تھی، اور رات میں جب اس نے سفیان سے بات کی تو بشریٰ کو کسی ڈاکٹر کو بھی دکھانا چاہیے تو وہ حیرانی سے بیوی کو دیکھنے لگا۔

"اندھے کو بھی نظر آرہا ہے کہ وہ جھپٹے میں آگئی ہے اوپری اثرات ہیں۔ عامل صاحب نے جیسے اسے قابو کرکے ہنڈیا میں بند کیا تھا وہ تم لوگ بھی دیکھتیں تو یقین آجاتا۔ ویسے اب وہ ٹھیک ہورہی ہے اثرات تو ختم ہوگئے ہیں دو چار روز میں بالکل ٹھیک ہوجائے گی۔"

سفیان نے بات ہی ختم کردی۔ منابل خاموش ہوگئی۔ اس کے پاس اس رائے کے حوالے سے نہ معلومات تھیں، نہ دلائل، مزید بولنے کے لیے کچھ تھا نہیں۔

دوپہر کا سورج باہر اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا اس کی کرنیں چھ منزلہ عمارت کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھیں۔ جس میں نوفل نوکری کرتا تھا۔ لنچ ٹائم تھا۔ نوفل بھی اپنا لنچ لیے بیٹھا تھا۔ بے دلی اور سستی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے لقمے منہ میں ڈالتا ہوا وہ بہت خاموش تھا۔

"یار بھئی نوفل میاں! ولیمہ کب کھلا رہے ہو؟" مستقیم انکل بشاشت سے بولتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ اپنا لنچ ختم کرکے آئے تھے۔

"ولیمہ پھر آگے بڑھ گیا ہے۔ انکل!"

"ہائیں! وہ کیوں بھئی۔ اب کیا ہوگیا؟" ایک ہی سانس میں وہ کئی سوال کر بیٹھے۔ نوفل نے ایک نظر انہیں دیکھا۔ اگرچہ وہ ایک بے تکلف، خوش باش اور مخلص قسم کے انسان تھے مگر پھر بھی نوفل کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ ابھی تک اس نے بشریٰ کا معاملہ کسی سے بھی ڈسکس نہیں کیا تھا۔

"کوئی مسئلہ ہے بیٹا؟" انہوں نے نوفل کا گریز اور تذبذب بھانپتے ہوئے ہمدردی سے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔

"وہ..... انکل، بات یہ ہے کہ....."

نوفل نے مختصر لفظوں میں وہ سب کچھ بتایا جو بشریٰ کے متعلق اپنی امی اور بہن سے سنا تھا۔

مستقیم انکل نے بہت غور اور توجہ سے اسے سنا۔

"اب میں ایک بات کہوں میاں؟" انکل بڑی سنجیدگی سے گویا ہوئے، اکثر لوگ یقین نہیں کرتے مگر حقیقت میں یہ جن بھوت پریت آسیب وغیرہ کا معاملہ نہیں ہے، یہ ذہنی مرض ہیں، جس کے بعد ایسی کیفیت ہوجاتی ہے۔ میری بڑی بہن خود انہی حالات کا شکار تھیں۔ ہم بھی بہت عرصہ، مولوی، عامل، پیر فقیر ان سب کے پیچھے بھاگتے رہے، جب عقل اور سمجھ آئی تو مرض بہت بڑھ گیا تھا۔ سائیکاٹرسٹ سے علاج ہوا تھا، اب تو بہت بہتر ہیں اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اگر بیماری زیادہ آگے نہیں بڑھی ابتدائی ہے تو نیورولوجسٹ (ماہر دماغی امراض) سے بھی علاج کروایا جاسکتا ہے۔"

مستقیم انکل خاموش ہوئے تو نوفل سوچ میں گم ہوگیا۔

"میں نے نفسیاتی مریضوں کے متعلق سنا ہے مگر امی اور باجی نے بشریٰ کی جو حالت بتائی ہے وہ تو..... آپ کی بات بھی دل کو لگ رہی مگر پھر بھی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" نوفل نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"موبائل میں دنیا جہان کی معلومات کا ذخیرہ ہے۔ سرچ کرو اور دیکھو۔" انہوں نے مشورہ دیا۔

☆☆☆

www.pklibrary.com

امی کو اس نے وہ ساری گفتگو سنائی جو نسیم انکل نے کی تھی۔ وہ سن کر مسکرادیں۔

"یقین کی بات ہے بیٹا! ان کا عقیدہ نہیں ہوگا۔ ان دیکھی مخلوقات پر وگرنہ جنات کا ذکر تو قرآن میں بھی ہے۔ برے شیاطین کا ذکر بھی احادیث میں ہے جو انسانوں کو تنگ کرتے ہیں۔"

"مگر امی.....!"

"ویسے وہ اب ٹھیک ہے۔ جب سے عامل صاحب عمل کر کے گئے ہیں ماشاء اللہ بالکل ٹھیک بھی ہے طبیعت خراب نہیں ہوئی۔"

"تو اب میں وہاں جاسکتا ہوں یا ابھی پابندی ہے؟"

"اچھا، میں رات میں جاؤں گی، میرے ساتھ چلنا۔" امی کو پیٹے کی بے چارگی پہ ترس آ گیا۔

تقریباً تین ہفتوں بعد وہ بشریٰ کو دیکھ رہا تھا۔ اور اسے دیکھ کر نوفل کو ایک دھچکا سا لگا تھا۔ وہ پہلے بھی دبلی پتلی ہی تھی۔ اب تو بالکل دھان پان ہی ہو رہی تھی۔ چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ آنکھوں کے گرد گہرے حلقے اور آنکھیں..... جو پہلے نوفل کو دیکھتے ہی خوشی سے چمک اٹھتی تھیں اس وقت بالکل بے رونق بجھی بجھی اور خالی خالی سی تھیں۔ عجیب کھوئی کھوئی نگاہوں سے اس نے نوفل کو یوں دیکھا جیسے کوئی اجنبی ہو۔ نوفل اسے دیکھ کر مسکرایا اور جواباً اس نے مسکرانے کے بجائے چہرہ دوسری طرف کرلیا۔

اس کے سامنے صوفے پہ وہ خالہ کے ساتھ بیٹھی ان کے سوالوں اور باتوں کے جواب میں ہوں، ہاں کر رہی تھی مگر نوفل کو ذرا دیر میں اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔

"اتنے بڑے ٹراما سے گزری ہے۔ طبیعت ٹھیک ہوتے ہوتے ہی ہوگی۔" نوفل نے کچھ سوچتے ہوئے خود کو تسلی دی۔ ابو اور نعمان بھائی اس کے ساتھ بیٹھے تھے۔ نوفل نے مختصر لفظوں میں دھیرے سے استدعا کی کہ بشریٰ کو ڈاکٹر کو بھی دکھادیں۔

"نہیں بیٹا، یہ ڈاکٹروں کا کیس نہیں ہے۔ کچھ اور ہی معاملات ہیں ہم نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اب تو خیر عمل کامیاب ہوا ہے۔ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔" ابو کے چہرے پہ پریشانی تو تھی مگر امید کی ہلکی سی جوت بھی تھی۔

"خالو پلیز، میرے کہنے سے، ایک بار ڈاکٹر کے پاس لے چلیں میں خود ساتھ چلوں گا۔ اخراجات کی فکر نہ کریں۔ میں ارینج کرلوں گا۔" نوفل نے اپنی آواز بدستور دھیمی رکھی۔

"اللہ تمہیں خوش رکھے۔ تمہارا کہا سر آنکھوں پہ، بس ابھی باہر جانے کا پرہیز ہے۔ بشریٰ کا۔ یہ ختم ہو جائے پھر جیسا تم کہو"

ابو نے نے صاف انکار کرنے کے بجائے بڑے سمجھاؤ سے نوفل کو سمجھایا۔ اس کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔

عین اسی وقت بشریٰ کی چیخ نکلی، خالہ کے برابر میں بیٹھی وہ ان کا کندھا دبوچ کے زور زور سے چیخ رہی تھی۔ آنکھیں ڈر اور خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"یہ پھر آ گئی، کل بھی آئی تھی، یہ مجھے ساتھ لے جائے گی، مجھے مار ڈالے گی۔"

"کک..... کون؟" خالہ سراسیمہ ہو گئیں۔ کمرے میں موجود باقی افراد بھی گھبرا گئے بھابھی اور مناہل بھی اس کی چیخیں سن کر بھاگی بھاگی آئیں۔

"وہ دیکھیں۔ وہاں کھڑی ہنس رہی ہے۔" بشریٰ نے کسی بچے کی طرح سامنے دیکھا اور پھر خالہ کے کندھے میں منہ چھپالیا۔

"بہت خوف ناک ہے۔ اس کی گردن آدھی کٹی ہوئی ہے اور خون بہہ رہا ہے۔" خالہ کے کندھے میں منہ چھپائے وہ دھیرے دھیرے بول رہی تھی۔

سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے، بھابھی اور مناہل کے چہروں پر بھی خوف طاری تھا۔

"اسے اندر لے جاؤ۔" ابو نے بھابھی کو مخاطب کیا۔

وہ بشریٰ کو دوسرے کمرے میں لے گئیں۔

"اب بتاؤ بیٹا، یہ ڈاکٹری معاملہ ہے؟ کس

www.pklibrary.com

ڈاکٹر کے پاس اس کا علاج ہے؟'' ابو نے نوفل کو مخاطب کیا تو آواز سے شکستگی نمایاں تھی۔

نوفل دم بخود تھا سنی سنائی باتوں پہ یقین نہیں کرنا چاہتا تھا مگر جو کچھ اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اسے کیسے جھٹلاتا؟

''جو کوئی بھی ہے بہت طاقت ور مخلوق ہے۔ اتنا روحانی علاج کروالیا پھر بھی اب تک پیچھا نہیں چھوڑا۔ ابو نے باری باری خالہ اور نوفل کا چہرہ دیکھا۔ ان کے چہرے پہ ایک انجانا خوف بچی کی صحت یابی کے لیے ہی نہیں بلکہ اس کے مستقبل کے حوالے سے بھی تھا۔ کئی مولوی اور عامل بدل بدل کے دیکھ چکے تھے مگر معاملہ ٹھیک ہونے کے بجائے مزید بگڑتا ہی جارہا تھا۔

''کل بھی اس کو یہ عورت نظر آئی تھی۔ بار بار چیخ رہی تھی۔ بڑی مشکل سے سنبھالا تھا۔'' ابو نے انکشاف کیا۔

''اللہ خیر کرے گا بھائی صاحب، اس سے طاقت ور تو کوئی نہیں میں تو ہر نماز میں اپنی بچی کی شفا کے لیے دعا مانگتی ہوں۔ اللہ کا ہی آسرا ہے بس۔'' خالہ آب دیدہ ہوگئیں۔

☆☆☆

بچیاں سوگئی تھیں۔ انہیں چادر اڑھا کر بھابھی اپنے شوہر کی طرف متوجہ ہوئیں، جو گہری سوچ میں گم تھے۔

''یہ کب تک چلے گا نعمان! میں اب تھک گئی ہوں، بہت پریشان ہوگئی ہوں۔ بیٹیوں کا ساتھ ہے۔ خدانخواستہ کہیں کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔'' اب تو وہ صاف صاف بشریٰ کو نظر آرہی ہے۔ ہمیں کیا پتا، کب، کس وقت کہاں ہوتی ہے۔ اپنے ہی گھر میں اتنا ڈر لگنے لگا ہے۔ بلکہ اب تو مجھے بشریٰ سے بھی کبھی کبھی خوف محسوس ہوتا ہے۔'' بھابھی بولتی ہی چلی گئیں۔

''مشکل وقت ہے، تم ساتھ نہیں دوگی تو کون دے گا؟'' نعمان کے چہرے پر بے بسی رقم تھی۔

''میں تو شروع سے ہی ساتھ دے رہی ہوں پتا ہے میری بڑی آپا تو بلا رہی تھیں مجھے کہ بچیوں کے ساتھ ان کے گھر رہنے آجاؤ، وہ تو بے چاری اکیلی ہی ہیں مگر میں نے انکار کردیا۔ خدا خوفی ہے دل میں، بشریٰ کا سوچ کر ہی منع کردیا کہ اسے کون دیکھے گا۔ مگر اب تو..... مجھے ڈر لگ رہا ہے کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی ہوجائے۔''

''کوئی مصیبت کھڑی نہیں ہوگی۔ کچھ نہیں ہوگا، تم اپنی جگہ مضبوط رہو، جیسے ہمت سے کھڑی ہو، کھڑی رہو۔ کچھ لوگوں نے مجھے ایک مولانا صاحب کا بتایا ہے، ہمارے علاقے کے ہی ہیں وہاں بھی دکھا دیتے ہیں بشریٰ کو، کیا پتا یہاں سے شفا لکھی ہو مقدر میں۔'' نعمان کے لہجے میں امید کی جوت جاگی تھی۔

کمرے میں تین ہی نفوس تھے، امی، ابو اور نوفل، تینوں اپنی اپنی بولیاں بول کر خاموش ہوگئے تھے۔ مگر تینوں ہی ایک دوسرے کو قائل کرنے میں ناکام تھے۔

ابو کا موقف بہت سخت اور واضح تھا۔

وہ اپنے اکلوتے جوان بیٹے کی زندگی داؤ پر لگانے کو تیار نہ تھے۔ امی کی خدا ترسی، بھانجی سے لگاؤ اور خیال اپنی جگہ اس وقت وہ سچ دوراہے پر کھڑی تھیں مگر بہرحال اپنے شوہر کی مانند انتہائی فیصلہ کرنے سے گریزاں تھیں۔ ان کی رائے میں کچھ وقت اور انتظار کرنا بہتر تھا۔ بشریٰ کے ٹھیک ہونے کی امید اب بھی تھی وہ مایوس نہیں تھیں۔ مگر فی الحال ابھی نکاح کے حق میں بھی نہیں تھیں جس کے لیے نوفل اصرار کررہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ امی نکاح کردیں رخصتی بے شک بعد میں کرلیں۔

''کیا گارنٹی ہے، کل کو وہ آسیب پھر سے اس پر آگیا تو؟ مجھے کوئی دشمنی نہیں ہے اس بچی سے، ہمدردی ہے، میری بھی دعا ہے کہ وہ جلد سے جلد ٹھیک ہوجائے مگر اس طرح کے معاملات اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے ٹھیک نہیں ہوتے۔ جذبات میں آکر فیصلہ کرنے کے بجائے ہوش مندی سے کام لو، کل کو

www.pklibrary.com

تمہیں اپنے فیصلے پہ پچھتاوا ہو۔ اس سے بہتر ہے کہ ابھی معاملہ ختم کردو۔ میری باتیں تمہیں بری تو لگیں گی مگر تمہارے بھلے کے لیے ہی کہہ رہا ہوں۔" ابو نے نوفل کو مخاطب کیا۔

"آپ دونوں ہی میری بات نہیں سمجھ رہے، بشریٰ پر کوئی آسیب یا اثرات وغیرہ نہیں ہیں یہ ذہنی بیماری ہے۔ علاج ہوجائے گا وہ ٹھیک ہوجائے گی۔ آپ لوگ خالو سے بات کریں کہ وہ بشریٰ کو ڈاکٹر کو دکھائیں یا پھر نکاح کردیں میں خود اپنی بیوی کا علاج کروالوں گا میں نے اس پر بہت ریسرچ کی ہے جو کچھ مجھے سمجھ آیا ہے وہ میں — آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ غلط سمت میں علاج ہورہا ہے اس کا۔ مرض اور بڑھے گا۔ ٹھیک نہیں ہوگا۔"

نوفل زچ ہوگیا تھا ذہنی امراض کے حوالے سے متعدد ڈاکٹر کی کئی ویڈیوز دیکھنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا لیکن اب بھی سب سے بڑا مسئلہ یہی تھا کہ اپنی اور بشریٰ کی فیملی کو کیسے سمجھائے؟ تقریباً سب ہی کے دماغوں پر جہالت کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ نوفل نے ایک بار پھر وہاں جا کر بات کی تھی۔ بظاہر تو سب نے اس کی باتوں کو ہمدردی اور غور سے سنا تھا مگر پھر خالو اور سفیان نے بڑے پیار سے اسے ٹال بھی دیا تھا۔ وہی پرانا موقف کہ جب تک اس کا روحانی علاج چل رہا ہے کسی ڈاکٹر کو دکھانا مناسب نہیں ہے موجودہ مولانا صاحب کے بھی اپنے پرہیز..... اور..... احتیاطیں تھیں، جس کے تحت بشریٰ کا گھر سے باہر نکلنا بالکل منع تھا۔

"مولوی سے علاج ہو یا ڈاکٹر سے، میں ایسی لڑکی کو اپنے گھر نہیں لاؤں گا۔"

ابو کا لہجہ اٹل اور شدید تھا۔

"ادھر ان لوگوں نے بشریٰ کے معاملے کو بالکل غلط ایشو بنایا ہوا ہے ادھر آپ بھی یہی کررہے ہیں۔"

نوفل کے تند انداز پہ باپ نے غور کے دیکھا۔

"تمہارے منہ میں بھی زبان آگئی؟"

"میں زبان نہیں چلا رہا ابو، وہ کہہ رہا ہوں جو مجھے صحیح لگا۔ آپ سمجھنے کی کوشش تو کریں۔" نوفل دھیما پڑ گیا۔

"سمجھنے کی ضرورت تمہیں ہے، مجھے نہیں۔ اس لڑکی کی وجہ سے تمہیں کچھ ہوگیا تو ہم کیا کریں گے؟ کہاں لے لے کر بھاگیں گے تمہیں؟"

"کچھ نہیں ہورہا مجھے، کچھ نہیں ہوگا۔ بشریٰ کی بیماری وہ نہیں جو آپ سب نے فرض کی ہوئی ہے۔ تصور کی ہوئی ہے؟" نوفل نے عزم کیا ہوا تھا کہ آج باپ کو قائل کرکے ہی اٹھے گا۔

"چپ ہوجاؤ نوفل اور آپ بھی۔" دونوں کی تکرار سے تنگ آئی ہوئی امی نے بیٹے اور شوہر دونوں کو مخاطب کیا۔

"صاحبزادے کو سمجھاؤ۔"

"کس کس کو سمجھاؤں؟ سب کو سمجھنے کی ضرورت ہے؟" امی بڑبڑائیں۔

"مجھے خود ہی کچھ علاج کرنا پڑے گا۔" ابو اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اب یہ کیا کریں گے؟ نوفل نے متفکر ہوکر ماں سے سوال کیا۔

"کچھ نہیں کریں گے، عادت ہے دھمکیاں دے دے کر بات کرنے کی اور بات منوانے کی۔"

امی نے بیٹے کو تسلی دی، مگر دونوں میں سے کسی کو بھی علم تھا نہ ہی اندازہ کہ ابو اس معاملے میں از حد سنجیدہ تھے اور ان کی یہ دھمکی نری دھمکی نہیں تھی۔

☆☆☆

ہوا کا تیز جھونکا بہت سارے پتے ڈھیروں ڈھیر ریت اور گرد و غبار اپنے ساتھ لایا تھا۔ جمعہ پڑھ کر واپس آتے ہوئے ابو نے بے اختیار اپنی آنکھیں مسلیں۔ آنکھوں میں مٹی چبھ رہی تھی، مگر اور بہت کچھ تھا جو دل میں چبھ رہا تھا۔ آج جمعے کی نماز کے بعد جب وہ مسجد سے باہر آئے تو نوفل کے والد اور ان کے ہم زلف نے نہایت سنجیدگی سے ان سے چند باتیں کی تھیں۔

"تم برا مت ماننا، میری سچویشن سمجھنے کی کوشش

www.pklibrary.com

کرنا، میرا ایک ہی بیٹا ہے میں اسے کسی مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

"ٹھیک ہے" ابو کی آواز دھیمی تھی، ہم زلف کے چند فقروں اور ادھوری بات کو وہ — اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ اس لمحے کے لیے وہ کئی روز سے خوف زدہ تھے مگر یہ بھی یقین تھا کہ یہ لمحہ ضرور آئے گا۔ اور آج وہ بات ان سے کہہ دی گئی تھی۔ دو الفاظ کہہ کر وہ چل دیے۔

نوفل کے والد نے انہیں بڑی حیرت سے جاتے ہوئے دیکھا۔

ان کی توقع کے برعکس، ماضی کی طرح، نہ کوئی سلگتا ہوا جملہ، نہ کوئی آگ لگانے والی بات، نہ طیش دلانے والی دھمکی۔

گھر کی سمت جاتے ہوئے راستے میں انہوں نے ایک بار پھر آنکھیں مسلیں۔ آنکھوں کی اور دل کی چبھن دونوں بڑھتے جا رہے تھے۔ گھر جا کر وہ چپ چاپ پلنگ پر — لیٹ گئے۔

"ابو! کھانا کھالیں۔" بھابھی نے پکارا۔

"ذرا ٹھہر کر کھاؤں گا۔ پیٹ میں کچھ گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔" ابو نے آنکھیں موندھے موندھے ہی جواب دیا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے؟" بھابھی کو ان کی آواز بھاری لگی۔

"ہاں۔ راستے میں ہوا بہت تھی ریت مٹی سے آنکھیں اور منہ بھر گیا۔"

"اچھا.....!" بھابھی ان کی بات سنتے بچوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"بشریٰ کہاں ہے؟"

"لیٹی ہوئی ہے۔"

"ہوں!" ابو کا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ مشکلات کے بھنور نے انہیں چکرا کے رکھ دیا تھا۔ بیٹی کی حالت اور حالات دونوں ہی دیکھے نہیں جا رہے تھے۔

"خدا جانے کیا بلا ہے، کون سا آسیب جو ہم پر مسلط ہو گیا ہے؟"

☆☆☆

نوفل نے موبائل پر ویڈیو لگا کر امی کے ہاتھ میں دیا۔ یہی ویڈیو اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی ویڈیوز اس نے اپنی ساری بہنوں کو بھی بھیجی تھیں۔

ویڈیو شروع ہو گئی تھی، ڈاکٹر فرجاد سائیکاٹرسٹ) بول رہے تھے۔

"سب سے بڑا بھوت پریت ہمارا وہم ہے۔

سب سے بڑا چھلاوہ ہمارا خوف ہے۔

جسم کی طرح دماغ بھی بیمار ہوتا ہے وہ دماغ جو سب سے پیچیدہ اور حیرت انگیز مشین ہے۔ اس میں اربوں کھربوں نیورائز ہیں جو ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں دس لاکھ سے زیادہ کیمیائی عمل کرتے ہیں۔ ہم خوش ہوں یا غمگین، اداس ہوں یا پریشان، ہنس رہے ہیں، رو رہے ہیں، مختلف مواقع اور مختلف حالات میں ہمارا دماغ مخصوص کیمیکلز ریلیز کرتا ہے۔ کیمیکلز کا عدم توازن ذہنی بیماریوں کا سبب بنتا ہے جس میں سب سے زیادہ اور عام بیماری ڈپریشن ہے۔ جو انتہائی ٹینشن اور پریشان کن حالات کی پیداوار ہے اس بیماری میں اکثر اوقات مریض کی حالت اور کیفیت ایسی ہو جاتی ہے جو غیر معمولی ہوتی ہے۔ ہماری ضعیف الاعتقادی، لاعلمی اور شعور و آگہی سے دوری اس بیماری کو ماورائی معاملات سے جوڑ دیتی ہے۔ جسے ہم نے مختلف نام دیے ہوئے ہیں۔ جھپٹے میں آنا، ان دیکھی مخلوق کا سایہ۔ جن چڑھ جانا چھلاوے کا قبضہ، اور یہ کہ کسی بزرگ کی سواری۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ اکثر پڑھے لکھے افراد بھی اس ضعیف الاعتقادی کا شکار ہیں۔ کسی تکلیف بیماری یا پریشانی میں دعا کرنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، مگر دعا کے ساتھ علاج اور دوا کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ روحانی علاج کے نام پر عموماً لوگوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ بیماری کی صحیح تشخیص، اس بیماری کا آدھا علاج ہے، مریض کو غلط سمت میں لے جانے کا مطلب اس کا مرض بڑھانا ہے۔ ہمارے

www.pklibrary.com

ہاں کئی افراد خصوصاً خواتین، لڑکیاں بچیاں مختلف ذہنی امراض کا شکار ہیں، جن میں ڈپریشن ہسٹریا اور مالیخولیا عام ہیں۔

ہم نے ان ذہنی امراض پر ان دیکھی مخلوقات اور ماورائی ہستیوں کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ اس پردے کے پیچھے یہ بیماریاں پھلتی پھولتی رہتی ہیں اور مریض کو اکیلا کر کے ہم اسے مزید بیمار کر دیتے ہیں.....“

نوفل پانی پی رہا تھا۔ بہنیں آپس میں کھسر پھسر کر رہی تھیں امی کے چہرے پہ انتہائی پریشانی کے آثار تھے۔ ابو بالکل خاموش بیٹھے تھے۔

”امی..... میں ذرا کام سے جا رہا ہوں۔“

”کہاں؟“

”ضروری کام ہے، آ کر بتاتا ہوں.....“ نوفل باہر نکل گیا۔

”تم نے بتا دیا بیٹے کو؟“ ابو نے بیگم سے سوال کیا۔

”جیسے منہ بھر کے انکار کیا ویسے ہی بیٹے کو بھی خود ہی بتا دیں، میری تو ہمت نہیں ہے۔“ امی نے تڑخ کر انہیں جواب دیا۔

جو کیا ہے تم سب کے بھلے کے لیے کیا ہے۔“

”میرا نام مت لیں۔ مجھے تو ہول اٹھ رہے ہیں۔ دنیا میں اپنی بھانجی کا سامنا کیسے کروں گی، مرنے کے بعد اپنی بہن کو کیا منہ دکھاؤں گی۔“ امی پھپھک کر رو دیں۔

”امی پلیز! رونے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا نا۔“ بہنیں اٹھ کر ان کے قریب آ گئیں۔ ”ابو جی، آپ خالو سے بات کرنے سے پہلے گھر میں تو مشورہ کر لیتے۔“ فاکہہ نے باپ کو مخاطب کیا۔

”مجھے جو ٹھیک لگا میں نے وہ کر دیا۔“ ابو اپنے دفاع میں کچھ زیادہ نہیں بول رہے تھے۔ ان کے چہرے پہ پچھتاوا تو نہیں مگر الجھن ضرور تھی۔

”نوفل نہیں مانے گا۔ کبھی بھی نہیں۔“ فاکہہ نے نفی میں سر ہلایا۔

”وہ تو بشریٰ کی حالت کو بھی ذہنی مرض کہہ رہا ہے۔ جن چیزوں پہ، جن باتوں پر اسے یقین ہی نہیں ہے ان کے بارے میں اسے کیسے قائل کریں گے۔ پھر کیا پتا وہ ٹھیک ہی کہہ رہا ہو۔ میری سسرال میں بھی کچھ کا یہی کہنا ہے جو ابھی ویڈیو میں دیکھا ہے؟“ نائلہ نے بھی تبصرہ کیا۔

”تمہیں کیا لگتا ہے؟“

”پتا نہیں، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ، جس کی بات سنو، اس پر ہی یقین آنے لگتا ہے ابھی ویڈیو دیکھ کر ڈاکٹر بچے لگ رہے ہیں ان کے پوائنٹ سن کر اس پر اعتبار آ جاتا ہے۔ میرا تو دماغ بند ہونے لگا ہے۔“ فاکہہ نے اپنا سر تھام لیا۔

”اوپر سے ابو جان نے نیا فضیحہ کھڑا کر دیا۔“

”نوفل کو پتا چلے گا تو پتا نہیں کیا ہوگا؟“

☆☆☆

نوفل تو گھر آیا تھا۔ بھابھی سے بات کرنے۔ ان کی سپورٹ اور مدد لینے مگر انہوں نے جو اطلاع دی اسے سن کر محاورۃً نہیں بلکہ حقیقتاً نوفل کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

”یہ کیا مذاق ہے آپا؟“ نوفل نے خود کو سنبھالنے کی سعی کی۔ اسے لگا کہ وہ ابھی زور سے ہنس کر کہے گی، دیکھا، کیسا ڈرایا؟

مگر اس کی خام خیالی تھی۔ وہ بہت سنجیدہ تھیں۔

”ان حالات میں کیا مذاق کروں گی؟ مذاق تو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے، ماموں (نوفل کے والد) سے مجھے یہ امید نہ تھی۔ کوئی غیر ہوتا تو..... یہ تو اپنے ہیں۔“

وہ اور بھی بہت کچھ بولتی جا رہی تھیں۔ نوفل کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔ اسے نہ کچھ سنائی دے رہا تھا اور نہ ہی سمجھ آ رہا تھا اسے تو یقین بھی نہیں آ رہا تھا کہ اس کے والدین چپ چپاتے اور اکیلے اتنی بڑی بات اور اتنا بڑا فیصلہ کر لیں گے۔ گھر میں کسی کو بھی اعتماد میں لیے بغیر۔ کسی سے مشورہ کیے یا بتائے بغیر؟

”اب کیا کرو گے؟“ بھابھی نے ہمدردی سے

www.pklibrary.com

اس کا اترا ہوا منہ دیکھا جس پر شکست و ریخت کے آثار تھے۔

"جو کرنے آیا تھا وہی کروں گا۔" نوفل نے کسی توقف اور ہچکچاہٹ کے بغیر فوراً جواب دیا پھر ان سے سوال کیا۔

"آپ بتائیں۔ میرے ساتھ چل رہی ہیں یا نہیں؟"

"میں کیسے جاؤں؟ ابو کو یا نعمان کو بھنک بھی پڑ گئی تو میری خیر — نہیں ہے اور سچی بتاؤں، مجھے ڈاکٹروں پہ بھروسا نہیں۔ کیا پتا وہ بھی اپنی دکان داری چمکانے کے لیے دوسروں کو غلط کہتے ہوں۔" بھابھی نے نوفل کی بھیجی ہوئی ویڈیوز دیکھ لی تھیں مگر وہ ابھی بھی بے اعتبار تھیں۔

"آپا پلیز، میری خاطر، میری ہیلپ کردیں، میں اکیلا اسے اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتا۔ امی سے بھی بات کی مگر وہ بھی خالو کی مرضی کے بغیر یہ قدم نہیں اٹھا سکتیں، نعمان بھائی اور سفیان نے اپنا دماغ ایک ہی طرف پکا کیا ہوا ہے، اور نوفل نے اپنی بات بے بسی سے ادھوری چھوڑ دی۔

"مولانا صاحب نے گھر سے باہر جانے کو منع کیا ہے اگر کوئی اور گڑبڑ ہوگئی تو؟" بھابھی بہت ڈری ہوئی تھیں۔ ڈر، خوف اور توہمات کی جڑیں بہت گہری اور اندر تک گڑی ہوئی تھیں۔

"افوہ۔ آپا کچھ تو عقل کا استعمال کرلیں۔" نوفل زچ ہوگیا۔

"اچھا تم نعمان سے پوچھ لو، وہ اجازت دے دیں تو بشریٰ کو ڈاکٹر کے لے چلوں گی۔" بھابھی نے آفر کی۔

"کی تھی ان سے بات، بہت دیر دماغ کھپایا مگر وہ خالو کی مرضی کے بغیر کوئی قدم اٹھانے کو تیار نہیں، شانو باجی بھی آپ کی ہم خیال ہیں۔"

"ہم دونوں ڈرتے ہیں، اگر خدانخواستہ کوئی گڑبڑ ہوگئی تو سارا الزام اور ذمہ داری ہمارے سر آجائے گی۔" بھابھی نے اعتراض کیا۔

"آپ یہ بھی تو سوچیں کہ اگر علاج کے بعد وہ ٹھیک ہوگئی تو کتنا ثواب اور دعائیں ملیں گے آپ دونوں؟"

نوفل کی دلیل کے جواب میں بھابھی کے پاس سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ تھا۔

"میں آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ بشریٰ کو ڈاکٹر کے علاج کی ہی ضرورت ہے۔" منابل کی آواز پہ نوفل اچھل پڑا اسے اپنی ساعتوں پر اعتبار نہیں آیا۔ اس نے گردن گھمائی۔

"بھابھی! آپ....."

"نوفل بھائی! ہم سب مل کر بشریٰ کے ساتھ بہت غلط کررہے ہیں۔" منابل کی آواز دھیمی تھی۔

"مگر سفیان؟" بھابھی اور نوفل نے تقریباً ایک ساتھ کہا۔

"انہیں فیس کرنا میرا کام ہے۔ میں سنبھال لوں گی، فکر نہ کریں۔"

"ابا کا غصہ جانتی ہو؟" بھابھی نے ڈرانے کی کوشش کی۔

"میں یہ جانتی ہوں کہ ہم بشریٰ کے ساتھ جو کچھ کررہے ہیں وہ ٹھیک نہیں وہ روز بروز مزید بیمار ہورہی ہے۔" منابل سنجیدہ اور پرعزم تھی۔

"آپ کا احسان ہمیشہ یاد رہے گا بھابھی!" نوفل کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ وہ نئے سرے سے جی اٹھا تھا۔

ان تینوں کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ابا گھر آگئے تھے۔ بیٹی کی فکر اور پریشانیوں نے انہیں پہلے سے مزید بوڑھا — کمزور اور بہت زیادہ چڑچڑا کردیا تھا۔

"یہ دونوں کہاں ہیں؟" چھوٹے سے گھر میں دو نفوس کی غیر موجودگی معلوم ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگتا تھا۔ منابل اور بشریٰ کچھ دیر نظر نہ آئیں تو وہ پوچھ بیٹھے۔

سوائے سچ بتانے کے، بھابھی کے پاس کوئی چارا نہ تھا۔ اور ابا کا ردعمل توقع کے مطابق ہی تھا۔

www.pklibrary.com

کچھ ہو گیا اس کے ساتھ۔ تو کون ذمے دار ہوگا۔ وہ زور سے دھاڑے، فکر پریشانی اور غصے کے علاوہ ان کے چہرے پر انجانا سا خوف بھی تھا۔ ان دیکھے آسیب کا ڈر۔ کسی انہونی کا خطرہ۔ یہ وہی خوف تھا جو تمام اہل خانہ کے دلوں میں گھس کر بیٹھا تھا۔

"میں نے تو بہت سمجھایا مگر نوفل نہیں مانا، پھر منال کی بھی یہی رائے ہے جو نوفل کی ہے۔" بھابھی نے اپنی صفائی پیش کی۔

"کچھ خبر ہے کہاں گئے ہیں؟" ابا بے چین ہو گئے تھے۔

"یہ تو نہیں معلوم۔" بھابھی نے نفی میں سر ہلایا۔

"فون لگاؤ۔" ابا نے حکم دیا۔

"بجلی کی لوڈ شیڈنگ میں وائس اپ نہیں چلے گا اور موبائل میں بیلنس نہیں ہے۔"

"خدا جانے کب آئیں گے؟" صبر کے گھونٹ پیتے ہوئے وہ ایک ایک لمحہ گن گن کر گزار رہے تھے۔

☆☆☆

کلینک کی انتظار گاہ میں بیٹھے سارے مریضوں کی طرح وہ تینوں بھی اپنی باری کے منتظر تھے۔ وہاں کافی رش تھا۔ ابھی نمبر آنے میں بہت دیر تھی۔

بیشتر افراد موبائل میں مگن تھے۔ منال بھی اپنے موبائل میں لگی ہوئی تھی۔ نوفل مضطرب تھا۔

اس کے ساتھ والی کرسی پر بشریٰ بیٹھی تھی۔ وہ خطرناک حد تک خاموش تھی۔

اب تک اس نے ایک بار بھی خود سے بات نہیں کی تھی۔ منال اور نوفل کے کہنے پر ہی سوال یا بات پر ہوں ہاں کر دیتی اور بس۔

"بشریٰ کوئی بات کرو۔" نوفل نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا بات؟" اس نے اپنی نگاہیں نوفل پہ مرکوز کیں، جن میں کرب بھی تھا، وحشت بھی تھی، تنہائی اور بے بسی کے کانٹے تھے جن کی چبھن نوفل اپنے دل

pklibrary.com

کچھ بھی، کچھ تو کہو۔ کوئی شکوہ، شکایت، فرمائش، دل کی کوئی بات؟"

"خالو نے ہمارا رشتہ ختم کر دیا، شادی سے انکار کر دیا۔" بشریٰ نے سوال نہیں کیا تھا بلکہ اسے بتایا تھا یا شاید شکایت کی تھی، نوفل سن ہو کر رہ گیا۔ چند لمحوں کے لیے اس کا تمام وجود شل ہو گیا تھا۔

"میں نے گھر پر ابا اور نعمان بھائی کی باتیں سنی تھیں۔" بشریٰ نے اس کے پوچھنے سے قبل ہی اس کے سوال کا جواب دے دیا۔

"ابو اور خالو کا جب بھی جھگڑا ہوتا ہے اسی طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمارا رشتہ اتنی آسانی سے کوئی بھی ختم کر سکتا ہے۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی تمہیں ضرورت ہے کہ اس قسم کی باتوں پر دھیان دو۔" نوفل نے نرم لہجے اور مناسب لفظوں میں اسے تسلی دی۔

"اگر وہ نہ مانے تو؟"

"وہ مانے ہوئے ہیں، بس ذرا اکڑ دکھا رہے ہیں جس کا علاج میری امی اور بہنوں کے پاس ہے۔ تم فکر نہ کرو۔" نوفل نے زبردستی لہجے میں بشاشت بھری۔

"مجھے کسی پر بھی یقین نہیں آتا۔ کسی کا بھروسا نہیں ہوتا کسی کا اعتبار نہیں ہوتا، نہ لوگوں کا نہ زندگی کا۔" بشریٰ کھوئے کھوئے لہجے میں بول رہی تھی۔

"مجھ پر بھی نہیں؟"

"پتا نہیں۔" بشریٰ کی صحرا آنکھوں میں بس ریت ہی ریت اڑ رہی تھی۔

☆☆☆

ہوا خشک بھی تھی اور اداس بھی۔ ایک جھونکا چہرے اور وجود کو چھوتا ہوا گزرا، نوفل نے جھرجھری لی بشریٰ کا چہرہ بے تاثر تھا منال کے چہرے پر تھوڑی گھبراہٹ تھی۔

گھر میں قدم رکھتے ہوئے ایک لمحے کو نوفل کے قدم رکے اس نے ایک گہری سانس لی اور اندر چلا

www.pklibrary.com

وہاں متفکر چہرے لیے گھر کے سارے نفوس بیٹھے تھے۔ ابا، نعمان، سفیان اور بھابھی۔

"خالو! کسی کا کوئی قصور نہیں ہے میں لے کر گیا تھا۔ جو کہنا ہے مجھے کہیے؟" نوفل دھیمے لہجے میں بولتے ہوئے ابا کے قریب بیٹھ گیا۔

"ہمیں مشکل میں ڈال رہے ہو بیٹا، اس کا علاج چل رہا ہے گھر سے نکلنا منع ہے، بہت سختی سے منع کیا تھا۔ خدا جانے اب کیا ہوگا؟" ابا کے چہرے پہ خوف بھی تھا اور بے بسی بھی۔

"علاج اب شروع ہوا ہے۔ ڈاکٹر نے شدید قسم کا ڈپریشن بتایا ہے اگلے ہفتے پھر وزٹ ہے۔ اس ہفتے کی میڈیسن میں لے آیا ہوں اور اب سے بشریٰ میری ذمے داری ہے آپ یقین رکھیں۔ بشریٰ بھی ٹھیک ہو جائے گی اور حالات بھی۔"

نوفل کے چہرے پہ سچائی تھی۔ اس کے الفاظ بھی اس کی طرح خالص تھے بغیر کسی بناوٹ کے، بغیر کسی کھوٹ کے ابا نے اس لمحے خود کو اور بشریٰ کو بہت خوش نصیب خیال کیا۔ نوفل وہ لڑکا تھا جس کے ساتھ ان کی بیٹی بہت خوش رہتی مگر اگلے ہی لمحے ایک بد صورت دیوار نے ان کے خیال کی پرواز روک دی۔

"تمہارے باپ نے اس شادی سے انکار کر دیا ہے۔"

"ان کے علاوہ اور کسی نے انکار نہیں کیا مجھ سمیت، اور ہم سب مل کر انہیں سنبھال لیں گے۔" نوفل مسکرایا۔

ابا کو اپنے دل پر سے بہت بھاری بوجھ ہٹتا ہوا محسوس ہوا۔

"کوئی اللہ کا بندہ چائے بنا رہا ہے یا نہیں؟" اپنے مخصوص انداز میں وہ زور سے بولے، منابل اور بھابھی دونوں ایک ساتھ ہڑبڑا کر کچن میں گھس گئیں۔

☆☆☆

سفیان پر نوفل کی تقریر کا کوئی اثر ہوا یا نہیں اس اجازت کے بغیر بشریٰ کو باہر لے گئی تھی۔ کمرے میں وہ منابل پر برس رہا تھا۔

"کس نے کہا تھا یہ ہیرو گیری کرنے کو؟ معلوم ہے نا گھر سے نکلی تو وہ آسیب پھر آ جائے گا کچھ ہو گیا دوبارہ تو کوئی کیا کر لے گا؟"

"آسیب اس پر نہیں ہے۔ ہم سب کے دماغوں پر ہے۔"

"اپنی پڑھائی کا زیادہ رعب مت جھاڑ۔" سفیان تپ گیا۔ حالانکہ منابل فقط دو جماعت تو زیادہ تھی اس سے وہ انٹر تھی اور یہ میٹرک۔

"بے کار میں ہائپر ہو رہے ہو، ڈاکٹر نے بشریٰ کا مرض بتا دیا ہے علاج ہوگا، ٹھیک ہو جائے گی۔" منابل نے اس کے غصے کا کوئی خاص نوٹس نہ لیا۔

"بھابھی سے تو ہر وقت تیری چخ چخ رہتی ہے گھر کے کاموں پر، نند کے لیے بڑی ہمدردی کا بخار چڑھا ہوا ہے تجھے، میری بہن ہے وہ تجھے ضرورت نہیں ہے زیادہ محبت جتانے کی۔"

"تم نہیں سمجھو گے، مجھے ہمدردی کا بخار کیوں چڑھا ہوا ہے۔"

منابل وہاں سے ہٹ گئی۔ وہ مزید لایعنی بحث نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ سمجھا نہیں سکتی تھی کہ اسے بشریٰ سے اتنی ہمدردی کیوں ہو رہی تھی؟ کیوں اس پر ترس آتا تھا۔ کیوں وہ دل سے چاہتی تھی کہ بشریٰ ٹھیک ہو جائے اور زندگی کی خوشیوں سے اپنا حصہ وصول کر لے۔

منابل آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ وہ اپنا چہرہ اپنے خدوخال غور سے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے، اس میں اپنا آپ نظر آتا ہے۔ وہ منابل جو کبھی اپنے بھائی، بھابھیوں کے رحم و کرم پر تھی۔ جس کے سر میں درد ہوتا تو کوئی گولی دینے والا، ایک کپ چائے بنانے والا نہ ہوتا جو بخار میں یا کسی اور تکلیف میں تڑپ رہی ہوتی تو کسی کو پروا تک نہ ہوتی۔ بے نیازی، رویوں اور بے گانگی کے تلخ رویوں

www.pklibrary.com

کو جھٹکتی ہوئی۔

منابل جب بیاہ کر اس گھر میں آئی تو بشریٰ کا رویہ اس کے ساتھ ویسا ہی تھا جیسے بھابھی کے ساتھ تھا بے ضرر، سادہ اور مروت میں کھلا ہوا۔

منابل وہاں سے ہٹ کر بیڈ کے کنارے آ بیٹھی۔

بھابھی کے ساتھ اس کے تعلقات مثالی نہیں تھے۔ بس نارمل تھے جیسا کہ عموماً دیورانی جیٹھانی میں ہوتے ہیں۔ مگر بشریٰ کی بات الگ تھی۔ اس کے ساتھ روایتی نند بھاوج والا معاملہ نہ بشریٰ نے کبھی رکھا اور نہ منابل نے۔

"مجھے معلوم ہے میں بہت زیادہ اچھی نہیں ہوں مجھ میں خامیاں ہیں۔ جب اور جیسے میرا بس چلا، اپنی بھابھیوں کے بدصورت رویوں کا بدلہ لینے کی کوشش کی۔ یہاں بھی بھابھی (جیٹھانی) سے میرے تعلقات مثالی نہیں۔ کھٹ پٹ ہو ہی جاتی ہے مگر میں اتنی بری نہیں ہوں کہ کسی کی اچھائی کا بدلہ برائی سے دوں۔" منابل خود کلامی کر رہی تھی۔

موبائل اٹھا کر آن کرتے ہوئے سفیان نے پہلے ایک نظر اسے دیکھا پھر گھور کے دیکھا۔ "تم پر بھی کوئی جن آ گیا؟"

"جس دن مجھ پر جن آ گیا پتا چل جائے گا تمہیں۔" منابل کے جتاتے ہوئے انداز میں دھمکی بھی پوشیدہ تھی۔

☆☆☆

باہر موسم کے تیور بدل رہے تھے۔ پتوں کی سبز رنگت میں زردی گھلنے لگی تھی۔ گھر کے اندر مکینوں کے دل اور حالات پہلے جیسے ہی تھے یا بدلنے والے تھے۔ اس کا جواب آنے والے وقت میں تھا۔

نعمان بھائی موبائل میں وہ ویڈیو دیکھ رہے تھے جو نوفل گا ہے گا ہے بھیجتا رہتا تھا۔

ویڈیو کے آغاز میں ہارر مووی کا ایک کلپ تھا۔

ایک لڑکی جو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا دبانے کی کوشش کر رہی تھی اس کے ہاتھ قابو کر کے روکنے کی کوشش کی گئی تو لڑکی کی آنکھیں بتدریج سرخ ہوتی چلی گئیں، چہرے پر برہمی اور پھر شدید غصہ، وہ اسی عالم میں زور زور سے بول رہی تھی۔ اس کی آواز بدل گئی تھی وہ جو زبان بول رہی تھی وہ نامانوس تھی۔ اس کے قریب کھڑے دونوں ساتھیوں کے لیے ناقابل فہم، دونوں کے چہروں پر کچھ کچھ خوف طاری ہونے لگا اور پھر لڑکی نے اپنی پوری طاقت سے خود کو چھڑانے کے لیے اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ اس کے بازو پکڑے دونوں ساتھی دور جا گرے۔ ان کے خوف زدہ چہروں کا کلوز اپ لیا گیا جو جلدی سے اٹھ کر اب گرتے پڑتے بھاگ رہے تھے۔

کلپ ختم ہو گیا اب اسکرین پر ڈاکٹر نوشابہ کا فیس تھیں۔ مشہور سائیکاٹرسٹ، بلاگر اور یوٹیوبر وہ بول رہی تھیں۔

"دنیا بھر میں جتنی بھی ہارر موویز بنتی ہیں۔ ان کا کانٹینٹ کم و بیش یکسی ہوتا ہے۔ کوئی غیر مرئی، خوف ناک مخلوق، جو کسی انسان پر قابض ہو جاتی ہے اس انسان کی آواز، بول چال، جسمانی طاقت، سب میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ وہ انسان غیر معمولی حرکات کرنے لگتا ہے۔ کبھی خود کو نقصان پہنچاتا ہے کبھی دوسروں کو۔

کئی دہائیوں سے اس طرح کی فلمیں بن رہی ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں۔ فلموں اور ڈراموں کے بہرحال اپنے اثرات ہوتے ہیں۔ اور یہ کس حد تک دیکھنے والوں کا مائنڈ سیٹ بناتے ہیں۔ پھر ہمارے معاشرے کی اپنی ایک سائیکی اور کم علمی ہے۔ صدیوں پرانی توہم پرستی ہے۔ نظر نہ آنے والی مخلوقات کے حوالے سے گنجلک عقائد ہیں۔ سنی سنائی باتوں اور واقعات کو بغیر سوچے سمجھے بغیر تصدیق کے آگے بڑھانے کا چلن ہے۔

جب ہم کسی انسان میں اس طرح کی کیفیت اور حالت دیکھتے ہیں تو اس کی ذمے داری فوراً ان دیکھی مخلوق پر ڈال دیتے ہیں۔ خدارا شعور و آگہی کا

www.pklibrary.com

دامن پکڑیں۔ اس بیماری کو سمجھیں اور اس کا علاج کروائیں مریض کی آواز بھی بدل سکتی ہے لہجہ بھی، غصہ بھی آسکتا ہے۔

یادداشت پہ بھی اثر پڑسکتا ہے اور ہیلوسی نیشن ایسے وجود نظر آنا جو مریض کا وہم ہوتے ہیں مگر وہ حقیقت نہیں آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ جو کسی اور کو نہیں آتیں۔

مختلف ذہنی امراض میں مختلف علامتیں ہوتی ہیں، بس سمجھنے کی بات یہ ہے کہ مرض کو مرض سمجھیں، کچھ اور نہ سمجھیں۔ گھر میں شور شرابا اور ہنگامہ برپا تھا۔ درجن بھر بچوں نے مل کر وہ ادھم مچایا ہوا تھا کہ خدا کی پناہ۔ شافعہ نے ان کا بندوبست کیا۔ اسنور سے فٹ بال، کرکٹ کا بیٹ بال باہر نکالے کیرم بورڈ اور لوڈو بھی موجود تھے۔

"جسے باہر کھیلنا ہے، یہ گیندیں اور بلا لے جاؤ جسے گھر میں کھیلنا ہے، وہ لوڈو اور کیرم کھیلیں۔"

شافعہ کے اعلان یا پیشکش پر ایک کھلبلی مچ گئی، پانچ منٹ بعد سارے بچوں نے مشاورت کی اور آدھے بچے گھر سے باہر آدھے گھر میں لوڈو اور کیرم سنبھال کر بیٹھ گئے۔

"شکر ہے سکون تو ہوا۔" عافیہ نے چائے کی ٹرے سب کے درمیان رکھی۔

"ایسے تو نہ کہو، ماشاء اللہ گھر کی رونق ہیں۔ ہم تو شور کو ترس جاتے ہیں۔ انتظار کرتے ہیں بچوں کے آنے کا۔" امی نے بیٹی کو ٹوکا۔

"کہ یہ فوج آئے اور سب کچھ درہم برہم کردے۔" فاکہہ نے لقمہ دیا۔

امی نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ ابو کھنکھارتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ ماں اور بیٹیوں کے درمیان معنی خیز خاموشی چھا گئی۔

"ابو جی! چائے پی لیں۔" باجی نے آگے بڑھ کر انہیں چائے کا مگ پیش کیا۔

"ہوں، کیا ہو رہا ہے بھائی۔" چائے تھام کر وہ بھی محفل میں براجمان ہوگئے۔

آپ کے خلاف سازش، فاکہہ نے بہن کے کان میں سرگوشی کی۔

کش..... بدتمیز"

"نوفل کہاں گیا؟" ابو نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔

"خالہ کے گھر گیا ہے۔"

"پھر پہنچ گیا وہاں؟"

"ظاہر ہے، سسرال ہے۔" باجی کو بات شروع کرنے کا موقع مل گیا۔

"میں تو انکار کرکے آگیا۔ نوفل کیا کرنے گیا ہے وہاں؟"

"انکار آپ نے کیا ہے نوفل نے نہیں۔" فاکہہ نے جتایا۔

"میں نے بھی نہیں کیا؟" امی جان میدان میں آگئیں۔

"تمہاری ماں تو بھانجی کی محبت میں اندھی ہوگئی ہے۔" مرزا صاحب نے منہ بنایا۔

"خالی محبت نہیں ہے مجھے خوف خدا بھی ہے۔ جو تمہیں نہیں ہے۔ میرے آگے بھی بینیاں ہیں۔ نواسیاں ہیں۔ کسی کا بُرا سوچتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔" امی ہمیشہ کی طرح جذباتی ہوگئیں۔

"عجیب عورت ہو۔ آسیب زدہ بہو گھر لاؤ گی؟"

"اللہ نہ کرے، آسیب زدہ کیوں ہوتی، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ بیماری ہے علاج کے بعد ٹھیک ہوجائے گی۔"

"تمہارے بیٹے نے یہ پٹی پڑھائی ہے تمہیں۔ تم دونوں ماں بیٹا عقل سے پیدل ہو۔" ابو کی گوہر افشانی پر لڑکیوں نے سر تھام لیے۔

"کیا ہوگیا ہے ابو آپ کو؟"

"مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ حواس بھی سلامت ہیں اور دماغ بھی۔" ابو نے چائے ختم کرکے خالی مگ ٹرے میں رکھا۔

"ارے تو کیا ہمارا دماغ خراب ہے پاگل ہیں

www.pklibrary.com

ہم؟" امی کو غصہ آنے لگا۔

"افوہ امی! ابو! آپ دونوں لڑنے کے بجائے کام کی بات کیوں نہیں کرتے۔" فائقہ نے مداخلت کی۔

"کون سی کام کی بات؟" ابو نے بیٹی کو گھورا۔ انہیں کچھ کچھ دال میں کالا لگ رہا تھا۔ جس طرح ان کی بیگم اور بیٹیاں انہیں گھیر کر بیٹھی تھیں۔ ضرور کوئی خاص معاملہ تھا۔

"ابو جی، اچھی بھلی کہانی میں کیوں ولن بن رہے ہیں آپ؟" باجی نے انہیں مخاطب کیا۔

"اکلوتا بیٹا ہے میرا۔"

"تو؟ ہمارا بھی تو اکلوتا بھائی ہے۔"

"تم سب کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ مروت اور ہمدردی کی۔" انہوں نے طنز کیا۔

"آپ کو فخر کرنا چاہیے کہ آپ کی فیملی خود غرض اور بے مروت نہیں ہے۔"

"تم لوگ آخر چاہتی کیا ہو؟" سب کو ایک منہ دیکھ کر وہ جھنجھلا گئے۔ "نوفل کی خوشی مگر آپ کی خوشی اور رضامندی کے ساتھ؟" باجی نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"تمہاری ماں ہمیشہ یہی حربہ اختیار کرتی ہے جب کوئی بات منوانی ہو تو بیٹیوں کو آگے کر دیتی ہے۔" وہ مزید جھلائے۔

"اس لیے کہ آپ اپنی پیاری بیٹیوں کی کوئی بات کبھی نہیں ٹالتے۔" فائقہ نے مسکہ لگایا۔

"تو کیا تمہاری باتوں میں آ کر اپنا بیٹا قربان کر دوں؟" بیگم کی چال بازی پر انہیں بہت تشویش آ رہا تھا۔

"کئی سالوں سے سگی خالہ کے گھر رشتہ لگا ہوا ہے، شادی بھی ہونے والی ہے۔ سب کو ہی معلوم ہے۔ اب رشتہ ختم ہونے کی باتیں نکلیں گی تو ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ہم سب بہنیں بھری سسرالوں میں رہتی ہیں کس کس کا منہ بند کریں گے۔ کچھ ہے اندازہ ہے آپ کو، سب لوگ کتنی باتیں بنائیں گے۔"

عالیہ نے بہت دیر خاموش رہنے کے بعد ایک لمبی تقریر کی۔

"اور کیا سب کے سامنے تو ہمیں ہی شرمندہ ہونا پڑے گا۔" فائقہ نے منہ بنایا۔

"ان سسرال والوں کی تو ایسی کی تیسی۔" ابو کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے اور بہت دیر تک بگڑے رہے۔

"تمہاری ماں کبھی کبھی بہت چالاکیاں دکھاتی ہے۔" کوئی واضح جواب دیے بغیر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"جب گھی سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی ہی کرنی پڑتی ہے۔"

امی نے ایک ٹیڑھی نگاہ شوہر نامدار پر ڈالی اور اونہہ کہہ کر چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

☆☆☆

باہر ہوا اپنے دامن میں سوکھے پتے اور گرد وغبار لیے ادھر سے اُدھر سرپٹخ رہی تھی۔ فضاء میں عجیب اداسی کی آمیزش تھی۔

باہر کے ان موسموں سے بے نیاز بشریٰ اندر کمرے میں بیٹھی تھی۔ کاٹن کا ایک ٹکڑا اس کے سامنے پڑا تھا۔ بریرہ کی فراک سینی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ مصروف رہے کسی بھی ایسے کام میں جو اس کا من پسند ہو اور فی الحال تو یہی مصروفیت تھی؟ جس میں وہ بڑے شوق سے مگن رہتی تھی۔

ٹکڑے کی کتر بیونت کے بعد وہ میچنگ کا دھاگا دیکھنے لگی برآمدے میں نوفل بڑی بھابھی سے بحث کر رہا تھا۔ وہ بشریٰ سے بات بلکہ باتیں کرنا چاہتا تھا۔ فون پر نہیں بلکہ آمنے سامنے۔

"ڈرائنگ روم میں بیٹھ جاؤ نا۔" بھابھی نے تجویز پیش کی۔

"میں چھت پر جا رہا ہوں۔ کھلی فضا میں بیٹھنے کا اپنا الگ ہی مزا ہے۔" نوفل کے اصرار پر بھابھی پریشان ہو رہی تھیں۔

www.pklibrary.com

"چھت پہ نہ جاؤ نوفل، وہاں خطرہ ہے۔" انہوں نے دبی زبان میں کہا۔

"کیسا خطرہ؟"

"راہ گزر ہے وہ ایسی ویسی مخلوق کی۔ بشریٰ اور تم وہاں نہ جاؤ تو بہتر ہے۔ دم کیا ہوا پانی گھر کے سارے کونوں میں چھڑکتی ہوں۔ چار دن باقی ہیں۔ پھر چلہ مکمل ہوجائے گا۔ سارے اثرات بد ختم ہوجائیں گے۔"

"آپ کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی ہے؟" نوفل نے ایک گہری سانس لی۔

"بھئی کوئی مانے یا نہ مانے مجھے تو ان سب سے بہت ڈر لگتا ہے کیا پتا سچ مچ کچھ نہ کچھ ہوتا ہو؟"

"ڈر ہمارے اندر ہوتا ہے باہر نہیں۔"

"وہ جو تم ویڈیوز بھیجتے ہو نا ان کی تقریریں کافی ہیں سننے کے لیے، اب تم مزید نہ پکاؤ۔"

"چلیں نہیں پکاتا، میں اوپر جارہا ہوں، مہربانی ہوگی۔ ہماری محترمہ کو بھیج دیں۔" نوفل سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

"اے ہائے نوفل، اپنی ذمہ داری پہ جانا، کچھ ہوگیا تو میری گردن پھنسے گی۔" بھابھی کا دم نکل رہا تھا۔ جب سے بشریٰ کی طبیعت خراب ہوئی تھی اور عامل صاحب نے بتایا تھا کہ ایسی ویسی مخلوقات کا گزر ان کے گھر کی چھت پر سے ہے، بھابھی سمیت گھر کے افراد نے چھت پر جانا چھوڑ دیا تھا۔

آج نوفل یہ ریت توڑنے جارہا تھا۔ اور بھابھی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیسے روکیں، نوفل نے سچ کہا تھا کہ ان کی سوئی وہیں اٹکی تھی جہاں پہلے تھی۔ ڈاکٹروں کی آگہی ویڈیوز دیکھنے کے باوجود بھی ان کے خیالات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔ مناہل کی رائے البتہ ان سے الگ تھی۔

اندر بیٹھی بشریٰ برآمدے سے آتی آوازیں سن رہی تھی۔ ذہن منتشر ہورہا تھا۔ لیکن خود کو یکسو کرکے وہ کائن کے پیس کی طرف متوجہ ہوگئی اور فراک کاٹنے لگی۔ چند منٹ بعد وقفے وقفے سے اس کا موبائل بجنے لگا۔ پانچویں بار اس نے کال اٹینڈ کرلی۔

"کتنا انتظار کرواؤ گی؟"

"ذرا سے انتظار سے گھبرا گئے؟"

"ہاں، میں گھبرا ہی گیا ہوں، سچ مچ۔" نوفل نے اعتراف کیا۔

"تم یوں گھبراؤ گے تو میرا کیا ہوگا؟"

"تمہارا یہ ہوگا کہ تمہیں خود کو مضبوط بنانا ہے اور مجھے تسلی دینی ہے۔ مگر یہ نیک کام، اوپر آکر میرے سامنے کرو جلدی آؤ۔"

فون آف کرکے وہ کپڑا سمیٹنے لگی۔

پہلی سیڑھی پہ قدم رکھتے ہوئے ایک لمحے کو دل زور سے دھڑکا، عجیب سے خوف نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا مگر بس وہ ایک لمحہ تھا جو گزر گیا۔ آنکھیں بند کرکے اس نے چند گہری سانسیں لیں اور اوپر چڑھنے لگی۔

چھت کا حال عجیب تھا۔ کافی کباڑ، گرد و غبار، کئی ہفتوں سے صفائی نہیں ہوئی تھی۔ پھر آج کل گرد آلود ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔ نوفل نے کونے میں پڑے کباڑ میں سے لکڑی کا ایک لمبا سا تختہ نکال کر اسے صاف کیا اور اس کے نیچے اینٹیں لگا کر ایک بینچ کی سی شکل دے دی تھی۔

"تشریف رکھیے، بیگم صاحبہ!" نوفل نے اپنی تیار کردہ بینچ کی طرف اشارہ کیا۔

"میں اوپر آتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی کہ بیٹھنے کی جگہ تو ہے ہی نہیں کھڑے ہی رہنا پڑے گا۔" بشریٰ بینچ کے کنارے پر ٹک گئی۔

"مشکلات اور پریشانیوں کے کاٹھ کباڑ سے ہمیں خود ہی اپنے لیے آسانیاں اور خوشیاں تلاش کرنی پڑتی ہیں۔ نکالنی پڑتی ہیں۔ اور وہ مل ہی جاتی ہیں۔" نوفل نے اسے جواب دیتے ہوئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"یہ لو۔" نوفل کے ہاتھ میں گلاب کا پھول اور چاکلیٹ تھی۔ بشریٰ نے ایک محجوب مسکراہٹ کے ساتھ انہیں تھام لیا۔

www.pklibrary.com

چاکلیٹ کا سوندھا ذائقہ منہ میں گھلنے لگا۔ گلاب کی مہک دونوں کے چاروں طرف پھیل گئی۔

"جب ہماری شادی آگے بڑھ گئی تو سفیان اور مناہل کی خوشیاں دیکھ کر میں جیلیس تو نہیں تھا مگر اپنے اور تمہارے لیے بہت دکھ ہوا تھا۔ اللہ سے اور بندوں سے شکایت بھی ہو چلی تھی۔"

نوفل نے بولتے ہوئے ٹھہر کر ایک نظر بشریٰ کو دیکھا۔

"مگر اب ریلائز ہوتا ہے کہ کبھی جو کچھ ہمیں ناگوار اور برا لگتا ہے اس میں ہمارے لیے کوئی بھلائی کوئی آسانی یا کوئی خوشی ہوتی ہے۔ مناہل بھابھی کا اس گھر میں آنا تمہارے حق میں اچھا ثابت ہوا۔ تمہاری بیماری کے معاملے میں انہوں نے بہت ساتھ دیا۔ بہت مدد کی۔"

بشریٰ کی آنکھوں میں تائید کے رنگ ابھرے، وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ بشریٰ کو بھی اب یہ احساس ہو چلا تھا کہ مناہل کا اس گھر میں آنا، اس کی خوشیوں پر ڈاکہ نہیں تھا بلکہ دراصل اس کے مشکل حالات کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی مدد کی راہ ہموار کر دی تھی۔

"میں نے مناہل بھابھی کا شکریہ ادا کیا تھا۔ انہوں نے سفیان بھائی سمیت سب کی طرف سے بہت باتیں سنیں۔ ڈانٹ بھی کھائی۔ مگر وہ پریشرائز نہیں ہوئیں۔" بشریٰ نے اعتراف کیا۔

"تم بہت کمزور ہو رہی ہو۔ ڈاکٹر نے کہا ہے۔ اپنی صحت پر توجہ دو۔" نوفل نے اچانک ہی موضوع بدل دیا۔ کاسنی دوپٹے کے ہالے سے نظر آتا اس کا چہرہ واقعی بہت کمزور لگ رہا تھا۔ اور نوفل کی تاکید سن کر بشریٰ کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اب میری صحت بہتر ہو رہی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔"

"کیسے نہ کروں؟ تمہاری فکر، تمہارا خیال دل کی دھڑکنوں سے جڑا ہوا ہے۔"

بشریٰ کی زرد رنگت میں اسی پھول کے رنگ گھلنے لگے جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ آج سے پہلے نوفل اس کے رویوں پر رومانٹک نہ ہوا تھا۔

بشریٰ کی جھکی ہوئی پلکیں۔ اٹھائی نہیں گئیں اور اس کی انہی جھکی نگاہوں کے سامنے نوفل نے موبائل اسکرین روشن کی۔ بیڈ روم فرنیچر کی تصاویر تھیں۔

"انہیں دیکھو اور اپنی پسند بتاؤ۔"

"یہ.....؟"

"یہ میری ذمہ داری ہے، میں ارینج کر لوں گا، تم صرف پسند کرو۔"

بشریٰ کی بے یقین آنکھیں لمحے بھر کو حیران ہوئیں پھر ان میں خوشی اور طمانیت کے رنگ پھیل گئے۔

"تم بہت اچھے ہو نوفل۔" اس کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں اور لہجہ بھی۔

"لکھ کر دو، کیا پتا بعد میں مکر جاؤ۔"

"مجھے معلوم ہے تم ایسے ہی رہو گے اور مجھے مکرنے۔"

"نہیں دو گے۔" بشریٰ کا یقین اس کے لفظوں کے ساتھ ساتھ چہرے پر بھی تھا۔ مگر اچانک ہی اسے ایک خیال آیا اور چہرے کی جوت ماند پڑنے لگی۔

"اب کیا ہو گیا؟"

"خالو کا کیا ہو گا؟ اگر وہ اپنی ضد پر قائم رہے تو؟" بشریٰ کا خوف اور اندیشے مکمل طور پر ابھی ختم نہیں ہوئے تھے۔

"ڈونٹ وری، ان کی بیٹیوں نے اب تک انہیں منا لیا ہو گا۔" نوفل نے بڑے یقین سے سر ہلایا۔

"سچ؟"

"بالکل سچ۔" وہ مسکرایا، بشریٰ کی شرمیلی مسکان خوشبو بن کر اس کے آس پاس پھیل رہی تھی۔

عین اسی وقت تیز ہوا کا جھونکا اپنے ساتھ گرد و غبار لایا تھا۔ خزاں کی دستک اور آہٹ ان گرد آلود ہواؤں میں تھی۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بہار کے پھول تو دلوں میں کھل رہے تھے۔

☆☆

www.pklibrary.com

سرور فاطمہ بھٹی

گوشۂ عافیت

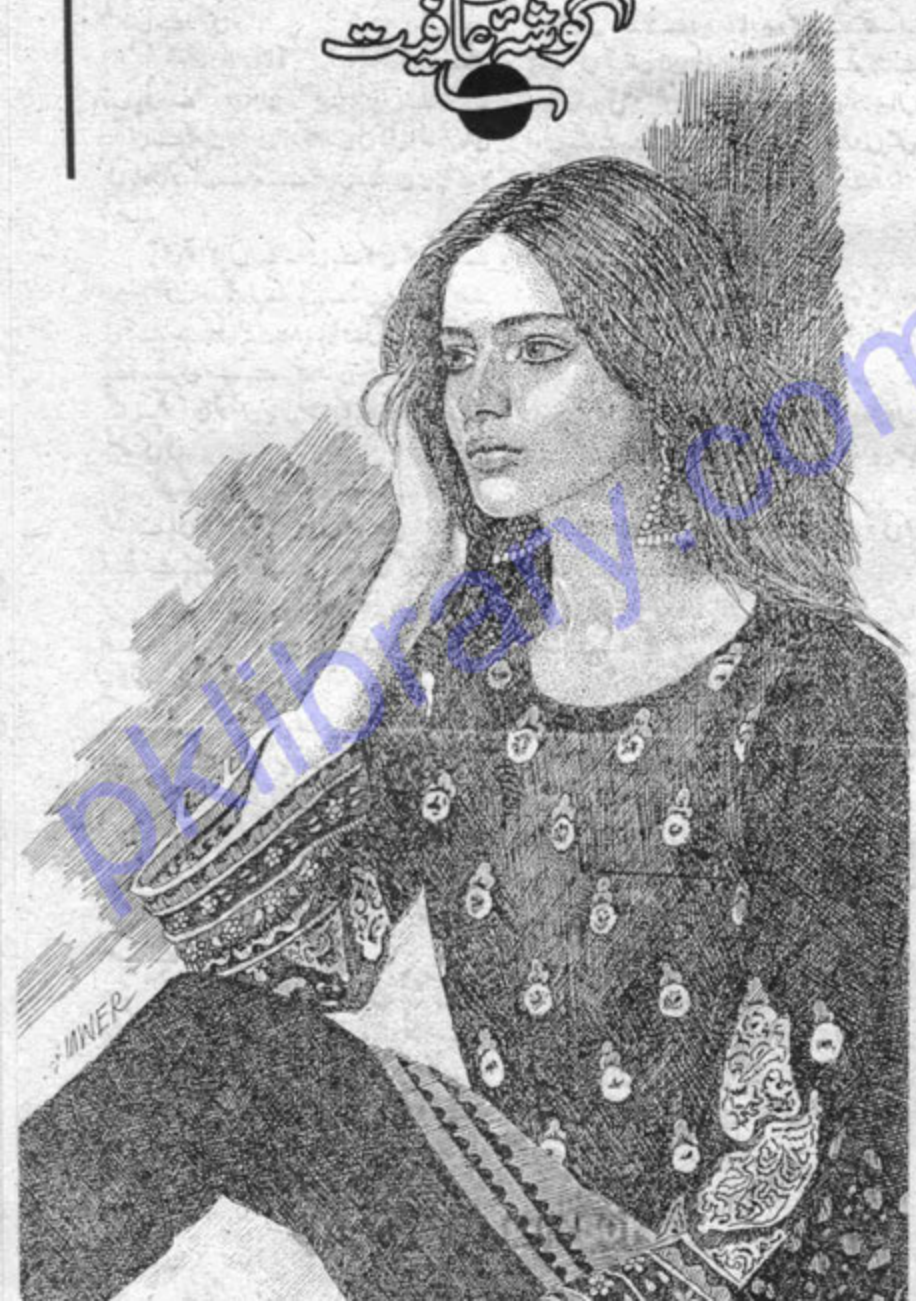

pklibrary.com

www.pklibrary.com

[illegible] اماں! [illegible] کرتی سے [illegible] چادر سے پسینہ پونچھتی نمل — برآمدے میں بچھے اماں کے تخت پر ہی آ بیٹھی۔ سدرہ خاتون نے مٹر چھیلتے ہوئے اپنی بیٹی کی تھکی ہوئی صورت قدرے افسوس سے دیکھی۔

"وعلیکم السلام بیٹا! آ گئیں تم اچھا آرام سے بیٹھو میں پانی لے کر آتی ہوں۔" کہہ کر انہوں نے مٹر کے دانوں سے بھری ٹوکری اور چھلکوں کی تھیلی اٹھا کر کچن کی راہ لی تو نمل نے قدرے حیرانی سے ان کی پشت کو دیکھا۔

آج تو انہوں نے نہ اس سے کالج میں گزرے دن، رستوں اور ٹیچرز کے بارے میں پوچھا تھا اور نہ ہی آنے جانے کی خیریت دریافت کی تھی وگرنہ تو اس کے آتے ہی سب سے پہلے اماں یہی باتیں پوچھتی تھیں۔ مگر آج تو بس خالی سلام کا جواب دیا اور پانی لینے چلی گئی۔

"یہ لیں آپی پانی۔" اماں کے بجائے کچن سے ٹھنڈے پانی کا گلاس لیے چھٹکی برآمد ہوئی جو اس کے آنے سے پہلے ہی سکول سے آ جایا کرتی تھی۔

"اماں کہاں ہیں۔" گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے بس یونہی پوچھا وگرنہ انہیں کچن میں جاتا تو وہ دیکھ چکی تھی۔

"کچن اسٹول پر بیٹھی ٹھنڈی آہیں بھر رہی ہیں۔" چھٹکی کی بات پر اسے اچھو لگ گیا تھا۔

"کیا مطلب؟ کیا فضول بول رہی ہو۔" اس نے آنکھیں نکالیں، چھٹکی نے جلدی سے گردن پر ہاتھ رکھ کر "سچی" بولا تو اس نے ایک تیز نظر اس پر ڈالنے کے بعد ناسمجھی سے کچن کی طرف دیکھا۔ چھٹکی دھپ سے اس کے برابر میں آ بیٹھی۔

"قسم سے آپی! سچ بول رہی ہوں۔ صبح صبح باجی ہو کر گئی ہیں یہاں سے، مجھے ولید نے بتایا تھا جب ہی سے اماں بھی یہاں بھی وہاں بیٹھی آہیں بھر رہی ہیں۔" اس کے کان میں تقریباً گھس کر چھٹکی نے سرگوشی کی تھی۔ جو اسے لمحوں میں سب کچھ سمجھا گئی [illegible] خالی گلاس ایک طرف رکھتی اماں کی طرح ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی۔

نمرہ باجی، ان کی بڑی بہن تھیں جن کی شادی کو ابھی بس چار ہی سال ہوئے تھے مگر ان چار سالوں میں انہوں نے بڑے دیدہ و نادیدہ غم پالے تھے۔ کہ جب بھی آتیں ان کی پریشانیاں چھوٹے بڑے مسائل اور کئی چپقلشیں ان کے ساتھ آتیں اور یہاں اماں کے پلو سے چمٹ کر گھر کے کونوں کھدروں میں پھیل کر فضا کو کئی دن تک بوجھل اور سب کو بے آرام کیے رکھتیں۔

☆☆☆

"ولید! میں کہہ رہی ہوں میرا فون واپس کرو، مجھے کام کرنا ہے۔" بلاشبہ یہ اس کی کوئی چوتھی پکار تھی جو صوفے پر اوندھے لیٹے اس کے فون پر گیم میں لگے ولید کے کان تک شاید پہنچ ہی نہ پائی تھی۔ وہ تینوں لاؤنج میں پڑھ رہے تھے جبکہ اماں ابا اور حدید بھیا کمرے میں جا چکے تھے۔

نمل نے اس بار اسے گھورتے ہوئے چھٹکی کو آنکھ مار کر سیاست سے کام لیا۔

"ذرا بھیا کو تو بلا کر لاؤ۔ مجھے یہ ٹاپک ڈسکس کرنا ہے۔" اگلے ہی لمحے ولید سیدھا ہوا۔ ایک جست میں فون اس کی گود میں پھینک کر اپنی کتابیں کھنگالنے لگا تھا۔

"لاتوں کے بھوت باتوں سے کہاں مانتے ہیں۔" پینسل منہ میں دباتی چھٹکی نے لمحہ نہ لگایا تھا خود سے ایک سال بڑے بھائی کو چڑانے میں، اور پھر کراہ کر رہ گئی تھی کیونکہ ولید نے اس کی پونی ٹیل خوب زور سے کھینچی۔

"بلا ہی لینا چاہیے تھا مجھے بھیا کو....." اس نے منہ بنا کر کہا جب کہ ایک ہاتھ سر پہ بھی رکھا تھا۔

نمل نے دونوں کو خاموش کرایا ورنہ ان دونوں کی ایسی ہی ہلکی تو تو میں میں اگلے کچھ منٹوں میں اچھی خاصی لڑائی اختیار کر جاتی تھی۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ دودھ کے گلاس لیے اماں آ گئیں۔

www.pklibrary.com

"ہو گیا ہوم ورک تم دونوں کا؟" ان دونوں کو گلاس دے کر وہ نمل کے پاس آ بیٹھیں۔

ان دونوں نے بیگ سمیٹتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو اماں نے دودھ کمرے میں جا کر پینے کی ہدایت کرتے ہوئے انہیں روانہ کیا۔

"اب تم بھی بس کر دو، باقی کل کر لینا، دیکھو تو کتنا سا منہ نکل آیا ہے تمہارا اور یہ حلقے دیکھو جو دن بدن بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔" اب کے انہوں نے اسے بھی رگڑا۔ وہ منہ بنا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"ایسی ہی ہوں میں، کچھ نہیں ہوا مجھے، آپ تو ایسے بول رہی ہیں جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔" کتاب بند کر کے اس نے دودھ کا گلاس ٹیبل پر رکھا اور اماں کی گود میں سر رکھ کر پاؤں صوفے پہ پھیلا کر لیٹ گئی۔

اماں دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

"تمہارے ابا کے دوست کے گھر والے آ رہے ہیں تمہیں دیکھنے۔"

"امی ی ی ی ی۔" وہ کراہ کر رہ گئی۔

اماں کو اس پر ایسے پیار تب آتا جب وہ اس کے لیے کسی نہ کسی رشتے کا ذکر کرتی پائی جاتیں۔ جبکہ نمل کا دور دور تک شادی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ کہ اس کا ارادہ گریجویشن کے بعد ماسٹرز کرنے کا تھا، وہ الگ بات کہ اماں اس کے کسی ایسے ارادے کو قطعی خاطر میں لانے والی نہ تھیں۔ انہیں جیسے ہی کوئی معقول رشتہ ملتا وہ اسے بیاہ دیتیں۔

"چپ..... خبردار جو ایک بھی لفظ بولا تم نے تو۔" انہوں نے ڈپٹا کیونکہ اس کی فضول بہانے بازیوں سے (بقول اماں) وہ بخوبی واقف تھیں۔

"نمرہ (بڑی بیٹی) کو بھی بلایا ہے۔ اب دیکھو آتی ہے یا نہیں..... اس بے چاری کی بھی کئی ذمہ داریاں ہیں۔" ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اماں بتانے لگیں.....

"دو سال کا آفت بچہ سنبھالے ساس سسر کی خدمت کرے اوپر سے کنوارے دیور کی ذمہ داری گھر کی بڑی بہو ہونے کے ناتے ہر گھڑی بلکان رہتی ہے میری بچی۔" ان کے لہجے کے درد نے نمل کو لیٹے سے اٹھا دیا تھا۔

اسی چیز سے تو اختلاف تھا اسے کہ باجی خود تو دو چار باتیں کر کے دل ٹھنڈا کر کے چلی جاتی ہیں جبکہ اماں یہ سب سوچ سوچ کر یونہی دکھی ہوتی رہتی تھیں۔ گو اماں ان ماؤں میں قطعی نہ تھیں کہ بیٹی کے آنسو دیکھ کر اس کے سسرال والوں کو دس سنا کر بیٹی کو ان کے خلاف پٹیاں پڑھانے لگتیں مگر انہوں نے باجی کو بھی اس بات پر ٹوکا بھی نہ تھا کہ اس طرح کے مسائل تو ہر گھر اور ہر شادی شدہ لڑکی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ الٹا وہ خود اس کی باتیں دل پہ لے کر کلیجہ جلاتی رہتیں۔

"اماں آپ بھی حد کرتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ آپ آپی کو سمجھائیں کہ اس طرح بات بے بات شکوے کر کے آپ کو پریشان نہ کریں۔ الٹا آپ انہیں درست کہہ رہی ہیں۔" اماں شاکی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھیں۔

اس کا انداز انہیں کچھ ناگوار گزرا تھا۔ وہ پہلے بھی اس طرح کی باتیں ڈھکے چھپے لفظوں میں اماں کے گوش گزار کر چکی تھی۔

"تو کیا میری بچی جھوٹ بولتی ہے۔ ارے ساری پریشانیاں تو اس کی صورت سے ہویدا ہوتی ہیں۔"

"اف امی....." وہ جھنجھلائی۔

"باجی جھوٹ نہیں بولتیں، مبالغہ آرائی سے کام لیتی ہیں، بات کا بتنگڑ بناتی ہیں۔"

"مطلب کیا ہے تمہارے کہنے کا۔" اماں نے تیوریاں چڑھائیں پہلوٹی کی اولاد ہونے کے ناتے باجی نمرہ انہیں خاصی عزیز تھیں۔ بات کہاں سے کہاں چلی گئی تھی۔

"میرا مطلب یہ ہے پیاری اماں کہ اس طرح کے مسائل ہر گھر میں ہوتے ہیں جن کا رونا باجی روتی ہیں۔" وہ ان کے کھوڑا قریب ہو کر نرمی سے کہنے لگی۔

www.pklibrary.com

"مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں نا کہ آپ یہ سب اس طرح نشر کرتے پھریں۔ خود تو پریشان ہیں دوسروں کو بھی پریشان کریں۔ اب ساس بہوؤں کی ہلکی پھلکی چپقلش، شوہر کے رویے سے شاکی ہونا، بچوں کی چھوٹی بڑی پریشانیاں، ذمہ داریوں کا بوجھ اور گھر کے نہ ختم ہونے والے کام ہیں..... ان چیزوں سے تو کوئی بھی گھر خالی نہیں کوئی عورت اس سے بچی نہیں..... مگر اس طرح تو نہیں ناں جیسے باجی کرتی ہے۔ بڑھا چڑھا کر ایک کی دس بیان کر کے سارا بوجھ ماں کے کندھے پر دھر کر خود سکھ کا سانس لو..... پھر ماں چاہے اس دکھ کے بوجھ تلے گھٹ گھٹ کر سانس لے یا کھل کر..... ان کی بلا سے۔" وہ بولنے پہ آئی تو بولتی چلی گئی۔ جبکہ اماں منہ کھولے حیرانی سے یہ نگارشات سن رہی تھیں۔

"باؤلی ہوئی ہے کیا.....؟" انہوں نے آنکھیں نکالی۔

"اب میری بیٹی مجھ سے دل کی بات نہ کرے تو کیا گھٹ گھٹ کر جی ساڑے اپنا.....؟" وہی ڈھاک کے تین پات اس کی تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔

"اماں اگر اپنا جی ہلکا ہونے سے دوسروں کا جی بھاری ہوتا ہو تو کیا فائدہ.....؟" وہ رسانیت سے بولی۔ اماں نے پیار سے اس کے ایک چپت لگائی۔

"ابھی تو نے کچھ دیکھا نہیں ناں..... جب ہی ایسا بول رہی ہے۔ اللہ نہ کرے مگر بعد میں تم بھی ایسا ہی کرو گی۔ ہر شادی شدہ لڑکی اپنے دکھ سکھ ماں سے کہتی ہے۔ اب اگر ہم ماؤں کے تھوڑا سا جی برا ہونے سے بیٹی کو دو گھڑی کا سکون نصیب ہوتا ہے تو کیا برائی ہے اس میں؟

بھئی یہ میکہ ہی تو شادی شدہ بچیوں کا گوشہ عافیت ہوتا ہے۔ بس اگر اس گوشہ عافیت میں تھوڑی دیر کو کچھ کہہ سن کر جی ہلکا کر کے تھوڑا سستا لیتی ہے تو ہمارا کیا جاتا ہے، ہم نے تو ہر حال میں تم بچوں کے غم لینے ہوتے ہیں۔"

ان کے لہجے میں ممتا کی شیرینی تھی..... اور ان کی باتیں حرف بہ حرف درست ہی تو تھیں۔ مگر کیا یہ فعل ٹھیک تھا؟ ان کے ذرا سا جی ہلکا کرنے سے اگر ان کے گوشہ عافیت کی فضا مکدر ہوتی ہو تو ان کے جی ہلکا کرنے کا فائدہ کیا ہوا۔ لڑکی تو جی ہلکا کر کے دو گھڑی سکون کے گزار کر چل دیتی ہے جبکہ پیچھے گوشہ عافیت کے مکین ہر گھڑی ہولتے ہی رہتے ہیں کہ جانے بچی پر کیا گزر رہی ہوگی۔ یہی شاید نمل کا موقف تھا جو وہ اماں کو سمجھا نہیں پا رہی تھی۔

☆☆☆

قسمت کی یاوری تھی۔ آنے والوں کو نمل نہ صرف پسند آئی تھی بلکہ وہ لوگ جھٹ منگنی پٹ بیاہ پر زور بھی دینے لگے تھے۔ اماں ابا کو اور کیا چاہیے تھا۔ دیکھے بھالے لوگ تھے سو منگنی کے جھنجھٹ میں پڑے بغیر ہی دو ماہ بعد کی تاریخ انہیں دے دی تھی۔

نمل کے ناک بھوں چڑھانے کو کوئی خاطر میں نہ لایا تھا..... اور اب صورت حال یہ تھی کہ نمل تو فائنل پیپرز کی تیاریوں میں لگی ہوئی تھی جبکہ اماں اس کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے کر رہی تھیں۔ نمرہ باجی بھی ہر دوسرے دن آ جاتی تھیں۔ ان سب تیاریوں اور مصروفیت کے باوجود وہ اپنے دکھڑے رونا بھی نہ بھولی تھیں۔

"میں تو اماں! روز و شب بس یہی دعا کرتی ہوں کہ میری بہن کا سسرال مجھ جیسا نہ ہو ورنہ رُل جائے گی میری پھولوں جیسی بہن....." ساس، شوہر کی چند ایک شکایتوں میں خود کو حق المقدور مظلوم ثابت کرنے کے بعد ان دنوں باجی کی تان آخر میں بس اس بات پر ہی ٹوٹتی..... جس پہ اماں زیر لب آمین کہہ کر ان کی حالت پر ایک سرد آہ فضا میں بکھیر دیتیں جس کا بوجھ ادھر ادھر کتابیں بکھرائے پڑھائی میں غرق نمل کی سانس بھی بھاری کر دیتی تھی۔

"اب کل کا بتاؤں آپ کو اماں..... سالن میں مرچیں ذرا سی تیز ہو گئیں تو امی (ساس) نے طبیعت کی خرابی کہہ کر کھانے سے منع کر دیا مگر جب شام کو علی

www.pklibrary.com

آئے تو ایک کی دس لگا کر شکایتیں کیں۔ بس پردہ بیچ تک مجھ سے منہ بنائے ہوئے تھے ..... ارے اگر مرچوں کی ہی شکایت تھی تو مجھ سے اسی وقت کہہ دیتیں میں کچھ اور بنا دیتی ان کو..... مگر نہیں بیٹے کے آگے بہو کی پوزیشن خراب کرنے کا کوئی موقع وہ کیسے جانے دیتیں۔ اب اللہ کرے نمل کی ساس ایسی نہ ہو۔" اپنا دکھڑا روتے ہوئے انہیں پھر سے بہن کا خیال آیا تھا۔

اتنے میں چھٹکی ان کے دو سالہ حمزہ کو گود میں لیے ان کے پاس آئی تھی جس نے مٹی میں کھیل کھیل کر کپڑوں کا حشر کر دیا تھا۔

"اے چھٹکی تم کس لیے تھیں اس کے ساتھ جو یہ حال بنا لیا اس نے۔" باجی ہائے وائے کرنے لگیں۔

"دیکھ رہی ہیں اماں! یہ حال ہوتا ہے میرا..... پورا دو صیال پہ گیا ہے یہ ننھا بھی مجال ہے مجھے دو گھڑی کا سکون دیتا ہو....." بات اور حالات کو اپنے حق میں کرنا وہ خوب جانتی تھیں۔

نمل نے ایک بے زار نظر ان پر ڈالی اور کتابیں سمیٹ کر کمرے کی راہ لی، کیونکہ انہیں کچھ کہنا بے کار تھا۔

☆☆☆

دو ماہ پر لگا کر گزر گئے تھے۔ نمل نے جس دن آخری پرچہ دیا اسی شام اماں نے اسے مایوں بٹھا دیا ..... شادی کی ساری تیاریاں وہ اور باجی سنبھالے ہوئے تھیں اور پھر جلد ہی وہ دن بھی آیا جب اسے پیا دیس سدھارنا تھا۔ ان دیکھے خدشات اور کچھ خوش کن احساسات کے ساتھ اس نے بابل کا انگنا پار کیا تو عبدالصمد کے گھر والوں کو اپنا بھرپور استقبال کرتے ہوئے پایا ..... اور پھر جب وہ عبدالصمد کے روبرو ہوئی تو جیسے سارے خدشات پر لگا کر اڑ گئے تھے۔ اپنے دھیمے رویے اور پیار بھرے سلوک سے وہ اس کے دل میں گھر کر گیا تھا۔ جبکہ باقی گھر والے بھی اس کے واری صدقے ہوئے جاتے۔ سسر زمانہ بعید میں فوت ہوئے تھے جبکہ ساس اپنی چاروں اولادوں کو اپنی شفقت کی چھاؤں میں سنبھالے ہوئے تھیں۔ عبدالصمد سے بڑا ایک بھائی تھا، جو شادی شدہ دو بچوں کا باپ تھا جبکہ ایک بہن اور بھائی اس سے چھوٹے تھے۔

سب لوگ بہت اچھے اور خوش اخلاق تھے..... اور کچھ شادی کے اولین دنوں کا خمار اور ذمہ داریوں سے فراغت، وہ ہر طرف تتلی بنی اڑتی پھرتی تھی۔ دعوتوں کا لمبا چوڑا سلسلہ اور نادرن ایریاز کا مختصر ٹور ان سب میں کم و بیش دو مہینے لگ گئے تھے۔ وہ اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا اور اس پر مستزاد اس کا مطمئن اور چہکتا لہجہ، اماں کے بہت اندر تک تراوٹ بھر دیتا تھا۔ جہاں دو برتن ہوں اور آواز نہ آئے تو اچنبھا ہوتا ہے ناں اسی طرح دو لوگوں میں بھی ہلکی پھلکی گرما گرمی تھوڑی بہت ناراضی کچھ اختلافات جنم لے لیں تو کوئی انوکھی بات نہیں..... اور جب یہ حالات ہوئے تو نمل کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جو سوچ رہی تھی کہ سب ایسے ہی رہے گا تو وہ بس خواب ہی ثابت ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس پہ جب ذمہ داریوں اور رویوں کا بوجھ پڑا تو وہ بوکھلا ہی گئی۔

نمرہ باجی کی باتوں کو اس نے جھوٹ تو کبھی نہ سمجھا تھا مگر اب جب اس کے اپنے تجربے میں یہ چیزیں آئیں تو اسے سچائی نظر آنے لگی جو کہ کچھ حوصلہ افزا تو قطعی نہ تھا۔ جب جب گھر میں اس کی ساس یا جٹھانی کوئی ایسی بات کر دیتیں جس سے اس کو تکلیف ہوتی تو وہ شدت سے چاہتی کہ اڑ کر اماں کے پاس پہنچ جائے اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لے۔ باجی کی حالت کا اندازہ اسے شدت سے ہونے لگتا ..... اور اسے اپنا گوشۂ عافیت بے طرح یاد آتا۔

☆☆☆

بھابھی اپنے میکے گئی ہوئی تھیں۔ اس نے ناشتے کے بعد تمام صفائیاں کیں تو دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ امی سے پوچھ کر اس نے دال چاول نکال کر صاف کیے۔ دال تیار ہو گئی اس نے اسے تڑکا لگایا اور چاول بھی ابال دیے۔ دستر خوان پر جب اس نے

www.pklibrary.com

دال کے بعد چاول کی ڈش بھی لا کر رکھی تو امی کے ماتھے پر لکیر ابھر آئی۔

"میں نے تو دال بنانے کا کہا تھا تمہیں....."

اس وقت بس وہ دونوں ہی کھانے بیٹھی ہوئی تھیں۔

بڑا دیور اور عبدالصمد تو شام کو ہی آتے جبکہ باقی چھوٹی نند اور دیور کی واپسی بھی یونیورسٹی سے خاصی دیر سے ہوتی تھی۔

"جی دال ہی تو بنائی ہے امی....." اس نے دال کا باؤل ان کے قریب کیا۔ امی کی بھنویں تن گئی۔

"تو جب دال بنالی تھی پھر اس چاولوں کی کیا تک تھی۔" وہ اسی کی کہی ہوئی بات اپنے پیرائے میں لوٹا گئیں۔ نمل ہونق پن سے انہیں دیکھنے لگی۔

"بھئی ایک وقت میں ایک سالن ہو تو اچھا ہوتا ہے اور پھر ہم کھانے والے ہی کتنے ہیں۔" اپنی پلیٹ میں دال ڈال کر وہ کھانے لگیں، چاولوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا تھا۔

"سوری امی....." وہ خوامخواہ شرمندہ ہو رہی تھی۔

"ہمارے گھر دال کے ساتھ چاول لازمی بنتے ہیں تو اس لیے۔"

"بھئی اب ہر گھر کے اپنے انداز ہوتے ہیں۔ ہماری طرف تو ایسا نہیں ہوا کبھی۔" اور نمل کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔

وہ چاول نگلنا اس سے دشوار ہونے لگا تھا۔ بے دلی سے چند نوالے کر ہی وہ اٹھ گئی بات اگر یہیں ختم ہو جاتی تو کتنا ہی اچھا ہوتا مگر..... شام کو انہوں نے عبدالصمد کے آگے ساری بات رکھی تو اسے نئے سرے سے دکھ ہوا..... کیا ہوتا جو امی اس کی یہ غلطی نظر انداز کر دیتیں۔ حالانکہ انہوں نے ڈھکے چھپے لفظوں میں "اپنے گھر" کی بات کہہ کر اسے بہت کچھ باور کرا دیا تھا۔

"دیکھو نمل! امی کا انداز کچھ غلط نہیں..... اور نہ ہی انہوں نے مجھے یہ سب بطور تمہاری شکایت کے بتایا ہے۔" اسے پاس بٹھا کر عبدالصمد بہت نرمی اور محبت سے کہنے لگے۔

"لیکن امی کا خیال ہے کہ جس طرح میرے بات کرنے سے تم آسانی سے ساری بات سمجھ جاؤ گی۔ اس طرح شاید ان کی بات اثر انداز نہ ہو تم پر....." عبدالصمد کی بات ٹھیک تھی۔ امی کے بجائے ان کا سمجھانا نمل کو زیادہ اچھا لگ رہا تھا مگر وہ جو دل میں ایک گرہ سی پڑھ گئی تھی ناں..... وہ نکل کر ہی نہ دے رہی تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ غلطی میری ہے۔ میں خیال رکھوں گی آئندہ۔" وہ مسکرا کر بولی تو عبدالصمد نے نثار ہوتی نظروں سے اسے دیکھا۔ انہیں نمل کی یہ عادت بہت پسند تھی کہ غلطی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی اس کی ہو یا کسی اور کی وہ بات بڑھاتی نہیں تھی۔

☆☆☆

اماں کا فون آیا تھا کل حدید کے لیے لڑکی دیکھنے جانا تھا۔ باجی تو رہنے آئی ہوئی تھیں دو دن سے مگر اسے بھی اماں نے بلا لیا تھا۔ بھرا پُرا سسرال تھا سو طرح کی ذمہ داریاں تھیں سو وہ اماں کی طرف رہنے بہت کم جاتی ہاں ہفتہ دس دن بعد عبدالصمد اسے ان سے ملوانے لے جاتے تھے۔

شام کو عبدالصمد آفس سے آئے تو اس نے ساری بات کہہ ڈالی انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

"امی سے پوچھ لو تم..... صبح جاتے ہوئے ڈراپ کر دوں گا۔ جلدی فری ہو گئیں تو واپس حدید چھوڑ دے گا نہیں تو میں واپس آتے ہوئے لے کر لوں گا۔" انہوں نے سہولت سے آگے کا لائحہ عمل بتایا مگر اس نے امی سے پوچھا تو انہوں نے جھٹ انکار کر دیا۔

"کل کے لیے تو صاف منع کر دو بھئی۔ کل تو میں نے ثروت (بھانجی جو ابھی عمرہ ادا کر کے لوٹی تھی) کی دعوت رکھی ہے۔" بغیر کسی لگی لپٹی کے انہوں نے صاف منع کیا تو اس کے دل سے ایک ہوک سی اٹھی۔

"مگر امی! لڑکی والوں کو پیغام دیا ہوگا اماں نے آنے کا۔ تو ایسے کیسے منع کر دیں۔" وہ منمنائی۔

www.pklibrary.com

جانتی تھی کہ جب انہوں نے ایک بات کہہ دی تو اب بحث فضول ہی تھی۔ مگر پھر بھی.....

"ارے تو کیوں منع کر کے پروگرام خراب کریں تمہاری اماں..... میں تو انہیں منع کر رہی ہوں۔ ہو آئیں وہ لوگ، تم پھر کسی دن چلی جانا۔" وہ ایسے کہہ رہی تھیں جیسے نمل کوئی ایکس وائے زیڈ ہو اور اس کا وہاں ہونا نہ ہونا برابر ہو۔ حالانکہ جس طرح یہاں اس کا ہونا ضروری تھا ویسے وہاں بھی ضروری تھا مگر امی..... انہیں اس وقت بس اپنے گھر اپنی عزت کی پروا ہو رہی تھی۔

اور پھر وہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا۔ وہ سارا دن بڑی بے دلی سے تمام کاموں میں حصہ لیتی رہی۔ ذہن سے ایک لمحے کے لیے پروگرام نہیں نکلا تھا..... اور پھر صبح صبح جب اس نے فون کر کے اپنے نہ آنے کا بتایا تھا تو اماں کا لہجہ کس قدر رنجیدہ ہو گیا تھا۔

"تم آجاتیں تو اچھا ہوتا، ایک ہی بار میں نمٹا دیتے سارا پسند ناپسند کا معاملہ۔ اب روز روز لڑکی والوں کے ہاں جا کر کھا پی لینا اچھا تو نہیں لگتا ناں لیکن خیر.....

وہ بھی کیا کرتی اپنی اماں کو تو وہ بعد میں بھی بتا سکتی تھی مگر یہاں اگر کچھ کہتی تو بات بڑھنے کا خدشہ تھا۔ سو اس وجہ سے چپ رہی۔ شام کو عبدالصمد آفس سے آئے تو اس کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر رہ نہ سکے اور اسی وقت اسے اماں کے ہاں لے آئے۔ وہ منع کرتی رہی کہ اب جانے کا کیا فائدہ مگر انہوں نے ایک نہ سنی..... اور امی کو بھی اس وقت اس کے جانے پہ کوئی اعتراض نہ تھا۔ ان کی بھانجی کی اچھی خاصی دعوت ہو گئی تھی..... اور کیا چاہیے تھا۔ انہیں فی الحال.....

☆☆☆

"ارے نمل آگئیں، کیسا ہے میرا بچہ....." اسے دیکھتے ہی اماں واری صدقے ہوئی تھیں ساتھ میں داماد کی بلائیں بھی لے ڈالیں جو ایسے وقت بے وقت ان کی بیٹی کو ان سے ملانے لے آتا تھا۔

"سوری اماں میں دن میں نہ آسکی، وہ دعوت رکھی تھی ناں تو....." اس نے گویا صبح اماں کو اطلاع تو دی تھی مگر اب مل کر پوری بات بتانا چاہتی تھی کہ ان کا دل صاف ہو۔ مگر ان کے چہرے پر تو ذرا بھی خفگی کا شائبہ تک نہ تھا۔

"ارے چھوڑو کوئی بات نہیں، تمہیں پھر کبھی لے جاؤں گی۔ اچھا کیا جو نہ آئیں، وہاں تیرے سسرال میں تیرا ہونا زیادہ ضروری تھا۔ وہی تیرا اصل گھر ہے۔ ان لوگوں کی عزت ہی تمہاری عزت ہے۔" اماں پیار سے کہنے لگیں تو اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ کاش امی بھی ایسی سوچ رکھتیں

اس کا شدت سے دل چاہا کہ اماں کی گود میں سر رکھ کر بالکل باجی کی طرح اپنا دل ہلکا کرے اور انہیں بتائے کہ بس ایک عورت کی ہی تو دعوت تھی۔ امی اگر تھوڑا سا بھی لچک دکھا دیتیں تو وہ وہاں کام نپٹا کر تھوڑے ٹائم کے لیے ہی سہی آجاتی مگر.....

"ویسے لڑکی بہت پیاری تھی۔ مجھے اور تمہاری باجی کو بہت پسند آئی۔ تمہیں بھی کسی روز دکھوانے لے چلوں گی۔" اماں دھیرے دھیرے سے بتا رہی تھیں۔

بڑے بیٹے کی شادی کی خوشی کی چاہ ان کے انگ انگ سے چھلک رہی تھی۔ اور وہ ان کا مسرور چہرہ دیکھتی بہت چاہنے کے باوجود بھی انہیں کچھ نہ بتا سکی۔ حالانکہ اس وقت اسے کیا کچھ نہ یاد آرہا تھا۔ تمام چھوٹی بڑی زیادتیاں رہ رہ کر اس کا دل دکھا رہی تھیں۔ اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سب کچھ اماں کے آگے بیان کر کے اپنا جی ہلکا کر لے۔

اسے دفعتاً خیال آیا کہ وہ چند باتوں کی وجہ سے اپنا گوشۂ عافیت خراب نہیں کر سکتی تھی۔ کبھی نہیں.....

وہ اپنا جی ہلکا کرنے کی خاطر اماں کے مطمئن اور مسرور چہرے کو دکھ کی آماجگاہ نہیں بنا سکتی تھی۔ کبھی نہیں.....

اسے اپنا گوشۂ عافیت یونہی پرسکون رکھنا تھا ..... اور حقیقت تو یہ تھی کہ ادھر کی ہوا بھی اس کی پریشانی اور تھکن سمیٹنے کا کام کر دیتی تھی۔

☆☆

www.pklibrary.com

آسیہ وتیس خان

مسافتیں سمیٹ لو

"اماں!" سائب نے آئینے میں اپنے عکس پر آخری نظر ڈالتے ہوئے آواز لگائی اور کمرے سے باہر نکلا۔

"میں نکل رہا ہوں۔" اس نے بیگ کا اگلا خانہ کھول کر چارجر کی موجودگی کا یقین کیا اور ایک بلیوٹوتھ کان میں ڈال کر اس کی ڈبیہ اندر رکھ کر زپ بند کر دی۔

"آخر والی دوائی ختم ہونے کو ہے۔" اماں ڈاکٹر کا نسخہ لیے ہال میں آئیں۔

"شام میں لیتے آنا۔"

اس نے پرچہ ہاتھ میں لے کر دیکھا اور پھر انہیں واپس تھما دیا۔ اس کے فون میں پرچی کی تصویر محفوظ تھی۔

"ان شاء اللہ۔" بیگ کاندھے پر ڈال کر اس نے بائیک کی چابی اٹھائی ہی تھی کہ دروازے میں اُحیلہ نمودار ہوئی۔ اب اسے دیکھتے ہی کوئی ردعمل نہ دینے کی اس کی کوشش ناکام ہونے لگی تھی، جیسے اس وقت اس کا چہرہ تن گیا اور ماتھے پر دو لکیریں نمودار ہو گئیں۔

"مٹر پلاؤ بنایا تھا، آپ کو پسند ہے نا۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا نیا ٹفن کور ڈبہ اس کی سمت بڑھایا۔ حالاں کہ وہ جانتی تھی، وہ دوپہر کا کھانا ساتھ نہیں لے جاتا۔

"اب وہ لے آئی ہے تو رکھ لو۔" اماں نے پوتی کے ہاتھ سے لے کر اسے تھمایا۔

www.pklibrary.com

مکمل ناول

www.pklibrary.com

سائب نے جتاتی نظر اپنی نانی یعنی اماں کے سپرد کی، جسے پڑھ کر انہوں نے پچکارنے والے انداز میں آنکھ اور سر کے اشارے سے اسے ڈبہ رکھ لینے کو کہا۔ اس نے 'نائٹ فینٹر!' والے تاثرات کے ساتھ ڈبہ بیگ میں ڈالا۔

"اللہ حافظ۔" ناراض سے لہجے میں کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔

اُنیلہ اس کے پیچھے جانے لگی تھی کہ انہوں نے روکا۔

"ذرا میرے ساتھ اندر آؤ، اوپر سے بڑا پتیلا نکالنا ہے۔" جب سے سائب نے ان سے بات کی تھی، وہ مقدور بھر کوشش کرتی تھیں کہ اس کی وجہ سے سائب کا مزاج نہ بگڑے۔

اُنیلہ جو اسے بائیک لیے گیٹ سے باہر نکلنے تک دیکھنے کی تمنا میں پیچھے جانا چاہ رہی تھی، مجبوراً دادی کے پیچھے چل پڑی۔

"اتنے بڑے پتیلے کا کیا کام؟" اس نے اسٹول پر چڑھتے ہوئے پوچھا۔ اوپر والے خانے میں بڑے برتن رکھے تھے، جن کی رونمائی خاص موقعوں پر یاد عموتوں پر ہوتی تھی۔

"ایک دو دن میں شہوار آئے گی۔" وہ اسے بہانے سے اندر لائی تھیں لہٰذا اب ایک اور بہانا گھڑا۔

"تو سوچا ہے حلیم یا بریانی بناؤں اس دن۔"

"ارے واہ!" وہ خوش ہوگئی۔

"حلیم نہیں بریانی بنائیے گا۔" اسے بھی علم تھا سائب کو حلیم نہیں پسند۔

"شہوار سے پوچھ لوں گی، اسے کیا کھانا ہے۔" انہوں نے موٹے پیندے کا بڑا پتیلا اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

"سائب بھائی کے بعد آپ کو صرف اپنی سہیلی کی پسند ناپسند کا خیال رہتا ہے۔"

"ایسا نہیں ہے بیٹا! مجھے پتا ہے تمہیں بریانی پسند ہے۔"

"پھر بریانی ہی بنے گی اس دن۔" اس نے اٹھلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اسٹول جگہ پر رکھ دو اور میرے سر میں تیل مالش کر دو ذرا، کتنے دن ہو گئے ہیں۔" وہ کہتے ہوئے برتن سلیب پر رکھ کر باہر نکلیں۔

دراصل وہ ایسے موقعوں پر الجھ جاتی تھیں۔ ایک طرف جان سے پیارا نواسا تھا اور دوسری طرف نہ صرف ان کی بلکہ اپنے ماں باپ کی بھی لاڈلی اُنیلہ تھی۔ وہ اتنی صبح صبح باورچی خانے میں گھس کر پلاؤ بنانے کے بعد ٹھیک ٹھاک تیار ہو کر ادھر آئی تھی۔ تیل لگانے سے وہ انکار کر دیتی تو اماں کو ذرا برا نہیں لگتا مگر جب سے سائب کے لیے جذبات بدلے تھے، التفات کے دائرے میں، سائب کے ساتھ اماں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ وہ مانتا نہ مانتا مگر اس کے لیے ان کی بات ٹالنا آسان نہیں تھا۔ سائب کو زیر کرنے کی کوشش میں دراصل اماں ہی اس کا سب سے بڑا ہتھیار تھیں۔

☆☆☆

کیمپس کے گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے اس نے نظر اطراف میں دوڑائی اور وہ شکل ندارد پا کر سکون کا سانس لیا ہی تھا کہ اچانک بائیک نظر آ گئی۔ اس وقت اچھی خاصی بھیڑ ہوتی تھی پھر بھی وہ اسے تلاش کر لیتا تھا جیسے اس وقت اس کی نگاہیں اسی پر تھیں۔

"اتنی مستقل مزاجی اور پابندی سے نک کر کوئی کام کر لے تو کروڑ پتی بن سکتا ہے۔" اس نے بلاوجہ ہی اسکارف چہرے پر کھینچتے ہوئے کچھ بے زاری سے سوچا۔

ساتھ چل رہی نعیمہ نے بائیک والے کی سمت مسکراہٹ اچھالی اور پھر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ چند مہینوں میں اس کی سہیلیوں اور اس لڑکے میں دور دور سے ہی اتنا تعارف اور شناسائی ہو گئی تھی کہ مسکراہٹوں کے تبادلے ہونے لگے تھے، اسے ان کی مسکراہٹیں اپنے خلاف لگتی تھیں۔ وہ اس طرح

www.pklibrary.com

اس کی موجودگی اور اس میں اس کی دلچسپی کو نہ صرف قبول کر چکی تھیں بلکہ اس کے حوصلے بھی بڑھا رہی تھیں۔

اس نے ان سے بات کرنے کی کوشش کی تو وہ سب اسے ہی قائل کرنے پر کمر بستہ تھیں کہ سب کو وہ شریف اور سچا لگتا تھا۔ اس کے بعد اس نے خاموشی بہتر سمجھی۔

وہ ہمیشہ کی طرح سڑک کے دوسرے کنارے پر بائیک روکے کھڑا تھا۔ لباس، حلیہ اور بائیک سے اچھے خوش حال گھرانے کا چشم و چراغ لگتا تھا۔ خوبرو اور جاذب نظر بھی تھا۔ بقول نعیمہ اور اس کی دیگر سہیلیوں کے کوئی بھی لڑکی اس کے متوجہ ہونے کو اپنی خوش قسمتی گردانتی، بس ایک وہ ہی تھی جسے اس کی دلچسپی میں دلچسپی نہیں تھی۔

پتہ نہیں اس نے اسے پہلی دفعہ کہاں دیکھا تھا۔ وہ اس کے گلی محلے کا تھا نہ جان پہچان والوں میں سے تھا۔ اس کے کالج کا بھی نہیں تھا۔ بہت یاد کرنے پر اس کے ذہن کا سرا نعیمہ کی سالگرہ کے جشن سے جا ملتا تھا۔ کالج کے قریب واقع ساؤتھ انڈین ریسٹورنٹ سارے کالج کا 'ہینگ آؤٹ' اڈہ تھا۔ کوئی مخصوص دن، رزلٹ، کسی کی سالگرہ یا منگنی اور بات پکی جیسی خوش خبریوں کے سب ہی جشن وہاں منائے جاتے تھے۔ سیمانے پہلی بار اسے وہیں دیکھا تھا اور پھر یہ اتفاق ہر بار ہونے لگا۔ اس نے اسے اتنی اہمیت نہیں دی تھی کہ اس کے ساتھ کئی لڑکیاں ہوتی تھیں۔

ایک دن جب وہ سب وہاں ندا کی سالگرہ منا رہی تھیں، تب اس نے نعیمہ سے جانے کیا کہا کہ وہ اسے ان کی میز پر سب سے ملوانے لے آئی۔

"یہ میرے کزن برادر ہیں فہد بھائی۔"

اس جھوٹ پر نعیمہ کو گھورتے ہوئے سب کے ساتھ اسے بھی تعارف پر سلام کرنا پڑا تھا۔ بعد میں اس نے نعیمہ کو لتاڑا تو اس نے بڑی معصومیت سے کہا تھا۔

"یار! اس نے اتنی نرمی اور احترام سے التجا کی تھی کہ پلیز بس اپنی دوست سے تعارف کروادیں کسی طرح میرا۔"

"تم خاص مجھ سے ملوانے لائی تھیں اسے؟" اسے جھٹکا لگا۔

"اور کیا، کتنے دن سے کالج کے چکر کاٹ رہا ہے، تمہاری سخت شکل دیکھ کر بے چارے کی ہمت نہیں ہوتی کہ اپروچ کرے۔"

"اب جب اس نے تم سے اتنی بات کر ہی لی ہے تو اسے منع کردو مجھے یہ سب نہیں پسند۔"

"کیا نہیں پسند؟ اتنا اچھا تو ہے وہ۔"

وہ چپ رہی۔ نعیمہ کو جو بات اچھی لگ جائے، وہ اس کے حق میں کم ہی خاموش رہتی تھی اس لیے یہاں بھی اس سے مذاکرات فضول تھے۔

"ایسی خاموش محبت کوئی مجھ سے کرتا تو میں بچھ بچھ جاتی۔" کچھ دیر خاموشی سے بس اسٹاپ کی سمت چلنے کے بعد نعیمہ نے کہا۔

"خاموش محبت وہ ہوتی ہے جو کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے کو پتا نہ چلے۔" اس نے چبا چبا کر تصحیح کی۔

"دیکھنے میں اچھا ہے، تمہاری ایک نظر التفات کی خاطر روز گیٹ کے باہر ویٹ کرتا ہے، تمہارے بس میں بیٹھ جانے کے بعد ہی ملتا ہے، کبھی سن ہی لو اس کی۔" نعیمہ اس کی وکالت یوں کر رہی تھی گویا اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"لڑکی کا اس طرح پیچھا کرنا ہی سب سے بڑی بدتمیزی ہے۔" جواب دیتے ہوئے بھی روز کی طرح اس کا دل دعا گو تھا کہ مطلوبہ بس جلد آجائے۔

"ایسا بھی نہیں ہے، شریف لڑکا ہے، کبھی آوازیں کسیں نہ کوئی ذلیل حرکت کی۔"

"مجھے روز یہاں اس کی موجودگی ہی ذلیل حرکت لگتی ہے۔"

"تم اوور ری ایکٹ کرتی ہو ورنہ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔" نعیمہ نے بڑے سکون سے کہا۔

www.pklibrary.com

"اس طرح کسی کو ان کمفرٹیبل کرنا، اس کی مرضی کے بنا پیچھا کرنا بڑی بات نہیں؟"

"اچھا تو ایک موقع دو اور سن لو، وہ کیا کہنا چاہتا ہے پھر اسے اپنی مرضی بھی بتا دینا۔" نعیمہ نے موقعے کا فائدہ اٹھایا۔

"نہ تم دودھ پیتی بچی ہو نہ وہ نہ میں۔" وہ زچ ہو گئی تھی۔

"ہم تینوں کو علم ہے اس نے کیا کہنا ہے اور میرا بات سننے سے انکار ہی میرا انکار ہے اور بس اب بات ختم کرو۔" اس نے کہجے میں بے زاری کے ساتھ ساتھ ناگواری بھی تھی۔ نعیمہ کو چپ ہونا پڑا۔

بس آ گئی اور اس نے شکر کا سانس لیا۔ وہ اب تک اپنی جگہ موجود تھا۔

☆☆☆

دو دن بعد وہ فائزہ اور امی کے ساتھ بازار گئی تھی۔ کپڑوں کی دکان سے نکلتے ہوئے پہلے اسے لگا نظروں کو دھوکا ہوا ہے لیکن جب غور کیا تو وہ فہد ہی تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا لڑکا بھی تھا مگر وہ روز کالج کے باہر والا دوست نہیں تھا۔ وہ دونوں ان ہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اسے لگا یہ اتفاق ہے۔ اب اسے خریداری کا ہوش تھا نہ اس میں دلچسپی بچی تھی کہ وہ دونوں ہر جگہ ان کے پیچھے تھے۔ فائزہ اور امی پوری دل جمعی سے دکان دکان بھٹک رہی تھیں اور وہ کلس رہی تھی۔

گھر پہنچ کر رکشا سے اترتے ہوئے جب اس نے دور اس کی بائیک دیکھی تو دل دہل گیا۔ آج ہی بازار والے اتفاق کے بعد اس نے پیچھا کرتے ہوئے گھر دیکھا تھا یا یہ سلسلہ پرانا تھا، جو بھی تھا اسے آج خبر ہوئی تھی۔ وہ پیچھا کرتے ہوئے اس کے گھر تک آ گیا ہے، اس احساس نے پہلی بار ہلکا سا خوف اس کے اندر پیدا کیا تھا۔ یہ خوف کہ گھر والوں اور آس پڑوس والوں کو کچھ پتہ چل گیا تو۔؟

ساری رات کی بے چینی اور سوچ بچار کے بعد اگلے دن اس نے نعیمہ سے مدد مانگی۔

"چوں کہ تم اس سے بات کرتی ہو، بہانے سے ہمیں ایک دوسرے سے ملوا بھی چکی ہو، اس لیے میرا کام کر دو پلیز اس سے کہو میرا پیچھا نہ کیا کرے، کل وہ بازار سے گھر تک میرے پیچھے تھا، کسی نے ایسے دیکھ لیا تو میں کس کس کو صفائی دوں گی۔"

اس کی سنجیدگی اور سراسیمگی دیکھ کر نعیمہ فوراً مان گئی۔ اس دن وہ دونوں سب سے آخر میں باہر نکلیں۔ تب تک معمول والی بھیڑ چھٹ چکی تھی۔ اس کا رخ ذیلی اسٹاپ کی طرف تھا اور نعیمہ ست قدموں سے اس سے پیچھے چلتے ہوئے، فہد کے پاس رک گئی تھی۔ کچھ دیر بعد نعیمہ اس سے بات کر کے اس کے پاس آئی۔

"وہ کہہ رہا ہے تم ایک بار اس کی بات سن لو۔"

"اور تم اس کا پیغام لے کر چلی آئیں؟" اسے غصہ آ گیا۔

"میں نے تمہیں یہ معاملہ ہمیشہ کے لیے اینڈ کرنے بھیجا تھا۔"

"تو کیا کروں یار۔ میں نے کہا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تم گھر بازار تک پیچھا کیے، یہ سب نہ کرو لیکن وہ میری بات کیوں ماننے لگا؟" وہ چپ رہی مگر چہرہ تپش کے مارے لال ہونے لگا تھا۔

"تم اس سے مل کر بات سن لو تو اس کی بھی تسلی ہو جائے گی اور تمہیں جو کہنا ہے وہ بھی کہہ دینا۔"

"تم کیوں اس کی اتنی طرف داری کرتی ہو؟ جب کہ جانتی ہو تجھے نہ وہ پسند ہے نہ اس کی حرکتیں۔"

"مجھے وہ مخلص لگتا ہے، ورنہ میں ملنے یا بات کرنے پر اصرار نہ کرتی۔" اس کا وہی پرانا راگ۔

"میری دوست ہو یا اس کی؟"

"تمہاری دوست ہوں اور ایک محبت کرنے والے بندے کو تم ٹھکرا کر پچھتاؤ نہ، یہ چاہتی ہوں۔"

"لکھ لو کہیں، میں نہیں پچھتاؤں گی، مجھے نہیں چاہیے ایسے انسان کی محبت جو مقابل کی رائے، مرضی

www.pklibrary.com

اور بے آرامی کو کچھ نہ سمجھے۔ "تب ہی بس آ گئی اور باقی راستہ بھر وہی پرانی بحث چلتی رہی۔

وہ گھر سے باہر نکلنے کو سمجھنے لگی تھی۔ اسے لگتا وہ کہیں موجود ہی ہوگا۔ اگر کبھی کہیں چلی جاتی تو سارا وقت اس کی نظریں اسے ڈھونڈتی رہتیں اور اکثر وہ دکھائی بھی دے جاتا تھا۔

کیمپس میں شکایت کرنے کا کوئی فائدہ تھا، نہ ہی راستے میں اس سے سوال کرنے یا بے عزت کرنے کا۔ اسے یہی مناسب لگا کہ نظر انداز کرتی رہے اور اس نے یہ ہی کیا لیکن اب، خود کرنے والے کتنے ہی کام وہ فائزہ اور مدبر سے کروانے لگی تھی تاکہ باہر نہ نکلنا پڑے۔ اپنی زندگی پر فہد کا یہ ان دیکھا اور بلواسطہ تسلط اسے بہت برا لگتا تھا۔ ایک عجیب سی کوفت اور بے چینی ہمہ وقت اس پر سوار رہنے لگی تھی۔ رات میں آنکھ کھلتی تو لگتا وہ اب بھی کہیں سے اسے دیکھ تو نہیں رہا۔

اپنی پریشانی نعیمہ کو بتاتی تو اس کے پاس جو مشورے ہوتے وہ اس کے لیے ناقابل قبول تھے۔ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ سیما اس سے ملے اور نعیمہ کے مطابق اسے مل لینا چاہیے تھا۔ ان کا یہ آخری سمسٹر تھا کچھ دن بعد کیمپس چھوٹ ہی جانا تھا وہ اسی انتظار میں تھی۔ پرچوں کی تاریخ کا اعلان ہوتے ہی ہمیشہ اسے لگتا تھا دن بھاگ رہے ہیں اور اب وقت اسے رینگتا محسوس ہو رہا تھا۔ امتحانوں سے پہلے زیادہ سے زیادہ وقت ملنے کی طلب گار، اب چاہتی تھی جلد سے جلد امتحان ہو اور اسے پھر کبھی کیمپس نہ آنا پڑے۔

☆☆☆

اندر آتے ہی اس کے چہرے پر برہمی پھیل گئی۔ وہ پلٹ کر اماں کو آواز دینے لگا تھا کہ رک گیا۔ اسے خود احساس تھا وہ بچوں کی طرح ان سے، انیلہ کی شکایتیں لگا رہا تھا لیکن ان کے علاوہ اور کوئی تھا بھی تو نہیں جس سے وہ یہ سب کہتا۔

اس کی امی کی وفات کے بعد ابا نے دوسری شادی نہیں کی تھی۔ اماں، ابا کی خوش دامن ہی نہیں خالہ بھی تھیں۔ وہ کم عمر تھا اور دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں لہٰذا بیٹی کے جانے کے بعد، وہ داماد اور نواسے کے ساتھ رہنے لگی تھیں۔ امی کے بارہ سال بعد ابا بھی دار فانی سے چلے گئے۔ اس کے والد سی اے تھے، ان کی اپنی فرم تھی۔ اس نے بھی باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسی پیشے کا انتخاب کیا تھا۔ دوسری کوشش میں امتحان پاس کرنے کے بعد اس کے پاس والد کا جما جمایا کام اور دفتر موجود تھا۔ اس نے ان کے ساتھ ہی کام شروع کیا تھا اور اب ان کے بعد فرم وہ ہی سنبھال رہا تھا۔ ماموں نئی بنی کالونی میں نیا مکان تعمیر کروا رہے تھے، انہوں نے سارب اور اماں کو پیشکش کی کہ وہ ابا کا مکان فروخت کر کے ان کے ساتھ والا پلاٹ خرید کر نیا مکان بنوالیں۔ اس کی خالہ، پھوپھو اور بڑے ماموں بھی اسی علاقے کے آس پاس مقیم تھے۔

نیا اور بہتر علاقہ تھا اور شہر سے دور ہونے کی وجہ سے پلاٹ بھی، رعایتی داموں میں مل رہے تھے۔ کچھ اماں کی تنہائی اور ان کی اس عمر میں دوسرے بچوں کے قریب رہنے کی خواہش کا خیال کرتے ہوئے وہ مان گیا تھا۔ اس نے بڑی محنت، محبت اور توجہ سے اپنا چھوٹا مگر بے حد خوب صورت گھر تعمیر کیا تھا۔ انہیں یہاں منتقل ہوئے ایک سال ہونے آیا تھا۔

یہاں آنے کے بعد انیلہ کے جذبات اس کے لیے کب بدلے اسے علم نہیں تھا۔ جب اتفاقات عام ہونے لگے تو وہ ٹھٹکا۔ پہلی سوچ یہ ہی تھی کہ وہ اس کی حوصلہ شکنی سے سمجھ جائے گی، رک جائے گی کہ معاملہ یک طرفہ ہے اور اسے دو طرفہ کرنے میں دوسرے فریق کو دلچسپی بھی نہیں۔ اول اول اسے برا لگتا تھا کہ اس کے سرد اور خشک برتاؤ سے، بے چاری کے نازک جذبات کو ٹھیس پہنچے گی مگر ادھر کوئی اثر ہی نہیں تھا۔ اس نے اپنا دل بھی ٹٹولا کہ شاید گنجائش نکلتی ہو۔ وہ خوب صورت تھی، اکلوتی تھی، خود سے اس میں دلچسپی لے رہی تھی، ماموں معاشی طور پر خاندان کے

www.pklibrary.com

سب سے مضبوط انسان تھے لیکن دل زور و شور سے نعرہ لگا رہا تھا 'نہیں نہیں یہ نہیں!' بالآخر اس نے اماں سے بات کرنے کی ٹھانی۔

"آپ ذرا انیلہ کو سمجھائیں یا صاف بات ہی کرلیں۔"

"ہیں! کیا سمجھاؤں؟"

"آپ نے کچھ غور نہیں کیا؟" وہ جھنجھلایا۔

"کیا غور نہیں کیا؟"

"آپ کچھ دن غور کریں، بہت توجہ سے غور کریں اور پھر بتائیں۔" وہ مزید وضاحت دیے بغیر چلا گیا تھا۔ اتنے برسوں میں اماں سے اس کا رشتہ ایسا ہو چکا تھا کہ وہ ان سے ہر بات کہہ لیا کرتا تھا لیکن انیلہ کے بارے میں صاف بات کرنا، آسان نہیں تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا وہ بھی اسے پسند کرتی ہیں۔

اماں نے واقعی غور کرنا شروع کیا اور پھر سر تھام لیا۔ انہیں تب بیٹے کے پاس بلانے کی اصل وجہ بھی سمجھ آئی، جب کہ ساہب اپنی ناپسندیدگی اور بے زاری واضح کر چکا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ انہیں دونوں بچے اور ان کی خواہشات بھی عزیز تھیں۔

وہ سلیقہ مند انسان تھا۔ چیزیں جگہ پر اور کمرہ ترتیب سے رکھتا تھا اور اس وقت انیلہ یہاں اپنی مہربانیوں کے نشان چھوڑ گئی تھی۔ ترتیب تو ویسی ہی تھی لیکن معمولی سی تبدیلی بھی اس سے چھپ نہیں سکی یا شاید مقصد ہی یہ تھا کہ وہ جان جائے کہ اس کے کمرے کو "سنوارا" گیا تھا۔ اس کا ضبط جواب دے گیا تھا اور کنگ ڈیسک پر رکھے گل دان کو دیکھ کر، جس میں زرد اور سفید گلاب سجے تھے۔

کزنز کے بیچ باتوں باتوں میں، جب وہ اس کی پسند ناپسند اگلوا رہی تھی تب اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا، یہ معلومات کب اور کیسے استعمال میں لائی جائیں گی۔ اس کا دل چاہا۔ پھول اور گل دان دونوں اتنی قوت سے، کھڑکی کے باہر پھینکے کہ وہ ماموں کے احاطے میں جا گرے۔ اگر وہ اس کے رویے کو سمجھنے سے قاصر تھی تو اب دو بدو اور دو ٹوک بات کا وقت تھا۔

اماں غور کرنے کے بعد اب فکر مند ہی تھیں۔ کہا تو اس سے کچھ نہیں تھا مگر وہ جانتا تھا، ان کے لیے انیلہ سے اس موضوع پر بات کرنا آسان نہیں۔

غسل کے بعد، تر و تازہ ہو کر اس نے باورچی خانے میں جا کر اماں اور اپنے لیے چائے بنائی۔ وہ دونوں شام کی چائے ساتھ پیتے تھے، مگر آج وہ فون پر اپنی سہیلی سے بات کر رہی تھیں، وہ جانتا تھا یہ گفتگو مغرب کی اذان سے پہلے ختم نہیں ہوگی لہٰذا انہیں چائے دے کر خود باہر چلا آیا۔ اماں اور ان کی سہیلی نہ صرف سیریل اور ڈرامے دیکھنے کی شوقین تھیں بلکہ انہیں ان پر، گھنٹوں گفتگو کرنا دیکھنے سے زیادہ پسند تھا۔

دائیں طرف ماموں کا گھر تھا۔ داخلی گیٹ الگ تھے اور احاطوں کے بیچ مختصر سی دیوار اور چھوٹا سا خوب صورت گیٹ تھا۔ ماموں کے مکان کے مقابلے میں اس کا گھر چھوٹا تھا۔ ہال، تین کمرے اور باورچی خانے پر مشتمل اس کا مکان جدید سہولتوں اور آرائشوں سے مزین تھا۔ باہر سے دیکھنے والا ہو یا اندر آنے والا، ہر کوئی متاثر ہوتا تھا۔

احاطہ بھی زیادہ بڑا نہیں تھا۔ کارشیڈ کے بعد باقی بچی جگہ میں رکھے خوب سارے چھوٹے بڑے گملے اور ان میں موجود پودے، پھول اماں کے شوق اور محنت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ مختصر سے پورچ میں لکڑی کے چوڑے دروازے کے دائیں، طرف دو کرسیاں اور اتنی چھوٹی تپائی تھی کہ اس پر صرف درمیانی سی ٹرے رکھی جا سکتی تھی۔ اسے ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ حسب توقع انیلہ نظر آئی۔ ریشم جیسے ملائم، سیدھے اور چمکیلے بال پشت پر کھلے تھے، لائنر، نمایاں لپ اسٹک اور ہلکا زرد سوٹ، نظر پڑتے ہی معمول کی طرح ساہب نے کوفت زدہ ہو کر، نگاہ ہٹالی لیکن فوراً کچھ دیر پہلے کیا فیصلہ یاد آیا تو سر اٹھا کر اسے آواز دی۔

"انیلہ!" اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ اسی بات کا تو

www.pklibrary.com

اسے یقین تھا، مسلسل پانی گرتا رہے تو سوراخ ہو ہی جاتا ہے اور سائب تو پھر بھی نہیں تھا۔

"جی۔" وہ مسکراتی ہوئی پلک جھپکتے ہی اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے کپ تپائی پر رکھا اور خود کو تیار کیا۔ اس پل اسے احساس ہوا جتنا آسان اس نے سمجھا تھا یہ اتنا سہل نہیں تھا۔

"تم آج میرے کمرے میں گئی تھیں؟"

"ہاں، یہاں اتنے پیارے پھول کھلے تھے اور آپ کو پسند ہے زرد اور سفید گلاب اس لیے میں نے واز میں ڈال کر کمرے میں رکھے ہیں۔"

"صبح میں نے بھی وہ پھول دیکھے تھے اگر اپنے کمرے میں رکھتے ہوتے، تو یہ کام میں بھی کر سکتا تھا۔"

"آپ اتنی سی بات پر ناراض ہو رہے ہیں۔" وہ خفگی سے کہتے ہوئے سر جھکا کر دوپٹے کا کونہ انگلی پر لپیٹنے لگی۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے، وہ ہی سمجھا رہا ہوں۔ کسی کی پرائیوسی اور اسپیس وائلیٹ کرنا معمولی بات نہیں ہے، خاص طور پر اس وقت جب اس انسان کو سخت ناپسند بھی ہو۔"

"آپ اتنے بے حس تو نہیں ہیں کہ دوسرے کے جذبات کا احساس نہ ہو۔" سائب دوٹوک بات کرنے بیٹھا تھا مگر اسے، اس کی جانب سے ویسے ہی کھری بات کی امید نہیں تھی لہٰذا پل بھر کو بوکھلا گیا۔

"انیلہ! میرا خیال تھا تم اتنی سمجھ دار تو ہو جو میرے رویے سے جان جاؤ گی کہ میں تمہارے جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتا، اس کا مجھے افسوس ہے لیکن تم یہ حقیقت قبول کر لو تو ہم دونوں اس ان کمفرٹیبل پوزیشن سے بچ سکتے ہیں۔"

"آپ اپنا وقت لیں، مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ جذبے سچے ہوں تو وہ اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔" وہ سر اٹھا کر جس اعتماد سے مسکرائی، سائب کا دماغ ہی گھوم گیا۔

"آج آپ ایسا کہہ رہے ہیں لیکن ضروری نہیں چند دن بعد بھی آپ کی سوچ یہ ہی ہو۔" اس کا پر یقین لہجہ کہہ رہا تھا، وہ اپنی خیالی دنیا میں بہت آگے تک چلی گئی ہے۔

"یہ فلم یا ناول نہیں ہے، اصل زندگی ہے اور میں خود شناس بندہ ہوں۔ میں نے اپنا خیال بلکہ اپنا جواب تمہیں بتا دیا ہے اور امید کرتا ہوں تم اب میرے کمرے میں نہیں جاؤ گی۔" وہ کپ اٹھا کر اندر چلا گیا۔

انیلہ وہیں بیٹھی رہی۔ اسے اچھا نہیں لگا تھا مگر اس وقت اسے سائب کی طرف سے کسی مثبت بات کی توقع بھی نہیں تھی۔ اسے یقین تھا وہ ہمیشہ اسے نظر انداز نہیں کر سکتا، اسے اپنی چاہت پر بھروسا تھا، وہ مان چکی تھی آج نہیں مگر جلد ہی وہ اس کی محبت قبول کر لے گا، اس کے عشق میں مبتلا ہو جائے گا۔ وہ اتنی مطمئن اس لیے بھی تھی کہ اسے اپنے والدین کے ارادوں کی بھنک تھی۔

☆☆☆

امتحان سے کچھ دن پہلے کلاسیں بند ہو چکی تھیں اور عین اسی وقت، نعیمہ کے نوٹس گم ہو گئے۔ بڑی منتیں کر کے اس نے سیما کو قائل کیا کہ دونوں کے گھروں کے درمیان پڑنے والی، مشہور کافی شاپ میں ملیں اور وہیں نعیمہ فوٹو کاپی کروا کر اسے نوٹس واپس کر دے گی۔ کافی شاپ پہنچ کر وہ اس کی بتائی دیوار کے ساتھ آخری میز پر بیٹھی تھی۔ نعیمہ کو پیغام بھیجا تو اس نے کہا وہ پانچ منٹ میں پہنچ رہی ہے۔

نوٹس کی ورق گردانی کرتے ہوئے وہ انہماک سے پڑھنے لگی تھی۔ اس کی آمد پر قلم اندر ہی چھوڑ کر نوٹس بند کیے اور سر اٹھایا اور اس قدر شدید غصہ آیا کہ نعیمہ کو دل میں کوس ڈالا۔ اس نے اسے نظر انداز کر کے نعیمہ کو فون کیا مگر ادھر بس رنگ جاتی رہی۔

"پلیز نعیمہ پر غصہ نہیں کرنا، اس کا کوئی قصور نہیں میں نے ہی بہت منتیں کی تھیں۔" وہ بڑے انداز سے مسکراتے ہوئے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ہونٹ سختی سے بند کرتے ہوئے فون

www.pklibrary.com

بیگ میں ڈالا اور کھڑی ہوگئی۔

"میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔" وہ جو مسلسل اسے دیکھ رہا تھا، اس کے اٹھنے پر گڑبڑا کر التجا کی۔

"پلیز دو منٹ میری بات سن لو۔" وہ غصے سے کرسی کھسکا کر کھڑی ہوئی تھی اور اس شور نے وہاں موجود چند افراد اور عملے کو اس کی سمت متوجہ کر دیا تھا۔ معنی خیز اور چبھتی نظریں، دبی دبی مسکراہٹ، بے زاری اور تاسف ان چند چہروں میں سب کچھ تھا، وہ بیٹھ گئی۔ دنیا کے لیے یہ معمولی بات تھی۔ ایسی جگہوں پر 'جوڑوں' کی لڑائی اور ناراضی تو اب عام تھی۔

"آج یہ قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو ہی جائے۔" اس نے سوچا۔ وہ واپس بیٹھی نہیں لیکن 'کہو' والے انداز میں اسے دیکھا۔

"تم مجھے اچھی لگتی ہو۔" اس نے انگریزی میں کہا اور وہ اندر سے بری طرح ہل کھا کے رہ گئی۔

"لیکن مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، اس لیے آج یہ بات یہیں ختم کرو اور آئندہ مجھے نظر مت آنا۔"

"تمہیں کوئی اور پسند ہے؟"

"میں تمہیں یہ سب کیوں بتاؤں؟ جو جواب دیا اتنا کافی ہے۔"

"تمہیں کسی اور سے محبت ہے؟"

اب کے اس نے بری طرح گھورا لیکن وہ رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"کلاس فیلو ہے یا کزن یا۔"

"کوئی نہیں ہے۔" وہ زچ ہوئی۔

"پسند ناپسند کرنا میرا نہیں میرے والدین کا کام ہے۔" چند الفاظ کا اسراف کتنا بھاری پڑنے والا تھا اس وقت اسے اندازہ نہیں تھا۔

وہ بڑے جذب سے مسکرایا۔

"اچھا تو تم مجھے رشتہ بھیجنے کو کہہ رہی ہو۔"

اس کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے۔ موقعے اور بندے کے لحاظ سے نہایت نامعقول بات منہ سے نکلی تھی۔ وہ بے باک نظروں سے اسے دیکھتا مسکرائے جا رہا تھا۔

"بالکل نہیں۔"

"میں سیریس ہوں، سچ میں تم سے محبت کرتا ہوں، تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔۔" ایک پل کے لیے بھی اس کی آنکھیں اس کے چہرے سے ہٹی نہیں تھیں اور یہ نظریں، اسے ذرا اچھی نہیں لگ رہی تھیں۔ دل کر رہا تھا کسی طرح ان نگاہوں کو چہرے سے کھرچ دے۔

"واقعی میرے لیے کچھ کر سکتے ہو تو آج کے بعد مجھے نظر مت آنا نہ میری کسی سہیلی سے رابطہ کرنا، مجھے تم پسند ہو نہ تم میں دلچسپی ہے۔" نوٹس سینے سے لگا کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"دماغ خراب تھا میرا جو رک کر اس کی بات سنی۔" وہ تیزی سے چلتی خود کو کوس رہی تھی۔

ابھی کافی شاپ کے احاطے میں ہی تھی کہ پیچھے سے اس کی آواز آئی۔

"سیما!" اس کا خون کھول اٹھا۔ کس بے تکلفی سے پکارا تھا اس نے۔ اس نے قدموں کی رفتار بڑھا دی۔ دونوں جانب بڑے بڑے گملوں اور پام کے پودوں کی وجہ سے، باہر نکلنے کا راستہ عام دروازے اتنا ہی تنگ تھا۔ وہ اس سے چند قدم ہی دور تھی کہ فہد نے سامنے آ کر راستہ روکا۔

"تمہیں کسی سے محبت نہیں میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے یقین ہے، ایک دن تمہیں مجھ سے پیار ہونا ہی ہے، تمہیں اندازہ نہیں ہے تم میرے لیے کیا ہو۔"

وہ بازو سے نکل کر جانے لگی تھی کہ اس نے پھر آگے آ کر راستہ روکا۔ وہ کمزور یا ڈرپوک نہیں تھی لیکن جس دیدہ دلیری سے وہ اسے روک کر، اتنے قریب سے اپنی بات کہہ رہا تھا کہ پہلی بار، اس کے اندر خوف جاگا اگر اسے چھو لے پکڑ لے تو۔ دل بری طرح کانپنے لگا تھا۔

"تمہیں ایک دن نہ دیکھوں تو۔" وہ بول رہا تھا اور اس نے دوسری طرف سے نکلنے کی کوشش کی،

www.pklibrary.com

اس نے سابقہ انداز میں پھر راستہ روکا۔ محبت میں ڈوبے، جذبات سے لبریز، جنونی انداز میں ادا ہورہے الفاظ اسے ہراساں کر رہے تھے۔ اسے روکنے کے لیے فہد نے اسکارف کا کونہ پکڑا، اب وہ رونے کو تھی۔ باہر جانے کا راستہ تنگ سا تھا۔ آگے جانے اور روکنے کی کوشش میں نوٹس کا پلندہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"کوئی مسئلہ ہے؟" تب ہی پیچھے سے انگریزی میں کسی نے دریافت کیا۔ فہد کی زبان تھم گئی، وہ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس نے سر اٹھا کر اس نیک مدد کو دیکھا، سائب نیچے جھک کر نوٹس اٹھا رہا تھا۔

"اسے میرے پیچھے نہ آنے دیں پلیز۔" وہ سیدھا ہوا تو سیما نے ہاتھ بڑھا کر نوٹس جھپٹے اور دوڑ کر باہر آئی۔ اسی وقت وہاں رکشا سے کوئی اترا، وہ سیدھا اندر بیٹھ گئی۔

"جلدی چلیں بھیا۔"

فہد کو لگا وہ کافی شاپ کا مالک یا منیجر ہے، اسی لیے اس کی سوالیہ اور سخت نظر کے جواب میں مسلح جو انداز میں ہاتھ اٹھا کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ سائب نے مڑ کر دیکھا اور رکشا کے آگے بڑھنے تک اس کا راستہ روکے وہیں کھڑا رہا۔ رکشا نظروں سے اوجھل ہوا تب وہ ایک طرف ہٹا، فہد باہر نکل گیا۔

وہ شادی دفتر کے علاوہ باہر کلائنٹ سے ملتا تھا اور آج یہ بھی اتفاق ہوا تھا کہ کلائنٹ کسی ایمرجنسی کی وجہ سے آ نہیں سکا تھا۔ وہ اپنی کافی ختم کر رہا تھا تب وہ کرسی کے شور پر بغل والی میز کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے پیچھے جب فہد بھی باہر بھاگا تو اس کی چھٹی حس نے اسے بھی کافی چھوڑ کر ان کے پیچھے جانے پر مجبور کیا تھا۔ لڑکی کا چہرہ اسے شناسا سا لگ رہا تھا لیکن ذہن پر زور دینے کے بعد بھی اس کی پہچان واضح نہیں ہو رہی تھی۔

"شاید کسی جاننے والے کی شباہت ہو اس لیے ایسا لگ رہا ہے۔" اس نے سوچا۔

گھر پہنچنے سے پہلے ہی نعیمہ کی کالیں شروع ہو گئی تھیں۔ اس نے فون سائلینٹ پر کر دیا، نہ کال منقطع کی تھی نہ فون بند کیا تھا۔ یہ اس کے غصے کا اظہار تھا۔

گھر میں کسی اور کو نہیں مگر دادی کو کسی غیر معمولی پن کا ادراک ہو گیا تھا۔ کوئی اور پوچھتا بھی تو اس نے بہانہ بنانا تھا۔ دادی نے پوچھا اور اس نے ساری بات بتا دی اور رو پڑی۔

"اگر اب اس کے بعد بھی تنگ کیا تو مدبر کو بتا دیں گے، وہ دیکھ لے گا اسے۔" دادی نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ وہ ان کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

"نہیں دادی! خوامخواہ بات کا بتنگڑ بن جائے گا، مدبر میں تدبر ہے نہ برداشت، وہ سیدھا لڑائی جھگڑا اور ہاتھا پائی پر اتر آتا ہے۔ ایگزامز کے چند دن جانا ہے کیمپس، یہ وقت کسی طرح گزر جائے بس۔"

"ہمم۔" مدبر اس سے ایک سال چھوٹا تھا مگر گھر میں سب اس کے مزاج سے خائف رہتے تھے۔

"میرا فیورٹ پین بھی وہیں کہیں گم ہو گئی۔" اس نے نوٹس کے اندر سے پین نکالے بنا ہی اسے بند کر دیا تھا، نوٹس اٹھا کر چلتے ہوئے وہ شاید کہیں گر گئی تھی۔ اس کے کھونے کا اسے بے حد افسوس تھا۔

"پین کا افسوس چھوڑو، کوئی اونچ نیچ نہیں ہوئی یہ اچھی بات ہے۔ تم نعیمہ کو بلانا ذرا گھر، میں پوچھوں کی اس سے کیوں کی اس نے ایسی بے ہودہ حرکت۔"

لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی، شام کو وہ خود ہی آ گئی۔ دادی نے اس کی خوب کلاس لی جو اس نے سر جھکا کر سنی اور معافی بھی مانگ لی۔ وہ تو شکر تھا ان کی سہیلی ان سے ملنے آ گئیں اور نعیمہ کی خلاصی ہوئی۔

"اب تم بھی معاف کر دو۔" اس نے سنجیدہ چہرے اور سرد نگاہوں والی سیما کے آگے ہاتھ جوڑے۔

www.pklibrary.com

"اب کچھ کہو بھی، چاہو تو دو چار لگا بھی دو، اف تک نہیں کروں گی۔" اس کی چپ پر اس نے اکسایا۔

"تم دونوں کا ایک ہی مسئلہ ہے۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے سپاٹ چہرہ لیے گویا ہوئی۔

"کیا؟"

"دوسرے کی مرضی کا احترام ہے نہ اپنی لمٹ پتا ہے۔" نعیمہ کا چہرہ بجھ گیا۔

"مجھے تمھاری دوستی اور خلوص پر شک نہیں ہے نعیمہ! مگر تمہارا یہ رویہ مجھے ذرا نہیں پسند کہ جو تمہیں پسند ہے یا میرے لیے اچھا اور مناسب لگتا ہے، تم اسے میری خواہش اور مرضی سے قطع نظر مجھ پر لادنے کی کوشش کرتی ہو، وہ چاہے ساؤتھ انڈین ریسٹورنٹ کا اونر ہو، اسٹرابیری ملک شیک یا یہ نالائق انسان۔"

"میری توبہ، جواب تمہارے لیے کچھ آرڈر کیا۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ "لیکن ایک بات کا سچ سچ جواب دو۔۔" وہ اس کے قریب کھسکی۔

"تم کیوں فہد کو ریجیکٹ کر رہی ہو؟ وہ اسمارٹ نیک اور شریف لڑکا ہے، اچھے گھرانے سے ہے، ایجوکیٹڈ ہے، چھوٹا موٹا ہی سہی خاندان کا ذاتی بزنس ہے، رشتہ بھیجنے کو تیار ہے، دوسرے لڑکوں کی طرح فلرٹ یا ٹائم پاس اس کا مقصد نہیں ہے ورنہ آج کل کیا ہوتا ہے تم بھی جانتی ہو، اپنے کیمپس میں ہی کتنی مثالیں موجود ہیں۔"

"مجھے اس کی اچھائیوں سے انکار ہے نہ کوئی سروکار۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ وہ عام لڑکوں کی طرح فلرٹ یا ٹائم پاس نہیں تو مجھے خوشی خوشی اسے قبول کرنا ہی بنتا ہے، وہ کیمپس کے باہر چکر لگانے، تمہارے ذریعے پیغام بھجوانے یا ملاقات کرنے کی بجائے میری بے خبری میں سیدھا رشتہ بھیج دیتا تو میں نے فیصلہ امی ابا پر چھوڑنا تھا اور کیا پتا انہیں پسند بھی آجاتا۔ میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ ارینج میرج ہی ہوتا ہے اور کوئی بڑا ایشو نہ ہوا تو میں فیصلہ امی ابا پر چھوڑ دوں گی مگر اب۔" اس نے وقفہ لیا۔

"جو پسند اور محبت جیسے معاملے میں زبردستی کر سکتا ہے، جس کے نزدیک عورت کے انکار کی اہمیت نہیں ایسے انسان کو میں جان بوجھ کر اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتی۔"

"تمہارا یہ جواز مجھے ہضم نہیں ہوتا، مجھے لگتا ہے تم ضد میں ایک غلط فیصلہ کر رہی ہو، ایسا محبت کرنے والا قدر کرنے والا بندہ روز روز نہیں ملتا۔"

"میں ضد کر رہی ہوں؟" اس نے حیرانی سے آنکھیں بڑی کیں۔

اسی وقت فائزہ چائے لے کر آئی۔

"بہت دن بعد آئیں آپ نعیمہ آپی۔"

"ہاں وقت ہی نہیں ملتا۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ وہ دونوں اسکول سے ایک ساتھ تھیں۔ ایک دوسرے کے یہاں آنا جانا لگا رہتا تھا۔

اس کے بعد انہیں موقع نہیں ملا کہ اور اس موضوع پر بات ہوتی۔ جب نعیمہ جانے لگی تو سیما نے کہا تھا۔

"اب ہم اس موضوع پر کوئی بات نہیں کریں گے، اگر وہ اب بھی باز نہ آیا تو میں مدبر کو بتا دوں گی۔" حالاں کہ اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر وہ چاہتی تھی، نعیمہ یہ بات فہد کے کانوں میں ڈال دے۔

☆☆☆

آج اماں آئی تھیں۔ باتوں باتوں میں بچوں کی شادی کا ذکر نکلا تو انہوں نے ساہب کا ارادہ انہیں بتایا اور اپنی مشکل بھی۔

"یہ تو کوئی پریشانی والی بات نہیں۔ تم کہہ دو کہ خاندان میں اتنی لڑکیاں ہیں، کسی ایک کو چننے میں ڈر لگتا ہے کہ باقیوں کے ساتھ زیادتی نہ ہو یا آپس میں برائی نہ پیدا ہو جائے۔" دادی نے مشورہ دیا۔

"یا مناسب یہ ہوگا کہ صاف صاف کہہ دو ساہب خاندان میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

www.pklibrary.com

"ہاں یہ زیادہ بہتر ہے۔" اماں کو دوسری بات زیادہ بھائی۔

"فہیم نے مجھے اُمیلہ کے لیے اشارہ دیا تھا، مجھے بھی پسند تھی مگر اب سائب کی مرضی نہیں ہے تو میں نے اس سے ان سب کا ذکر نہیں کیا۔"

"کر دیتی، کیا خبر تب وہ مان جاتا۔"

"یہ ہی تو میں نہیں چاہتی وہ دل پر جبر کر کے میری خاطر مان جائے۔"

"ہاں بچوں پر اس معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہونا چاہیے۔" دادی کا موقف بھی وہی تھا۔

"مگر تم جلدی کہہ دو یہ بات پھر لڑکی ڈھونڈنا بھی وقت طلب کام ہے، ویسے پہلے سائب سے پوچھ لو کیا پتہ اس نے پہلے ہی پسند کر رکھی ہو۔"

"پوچھا تھا۔" اماں نے مایوسی سے سر ہلایا۔

"وہ کہتا ہے یہ کام آپ کریں، مجھے اب تک کوئی پسند نہیں آئی اور میرے بھروسے رہیں تو جانے کتنے برس اور گزر جائیں گے۔" دادی کو ہنسی آ گئی۔

"بڑا شریف ہے تمہارا نواسہ۔"

"ہے تو!" اماں کے چہرے اور لہجے میں فخر تھا۔

اور پھر اماں نے بیٹی کی صلاح پر عمل کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ انہیں، اچھی اور سائب کے لیے موزوں لڑکیاں دکھائی جائیں کیونکہ وہ خاندان کی لڑکی سے شادی کے لیے منع کر چکا ہے۔

سب کا ملا جلا ردعمل تھا لیکن اُمیلہ اور اس کے والدین کو واضح طور پر یہ بات پسند نہیں آئی۔ فہیم نے خود سائب سے بات کر کے اسے سمجھانے کی پیش کش کی لیکن انہوں نے رد کر دی۔

"وہ کم عمر یا ناسمجھ نہیں ہے فہیم! اب تک اپنی زندگی کے چھوٹے بڑے سارے فیصلے اس نے خود کیے ہیں جو غلط ثابت نہیں ہوئے، یہ فیصلہ بھی اس نے سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ میں نہیں چاہتی اس پر کسی بھی قسم کا دباؤ ڈالا جائے۔"

اس کے بعد بیٹا بہو کے برتاؤ میں ناراضی جھلکنے لگی تھی۔

☆☆☆

امتحان کے وقت وہ واقعی باہر موجود نہیں تھا یا پھر پرچوں کی فکر اور گھبراہٹ میں اس نے دیکھا نہیں، پھر بھی وہ اس طرف سے مطمئن ہو گئی تھی مگر یہ اطمینان دیرپا ثابت نہیں ہوا۔ آخری پرچے کے اگلے دن بعد ہی اس کی امی چند خواتین کے ساتھ موجود تھیں۔

"ابھی تم چلو، کچھ ظاہر نہ کرنا نارمل رہو۔" دادی ہی واقف تھیں لہٰذا اس نے انہیں ہی بتایا کہ جس کا رشتہ آیا ہے وہ فہد دراصل کون ہے۔

امی لیا کو یہ رشتے پسند ہی آ جاتا، اب اسی وجہ سے فکر مند تھی۔ اتنی تو تسلی تھی کہ آپا کی طرح اس کی مرضی بھی پوچھی جائے گی اور وہ ہی ہوا، امی نے اسے موبائل میں فہد کی تصویر دکھائی اور اس کی رائے مانگی۔

"بیٹا! کوئی دباؤ نہیں ہے، تمہارا دل نہ مانے تو انکار کر دو، کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔"

دادی نے ہمت بندھائی۔

"ہاں اسی لیے تو پوچھ رہے ہیں۔ کچھ دن سوچو پھر جواب دینا۔" امی نے کہا اور اس نے سر ہلا دیا۔

کچھ دن بعد، وہ ماسٹرز ہو گئی ہے جب کہ لڑکا گریجویٹ ہے، اس وجہ کے ساتھ اس نے دادی کے ذریعے انکار والدین تک پہنچا دیا۔ ان سے معذرت کر لی گئی اور اس نے سکون کا سانس لیا۔

ابھی اس بات کو چار دن نہیں گزرے تھے کہ فون پر ایک لڑکی نے، اپنا تعارف فہد کی بہن کہہ کر کروایا۔ وہ اسے بھائی کی محبت اور سچائی کا یقین دلانا چاہتی تھی۔ بھائی کی شرافت اور اچھائی کے قصیدوں کے ساتھ اس کے پاس وہ کتنا اچھا شوہر ثابت ہوگا یہ دلائل بھی تھے۔ اس نے بہت تحمل سے بات کرتے ہوئے اسے سختی سے دوبارہ کال نہ کرنے کا کہہ کر، فون رکھ دیا ساتھ ہی وہ نمبر بھی بلاک کر دیا تھا۔

www.pklibrary.com

پندرہ دن بعد فہد کی امی پھر آئیں۔ اس بار وہ تنہا آئی تھیں اور رو رو کر اپنے بیٹے کی محبت اور ضد بیان کی تھی۔

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں میرے بیٹے کا رشتہ قبول کرلیں، سیما کو بلائیں میں اس سے بھی ہاتھ جوڑ کر التجا کروں گی۔ میرا بیٹا ایسے تو زندہ نہیں رہ سکے گا، کھانا، پینا، ہنسنا، بولنا سب چھوڑ دیا ہے اس نے، کیا کوئی بھی ماں یہ سب برداشت کرسکتی ہے، میرے بیٹے کی خوشی آپ کی بیٹی کے ساتھ ہے، آپ پتا کرلیں تسلی کرلیں کوئی برائی نہیں ہے میرے بیٹے میں، پھولوں کی طرح رکھے گا آپ کی بیٹی کو۔۔۔ اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی، ایسا مرجھا گیا ہے کچھ دنوں میں ہی، آپ کو بھی اس پر ترس آئے گا اس کی سچائی کا یقین ہوگا۔" وہ کہے جارہی تھیں، دادی اور سیما سمیت سب ہکا بکا تھے۔

کسی طرح انہیں واپس بھیجا گیا اور اب کٹہرے میں وہ تھی۔

"مجھے بتایا تھا سیما نے۔" دادی کی آواز پر سب چونک کر انہیں دیکھنے لگے۔

"ہو کیا رہا ہے اس گھر میں؟" ابا سر تھام کر صوفے پر بیٹھ گئے۔

"کچھ نہیں عظیم!" دادی مطمئن تھیں۔

"رشتے آتے رہتے ہیں اور انکار کے ساتھ کبھی کبھی دوسری طرف سے اصرار بھی ہوتا ہے۔ یہ لڑکا سیما کا پیچھا کررہا ہے، اس نے ٹوکا روکا تو گھر رشتہ بھیج دیا اور اسے اس کی یہ پیچھا کرنے والی حرکتیں، پسند نہیں اس لیے اس نے انکار کردیا۔ میں نے اسے منع کیا تھا گھر میں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

مدبر نتھنے پھلاتے اور مٹھیاں بھینچتے ہوئے کچھ کہنے لگا تھا کہ دادی نے اسے دیکھا۔

"کوئی نامعقول حرکت نہیں کی تھی اس نے ورنہ میں ہی نہیں، اس کی طبیعت صاف کرنے بھیج دیتی۔"

وہ لب بھینچے چپ کھڑا رہا۔

"تم اپنی طرف سے کچھ نہ کرنا ورنہ خوامخواہ بات طول پکڑے گی۔ دانش مندی اسی میں ہے کہ ہم سب نظر انداز کردیں ورنہ رائی کا پہاڑ بنتے دیر نہیں لگتی۔"

"عجیب لوگ ہیں۔" امی اب شدید متعجب تھیں کہ وہ انکار کے بعد بھی یوں گڑگڑانے چلی آئیں۔ کسی کو ان کا دوبارہ آنا اور اس طرح التجا کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ ابا کے علاوہ امی، آپا، مدبر، فائزہ سب نے اس سے ڈھیروں سوال و جواب کیے۔ ابا بچوں کی پسند اور رضا کو اہمیت ضرور دیتے تھے لیکن ان کے ساتھ ایک مخصوص فاصلہ بھی رکھتے تھے۔ وہ بچوں سے دوستانہ تعلق کے قائل نہیں تھے۔

یہ بات چھپی نہ رہ سکی اور سب کو خبر ہوگئی۔ کزنز آتیں اور بڑے اشتیاق سے سب سنتیں۔ وہ حیران رہ جاتی کہ ان سب کو فہد سے ہمدردی تھی اور اکثر کو اس کا انکار نامناسب اور اکڑ لگ رہا تھا۔ وہ سرد آہیں بھرتیں، ایسا چاہنے والا ملنے کی حسرت اور دعا کرتیں جو اس کے پیچھے خوار ہورہا تھا۔

اس کے بعد ہوا یہ کہ جگی یانے پر اس کے لیے رشتے آنے لگے۔ اسے اندازہ ہوا کہ گھر والے جلد سے جلد اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ پھر ایک رشتہ دوسرے شہر کا ہونے کے باوجود سب کو بہت پسند آیا اور اس نے بھی ہاں کردی۔

چھوٹی سی منگنی کی تقریب تھی بلکہ وہ لوگ شادی کی تاریخ طے کرنے آئے تھے اور لگے ہاتھوں انگوٹھی پہنانے کی چھوٹی سی رسم بھی پوری کررہے تھے۔

"میں مس کال دوں تب اسے ہال میں لے آنا۔" اس کی تیاری سے مطمئن امی نے نعیمہ کو ہدایت دی اور باہر نکل گئیں۔

"وہاں جاتے ہی تمہارا پہلا کام میرے لیے ایک عدد لائق لڑکا اور سسرال دیکھنے کا۔ سنا کہ شادی کے بعد ہم ایک ہی شہر میں رہیں۔" نعیمہ کو اس کے

www.pklibrary.com

دوسرے شہر جانے کا افسوس تھا۔

"دیور بھی نہیں ہے کوئی تمہارا ورنہ اسی پر ڈورے ڈال لیتی۔"

"ہٹاؤں مت مجھے۔" سیما نے اسے کہنی ماری۔

"تمہیں پتا ہے نا ہونٹ پر کیسے رنگلو آجاتے ہیں۔"

"اوہو! پہلی بار اتنا کانشس دیکھا تمہیں لکس کے معاملے میں۔" نعیمہ نے پیاری سی دوست کو دیکھا جو اس وقت کریم اور سنہری لباس کے ساتھ ہلکے میک اپ میں اور نکھر گئی تھی۔ تب ہی اس کے فون پر امی کی مسڈ کال آئی اور وہ دونوں کھڑی ہوگئیں۔ ابھی دروازے میں ہی تھیں کہ ہال سے شور ابھرا۔

میں دیکھتی ہوں۔" نعیمہ آگے بڑھی۔ تب ہی راہ داری میں آپا نمودار ہوئیں۔"

"تم باہر مت نکلنا۔" انہوں نے کہا۔ وہ کیا ہوا پوچھنے جارہی تھی مگر سننے سے پہلے آپا نے اسے اندر دھکیل کر دروازہ بند کردیا۔ اس نے آگے آکر دروازہ کھولنا چاہا اور اسے باہر سے بند پا کر مزید پریشان ہوگئی۔

"یا اللہ اب کیا ہوگیا، سب خیر ہو۔" اس کا کانپتا دل دعا کررہا تھا اور ذہن کے پردے پر فہد لہرا رہا تھا۔

جانے کتنی دیر وہ کمرے میں ٹہلتی رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اپنی جگہ جم گئی۔ نعیمہ اندر آئی۔ باہر سناٹا تھا۔ کسی انہونی کا شبہ اسے بے دم کررہا تھا۔

"ک ک کیا۔۔ ہوا؟" بڑی وقت سے اس کے منہ سے الفاظ نکلے تھے۔ ذرا دیر پہلے کا پیارا اور جگمگاتا چہرہ بے رنگ اور خوف زدہ تھا۔ نعیمہ نے اسے پکڑ کر پلنگ پر بٹھایا۔

"فہد....." نعیمہ نے اتنا ہی کہا۔

"اور؟" اس نے تیز ہوتی سانسوں کے ساتھ پوچھا۔

"وہ لوگ منگنی کیے بنا رشتہ ختم کر کے چلے گئے ہیں۔" "چاچی تک اس کے اندر بھی سناٹا چھا گیا۔

فہد کسی فلمی ہیرو کی طرح اپنے دوست کے ساتھ وارد ہوا تھا۔ کوئی سمجھ پاتا یا اسے روکتا اس سے پہلے ہی وہ دلہے کے پاس پہنچ گیا تھا۔

"میں سیم سے محبت کرتا ہوں اور اس کی شادی میرے علاوہ کسی اور سے نہیں ہوسکتی۔"

تب تک مدبر اس تک پہنچ کر اسے گھونسا لگا چکا تھا۔ دونوں کی ہاتھا پائی میں چیزیں گریں، ٹوٹیں، بکھریں اور ان کے ساتھ ساتھ ہی بننے والا رشتہ بھی۔

کسی طرح مدبر کو روکا گیا۔ دونوں زخمی ہوگئے تھے۔ فہد کا دوست زخمی فہد کو گھسیٹتا ہوا چلا گیا تھا۔ اس کے بعد جانے والے خاموشی سے نہیں گئے تھے۔ اپنی بے عزتی کا بدلہ انہوں نے اس سے زیادہ بے عزتی کر کے لیا تھا۔ گھر والے ان سے شرمندہ تھے، صفائیاں دیتے رہیں لیکن اب یقین اور اعتماد محال تھا۔ ان کے نزدیک تو انہیں اب دوسرے شہر میں شادی اور عجلت میں شادی کی اصل وجہ کا علم ہوگیا تھا، وہ دھوکے سے بچ گئے تھے۔

ایک بار پھر وہ بنا کسی جرم کے سر جھکائے کھڑی تھی۔ پہلے سب نے اس کا یقین کرلیا تھا لیکن اب اسے ان ہی آنکھوں میں بے یقینی نظر آرہی تھی۔ نعیمہ نے سب کو اس کی بے گناہی کا یقین دلانے کی استعداد بھر اور جی توڑ کوشش کی۔

"یہ اس کی ماں کی آمد کی طرح معمولی بات نہیں ہے، عین منگنی والے دن یہ سب تماشہ راز نہیں رہنے والا۔" امی حد درجہ فکر مند تھیں۔

"بھابھی!" چاچی آگے آئیں۔

"اگر وہ لڑکا مناسب ہے اور اسی وجہ سے انکار کیا تھا کہ تعلیم کم ہے تو اب بھی وقت ہے اسی سے طے شدہ تاریخ پر شادی کردیں۔" ان کے پاس فلمی سچوئشن کا فلمی حل تھا۔

"اس کے بعد جان پہچان سے رشتے آنا تو

www.pklibrary.com

سے۔"

"ٹانگیں توڑ دوں گا اس سالے کی اب ادھر کا رخ بھی کیا تو، ہم کیا بار بار اسے ایسا کرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیں گے۔" زخمی ناک پر آئس پیک رکھے مدبر کا طیش کم نہیں ہوا تھا۔

"سب ایک بات کان کھول کر سن لیں اور یاد بھی رکھیں۔۔" دادی کا ایسا بارعب اور سخت لہجہ اس نے کم ہی سنا تھا۔

"اس پورے معاملے میں سیما کی کوئی غلطی ہے نہ قصور، اس لیے اس سے سہمنے، سننے اور سمجھوتے کی توقع نہ کرے کوئی۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ خوش بخت تھی کہ اس جیسی دادی سب کی کہاں ہوتی ہیں۔

"تم جاؤ کمرے میں، فائزہ نعیمہ لے کر جاؤ اسے۔" انہوں نے اسے منظر سے دور کیا۔ وہ کمرے میں چلی گئی لیکن محفل میں سب کی آرا اور تبصرے جاری تھے۔

☆☆☆

وہ اماں کو لینے آیا تو ان کے چہرے پر وہ بشاشت اور خوشی ندارد جو آتے وقت تھی۔

"کیا ہوا؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"آپ خوش نہیں لگ رہیں۔"

"کاہے کی خوشی! منگنی ہوئی ہی نہیں۔" انہوں نے تاسف سے سر ہلایا۔

"اوہ! لیکن کیوں؟" اسے بھی حیرت ہوئی۔

اماں نے ساری روداد سنادی۔

"پتہ نہیں کیسی نسل ہے اس دور کی، حوصلہ دکھانا اور کسی کی عزت کا خیال اور احترام کرنا دو بہت الگ باتیں ہیں۔ کیا کام کی ایسی بہادری جو کسی کی رسوائی کا سبب بنے۔"

سالب کے ذہن میں کافی شاپ والا واقعہ تازہ ہو گیا جو اسے پوری جزیات کے ساتھ یاد تھا۔ جس میں لڑکی کا نام بھی شامل تھا۔

اماں باقی راستہ بھی اسی موضوع پر بولتی رہیں اور وہ پرسوچ سا ہوں ہاں کرتا رہا۔

گھر پہنچنے کے کچھ دیر بعد ہی انیلہ پوچھنے چلی آئی کہ اتنی جلدی کیسے واپس آگئیں اور انہوں نے اسے بھی پوری رام کہانی سنادی۔

سالب کی سوچیں کافی شاپ والے واقعے، سیما اور آج کی واردات کے گرد ہی گھومتی رہیں۔

☆☆☆

بات یہاں ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ یہاں سے شروع ہوئی تھی۔ اگلے دن فہد کی امی کا فون آیا۔ انہوں نے پھر بیٹے کی حرکت کے لیے معافی مانگی، ان کا برا بھلا سب سنا اور آخر میں بیٹے کی اچھائیوں کے گن گائے۔ اس کے کچھ دن بعد وہ خود حاضر ہو گئیں۔ اس دفعہ ان کے ہمراہ فہد کے والد بھی تھے۔ نپے تلے انداز میں بیٹے کی حرکت پر ندامت کا

www.pklibrary.com

اظہار اور اولاد کی ضد کے آگے مجبوری کا رونا رونے کے بعد تلافی کے طور پر ایک بار پھر انہوں نے اس کا رشتہ پیش کیا۔ اس نے سنا تو تلملا اٹھی۔

"دماغ خراب ہے میرا جو اتنی تذلیل اور رسوائی کے بعد بھی اسے قبول کرلوں!"

اس وقت اسے خبر نہیں تھی کہ گھر میں کیا گفتگو چل رہی ہے۔ سب کی صلاح تھی کہ بلا وجہ غصہ دکھانے اور دشمنی بڑھانے کے بجائے سمجھ داری اور ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ شریف لوگ ہیں جو معافی مانگی اور رشتہ بھی دیا ورنہ تو لوگ شیر ہو جاتے ہیں۔ خاص طور پر لڑکے والے تو سارا الزام لڑکی کے سر ڈال کر پلہ جھاڑ لیتے ہیں۔ انہیں کسی نقصان کا خطرہ جو نہیں ہوتا ہے۔

دونوں چاچا اور باقی رشتے داروں کا بھی یہی اصرار تھا کہ وہیں شادی کر دینا ٹھیک ہوگا۔ اس کے امی ابا بھی اس رخ پر سوچنے لگے تھے۔ آپا نے جب اس سے کہا تو اسے یقین نہیں آیا۔ وہ سیدھا دادی کے پاس پہنچی اور دادی نے ہنگامی میٹنگ بلالی۔

"اماں! جتنی بات پھیل چکی ہے اس لحاظ سے یہ ہی مناسب ہے۔ لڑکے میں کوئی برائی نہیں اور خاندان بھی اچھا ہے۔" ابا سے اسے ایسی بات کی امید نہیں تھی۔

"اور نہیں تو کیا! جتنی بدنامی ہو چکی ہے۔"

"کس کی بدنامی؟" دادی نے چھوٹی بہو کی بات درمیان سے اچک لی۔

چاچی نے کہا کچھ نہیں بس ایک نظر سیما پر ڈالی۔

"یہ سب ہمارے وقت میں ہوتا میں تب بھی اسے قبول نہ کرتی اور تم سب اس دور میں اتنے دقیانوسی موڈ میں آگئے ہو؟" دادی نے حیرت اور کچھ افسوس سے باری باری سب کو دیکھا۔

"اماں! دقیانوسی کی بات نہیں۔ آپ خود سوچیں اس رشتے میں کوئی برائی ہے نہ انکار کی کوئی خاص وجہ ہے۔"

"سیما پہلے ہی انکار کر چکی ہے۔" انہوں نے یاد دلایا۔

"اب حالات بدل گئے ہیں، سیما کے خیالات بھی بدل گئے ہوں گے۔" امی اسے دیکھتے ہوئے درمیان میں رک گئیں۔

"اماں!" چاچا ماں کے ذرا قریب آئے جو خاندان میں سب سے سمجھ دار اور دور اندیش بندے مشہور تھے۔

"آپ کا زمانہ یا یہ زمانہ، ہم مڈل کلاس میں تبدیلی بس ظاہری معاملات میں آئی ہے، عزت، بدنامی، غیرت جیسے معاملات میں ہم اب بھی وہیں ہیں جہاں بیس پچیس سال پہلے تھے خاص طور پر اس وقت جب بات لڑکی کی ہو۔ ان معاملات میں قصور کس کا ہے کس کا نہیں یہ کوئی نہیں دیکھتا، نتائج اور سزا لڑکی کو بھگتنا پڑتے ہیں۔" چاچا نے سلجھے انداز میں تلخ مگر سچ بیان کیا تھا۔

"وہ تو میں دیکھ رہی ہوں۔" دادی کا لہجہ کاٹ دار ہو گیا۔

"سیما کو وہ لڑکا اول دن سے پسند نہیں، کسی نے سوچا ہے ان حالات میں شادی کے بعد کیسی زندگی ہوگی اس کی؟ اب تو بات پسند ناپسند تک بھی نہیں رہی، اس کی وجہ سے اسے ٹیس پہنچی ہے، ذلت اٹھانی پڑی ہے، بنا کسی غلطی کے اس نے اس لڑکے کی وجہ سے اتنا سہا ہے اور تم سب چاہ رہے ہو وہ ساری زندگی اس کے ساتھ گزارے؟"

"آپ سمجھ نہیں رہیں اماں۔" ابا نے تحمل سے کہا۔

"یہاں کوئی سیما کا دشمن نہیں نہ ہی کوئی اسے غلط اور قصور وار مان رہا ہے۔ منگنی والے دن جو ہوا اس کے بعد جتنی جلدی کہیں شادی ہو جائے اتنا اچھا۔ جس طرح یہ بات سب جگہ پھیلی ہے، جو حالات ہو گئے ہیں اس میں کوئی پروپوزل آنے کی امید نہیں اور جو موجود ہے اس میں کوئی برائی نہیں۔ سیما بھی اگر بدلی صورت حال پر غور کرے اور کھلے

www.pklibrary.com

ذہن سے سوچے تو لڑکے میں ایسی کوئی خامی نہیں۔

"مجھے معاف کریں ابا۔" وہ اپنی زندگی کے فیصلے میں خاموش نہیں رہ سکتی تھی۔

"لیکن مجھے یہ منظور نہیں۔ آپ نے اور امی نے کھانا، کھلونا، لباس، تعلیم کسی معاملے میں ہم پر اپنی مرضی نہیں تھوپی، ہمیں سب میں انتخاب کی آزادی اور اختیار دیا تو زندگی کے سب سے اہم فیصلے میں بھی مجھے یہ آزادی اور اختیار دیں۔ میں یہ قربانی نہیں دے سکتی، جو کوفت، رسوائی اور ذلت کا باعث ہے، جس کی ضد اور ڈھٹائی مجھے صرف ناپسند ہی نہیں بلکہ اب مجھے اس سے نفرت محسوس ہوتی ہے، میرے لیے اس کے ساتھ ایک پل بھی گزارنا ناممکن ہے کجا کہ ساری زندگی۔ جب میری کوئی غلطی نہیں ہے تو میں سزا بھی نہیں بھگتوں گی اور جن نتائج کی چاچا بات کر رہے تھے۔ میں ان کا مقابلہ اور سامنا کرنے کو تیار ہوں لیکن سر جھکانے، شرمندہ ہونے اور بھگتنا کرنے کو نہیں۔" اس نے دھیمے سُر اور دبے لہجے میں کہا تھا لیکن اس کا انداز کمزور نہیں تھا۔

"تمھاری باتیں درست ہیں بیٹا! لیکن مجھے صرف تمہارا ہی نہیں سوچنا ہے۔ ابھی فائزہ ہے پھر دانیہ، شاہدہ اور ان سے چھوٹی بھی۔" کزنز کے نام سنتے ہی اسے اندازہ ہوا، اس کا باپ کس دباؤ میں ہے۔ دونوں چاچا، چاچی کے علاوہ پھوپھو، ممانی خالہ سب وہاں موجود تھے۔

"وقت کے ساتھ ساتھ خیالات بدل جاتے ہیں، اس نیچ پر ذہن کو سوچنے اور چلنے کے لیے تیار کر لو تو کچھ مشکل نہیں۔" وہ گویا طے کر چکے تھے۔ اسے یقین نہیں آیا، بچوں کی خوشی اور خواہش کو اولیت دینے والا باپ ایسا فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔

"ایک مہینے کا وقت ہے، ہم اس میں پوری کوشش کریں گے اپنے طور پر تمہارے لیے اچھا رشتہ دیکھ کر شادی کر دیں اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر یہ ہی رشتہ قبول کر لیا جائے گا۔ مجھے امید ہے تم ہمارا فیصلہ قبول کرو گی۔" اس کا رواں رواں چیخ رہا تھا کہ وہ کیوں نہیں کرے گی مگر وہ چپ تھی۔ اس محفل میں وہ باپ سے مزید بحث نہیں کر سکتی تھی۔

انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور چلے گئے۔ ان کے پیچھے ہی باقی سب بھی نکل گئے۔ ہال میں وہ اور دادی ہی رہ گئے تھے۔

"فکر نہ کرو۔" دادی نے اس کے قریب آ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"اللہ پر بھروسہ رکھو اور پھر اپنی دادی پر بھی، اس ایک مہینے میں ہی ان شاء اللہ ہم بہتر متبادل ڈھونڈ لیں گے۔"

"دادی!" تب ہی اکبری نے پکارا۔ "آپ کی سہیلی آئی ہیں، آپ سب یہاں بات کر رہے تھے تو میں نے انہیں باہر ہی بٹھا دیا تھا۔"

"باہر کدھر؟" دادی چونکیں۔

"پورچ میں کرسیوں پر۔" دادی نے سر پر ہاتھ مارا اور تیزی سے باہر نکلیں۔

"سوری بھئی، نہ چاہتے ہوئے بھی ہم نے سب سن لیا۔" انہیں دیکھتے ہی اماں نے خوش دلی سے کہا۔

وہ بھی سست قدم اٹھاتی ان کے پیچھے باہر آئی۔ انہیں وہاں بٹھا کر اکبری عقبی دروازے سے پوچھنے اندر آئی تھی کہ مہمانوں کو کہاں لے جاؤں مگر وہاں کا ماحول دیکھ کر چپکے سے باتیں سننے کھڑی ہو گئی تھی۔ ویسے بھی مہمان گھر جیسی ہی تھیں اس لیے بھی تردد نہیں کیا تھا۔

"السلام علیکم۔" سائب نے کرسی سے اٹھتے ہوئے انہیں سلام کیا۔

دادی نے جواب کے ساتھ اسے دعائیں بھی دیں۔ سائب نے ان کے پیچھے کھڑی سیما کو دیکھا۔ اس دن وہ نقاب میں تھی آج سے کچھ مختلف لیکن پہچاننا ایسا مشکل نہیں تھا۔

"آؤ تم بھی اندر۔" دادی نے سائب سے کہا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"نہیں نانی۔" وہ اماں کی سہیلی کو نانی کہتا تھا۔

www.pklibrary.com

ایسا ہی اِدھر بھی تھا۔

"اماں باہر اکیلی تھیں اس لیے میں رک گیا تھا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

سیما کو وہ چہرہ کچھ شناسا لگا۔ اس نے سوچا شاید گھر میں ہی کبھی اماں کے آنے جانے کے دوران دیکھا ہوگا۔ ویسے اماں اور دادی دونوں اپنے طریقوں سے گھر میں موجود جوان لڑکیوں کی وجہ سے احتیاط کرتی تھیں۔ وہ انہیں اللہ حافظ کہہ کر چلا گیا۔

☆☆☆

واپسی میں اس قصے کی تفصیل پوچھنے سے پہلے اماں خود ہی شروع ہوگئی تھیں۔

"مجھے تو آج کل کے لڑکے لڑکیوں کے چکر ہی سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔" انہوں نے گہری سانس لی۔

"اتنی ترقی اور تعلیم کی فراوانی کے بعد بھی اب تک متوسط طبقے کی عورت اپنوں کے ہاتھ بلیک میل ہوتی ہے۔ ایک ماہ میں کوئی معقول لڑکا نہ ملا تو اس بچی کو سر جھکانا ہی پڑے گا۔"

وہ پرسوچ سا خاموش تھا۔

"تمہاری نظر میں بھی کوئی معقول لڑکا ہو تو بتانا۔"

"یعنی میں آپ کو معقول نہیں لگتا؟"

"تم۔؟" وہ ششدر سی اسے دیکھنے لگیں پھر ان کے چہرے پر خوشی بکھر گئی۔

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"کیا یہ غلط ہے؟"

"بالکل نہیں۔" ایسا نہیں تھا کہ انہیں یہ خیال نہیں آیا تھا مگر وہ اسے مجبور کر کے یاد ماضی ڈال کے یہ کام نہیں کروانا چاہتی تھیں۔ بیلی کی فکر اور سیما سے ہمدردی اپنی جگہ مگر ان کی اولین ترجیح نواسے کی خوشی تھی۔

"سیما سلجھی ہوئی پیاری بچی ہے، تمہارے لیے بالکل موزوں بشرطیکہ تم نے یہ فیصلہ میری طرف دیکھ کر نہ کیا ہو۔"

وہ مسکرا دیا۔ اس کی نانی اس دور کے نام نہاد لبرل والدین کو مات دینے والی تھیں۔

"میں بقائمی ہوش وحواس میں بلا جبر وتشدد صمیم قلب سے اس رشتے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے مسکرا کے اپنی دوست جیسی اماں کو دیکھا۔

"گاڑی موڑو، گاڑی موڑو۔" وہ ایک دم پرجوش ہوگئیں۔ سائب ہنس دیا۔

"گھر پہنچ کر آرام سے بات کریں۔"

"کیوں بے چاری کو ایک رات بھی فکر میں گزارنے دوں!" وہ تھیلی کو فون لگانے لگیں۔

جس دن علم ہوا تھا کہ کافی شاپ والی لڑکی ہی سیما ہے، وجہ جانے کیا تھی مگر وہ اسے سوچ رہا تھا۔ اس دن اماں کو چھوڑ کر دفتر لوٹنے کے بعد بھی وہاں سنی ساری بحث اور باتیں اس کے ذہن میں گونجتی رہی تھیں۔ سر جھٹک کر کام پر دھیان مرکوز کرنے کی سعی کام یاب نہیں ہو رہی تھی۔ جب دل ودماغ اس کے علاوہ کچھ اور سوچنے راضی نہ ہوئے تو اس نے سب کچھ ایک طرف کیا اور سنجیدگی سے بے ترتیب اور الجھی سوچوں کو ترتیب دینے لگا۔

اس نے سیما کے والد کی شرط سنی تھی اور اس کا موقف بھی۔ اس نے خود سے پوچھا، اسے اس سے ہمدردی تھی، اس کے لیے برا محسوس ہو رہا تھا، اس نے سیما کی صورت حال کو انیلہ کی مسلسل، لبھانے کی کوشش سے ہو رہی اپنی کوفت اور بے آرامی سے جوڑا تھا یا ان سب باتوں سے ہٹ کر بھی اسے سیما واقعی اچھی لگی تھی؟ سارے جواب اسے مثبت ملے تھے۔ وہ اتنے بڑے فیصلے یوں منٹوں، گھنٹوں میں کرنے کا عادی نہیں تھا پھر بھی واپسی تک وہ طے کر چکا تھا۔

ماموں ممانی اور باقی سب کو یہ خبر سنانے سے اس نے پہلے ہی ہاتھ اٹھا لیے تھے۔ یہ کام اماں نے ہی کیا۔ انیلہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ انکار کے بعد بھی اسے جو آس تھی کہ یہ ناممکن نہیں وہ اس وقت پوری طرح ٹوٹ گئی تھی۔ چوں کہ اماں سے وہ

www.pklibrary.com

سیما کی منگنی ٹوٹنے اور فہد والا قصہ سن چکی تھی، اس لیے اسے یقین نہیں آرہا تھا وہ کسی ایسی لڑکی سے شادی کررہا ہے۔ اسے لگا وہ اماں کے دباؤ میں ہے اور اماں کو بھی نے جال میں پھنسایا ہے۔ ماموں ممانی کو لگا اماں یہ بہت پہلے سے طے کرچکی تھیں انہیں بتایا اب ہے کہ ان کی دوستی اور بھی کے یہاں چکروں سے سب واقف تھے۔ رہی سہی کسر اُھیلہ نے سب کو اصل بات بتا کر پوری کردی۔ اب سب کی رائے یہ تھی معصوم اماں بھی اور سیما کے چالاک خاندان کے جال میں بری طرح پھنس گئی ہیں۔

اس کا اداس چہرہ، اماں کو بھی افسردہ کررہا تھا مگر وہ یہ سوچ کر خود کو تسلی دے رہی تھیں کہ اچھا ہے شادی کی وجہ سے وہ جلد سنبھل جائے گی جب کہ وہ خود کو چھپائے گی۔ وہ کزنز کی ایکس رے جیسی نگاہوں میں آکر اپنا مذاق نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اس نے نئے سرے سے خود کو ایک نئی جنگ کے لیے تیار کرلیا تھا۔

☆☆☆

وہ مایوس نہیں تھی مگر ابا کی باتوں نے اسے اداس کردیا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد یمی دعا نے اسے پرسکون کردیا تھا۔ وہ مصلی اٹھا رہی تھی کہ دادی نے اسے یہ خبر سنائی اور اچانک ہی اس کے ذہن میں کوندا لپکا۔ وہ تب بھی غیبی مدد بن کر آیا تھا اور اب بھی۔

اس بار وہ سب محتاط تھے۔ شادی کا زیادہ شور شرابہ اور تشہیر نہیں کی گئی تھی۔ خاندان کے افراد اور نہایت قریبی دوست احباب ہی مدعو تھے اور اس کی دوستوں میں صرف نعیمہ۔ فہد کی جانب سے سب کو خدشہ تھا۔ مدبر اپنے دوستوں کے ساتھ مستعد تھا کہ کہیں نظر بھی آیا فہد تو اسے بخشا نہیں ہے۔ مہمانوں کے لیے مسکراتے چہروں کے پیچھے مسلسل دعائیں اور تشویش تھی۔ بالآخر سب کی دعائیں اور احتیاط تھی کہ شادی بنا کسی رکاوٹ اور انہونی کے ہوگئی۔ رخصتی کے وقت چہروں پر تناؤ کی جگہ تبسم اس لیے بھی تھا کہ دولہا والے سب جانتے ہوئے شادی کے لیے راضی ہوئے تھے۔

دلہن بنی سیما کو دیکھ کر اُھیلہ کا دل بری طرح مچلا تھا۔ اس منظر کو دیکھنا اور ضبط کرنا بہت مشکل تھا۔ اس کا دل چاہ کررہا تھا سب کو آگ لگادے۔ اس جگہ اور اس روپ میں، ساہب کے ساتھ اس نے ہمیشہ خود کو تصور کیا تھا۔ یہ تکلیف اور درد اس نے بڑے صبر اور جتن سے برداشت تو کرلیا مگر سیما کو اس حیثیت اور مقام پر قبول نہیں کیا تھا۔ اس کے دل سے ساہب کی خواہش نہیں نکلی تھی۔ وہ اپنی محبت سے دستبردار نہیں ہوئی تھی۔

☆☆☆

اس کے احساسات ملے جلے تھے۔ اس کا دل ممنون تھا اور سہا ہوا بھی۔ ساہب کے لیے تو دادی بھی اس کی مرضی پوچھنا بھول گئی تھیں۔ شاید انہیں یقین تھا اس نے ہامی ہی بھرنی ہے۔ اس نے ایمانداری سے خود سے پوچھا تھا، وہ فہد سے بچنے کے لیے شادی کررہی ہے یا اپنی خوشی سے۔ پہلی بات تو سولی صد سچ تھی دوسری بات میں خوشی کی جگہ مرضی زیادہ مناسب لفظ تھا۔ اس ماحول میں وہ چاہ کر بھی خوش نہیں ہو پارہی تھی اور اب ساہب کے کمرے میں بیٹھی اسی تگ و دو میں تھی کہ اس کا گھونگھٹ اٹھاتے ہی ساہب کو اس کی شکل پر بارہ بجتے نہ نظر آئیں۔ باہر سے اس کی کزنز کی شوخ آوازیں آرہی تھیں جن میں گاہے گاہے اماں کی کھنکتی آواز بھی شامل ہوجاتی تھی۔

اس نے گھونگھٹ اٹھا کر آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہا۔ کریم اور زرد کے مختلف شیڈز سے سجا کمرہ خوبصورت تھا۔ کمرے کی آرائش کے لیے استعمال ہوئی کلر پیلیٹ نے اسے متاثر کیا۔ فرنیچر، پردے، دیوار پر ٹنگی تصویریں، گھڑی، دیگر آرائش کا سامان سب دلکش تھا۔ وہ مبہوت سی کتنی دیر جائزہ لیتی رہی پھر گردن گھما کر شیشہ تلاش کررہی تھی کہ ساہب اندر آیا۔ اسے کچھ سمجھ میں نہ آیا، دوپٹا چہرے پر گرائے یا

www.pklibrary.com

اب یہ فارملٹی رہنے ہی دے۔ وہ پرسوچ سی، اسی وضع میں جم گئی تھی۔

"میں نے ایکسکیوز تو نہیں کہا۔" سائب چھوٹے قدم اٹھاتا آگے آیا۔

"سوری۔" دوپٹا سر پر چھوڑ کر اس نے ہاتھ نیچے کیے اور سر جھکا لیا۔ اب گھونگھٹ لینا بے معنی تھا۔

"کس بات کے لیے؟" وہ سامنے آ کر رک گیا۔ وہ چپ رہی۔

"تمہیں کچھ چاہیے تھا؟" وہ پراعتماد لڑکی تھی مگر اس وقت ایک اجنبی کے اس بے تکلف انداز پر ہی اس کے اندر ہلچل مچ گئی کہ ابھی وہ تھا۔ جس نے پہلے ایک چھوٹی سی مدد کی تھی اور پھر ایک بہت بڑی اس وقت اس کے اندر کیوں کیوں کی تکرار اسے الجھا اور سہما رہی تھی۔

"تم شاید کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔"

مسلسل سوال اور باتوں کے جواب میں چپ رہنے پر بے ادبی، ناراضی یا تکبر کا گمان ہوتا ہے، یہ نادر خیال اسی کا تھا لہٰذا اب منہ کھولنا ضروری ہو گیا تھا۔

"آئینہ ڈھونڈ رہی تھی۔" وہ اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"کیا پوچھنا تھا آئینے سے؟ شاید وہی کچھ میں بھی بتا سکوں۔" اس نے ایسی دھیمی، مترنم اور خوش گوار سی مصاحبت کا تصور نہیں کیا تھا۔

اس نے جھجکتے ہوئے سر اٹھایا۔ ان کی نگاہیں ملیں، سائب کا تبسم گہرا ہو گیا اور اس کا دل شور مچانے لگا۔

"اس طرف ہے آئینہ۔"

اس نے اس کے دلکش چہرے سے نظر ہٹائے بغیر سر سے دائیں دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اسے اتنے قریب اور غور سے پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ وہ بیٹھا تھا پھر بھی اس کا دراز قد اور قوی جثہ محسوس ہو رہا تھا۔ چوڑی پیشانی، سیاہ آنکھیں اور تبسم وہ بلاشبہ جاذب نظر تھا۔ اس نے آئینے کی سمت دیکھنے کے بجائے پھر سر جھکا لیا۔

"تھینک یو، اس دن بچانے کے لیے بھی اور پروپوزل کے لیے بھی۔"

"صرف پہلے والا تھینک یو قبول ہے۔"

"ابا کی کنڈیشن سننے کے بعد آپ نے ایک بار پھر مجھے اس سے بچایا ہی تو ہے۔"

"میں اتنا نیک نہیں کہ ہمدردی میں شادی کر لوں۔" سیما کو اسے دیکھنا پڑا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی حیرت اور الجھن در آئی تھی۔

"یہ عجلت میں ہوا ہے لیکن سوشل ورک والا فیصلہ نہیں ہے۔"

وہ دھیرے سے ہنسا۔

"نہیں، مجھے لوایٹ فرسٹ سائٹ کا مرض بھی نہیں۔" ایک پل پہلے آئے اپنے بے تکے اور خوش فہم خیال کی اس قدر درست ترجمانی پر وہ سرخ ہو گئی۔

"احسان یا کسی ایسے ہی فضول خیال کے بوجھ تلے اس سفر کا آغاز مت کرو، میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔" اس کی آواز میں اس بار سنجیدگی تھی۔

"یہ ایک پراپر ارینج میرج ہے۔" وہ مسکرایا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"تمہاری ایک چیز میرے پاس ہے۔" وہ اٹھ کر اپنے ورکنگ ڈیسک تک گیا۔ اسے لگا اس کی منہ دکھائی ہو گی مگر وہ قریب آیا تو بے ساختہ ہی اس نے وہ چیز جھپٹ لی۔

"یہ آپ کے پاس تھا۔" وہ اس کا پسندیدہ پین تھا جس پر اس کا نام کندہ تھا۔

"تھینک یو۔" اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ میرا فیورٹ پین ہے، مجھے لگا تھا اس دن گر کر کھو گیا ہے۔"

"ڈیم! غلطی ہو گئی۔" سائب نے تاسف سے کہا۔

"جی؟" اس کا جوش ایک دم سہم گیا۔

"یہ دیکھ کر تم اتنی خوش ہو۔" وہ کچھ سوچتا رک

www.pklibrary.com

گیا۔

"اسے ہی منہ دکھائی سمجھ لو۔" اس نے جملہ بدل دیا تھا۔

"میں 'وہ' دیکھ کر بھی اتنی ہی خوش ہوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ قلم کی بازیابی نے اس پر اچھا اثر ڈالا تھا۔

"واقعی؟" وہ مشکوک ہوا۔

"اگر نہ بھی ہوئی تو ایکٹنگ کرلوں گی۔" اس نے دریا دلی کا مظاہرہ کیا۔

"دیکھتے ہیں میں ایکٹنگ اور ریئلٹی میں تفریق کرسکتا ہوں یا نہیں۔" وہ پھر ڈینک تک گیا اور واپس آکر سابقہ جگہ بیٹھ گیا۔

اس نے بند مٹھی اس کے سامنے کی، سیما نے اس کے چہرے سے نظر ہٹا کر مٹھی پر مرکوز کی۔ اسے دیکھتے ہوئے اس نے بند مٹھی کھولی اور وہ مارے حیرت کے پل بھر کو گنگ رہ گئی۔ اس کے ہاتھ میں پتلی سی طلائی زنجیر تھی لیکن اس کی مسرت کی وجہ نازک اور چھوٹا سا رومن میں لکھا اس کا نام تھا۔ بالکل اسی فونٹ میں جیسا قلم پر تھا۔ وہ اسے اسی لیے عزیز تھا کہ بڑی عرق ریزی کے بعد اس نے وہ فونٹ چنا تھا اور اس انداز میں لکھا اپنا نام اسے بہت اچھا لگتا تھا۔ اس نے غیر محسوس طریقے سے قلم بستر پر رکھا اور اس کی ہتھیلی سے وہ نازک سا لاکٹ اٹھایا۔ فونٹ اور اس کا چھوٹا سا ہونا اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا رہا تھا۔

"آپ کو معلوم نہیں ہے مجھے اس طرح لکھا اپنا نام کتنا پسند ہے۔"

"اب ہوگیا معلوم۔" وہ محویت سے اس کے تمتماتے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

وہ جوش میں خود ہی گلے میں ڈالنے لگی تھی کہ احساس ہوتے ہی بجل سی رک گئی اور بے اختیار زنجیر والا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

"کیا؟" اس نے شرارت سے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھنے کی کوشش کی مگر اس چہرے پر بکھرے جذبات کے نئے اور انجان رنگوں کی تاب نہ لاسکی۔ اس نے کچھ پل خاموشی سے انتظار کیا کہ وہ زنجیر ہتھیلی سے اٹھالے گا پھر ہاتھ نیچے گرانے ہی لگی تھی سائب نے ہتھیلی پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"ایکٹنگ اتنی خوبصورت نہیں ہوتی۔" وہ دھیمے سے کہتے ہوئے اس کے سرخ چہرے کو دیکھ رہا تھا اور وہ اپنے ہاتھ پر دھرے ہاتھ کو۔

☆☆☆

ولیمے میں شریک سبھی افراد اپنے طریقے سے سن گن کی کوشش میں تھے۔ سبھی کو علم تھا سیما کے ساتھ کیا ہوا ہے اور یہ شادی کیسے ہوئی ہے لیکن اماں، سائب ان سب سے بے نیاز خوش تھے جب کہ سیما کے گھر والے مطمئن تھے۔

سائب کی رفاقت، نئے رشتے اور گھر میں وہ فہد کو جیسے فراموش کر بیٹھی تھی۔ جو وسوسے اور وہم تھے وہ اب غائب ہوگئے تھے۔ ہفتہ بھر بعد اماں آج اس سے کھیر بنوا رہی تھیں۔ مقدار زیادہ تھی کہ انہیں سب جگہ بھجوانا تھی۔ ان کی ہدایات سنتے وہ باورچی خانے سے اندر باہر ہوتی رہی تھی۔ اس نے بڑی توجہ اور لگن سے کھیر تیار کی تھی۔ پتیلا ڈھانک کر چولھا بند ہی کیا تھا کہ ہال سے انیلہ کے سلام کی آواز آئی۔ وہ سائب کی خالہ اور ان کی بیٹی کے ساتھ آئی تھی۔

وہ شادی میں شریک نہیں ہوسکی تھیں اس لیے اب ملنے آئی تھیں۔ کچھ دیر ٹھہر کر وہ چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد اماں نے کہا۔

تم پیالیوں میں نکال کر ٹرے میں رکھ دو بیٹا یہ شبانہ دے آئے گی۔" انہوں نے کام والی ماسی کا نام لیا۔

اسے چکھنے کی عادت نہیں تھی مگر یہ خاص موقع تھا، دوسروں نے اس کے ہاتھ کا ذائقہ پہلی دفعہ چکھنا تھا اس لیے اس نے ایک چمچہ بھر کے منہ میں ڈالا اور فوراً سنک میں جا کر تھوک دیا۔ پانی سے کلی کرنے

www.pklibrary.com

کے بعد وہ ششدر سی اس برتن کو دیکھ رہی تھی۔ کھیر بے تحاشہ نمکین تھی۔ اسے تو نمک کے ڈبے کی جگہ بھی معلوم نہیں تھی۔ اماں نے پہلے ہی کھیر کے لیے ضروری سارا سامان نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیا تھا۔ وہ کتنی دیر چولہے پر رکھے برتن کو گھورتی رہی جیسے وہ خود ہی بولنے لگے گا کہ نمک کہاں سے آیا۔ تھک ہار کے اماں کے پاس آئی۔

"اماں!" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"میں نے کھیر میں وہی سب ڈالا جو آپ نے نکال کر کاؤنٹر پر رکھا تھا لیکن ابھی کھیر چکھی تو اس میں بہت سارا نمک ہے۔"

"ہیں؟" وہ حیران ہوئیں پھر اگلے ہی پل ان کے تاثرات بدل گئے۔ انیلہ سب کے درمیان سے اٹھ کر دو بار باورچی خانے میں گئی تھی۔ چائے کے خالی کپ اور ٹرے رکھنے اور پھر پانی لینے۔

انہوں نے بھی کھیر چکھی جو اب کھانے کے قابل نہیں تھی۔

"یہ تو ساری ضائع ہو گئی بیٹا۔ کسی کے کھانے جوگی نہیں رہی۔"

"لیکن نمک آیا کہاں سے؟ مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے نہیں ڈالا۔ یہ آپ نے نکال کر الگ رکھے تھے، ڈرائی فروٹ، گھی، شکر، الائچی پاؤڈر۔" اس نے ایک طرف رکھے سامان کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کے علاوہ دودھ اور چاول پھر۔"

"مجھے پتا ہے نمک کہاں سے آیا۔" اماں کی زبان سے پھسلا۔

"ہیں!" وہ حیران ہوئی۔

"کہاں سے؟" انہوں نے کچھ دیر سیما کو دیکھ کر سوچا اسے بتائیں یا نہ بتائیں لیکن اس حرکت کے بعد انیلہ کے مزاج اور اس کی وجہ سے سیما کی آگاہی انہیں ضروری لگی۔

"انیلہ سائب کو پسند کرتی تھی، چند دن پہلے ہی میں نے سب سے کہا تھا کہ سائب خاندان میں شادی نہیں کرنا چاہتا اور پھر اس سے تمھاری شادی بھی اچانک ہو گئی۔"

وہ فوراً کچھ نہ کہہ سکی۔

"ایسے ایک دم سے اس کے لیے تمہیں قبول کرنا آسان نہیں ہے لیکن وہ بچی ہے، تم اس کی یہ حرکت نظر انداز کر دو بیٹا، میں۔" وہ نادم سی کہہ رہی تھیں اور اسے انہیں یوں شرمندہ دیکھنا بے حد برا لگا۔

"نہیں اماں!" وہ ان کے قریب آئی۔

"آپ معافی وافی نہ مانگیں پلیز، میں سمجھ سکتی ہوں اس نے ایسا کیوں کیا۔" حالاں کہ اسے سنتے ہی بہت غصہ آیا تھا مگر وہ انہیں پریشان اور فکر مند نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کے دل میں پچھلے احترام اور عزت کے ساتھ اب ان کا مقام محسن کا بھی تھا۔

"جیتی رہو۔" اماں مسکرائیں۔

"لیکن انیلہ اتنی پیاری تو ہے پھر۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"سب کی اپنی پسند ناپسند ہوتی ہے بیٹا، ہر اچھی چیز سب کو اپنے لیے اچھی نہیں لگتی پھر یہ تو جیتے جاگتے انسان اور عمر بھر کا معاملہ ہوتا ہے۔"

"سائب یہ بات جانتے ہیں؟"

"اسی نے تو مجھے بتایا تھا۔"

"تو یہ بات تھی۔" اسے جیسے سائب کی رضامندی کی وجہ سمجھ آ گئی۔ اماں احساس ہوتے ہی رک گئی تھیں کہ وہ زیادہ بول گئی ہیں۔

"یہ نصیب کی باتیں ہیں، تم زیادہ سوچو مت۔ اب اسے رہنے دو، بعد میں کچھ بنا کر بھیج دیں گے۔"

"جی۔"

"اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا بیٹا، باز پرس کرنے کی میں بات بڑھائے گی، جب ہم کوئی رد عمل نہیں دیں گے تو وہ خود ہی یہ سب بند کر دے گی، اگر مزید کچھ کیا تو میں بات کروں گی اس سے۔"

"جی اماں۔" وہ باہر چلی گئیں۔

کھیر کا ذکر کیے بنا رات میں وہ سائب سے

www.pklibrary.com

پوچھ بیٹھی۔

"آپ نے مجھے اُنیلہ کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟"

"پہلے دن یا پہلا ہفتہ کیسے یہ کہانی سناتا؟" وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"کیا شادی کے فیصلے کے پیچھے یہ وجہ بھی تھی؟ مطلب ہماری پچویشنز بالکل سیم نہیں لیکن کافی ملتی جلتی ہیں۔"

"شاید، کیوں کہ میں اس وجہ سے تمہارا پوائنٹ آف ویو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ بہتر سمجھ پایا۔"

"فہد والا تجربہ نہ ہوتا تو میں کہتی، کیوں نہ کی شادی ہر لحاظ سے اچھی تو ہے اُنیلہ۔ یہ سچ تھا کہ وہ پڑھی لکھی، خوب صورت اکلوتی اور امیر تھی۔"

"اور اُنیلہ والا تجربہ نہ ہوتا تو میں کہتا، کیوں بات کا بتنگڑ بنایا، ٹھیک ٹھاک تو تھا بندہ۔" بات کے اختتام پر وہ دونوں ہنس دیے۔

"عشق پر زور نہیں غالب نے درست کہا تھا۔" سائب نے کہا۔

"خاک درست کہا تھا یہ تو دونوں فریق استعمال کر سکتے ہیں، ہم کہیں کے بیچا چھوڑو ہمارا عشق پر زور نہیں اور وہ بھی کہیں گے، کیسے چھوڑیں عشق پر زور نہیں۔"

"تو غالب نے غلط کہا ہے؟" سائب نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔"

"اچھا ہی ہے ہم اس عشق کے چکر سے دور رہے۔" وہ ایک دم چپ ہوگئی، جو سائب کو محسوس ہوا۔

"کچھ غلط کہا میں نے؟"

"آپ محبت کے منکر ہیں؟" اس کے سوال میں جھجک تھی۔

"نہیں۔" سیما نے ابرو اٹھا کر مشکوک انداز میں اسے دیکھا۔ وہ کرسی چھوڑ کر اس کے پاس آیا۔

"تمہیں لگتا ہے میرا تم سے محبت کا ارادہ نہیں ہے؟" وہ دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ خود کنفیوز ہیں اور مجھے بھی کر رہے ہیں۔" اس نے توقف کے بعد دھیرے سے کہا۔

"کیسے؟"

"عشق پر زور نہیں، اچھا ہوا ہم اس چکر میں نہیں پڑے اور اب اسی چکر یعنی محبت میں ارادے کی بات۔ کنفیوزنگ نہیں یہ سب؟"

"صرف اس لیے کسی کے لیے فیلنگز پیدا نہیں ہوتی کہ وہ محبت کرتا ہے نہ اس وجہ سے فیلنگز فوراً مرتی ہیں کہ وہ محبت نہیں کرتا اور ہم دونوں نے ایکسپیریئنس کیا ہے کہ اس سچ کو قبول کر کے خود کو سنبھالنے، پیچھے ہٹنے اور روکنے والا مشکل کام سب نہیں کر پاتے ہیں اسی وجہ سے کہا اچھا ہوا کسی کے پیچھے خود کو خوار کرنے اور پھر خود کو روکنے، سنبھالنے والی پچویشن ہماری زندگی میں نہیں آئی، ویسے آئی بھی تو ہم دونوں حدیں ماننے اور ان کی ریسپیکٹ کرنے والے انسان ہیں۔"

اس نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"رہی میرے ارادے کی بات۔ تو ارینج میرج کا یہ ہی چارم ہے کہ اس رشتے میں محبت سب سے آخر میں ہوتی ہے۔"

"یعنی بڑھاپے میں؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔ وہ بے اختیار ہنسنے لگا۔

"لو میرج میں سب سے پہلے محبت ہوتی ہے، جاننا سمجھنا، احترام، انڈر اسٹینڈنگ وغیرہ وغیرہ کے بعد شادی سب سے لاسٹ میں جب کہ ارینج میرج میں یہ ترتیب ریورس ہے اور یہ رفتہ رفتہ محبت ہونے والا پروسیس مجھے بڑا ایسی نیٹ کرتا ہے۔"

"آپ نے دنیا بہت کم دیکھی ہے شاید، ایسا ہر شادی میں تھوڑی ہوتا ہے۔" گدگدانے والا خیال تھا لیکن وہ متاثر نہیں ہوئی۔

"مجھے دنیا بھر کی شادیوں سے کیا لینا دینا اتنا جانتا ہوں میری شادی میں ایسا ہی ہوگا۔"

"جب ہو جائے مجھے بتایئے گا ضرور۔" وہ

www.pklibrary.com

مسکرائی۔

"تم تو یوں کہہ رہی ہو جیسے تمہیں یقین ہے تمہیں ہوگی ہی نہیں۔" سائب نے کہا تو وہ چھیڑنے کے لیے مسکراتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ باہر نکل کر کچھ سوچ کر پلٹی۔

"کیا پتا نہ ہو اور کیا پتہ۔۔ ہو بھی گئی ہو۔" کہتے ہی اس نے دروازہ بند کیا اور بھاگ گئی۔

ان شاء اللہ ہو جائے گی۔" اماں کے پاس بیٹھتے ہوئے وہ بے خیالی میں بلند آواز میں بڑبڑائی تھی۔

"کیا؟" اماں نے پوچھا تو وہ چونکی۔

"آں۔؟"

"کیا ہو جائے گی؟"

"وہ۔بارش۔"

"ابھی کہاں سے برسات کا موسم آگیا؟"

"بنا موسم بھی تو ہو جاتی ہے کبھی کبھی۔"

"بیماریوں کی دعوت ہوتی ہے بنا موسم کی برسات، کیا بادل چھائے ہیں اس وقت؟" انہوں نے کھڑکی سے باہر دیکھنے کی ناکام کوشش کی۔

"نہیں، بس ایسے ہی مجھے لگ رہا تھا کہ بارش ہونا چاہیے بنا موسم، اچانک والی بارش مجھے اچھی لگتی ہے۔"

"ہمم۔" وہ پھر سے ٹی وی کی طرف متوجہ ہوگئیں۔

☆☆☆

سائب کے جانے کے بعد وہ گیٹ بند کر کے پلٹی تو دوسری طرف کھڑی اُمیلہ نظر آئی۔

"یہ شاید پہلے بھی روز سائب کے جانے کے وقت موجود رہتی ہوگی۔" اس نے سوچا اور ناگواری کو چہرے پر آنے سے روکا۔

"کیسی ہو اُمیلہ؟" اس نے اس خیال کی کڑواہٹ دور کرنے کے لیے مسکرا کر پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ جواب دیتے ہوئے گیٹ کھول کر اس طرف آگئی۔

"آؤ اندر۔" اسے باورچی خانہ سمیٹنا تھا۔ اماں کی ہدایت اور اس کے اصرار پر آج سائب دوپہر کا کھانا ساتھ لے گیا تھا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے باورچی خانے میں چلی آئی۔

"کھانا بنا لیا اتنی جلدی؟" سیما نے گوندھے آٹے کا خالی برتن سنک میں رکھا تو اس نے پوچھا۔

"ہاں، سائب کو تھن دینا تھا تو سب کا ساتھ ہی بنا لیا۔" وہ بکھری چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

"اچھا۔" بیوی کے آتے ہی سائب کی یہ تبدیلی اسے دکھی کر گئی۔ بیوی نے تو جمعہ جمعہ آٹھ دن میں اتنی محبت نہیں کی ہوگی جتنی وہ کرتی آرہی تھی پھر بھی وہ اس کے لیے بدل گیا، کیسا بے قدرا تھا وہ۔

"پہلے سائب بھائی اسی وقت تھن لے جاتے تھے جب میں ان کی کوئی فیورٹ ڈش بنا کر دیتی تھی۔" اس کے جملے پر وہ اس بار سچ میں تلملا گئی۔

"رشتے دار قریب ہوں تو یہ ہی تو فائدے ہیں، بہت شکریہ تمہارا۔" شکر تھا اس کی طرف پیٹھ تھی کہ اس کا نرم لہجہ چہرے کے تاثرات سے میل نہیں کھا رہا تھا۔

کیا دیا آج؟" اُمیلہ نے لہجہ عام سا رکھنے کی کوشش کی تھی پھر بھی سیما تک آنچ پہنچ گئی۔

"قیمہ مٹر۔" کچھ سوچ کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"آئندہ سائب کی فیورٹ ڈش بنانا ہو تو مجھے رات ہی بتا دینا تاکہ میں صبح کچھ نہ بناؤں۔" اس نے شائستہ اور متبسم انداز میں کہا اور دوبارہ مڑ کر کام کرنے لگی۔ وہ جانتی تھی حسد اور جلن محسوس کرنے والا انسان دوسرے کو بھی اسی احساس میں مبتلا کر کے خود کو کامیاب سمجھتا ہے اس لیے اسے ناگواری یا کوفت کا تاثر نہیں دیا۔

"اس دن تم نے کھیر بنائی تھی ناں، میں انتظار ہی کرتی رہی۔"

"وہ نہ پوچھو" اس نے ہاتھ دھو کر نلکا بند کیا اور اسٹینڈ سے تولیہ کھینچا۔

www.pklibrary.com

"پہلی بار کچھ بنا رہی تھی اس لیے شاید گھبراہٹ اور بے خیالی میں، میں نے نمک ڈال دیا تھا، اب نمکین کھیر تو نہیں بھیج سکتے تھے سب کے یہاں۔"

"اچھا۔" اسے انیلہ کے کچھ حیرت، غصے اور گڑبڑاہٹ کے ملے جلے تاثرات مزہ دے گئے۔

"میرا بہت موڈ آف ہوا تھا لیکن اماں نے حوصلہ دیا اور سمجھایا کہ ہو جاتا ہے کوئی بات نہیں۔"

"ہمم۔"

"آؤ ادھر بیٹھتے ہیں۔" اس نے ہاتھ خشک کر کے تولیہ اسٹینڈ پر پھیلایا اور ہال کی طرف بڑھ گئی۔

اسے اس کے متعلق علم نہ ہوتا یا اس نے نمک والی حرکت نہ کی ہوتی تو وہ شاید اسے اتنی توجہ اور اہمیت نہ دیتی لیکن اب ایسا ممکن نہیں تھا۔ وہ اپنی سی کوشش کر رہی تھی کہ وہ اس کے رویے سے پتہ نہ لگا لے کہ وہ سائب کے لیے اس کے احساسات سے واقف ہے۔ وہ اپنی جانب سے کسی بدمزگی یا تناؤ کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس کے اندر اس گھر کے مکینوں کے لیے بے پناہ احسان مندی کے جذبات تھے۔

☆☆☆

سائب کسی کا ملازم نہیں تھا، اپنے دفتر میں وہ ہی مالک تھا پھر بھی وہ وقت کا پابند اور پیشہ ورانہ طور پر ذمہ دار شخص تھا۔ اس کے آنے جانے کا طے شدہ وقت تھا۔ یہ اچھی بات تھی کہ وہ دفتر کے کام گھر تک نہیں لاتا تھا۔ سب آس پاس ہی رہتے تھے اس لیے اماں کے پاس روز کوئی نہ کوئی ملنے آ جاتا تھا۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر وہ بھی اکتاہٹ سے بچ جاتی تھی۔ اس نے نعیمہ کو اپنے سسرال آنے سے منع کر دیا تھا، اسے ڈر تھا اس کا پیچھا کرتے ہوئے فہد یہاں تک نہ پہنچ جائے۔ گھر والے بھی محتاط تھے۔ دادی جو اماں سے ملنے اکثر آتی رہتی تھیں اس کی شادی کے بعد سے نہیں آئی تھیں۔ وہ اور اماں ہی مل آتے تھے۔ حالاں کہ یہ احتیاط بے کار ہی تھی، فہد اماں اور اس کے پیچھے بھی اس گھر تک آ سکتا تھا لیکن ان سب کو لگتا تھا اس طرح فہد کو سمجھنے والے مواقع کم ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی گھر دیکھ لینے کے اتفاق بھی۔

اماں ٹی وی پر سیریل دیکھ رہی تھیں۔ کہانی اور کردار وہی فارمولا قسم کے تھے۔ فیشن ایبل اور طرح دار لڑکی معصوم بننے کی اداکاری کرتے ہوئے شادی شدہ ہیرو ہیروئن کی زندگی میں مشکلیں اور دلوں میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے اپنی والدہ کی حمایت اور مدد حاصل تھی۔ بے دلی سے دیکھتے ہوئے اچانک اس کے ذہن میں خیال لپکا۔

"کہانیوں اور فلموں ڈراموں میں لڑکی کی مرضی کے خلاف اس کے پیچھے پڑنے والا لڑکا ہیرو ہوتا ہے اور یہی کام لڑکی کرے تو وہ ویمپ ہوتی ہے۔ یہاں بھی مثبت منفی میں جنس کی تفریق شامل ہے۔"

اس نے بلند آواز میں یہ خیال اماں کو بھی سنایا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو، ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"کتنی غلط بات ہے نا۔"

"غلط تو ہے۔" انہوں نے ایک لمبی پر سوچ چپ کے بعد ریموٹ سے ٹی وی کی آواز بند کی اور اس کی طرف مڑیں۔

"ہمیں انیلہ کو ویمپ بننے سے روکنا ہوگا۔"

اپنی بات کہتے ہوئے اس کے ذہن میں انیلہ کہیں نہیں تھی، وہ بوکھلا گئی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا اماں، میں تو۔"

"میں جانتی ہوں بیٹا تم نے اس لیے نہیں کہا۔ تم سمجھدار اور سلجھے مزاج کی ہو اس لیے تم یہ کر سکتی ہو۔ وہ اب بھی اس حقیقت کو قبول نہیں کر سکی ہے کہ سائب اس کے نصیب میں نہیں، وہ اب تم سے جلن محسوس کر رہی ہے، اسے اب بھی لگتا ہے وہ سائب کو حاصل کر لے گی۔ نمک والی بات تو شروعات تھی جانے آگے اور کیا کیا ہو۔" انیلہ کی پہلے کی طرح گھر میں آمد و رفت نے انہیں یہ سوچنے پر مجبور کیا تھا۔ انہیں اس کی آنکھوں میں ایک الگ کہانی نظر آنے لگی تھی۔

www.pklibrary.com

"جی۔" اس کی جی میں جھجک تھی اور سوال بھی تھا۔

"بیٹا! وہ نیک بچی ہے، بگڑی، بدمزاج یا بد کردار نہیں ہے، اکلوتی ہے اس لیے ماں باپ کی لاڈلی ہے اور جہاں زیادہ پیار اور لاڈ ہو وہاں اکثر والدین اپنی آنکھوں کے تارے کو اچھے برے کی تمیز اور حدود بتانا بھول جاتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ان کی اولاد کے لیے سب کچھ جائز ہوتا ہے، اسے بھی یہی لگ رہا ہے کہ وہ جو کر رہی ہے ٹھیک کر رہی ہے، اسے اس کی غلطی کا احساس سلیقے سے ہمیں کرانا ہوگا۔"

"میں۔ میں اس معاملے میں کیا کر سکتی ہوں بھلا۔؟ بس اتنا کہ ان حرکتوں کو نظر انداز کر دوں۔"

"تم اس سے زیادہ کر سکتی ہو کیوں کہ تم پر بھی ایسا ہی کچھ گزرا ہے، کسی کی زبردستی مسلط ہونے کی کوشش کا تجربہ، دل راضی نہ ہو تو محبت کرنے والے کا کچھ اچھا نہیں لگتا بلکہ یہ کوشش متنفر کر دیتی ہے۔ بیٹا تم اسے وہ سب سمجھا اور سکھا سکتی ہو جو آج تک کسی نے نہیں کیا۔"

"اماں میں۔" وہ گھبرا ہی گئی۔

"میں تمہیں اس کی استانی بننے کا نہیں کہہ رہی۔" وہ مسکرائیں۔

"تم اس سے اپنا رویہ دوستانہ رکھو، اس کی حرکتوں پر شدید یا منفی ردعمل نہ دو اور گاہے گاہے موقع ملے تو اسے اپنا تجربہ، خیالات، احساسات بتاتی رہو، درست بات سننے اور سمجھنے والا مزاج ہے اس کا اسی لیے مجھے امید ہے کہ وہ سمجھ جائے گی۔"

"ان شاء اللہ پوری کوشش کروں گی۔" اسے یہ 'ٹاسک' سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اسے اس کی کامیابی یا پراثر ہونے کا بھی یقین نہیں تھا پھر بھی اس نے ہامی بھر لی کہ اماں بہت مان اور امید سے اس سے کہہ رہی تھیں۔

☆☆☆

آج اسے دھلے کپڑے اٹھانے میں دیر ہو گئی تھی ورنہ وہ مغرب سے پہلے اندر لے آتی تھی۔ زیادہ نہیں چند ہی کپڑے تھے وہ ہاتھ میں لیے اندر آئی تو سارب ٹھٹکا۔

"کیا ہوا؟" اس کا چہرہ رونے والا ہو رہا تھا۔

"میرے پاس ایک ہی یلو ڈریس تھا اور اس کی ساری خوبصورتی دوپٹے سے تھی۔" وہ رک گئی۔

"ہاں تو۔؟"

سیما نے سارے کپڑے پلنگ پر ڈھیر کیے اور اس میں سے دوپٹا اٹھا کر اس کے سامنے کیا جو دو تین جگہ سے پھٹا تھا۔

"اوہ۔ کیسے ہوا؟ کوئی بات نہیں دوپٹا ہی تھا۔"

"میرے تین دوپٹے تھے اسٹینڈ پر مگر یہ یلو والا ہی برباد ہوا ہے جو آپ کا فیورٹ کلر ہے۔"

وہ بھی بات کہ تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی دیکھ رہا تھا اور اب سیما نے بھی غور کیا تھا ہیلمٹ کے پاس موجود سارے کپڑوں میں زیادہ یا تھوڑا بہت یہی مگر پیلا رنگ لازمی ہوتا تھا۔

"میں ماموں سے بات کرتا ہوں، اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے، میں ان فضول حرکتوں کی وجہ سے اپنی زندگی کا سکون برباد نہیں کر سکتا۔" اس سے پہلے ہی وہ اس کی بے جا آمد اور گھر کے معاملوں میں حد سے بڑھتی مداخلت پر خفا تھا۔

"یہ اس کا حل نہیں ہے سارب۔" اس نے آہستہ سے کہتے ہوئے دوپٹا پلنگ پر اچھالا۔

"پھر کیا حل ہے؟ وہ سمجھنے والی ہوتی تو کم سے کم شادی کے بعد خود کو قابو میں رکھتی، مجھے اس سے کوئی امید نہیں اس لیے ماموں سے بات کرنا ضروری ہے۔"

سارب کا ردعمل دیکھ کر اسے پچھتاوا ہوا کہ کیوں اس کے سامنے دوپٹے کا رونا رویا۔

"یہ معاملہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں، میں سنبھال لوں گی۔" ایسے دونوں گھروں کے درمیان کی فضا مکدر نہیں کرنا تھی۔

www.pklibrary.com

"کیسے سنبھالو گی؟ ایک دوپٹا ضائع ہونے پر تمہیں رونا آرہا تھا اور ان محترمہ کے ارادے مجھے چھیننے کے ہیں۔" وہ اس کے قریب آیا۔

"اس کا اختیار دوپٹا اور کھانے جیسی چیزوں پر ہے بس، آپ پر نہیں۔" اس نے دوپٹے کا افسوس بھلا کر یقین سے کہا۔

"واؤ!" وہ متاثر ہوا۔

"ویسے تمہیں کس کی قابلیت پر زیادہ یقین ہے اس کی یا میری؟"

"قابلیت تو مجھے کسی کی پتہ نہیں لیکن۔ جس نے اس لیے ارینج میرج کی ہو کہ آخر میں بیوی سے محبت ہونی ہے وہ کہیں اور نہیں جا سکتا۔" وہ ہنس دیا۔

"بیوی سے محبت کے علاوہ ایک اور اہم چیز جو شادی میں اول دن سے ہونا چاہیے وہ ہے لائلٹی، وفاداری اور یہ ہی وہ کمٹمنٹ، ہے جو محبت کے بنا بھی کسی کو بھٹکنے اور پھسلنے سے روکتی ہے۔" اس نے تبسم کے ساتھ بڑی گھمبیر بات کی۔

"مطلب اب آپ مجھے اس کمٹمنٹ پر ٹرخا دیں گے؟ میں تو اس دن کے انتظار میں ہوں جب آپ مجھے بتائیں گے۔" اس نے معصومیت سے منہ بنایا۔

"میں نے کہا تھا محبت رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔" سائب نے اچانک دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھاما۔ "مگر لگتا ہے تمہیں اسپیڈ چاہیے۔"

"نن..... نہیں..... نہیں تو۔" وہ ہکلائی۔

"مجھے اس وقت چار پانچ بلیو ڈریس چاہئیں۔" سائب کی پیش قدمی روکنے کے لیے اس نے جلدی سے کہا۔

سائب نے اس کی تیزی پر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"فی الحال بلیو ڈریس تھوڑا انتظار کر سکتے ہیں، میں نہیں۔"

☆☆☆

اس نے دوپٹے کا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا مگر اب اس کے پاس اسی رنگ کی بہتات تھی۔ کٹھن کام تھا لیکن وہ انہیلہ کی حرکتوں کو نظر انداز کرتی تھی۔ اس سے بات چیت اور اس کی طرف آنا جانا بھی جاری رکھا ہوا تھا۔ سیما چاہتی تھی، وہ فہد والے قصے کا ذکر اس سے چھیڑے۔ اس نے خود سے اس موضوع پر اس سے بات شروع نہیں کی تھی۔ وہ انتظار میں تھی اور پتہ نہیں کیوں وہ فہد کا ذکر چھیڑتی نہیں تھی کہ وہ اپنے محسوسات، خیالات اور خود پر بیتی اسے سنا پاتی۔ پھر ایک دن اسے موقع مل ہی گیا۔

"ہمارے یہاں دوسرے کی بے آرامی کا سوچنا سکھایا ہی نہیں جاتا۔" سائب کے بڑے ماموں اور انہیلہ کے بڑے ابا کے پوتے کا عقیقہ تھا۔ کھانا ہو گیا تھا اور اب سب خوش گپیوں میں لگے تھے۔ سائب اپنے ہم عمر مرد کزنز کے ساتھ کھڑا تھا تو وہ تنہا بیٹھی انہیلہ کے پاس چلی آئی تھی۔

"کیا ہوا؟"

"سونو کو دیکھو، اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا وہ خود کو چھڑا رہا ہے مگر پھر بھی سب اسے پیار کر رہے ہیں۔"

"ارے بچے تو نخرے کرتے ہی ہیں اور وہ ہے ہی اتنا گیو اور کیوٹ۔"

"بچے بھی احساس اور مرضی کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ سوچ غلط ہے کہ وہ تو نا سمجھ ہیں اس لیے ایسا کر رہے ہیں یا نخرے دکھا رہے ہیں، ہر بار ایسا نہیں ہوتا، کچھ بچوں کا مزاج اور پسند مختلف ہوتی ہے اور یہ سب اس کے والدین کریں تو الگ بات لیکن باقیوں کو تو سوچنا چاہیے۔"

"اتنے چھوٹے بچوں کا کیا مزاج اور پسند۔ یہ اتنا سیریس معاملہ تو نہیں جیسا تمہیں لگ رہا ہے۔" انہیلہ ہنس دی۔

"تمہارا واسطہ کسی فہد سے نہیں پڑا، اس لیے ایسا کہہ رہی ہو۔"

"پانچ سالہ سونو اور فہد کا کیا مقابلہ؟"

"میں ان دونوں کا مقابلہ نہیں کر رہی، یہ غلط رویہ کیسے پروان چڑھتا ہے وہ کہہ رہی ہوں۔ ہم

www.pklibrary.com

بڑے ہی اس طرح بچپن سے ان کے اندر یہ غلط سوچ ڈال دیتے ہیں کہ ہمارا دل کر رہا ہے اور چوں کہ یہ پیار محبت کا اظہار ہے تو سب جائز ہے بلکہ یہ استحقاق اور زبردستی بڑی حسین اور خوبصورت ہے۔ پیار کے اظہار میں ہم مقابل کی رضا مندی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ بلکہ کم عمری سے ہی اسے یہ اگنور کرنا سکھاتے ہیں۔"

"اب تم جو کہہ رہی رضا مندی مطلب کنسینٹ تو یہ بہت ہی ویسٹرن کانسیپٹ ہے، ہمارے دیسی معاشرے میں اس کی کوئی جگہ نہیں اسپیشلی بچوں اور محبت کے معاملے میں۔"

"بڑی غلط سوچ ہے کہ یہ مغربی کانسیپٹ ہے، یہ تو انسانی معاشرت کا بنیادی اصول ہے، زور زبردستی مشرق مغرب سب جگہ ناقابل قبول ہے۔"

"اگر ہم ہر چھوٹی بڑی بات میں مرضی، منظوری اور رضا دیکھنے لگیں تو کوئی بھی رشتہ خوبصورت نہیں رہے گا، محبت جیسے انمول جذبے کا سارا حسن ختم ہو جائے گا۔"

"تمہارا مطلب ہے چوں کہ یہ خوبصورت، انمول اور بہت اچھا جذبہ ہے اس لیے محبت میں دوسرے فریق کی مرضی کی کوئی اہمیت نہیں۔"

"ایسا تو نہیں کہا میں نے لیکن محبت کو ایسے اجازت لیتا، پرکھنا، سوچنا پڑے تو اس کا سارا حسن غارت ہو جاتا ہے، کیا محبت میں ہمارا محبوب پر کوئی حق نہیں ہوتا؟"

"دھونس جمانے والا حق یک طرفہ اور خود ساختہ ہو تو یہ ظلم ہے محبت نہیں، ہر محبت کی یعنی ہر رشتے کی حد ہوتی ہے۔ والدین بچے کا لاڈ کرتے ہوئے اس کے بسورنے اور چڑنے پر بھی ایک بار گال چوم سکتے ہیں، اسے بھینچ سکتے ہیں مگر ایسا ہی حق محفل میں موجود ہر مہمان کو نہیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے پر دھونس جما کر ایک دائرے میں زبردستی کر سکتے ہیں لیکن ایک لڑکا یا لڑکی کو محبت کے باوجود ایسا نہیں کرنا چاہیے، محض محبت کا راگ الاپنا کسی کو سارے حق اور اختیار نہیں دیتا نہ ان کی حرکتوں کو جائز بنا دیتا ہے۔

ہمارا یہ مشرقی کانسیپٹ ایک لمٹ کے بعد وبال بن جاتا ہے کہ پیار محبت، فکر کے مظاہرے میں کسی بھی حد تک دھونس جمائی جائے یا زبردستی بھی کی جائے تو کوئی برائی نہیں مثلاً یہ ہی دیکھو جو سونو کے ساتھ ہو رہا ہے یہ ایسا ہی ہے کہ بطور میزبان اپنی مرضی سے مہمان کی پلیٹ بھر دینا۔"

"برا مت ماننا۔ مگر لگتا ہے تمہارے تجربے نے تمہیں اس معاملے میں تھوڑا تلخ کر دیا ہے۔"

"تھوڑا نہیں کافی تلخ کر دیا ہے۔" وہ ہنس دی۔

"اور اب اس طرح کے مظاہرے۔" اس نے اس محفل کی سمت اشارہ کیا جہاں سونو موجود تھا۔

"ان کے دیرپا اثرات اور ان سے جنم لیتے رویے مجھے گہرائی تک محسوس ہوتے ہیں، فہد کی حرکتیں اسی سوچ کی عکاس تھیں۔" اس نے اپنا لہجہ حتی المقدور ہلکا اور عمومی رکھا تھا۔

"یہ وہی محسوس کر سکتا ہے جس کے ساتھ زبردستی ہوئی ہو یا جس کی رضا کو اہمیت نہ دی گئی ہو۔" آخری بات پر اُنیلہ چپ ہو گئی۔

"مجھے تو لگتا ہے اور معاملات کی، بہ نسبت محبت سب سے نازک جذبہ اور لطیف رشتہ ہے کہ اس میں جبر ہو ہی نہیں سکتا، یہ اس احساس کے منافی ہے کہ محبت کے ایک معنی خود سے بڑھ کر مقابل کے احساس کی پروا بھی تو ہے۔"

اُنیلہ نے اب بھی کچھ نہیں کہا۔

"مجھے نیند آ رہی ہے اب۔" کچھ پل بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے پر ذرا دیر پہلے والا اطمینان ندارد تھا۔

"میں سائب سے کہتی ہوں تم اماں کو بلاؤ۔"

www.pklibrary.com

ہمم۔" وہ ساتھ میں آئے تھے اور واپس بھی ساتھ ہی جانا تھا۔

☆☆☆

"میں نے وہاں سامنے فہد کو دیکھا۔" اس نے سڑک کے دوسری طرف اشارہ کیا۔ سائب نے اس سمت گردن موڑی۔

"اب نہیں ہے، چلا گیا، بس ایک لمحے کو دکھائی دیا تھا۔"

"تمہیں دھوکا ہوا ہوگا۔ ریلیکس۔" اس کی کیفیت کے مدنظر اس نے تسلی دیتے ہوئے کار آگے بڑھائی۔

"نہیں سائب وہ ہی تھا، میں اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کرسکتی۔ بس آ گئی تھی اور اتنی دیر میں وہ چھپ گیا۔" وہ پیچھے پلٹ کر دیکھنے لگی۔ سائب نے بھی ریئر ویو مرر میں دیکھا۔

"کوئی نہیں ہے ہمارے پیچھے۔"

"اگر اس نے ہمارا گھر دیکھ لیا تو؟ آپ مجھے امی کی طرف چھوڑ دیں۔"

"دیکھ بھی لیا تو کیا ہوگا؟ اب وہ کچھ نہیں کر سکتا۔"

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا تھا کہ وہ پیچھا کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرسکتا۔" وہ اب بھی بار بار پیچھے دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہیں امی کی طرف چھوڑ بھی دوں تو تم نے وہاں سے واپس گھر تو آنا ہی ہے۔" وہ ہونٹ کاٹتی چپ رہی۔

"تم گھر جانا چاہتی ہو تو اٹس اوکے میں ڈراپ کر دیتا ہوں لیکن اگر مقصد فہد کو ہمارے ایڈریس سے بے خبر رکھنا ہے تو یہ فضول کوشش ہے۔"

گھر ہی چلیں۔" اس نے مری سی آواز میں کہا۔"

"تم کس لیے اتنی پریشان اور خوف زدہ ہو؟ کرنے دو اب وہ جو بھی کرتا ہے دیکھ لیں گے۔"

اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔ ایک عجیب وحشت اور بے کلی نے اسے گھیر لیا تھا۔

☆☆☆

اماں کی سالگرہ تھی اور ان کے بیٹی بیٹوں اور ان کے بچوں نے مل کر عشائیے کے ساتھ باہر سالگرہ منانے کا پلان بنایا تھا۔ اس کے میکے سے دادی کے ساتھ فائزہ شامل ہوئی تھیں۔

ریسٹوران کے لان میں میزیں ایک ساتھ جوڑ کر پرتکلف کھانے کے بعد ان سب کی تالیوں میں اماں نے کیک کاٹا تھا۔ کچھ دیر بعد کچھ لوگ اپنی گاڑی اور کچھ ٹیکسی سے چلے گئے تھے۔ مدبر دادی اور فائزہ کو لینے آیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد دونوں ماموں کے خاندان اور وہ ہی رہ گئے تھے۔

جانے سے پہلے وہ واش روم میں آئی تھی۔ فارغ ہو کر باہر نکلتے ہی سامنے کھڑے فہد کو دیکھ کر ایسا شدید دھچکا لگا تھا کہ وہ پتھر ہوگئی۔

"کیسی ہو؟" اس نے یوں پوچھا گویا ان کے بیچ بڑی گہری دوستی اور بے تکلفی تھی۔

"دیکھ لو، تمہاری بات ہو تو میرے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔"

وہ آگے بڑھا اور وہ پیچھے دروازے سے لگ گئی۔ راہداری سنسان تھی۔ ریسٹوران بند ہونے کا وقت تھا۔ اس نے ادھر آتے ہوئے دیکھا تھا کہ عملہ بھی صفائی اور سمیٹنے سمٹانے میں مشغول تھا۔

"میں تمہاری کسی بات سے بے خبر نہیں سیم۔ مجھے تم سے کوئی شکایت بھی نہیں ہے، بس۔۔" وہ اب اس کے اتنا قریب تھا کہ ہاتھ بڑھا کر اسے چھو سکتا تھا۔ اس کی وہی کیفیت ہوئی جو اس دن کافی شاپ کے باہر تھی۔

"یہ سائب راستے سے ہٹ جائے۔" اس کا لہجہ بدل گیا تھا۔

آخری ڈائل نمبر سائب کا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھ میں مضبوطی سے فون کو جکڑا اندازے

www.pklibrary.com

سے کال لگانے کی کوشش کی۔

"تمہارے گھر والوں نے یہ اچھا نہیں کیا۔ تمہیں صرف میری زندگی میں آنا تھا۔ وہ تو تم اب بھی آجاؤ گی، تمہیں حاصل کرنے کے لیے ہی تو اس دنیا میں آیا ہوں میں، تم بنی ہی میرے لیے ہو۔" اس کا انداز جنونی تھا۔ اسے لگا وہ اب اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دے گا، چہرے پر، بالوں پر یا ایسی کوئی ذلیل حرکت کرے گا۔ اس خیال سے ہی اس کے بدن پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ تبھی قدموں کی چاپ ابھری اور ساتھ ہی انیلہ کی حیرت بھری آواز آئی۔

"سیما!" فہد چونک کر مڑا اور پھر دوبارہ ہوید اچہرے کو دیکھا۔

"تم صرف میری ہو اور میں جلد تمہیں حاصل کرلوں گا۔" وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔ وہ بری طرح رونے لگی۔ گرنے کو تھی کہ انیلہ نے دوڑ کر سنبھالا۔ فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

"کون تھا یہ۔۔۔؟ کیا وہی؟" وہ بری طرح کانپ رہی تھی، چہرہ لٹھے کی طرح سفید اور ہونٹ ایک دم خشک ہوگئے تھے۔ اس کی حالت دیکھ کر انیلہ کے ہاتھ پیر پھولنے لگے تھے۔ دوڑتے قدموں کی آواز پر وہ مڑی کہ پھر سے تو نہیں آگیا وہ لیکن پیچھے سائب تھا۔ اس نے آگے آکر سیما کو تھاما۔ انیلہ نے اس کے شانے سے اپنے ہاتھ ہٹا لیے۔ وہ سائب سے سر ٹکا کر رونے لگی۔

"کیا ہوا ہے؟" سائب نے اس کے کانپتے وجود کے گرد بازو پھیلایا۔ اس کی فون کال اور عجیب سی آدھی ادھوری آوازوں پر وہ گھبرا کر آیا تھا اور یہاں کا منظر مزید ہوش اڑانے والا تھا۔

"سیما!" اس کی تشویش بھری آواز پر اور تیزی سے آنسو گرنے لگے۔

"میں آئی تو یہاں فہد تھا۔" انیلہ نے فرش سے اس کا فون اٹھایا۔ بے اختیار ہی سائب نے اسے اور قریب کیا۔ وہ فون سائب کو تھما کر باہر نکل گئی۔

"اٹس اوکے سیما! وہ اب یہاں نہیں ہے۔" اس کی موجودگی کی اطلاع نے اسے بھی فکر مند کر دیا۔

وہ کچھ کہنے کی بجائے آواز سے رونے لگی۔ وہ لاکھ کہتا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر اس کی حالت دیکھ کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ فہد کو دیکھنے کے بعد اس کا ردعمل پہلے سے زیادہ شدید ہوگیا تھا۔

انیلہ کچھ دیر وہیں دروازے کے قریب کھڑی رہی۔ اس سیما کی حالت دیکھ کر عجیب، بہت عجیب لگ رہا تھا۔ اس نے دیکھا تھا، فہد اس سے کچھ فاصلے پر تھا، اسے نے اسے ہاتھ لگایا تھا نہ کوئی ایسی ویسی حرکت کی تھی۔ اس کی موجودگی اور باتوں نے ہی سیما کو اس ابتر حال میں پہنچا دیا تھا۔ وہ تو محبت کا دعوے دار تھا پھر بھی اس کی کیفیت میں چھپا خوف کیوں نہیں دیکھ سکا؟ اس نے اتنا قریب ہونے کے بعد بھی اسے چھوا نہیں تھا پھر بھی ایک بے ضرر انسان سے اتنا خوف، اتنا ڈر۔

"کیا مرضی کے بغیر قربت اور محبت اتنی بری لگتی ہے؟" پہلی بار اس نے واضح طور پر سوچا۔ اس نے سیما سے کہا تھا کہ فہد کی جگہ خود کو رکھ کر سوچے اور اس وقت غیر ارادی طور پر وہ سیما کی جگہ خود کو رکھ کر سوچ رہی تھی تو خیال کی رو بہہ کر اسے سائب کی جگہ خود تک لے گئی۔

"ہاں محبت سے بھی دم گھٹتا ہے، محبت سے بھی بے زاری ہوتی ہے، محبت وبال بن جاتی ہے اگر زبردستی لادی جائے۔" اس کے اندر اداس سی سرگوشیاں جاری تھیں۔

سیما کے اس گھر میں آنے کے بعد بھی وہ ہر وقت اسے اس گھر اور سائب کی زندگی سے نکالنے کے بارے میں سوچا کرتی تھی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کوئی ایسی بات نہ تھی جو اس نے سوچی نہ ہو، وہ فہد کو سائب اور سیما کے درمیان

www.pklibrary.com

غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے استعمال کرنے تک کا بھی منصوبہ بناتی بگاڑتی رہی تھی۔ اسے چپکے سے گھر بلانے، سیما کا فون نمبر اس تک پہنچانے اور اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کا اس نے کئی بار سوچا تھا۔ اس نے سیما کے فون سے نعیمہ کا فون نمبر بھی نکال لیا تھا کہ یہ اسے فہد تک پہنچا سکتا تھا مگر وہ مناسب وقت کا انتظار ہی کرتی رہی اور حالات بدلتے گئے۔ پہلے پہل وہ اس تاک میں تھی کہ کب سیما اس سے باز پرس کرے گی یا اس کی موجودگی اور آمد پر ناگواری کا اظہار ہوگا تاکہ وہ بھی دوبدو سامنے آکر مقابلہ شروع کر سکے مگر ایسا کچھ ہوا نہیں اور وہ ساہب کی نگاہوں میں رہنے کی کوشش کرتے ہوئے سیما کے قریب ہوتی گئی۔

کچھ دیر پہلے کا منظر سوچ کے ایک نئے جہان کا در وا کر گیا تھا۔ کیا ساہب بھی اس کی وجہ سے ایسے منفی اور تکلیف دہ احساسات سے دوچار ہوتا تھا؟ اس کی محبت ساہب کے لیے اس سطح کی پریشانی تھی؟ ایک عام سے انکار اور رد کو اس کی مسلسل کوشش نے نفرت کے برابر لا کھڑا کیا تھا؟ اپنی محبت کا احساس کرانے کی ضد نے ابتدائی احترام کو اکتاہٹ میں بدل دیا تھا؟ ان سارے سوالوں کے جواب دل شکستہ تھے۔ وہ خاموش سب کے درمیان آکر بیٹھ گئی۔

سیما ذرا چپ ہوئی تو ساہب نے اسے سامنے کیا۔

"سب انتظار کر رہے ہیں، ہم گھر پر بات کرتے ہیں۔" اس نے سر ہلایا۔ "باہر کسی سے کچھ نہ کہنا۔"

"انشیلہ۔"

"اسے میسج کر دو کسی کو کچھ نہ بتائے اسپشلی اماں کو۔" ساہب کے کہنے پر اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے بھی فوراً جواب میں او کے بھیجا۔ وہ دونوں باہر آئے تو سیما سنبھل چکی تھی۔

گھر پہنچ کر اس کے سامنے فہد کی باتیں اور اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے وہ پھر رو پڑی۔

"پتہ نہیں میں ایسی کیوں ہو رہی ہوں، میں کمزور یا بزدل نہیں ہوں، مجھے لگتا تھا میں بدتمیزی کرنے والے کا منہ توڑنے کی ہمت رکھتی ہوں مگر اب۔۔ آج تو کافی شاپ سے زیادہ بری حالت تھی۔ اس دن کے بعد میں نے اسے قریب دیکھا تھا۔ سارے وہموں کے باوجود میں امید کر رہی تھی کہ اب اس کے سر سے بھوت اتر گیا ہوگا۔ شادی کا سن کر سیدھا ہو جائے گا لیکن وہ تو شاید میرا پیچھا کرتا رہا ہے، اس دن پاسپورٹ آفس کے باہر بھی یقیناً وہی تھا، ایسے ہی ٹورسٹ ریسٹورنٹ نہیں پہنچ گیا، اسے ہمارے اس گھر کا بھی پتہ ہے، وہ اتنے دنوں سے چھپ کر اور خاموشی سے سب دیکھ رہا تھا کیوں؟ خدانخواستہ وہ کچھ بڑا کرنے کا تو نہیں سوچ رہا ہے۔ میں اور اماں اکیلی ہوتی ہیں کسی دن وہ گھر کے اندر گھس آیا تو؟" نیا خیال پھر اسے بے چین کر گیا۔

یہ سب نکات اسے بھی تشویش میں مبتلا کر گئے تھے لیکن اس کا اظہار اس کے سامنے ضروری نہیں تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" ساہب نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تھپتھپائے۔

"تم صرف اتنا دھیان رکھو کہ جب تک اس کا کچھ انتظام نہیں ہو جاتا اکیلے کہیں مت جانا، کالونی میں ہی ماموں اور خالہ کے گھر بھی ہیں۔"

"وہ آپ کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے، اس نے کہا بھی۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

"ہم کب تک ایسے ڈر ڈر کے جیں گے؟"

"ڈر کس نے کہا ہے؟ یہ احتیاط ہے، میرے دوست کا بھائی وکیل ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں کیا لیگل ایکشن لیا جا سکتا ہے، ری اسٹرینگ آرڈر کے لیے کیا فارمیلیٹیز اور

www.pklibrary.com

طریقہ کار ہے۔"

"اب ہمیں یہ سب کرنا ہوگا؟ کورٹ کچہری قانون۔" اس کے نزدیک بھی شریفوں کے کام نہیں تھے۔

جب ہمیں قانونی سہولت حاصل ہے تو کیوں نہ اسے استعمال کیا جائے، اس میں کوئی برائی نہیں۔ "اس کے انداز سے سائب کو بھی اندازہ ہوا تھا اسے یہ تجویز پسند نہیں آئی ہے۔

"آپ جیسے اور جو مناسب سمجھیں کریں۔" اس نے اپنے محافظ پر اعتبار کرتے ہوئے اسے سارے اختیار سونپ دیے۔ اب مجھے وہ کہیں دکھائی نہ دے بس۔

پھر اس کا سامنا ہونے کا خیال ہی اسے بے چینی میں مبتلا کر رہا تھا۔

"تم اس بارے میں زیادہ سوچو مت۔ ہمیں یورپ میں کہا جانا ہے وہ سوچو اور تیاری کرو۔"

سائب نے اس کا ذہن بٹایا۔

یورپ میں کون کون سے ملک ہیں مجھے تو یہ بھی نہیں پتہ۔""

"یہ کون سا مشکل ہے، ابھی یورپ کا میپ پرنٹ کر کے سامنے دیوار پر لگا لیتے ہیں۔"

"اب ایسا بھی نہیں۔ وہ بس دی۔ میں گوگل پر دیکھ لیتی ہوں۔"

☆☆☆

اُمیلہ کی شادی طے ہو گئی تھی۔ اماں نے اس کے لیے جو سوچا تھا، وہ ممکن ہوا تھا۔ وہ اپنی تخریبی سوچ اور لاحاصل تمنا سے دستبردار ہو گئی تھی۔ اس نے راستہ بدل لیا تھا۔ یہ آسان نہیں تھا۔ اب بھی سائب کو دیکھ کر اس کے اندر کسک جاگتی تھی مگر وہ جان گئی تھی کہ محبت کی تھی تو اس کے درد اور فیصلے بھی اسے ہی سنبھالنا ہوں گے۔

اگلے دن ان دونوں کی روانگی تھی اور تیاری پورے زور و شور سے مکمل ہونے کے بعد بھی جاری تھی۔ ان کے پیچھے اماں کو کمپنی دینے کے لیے دادی چند دنوں کے لیے یہاں رہنے آئی تھیں۔

"فائنلی اب کچھ نہیں بچا ہے۔" اس نے 'چیک لسٹ' بلند آواز میں سائب کو پڑھ کر سنانے کے بعد کہا۔

"بچا ہے۔" سائب نے کہا تو وہ جو فون رکھ چکی تھی، دوبارہ اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"مجھے تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔"

"وہ اس 'چیک لسٹ' میں نہیں ہے۔" سائب نے اس کے ہاتھ سے فون لے کر واپس اسی جگہ پر رکھا۔ وہ اس کے انداز پر ٹھٹکی۔

"تم نے کہا تھا تمہیں بتایا جائے۔" اور اسے یاد آ گیا۔

"تو آپ بہت لیٹ نہیں ہو گئے؟"

"اور تم بہت تیز نہیں ہو گئیں؟" اس نے اسی کے انداز میں سوال پیش کیا۔

"آپ ارینج میرج اور لو میرج کا فرق بتاتے ہوئے ایک اہم بات بتانا بھول گئے تھے جو دونوں میں کامن ہوتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اگر میاں بیوی میں انڈر اسٹینڈنگ ہو تو بہت سی باتیں کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"مطلب تم سننا نہیں چاہتیں یا کہنا نہیں چاہتیں؟"

"ہم کئی طریقوں سے کہہ بھی چکے ہیں اور سن بھی چکے ہیں۔"

"تم واقعی ٹوٹ کے چاہے جانے کا حق رکھتی ہو۔" سائب نے اسے خود سے قریب کیا۔ تب ہی باہر سے اماں کی خوش کن آواز آئی۔

"سیما! باہر آ کر دیکھو بن موسم برسات ہو رہی ہے، تمہیں اچھی لگتی ہے نا..... سائب سیما.....! کدھر رہ گئے۔ سن رہے ہو۔"

☆☆

www.pklibrary.com

رمشا روشن

مشکل

"چائے"

فہد جیب سے والٹ اور چابیاں نکال کر بیڈ سائیڈ دراز میں رکھ رہا تھا، جب فاریہ نے پھولے منہ کے ساتھ ٹرے اس کے سامنے ٹیبل پر تقریباً پٹخی تھی۔

"تم کچھ اپ سیٹ ہو، خیریت؟" کپ اٹھاتے ہوئے اس نے ڈیڑھ ماہ پرانی بیوی کے چہرے کو جانچا۔

"ہوں؟" فاریہ نے مزید ہونٹ لٹکا لیے۔

"امی نے کچھ کہا ہے؟"

گھر میں کل چار افراد تھے امی، ابو، فہد اور فاریہ، ابو تو تھے ہی کم گو اور اپنے کام سے کام رکھنے والے۔ امی سے البتہ فاریہ کی خوب چھنتی تھی، لیکن آج فاریہ کا چہرہ کسی گڑبڑ کا احساس کروا رہا تھا اس لیے اسے ماں ہی کا خیال آیا۔

"کچھ نہیں۔ بہت کچھ کہا ہے۔" اس نے بہت کو کافی لمبا کھینچ کر ادا کیا۔

"پر کیوں؟" وہ حیرت سے بولا۔

"کچن صاف نہ کرنے پر..... میں جا ہی رہی تھی کہ آپ کی کال آگئی۔ آپ سے بات کرتے وقت کا پتا ہی نہ چلا، یوں کافی دیر ہوگئی۔ اور پھر انہوں نے میری وہ کلاس لی کہ بس..... اتنی سی بات پر بھی کوئی یوں ڈانٹتا ہے بھلا۔ مجھے نہیں رہنا آپ کی امی کے ساتھ۔" آنسوؤں کی برسات میں بات بتا کر آخر میں اس نے، فہد کو گویا چار سو چالیس والٹ کا کرنٹ مارا۔

"کیا؟" چائے کا پہلا گھونٹ لیتے ہوئے وہ قریباً اچھلا تھا اور فوراً کپ ٹرے میں واپس رکھ دیا۔

"جی..... مجھے نہیں رہنا آپ کی امی کے ساتھ آج اتنی سی بات پر ڈانٹا ہے۔ کل کو سر پھوڑیں گی۔ اور میں یہ سب بالکل برداشت نہیں کروں گی۔" وہ زور سے بولی تھی۔

"فاریہ! امی ہیں وہ میری۔ کوئی ملازمہ نہیں ہیں جو اتنی سی بات پر انہیں گھر سے نکال باہر کروں۔ حد ہوگئی ہے۔" ایک تو آفس سے تھکا ہارا آیا تھا اس پر بیگم صاحبہ کا آنسوؤں سے لبریز فرمائش کرنا۔ اس کا سر گھوم گیا۔

"یوں کہیں نا کہ میں ملازمہ ہوں جس کا جی چاہے، ڈانٹے، جھڑکے۔" فاریہ کی بات پر وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"تمہیں پتا ہے نا کہ امی کو صفائی کا کریز ہے۔ کچن اور باتھ روم کی صفائی کے بارے میں بہت پوزیسو ہیں۔ پلیز ان کی باتوں کو دل پر مت لو۔ وہ پھیلاوا دیکھ کر ایسے ہی ہائپر ہو جاتی ہیں۔ ورنہ تو وہ تم سے بہت پیار کرتی ہیں۔" اس نے اسے سمجھایا۔

"آپ تو طرف داری کریں گے ہی۔ ظاہر سی بات ہے، وہ آپ کی ماں ہیں۔ میری کیا اہمیت ہے؟" وہ پھر سے رندھی آواز میں گویا ہوئی تھی۔

"بات طرف داری کی نہیں ہے فاریہ! میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ زندگی کو مشکل بنانے والی باتیں ہیں یہ۔ اور خدا کا واسطہ ہے، یہ گھر میں ساس بہو والا میدان جنگ مت بناؤ۔" اس نے اپنے

www.pklibrary.com

دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا تھا۔

"یہ زندگی کو مشکل بنانا ہے؟ میں اپنا فیوچر سیکیور کرنا چاہ رہی ہوں۔ کسی بھی قسم کے لڑائی جھگڑے سے بچنے کے لیے میں نے، آپ کی امی سے علیحدگی کا مطالبہ کیا اور آپ کہہ رہے ہیں کہ گھر کو میدان جنگ بنانا چاہ رہی ہوں۔" فہد کے سامنے وہ روایتی بیوی اور بہو بن کر خوب بگڑ رہی تھی۔

"یہ زندگی کو مشکل بنانا ہی ہے فاریہ۔ لیکن تم نہیں سمجھو گی۔ ادھر آؤ، یہاں بیٹھو۔" اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پہلو میں بٹھانا چاہا۔

"رہنے دیں آپ۔" وہ ہاتھ جھٹک کر بولی۔

"بات تو سنو میری، آگے جو تمہارا فیصلہ....."

اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے تو وہ بادل نخواستہ اس کے پہلو میں ٹک گئی۔

☆☆☆

"میں چھٹی کلاس میں تھا، جب امی نے زندگی میں پہلی و آخری دفعہ مجھے مارا تھا اور مارا بھی خوب تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ کلاس فیلو نے مجھے گالی دی تو جواباً میں نے بھی دے دی اور جھگڑا ہو گیا، گھر شکایت آئی تو امی جان نے یہ سب جانتے ہوئے بھی کہ پہل میں نے نہیں کی تھی، مجھے خوب مارا اور کہا کہ میں نے تمہیں حساب برابر کرنا سکھایا ہی نہیں تو تم نے کہاں سے اور کیوں سیکھ لیا۔ حساب برابر کر لینے سے زندگی آسان نہیں ہو جاتی۔ نفرتیں اور کدورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد میں نے کبھی کسی کے برے رویے کا ویسا یعنی برا ہی جواب نہیں دیا اور حیرت ہو گی تمہیں کہ پھر کسی سے لڑائی جھگڑا کبھی نہیں ہوا۔"

پھر برسوں بعد جب امی کی گود میں سر رکھے میں نے اپنی اس پٹائی کے یاد ہونے کا ذکر کیا تو وہ مسکرا دیں اور کہنے لگیں۔

"تمہیں زندگی کی وہ ماریاد ہے جو صرف تمہاری

www.pklibrary.com

بھلائی کے لیے تھی ماں کی وہ محبت یاد نہیں ہے جس محبت سے اس نے تمہیں پالا پوسا اور جوان کیا ہے۔ اس ہاتھ کا تھپڑ یاد ہے، اس ہاتھ کے وہ نوالے یاد نہیں ہیں جو کئی برسوں تک تمہارے منہ میں ڈالے ہیں۔ اپنے جسم کے نیل یاد ہیں، وہ سارے جتن یاد نہیں ہیں جو تمہیں خوش کرنے کے لیے سرپرائز برتھ ڈے اور پوزیشن حاصل کرنے پر گفٹس دینے کے لیے کیے گئے ہیں۔

تمہارا قصور نہیں ہے۔ ہم سب کی خامی ہے کہ ہم زندگی کے خوش گوار دن یاد نہیں رکھتے۔ کسی کی دی گئی ایک تکلیف کو اس کی طرف سے ملنے والی ساری خوشیوں پر حاوی کر لیتے ہیں۔ کہتے ہیں پہلے رشتے مضبوط اور زندگیاں آسان تھیں۔ ایسا کیوں تھا؟ وہ اس لیے کہ پہلے غلط رویے اور دل دکھانے والی باتیں اگنور کی جاتی تھیں اور اچھی یادیں اور رویے یاد رکھے جاتے تھے۔ اس کے برعکس اگر آج ہمیں اپنی زندگیاں مشکل لگتی ہیں تو صرف اس لیے کہ ہم صرف منفی رویے اور دل دکھانے والی باتیں یاد رکھتے ہیں۔"

فہد کے لہجے اور آنکھوں سے ماں کے لیے محبت صاف جھلک رہی تھی۔

☆☆☆

"اور اب تم اپنی طرف دیکھو امی تمہیں کتنی چاہ سے محبت سے بیاہ کر لائی ہیں۔ تمہارے سارے چاؤ چونچلے پورے کیے۔ تمہارے سارے لاڈ اٹھائے۔ ایک دن ڈانٹ دیا تو تم نے ان کی ساری محبت اور چاہت کو بھلا دیا۔ حالانکہ انہوں نے ڈانٹا بھی تمہاری بھلائی کے لیے کہ گندگی بے شمار بیماریوں کا سبب بن سکتی ہے۔ لیکن تم نے ان کی اس ڈانٹ کی افادیت پر غور ہی نہ کیا اور ان سے علیحدہ ہونے کا بھی فیصلہ کر لیا۔"

وہ فاریہ کا ہاتھ تھامے دھیرے سے کہہ رہا تھا۔ فاریہ کے چہرے پر شرمندگی صاف نظر آ رہی تھی۔

"اور بالفرض ہم علیحدہ شفٹ ہو جاتے ہیں تو میں بھی کہیں ڈانٹ سکتا ہوں، مجھ سے بھی علیحدہ ہو جاؤ گی۔ علیحدگی مسائل کا حل نہیں ہوتی۔

امی بے شک ماں ہیں میری، اور بہت اچھی ہیں لیکن ہمارے علیحدہ رہنے پر کیا وہ تم سے بدظن نہ ہوں گی کہ تم نے ان کے بیٹے کو ان سے چھین لیا۔ ایک ان دیکھی سرد جنگ تم ساس بہو میں ٹھن جائے گی اور بیچ میں میں پسوں گا۔ یہ زندگی کو مشکل بنانا نہیں ہے کیا؟ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنا یہ زندگی کو مشکل بنانے کے زمرے میں نہیں آتا؟" اس کے دلار سے پوچھنے پر فاریہ کی صورت رونے والی ہو گئی۔

"آئم سوری۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

"اٹس اوکے۔ لیکن ابھی مجھے مستقبل قریب کا وہ نقشہ بھی کھینچنا ہے کہ تم امی سے علیحدہ ہو کر کیسی خوں خوار اور جنگلی قسم کی بلی اوہ، سوری میرا مطلب ہے بیوی بن سکتی ہو۔" وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"کہہ تو دیا ہے سوری۔ اب کیا بچی کی جان لیں گے۔" فاریہ نے صوفے سے کشن اٹھا کر اس کی طرف اچھالا۔

"سوری سے کام نہیں چلے گا۔" اس نے کشن کیچ کرتے ہوئے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"تو پھر۔" فاریہ کا دل زور سے دھڑکا۔

"چار کپ چائے بناؤ۔ امی ابو کے ساتھ ان کے کمرے میں بیٹھ کر پئیں گے۔" وہ مسکرا کر بولا تھا۔

"آپ بھی نا..... ڈرا ہی دیا مجھے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"اور ہاں سنو! ایسی نہ بنانا جیسی میرے لیے بنائی تھی۔ چینی کی جگہ مرچیں جھونک دی تھیں۔ وہ بھی پاؤ بھر۔" کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کرتا ہوا وہ باہر چلا گیا۔ فاریہ نے چائے کو دیکھا تو اس کی شکل سے ہی پتا لگ رہا تھا کہ واقعی غصے سے بڑبڑاتے ہوئے وہ چینی کی جگہ مرچوں پر ہاتھ صاف کر چکی تھی۔

☆☆

www.pklibrary.com

فرح بخاری

شام شہر ہجر

میاندم کا گھرانہ ہے جہاں ایک گھر میں دو خاندان رہتے ہیں۔ رضوانہ کی تین بیٹیاں ہیں۔ شوہر مر چکے تھے، ندرت بھاوج ہیں ان کا ایک بیٹا ہے مومن جس کی منگنی رضوانہ کی بیٹی تحریم سے طے تھی۔ وسیلہ نے ایل ایل بی کیا تھا لیکن ماں کی بیماری کی وجہ سے پریکٹس نہیں کر سکی تھی۔ چھوٹی ایلیا کالج کی طالبہ ہے۔

تھانہ میں حویلی میں رہنے والی دادی منصب پر بہت مہربان ہیں وہ ان کے منشی کا بیٹا ہے۔ حویلی میں کوئی اس کا آنا پسند نہیں کرتا۔ دادی اس کی تعلیم کا خرچہ اٹھاتی ہیں وہ پولیس آفیسر بن جاتا ہے اس کا ٹرانسفر میاندم ہو جاتا ہے۔ منصب کی دو بہنیں ہیں میمونہ اور رمشہ، میمونہ شادی شدہ ہے۔

حویلی میں رہنے والی شہناز اور کمال خان کا بیٹا ارحم ہے جو ضدی اور بد دماغ سا ہے۔ شہناز بی بی کی بہن گمنام ہے جو نیم پاگل ہے۔ ارحم شادی کرنا چاہتا ہے۔

رضوانہ اور ندرت مومن کے ساتھ شاپنگ پر جاتی ہیں دو گاڑیوں میں قافلہ جاتا ہے ایک گاڑی وسیلہ اور دوسری مومن چلا رہا ہے راستے میں بارش اور طوفان کا سامنا کرنا پڑتا ہے منصب بھی اس طوفان کا شکار ہوتا ہے۔

pklibrary.com

www.pklibrary.com

وسیلہ اور منصب اس طوفان میں ملتے ہیں۔ اتفاقاً وسیلہ ایک پتا پوچھتے منصب سے ٹکراتی ہے وہ اسے مختصر راستے سے اپنے گھر لے کر جاتا ہے۔ لیکن وہ اس پر شک کرتی ہے بعد میں اسے منصب کے گھر اسی پتے کی غرض سے جانا پڑتا ہے وہ شرمندہ ہوتی ہے۔

تحریم کی شادی میں وسیلہ منصب اور رمشہ کو انوائٹ کرتی ہے۔ منصب اور رمشہ کو وسیلہ اچھی لگتی ہے تحریم اور مومن پوری فیملی کے ساتھ کالام گھومنے جاتے ہیں اسی سفر میں وسیلہ اور منصب کی پھر ملاقات ہو جاتی ہے۔

ارحم رضوانہ اور ان کی فیملی کو ڈھونڈ لیتا ہے اور شہناز اور دادی کو بھی ان سے ملوانے لاتا ہے۔ رضوانہ کا خوف ختم ہو جاتا ہے، شہناز ارحم کے لیے وسیلہ کا رشتہ مانگتی ہے۔ منصب کو جب یہ بات پتا چلتی ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

مومن کی شادی ایلیا سے ہو جاتی ہے وہ اس رشتہ کو قبول نہیں کر پاتا کیوں کہ اس کے انکار کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ تانیہ عیسیٰ کے بھائی کا علاج کرتی ہے۔ وہ اس لڑکی کی شادی کا پتا چلنے پر خودکشی کر لیتا ہے۔ عیسیٰ اس سب کا ذمہ دار ڈاکٹر تانیہ کو سمجھتا ہے۔ اس کے کلینک پر توڑ پھوڑ کی جاتی ہے۔ وہ مینگورہ چھوڑ کر میاندم آجاتے ہیں۔ شہناز شادی میں دادی کو نہیں لاتی۔ منصوبے کے تحت وہ وسیلہ کو اپنی نیم پاگل بہن کے ساتھ تہ خانے میں بند کر دیتی ہے۔

نویں قسط

www.pklibrary.com

"تمہیں اپنی حرکت پر پچھتاوا نہیں ہوگا۔ ڈونٹ وری۔" منصب نے مومن کے کندھے کو تسلی کے انداز میں دبایا۔

وہ دونوں کار میں بیٹھ گئے۔ ریسٹورنٹ تک منصب نے اس کی رہنمائی کی۔ اور وہ دونوں جلد ہی ایک پرسکون سے ریسٹورنٹ کی چھت پر آبیٹھے۔ وہاں ان دونوں کے لیے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ منصب نے خوب سوچ کر یہ ارادہ کیا تھا کہ دادی کی بتائی معلومات کے متعلق اسے سب سے پہلے مومن کو آگاہ کرنا چاہیے۔

وہ ایک نہایت سلجھا ہوا، سمجھ دار مرد نظر آتا تھا۔ آگے کے حوالے سے منصب کو صرف وہی بہتر رہنمائی دے سکتا تھا۔ تب ہی منصب نے اسے پچھلی رات کی تمام باتیں دھیرے دھیرے گوش گزار کرنا شروع کیں۔ جو مومن کے لیے بھی اتنی ہی حیرت انگیز ثابت ہوئیں جتنی منصب کے لیے تھیں اور جن کے اثر سے وہ اب تک نہیں نکلا تھا۔

"یہ سب بہت عجیب ہے منصب۔" مومن فوری طور پر جیسے کچھ بھی کہنے کے قابل نہیں تھا۔ ذہن میں بیک وقت بہت سارے معاملات چلنے لگے۔ بہت سے سوالات.....

"منصب..... پھر دادی نے وسیلہ کی شادی یہاں کیوں ہونے دی۔ وہ تو ان لوگوں کی ذہنیت....."

"دادی اس معاملے میں بے قصور ہیں۔ کیونکہ انہوں نے آخری دن تک جدوجہد کی کہ آپ لوگوں کو روک دیں لیکن ان سب نے دادی کی آپ لوگوں تک رسائی ہی نہیں ہونے دی۔"

"اوہ ہاں۔ دادی تو شادی میں بھی شریک نہیں ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ بیمار ہیں۔" مومن اب ساتھ ساتھ سوچ رہا تھا۔

"منصب..... مجھے تو اب کچھ بھی ٹھیک نہیں لگ رہا۔ جانے وسیلہ کے ساتھ گزرے پانچ ماہ میں کیا سلوک ہوا۔ لیکن....." وہ پھر اٹک گیا۔ "وسیلہ کی اپنی امی سے باقاعدگی سے بات چیت ہوتی تھی۔ پھوپھو تو بہت مطمئن تھیں۔ اُف۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا..... اور اب..... یہ تمہارا معاملہ..... تم حویلی کے وارث ہو۔ اور برسوں سے یہ بات دنیا والوں سے مخفی ہے..... تو پھر..... آگے کیا ہوگا۔"

"اتنا مت سوچو مومن۔ فی الحال بس وسیلہ کا معاملہ اہم ہے۔" ان دونوں نے ناشتہ کرلیا تھا۔ منصب جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ مومن بھی ایک ٹھنڈا سانس بھرتے اُٹھ گیا۔ زندگی بھی کبھی کبھار نجانے کیسا موڑ لیتی ہے۔ سمجھنا مشکل ہے۔

☆☆☆

"آپ.....؟" ڈاکٹر نے ذہن پر زور دینے کی کوشش کی۔

"جی میں مومن احمد..... پیشنٹ کا بھائی ہوں۔"

"آں صحیح۔ تو مومن صاحب۔ یہ آپ کی سسٹر کی فائل میں نے تیار کرلی ہے۔ سرکاز خم ابھی کچھ گہرا ہے۔ مجھے اندرونی چوٹوں کے معاملے میں ذرا تشویش ہے لیکن کچھ ٹیسٹ ایسے ہیں جن کی یہاں ہمارے ہاسپٹل میں سہولت موجود نہیں ہے۔ اور اسی لیے میں نے پیشنٹ کو پشاور کے ایک ہاسپٹل ریفر کیا ہے۔ آپ کو انہیں جلد از جلد پشاور لے جانا ہوگا۔"

"کیا آج ہی.....؟" مومن نے فائل ہاتھ میں لی۔

"اینی ہائم مسٹر مومن..... ہم نے ریفر کردیا ہے، آگے اب آپ کی مرضی۔"

"جی۔ ٹھیک ہے، ہم آج ہی اُسے لے جانے کا بندوبست کرتے ہیں۔" مومن کے ذہن میں بہت سے معاملات ایک ساتھ گردش کررہے تھے۔ اس نے سوالیہ منصب کی طرف دیکھا۔

"ہوں....." منصب فوراً اُٹھ کھڑا ہوا "ہم ڈسکس کرلیتے ہیں۔"

"شیور!" ڈاکٹر نے مسکرا کر دیکھا اور دونوں باہر نکل آئے۔

www.pklibrary.com

''اُف!'' مومن نے گہرا سانس خارج کیا۔
''میں واقعی کچھ سمجھ نہیں پا رہا مومن..... اور مجھے بالکل سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں پھوپھو کو کیسے.....''
''ابھی وہ سب مت سوچو مومن..... فی الحال ہمیں وسیلہ کے بارے میں سوچنا ہے۔ اسے پشاور لے جا کر اس کا علاج کروانا ہے اور شکر کرو کہ وہ تھانہ سے بالآخر نکل رہی ہے۔''
''ہاں، میں بھی اطمینان محسوس کر رہا ہوں۔ پچھلے کئی گھنٹوں سے ہم یہاں دشمنوں کے بیچ بیٹھے ان کی مہمان نوازی کا احسان لے رہے ہیں، جو کہ اب میری برداشت سے باہر ہے۔ لیکن اب چونکہ وسیلہ ہی پشاور جا رہی ہے تو ہماری فیملی کا یہاں رُکنا بے معنی ہے۔ تم اپنا بتاؤ..... آج اتوار ہے لیکن کل تو۔''
''ہاں کل سے ڈیوٹی ہے لیکن میں چھٹی لے سکتا ہوں، تم حکم کرو۔''
''چھٹی لینے کی ضرورت نہیں، میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔'' مومن نے ٹرن لے کر کار حویلی کے باہر روکی۔ باتیں کرتے وہ جلد ہی حویلی واپس آپہنچے تھے۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم پھوپھو، ایلیاء اور بچوں کو لے کر یاسمین چلے جاؤ۔ ان کو گھر چھوڑ کر کل اپنی ڈیوٹی بھی دے دو..... میں یہاں سے وسیلہ کو ایمبولینس میں پشاور لے جاتا ہوں۔ میری کار بھی میرے پاس رہے گی۔ ایمبولینس میں اس کے ساتھ ایک لیڈی نرس ہوگی، میں کار میں ساتھ ساتھ جاؤں گا۔ وہاں مجھے موومنٹ میں آسانی رہے گی۔ پھر تمہارے پاس تو اپنی جیپ ہے۔''
''اکیلے مینج کرلو گے؟'' منصب نیچے اُتر آیا۔
''ہاں ان شاء اللہ۔ پھر جاتے ہی اُسے ایڈمٹ کروانا ہے۔ ڈاکٹر کی اپائنٹمنٹ آل ریڈی مل چکی ہے۔ کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔''
''اوکے..... تو پھر ابھی؟''
''ہاں، ابھی''
''ٹھیک ہے، پھر میں یہیں رکتا ہوں۔ تم ان سب کو لے آؤ۔''
''میں بھی کہاں اندر جا سکتا ہوں۔ تم شاید جانتے نہیں.....'' مومن ہلکا سا ہنسا پھر امی کو کال ملا دی۔
''آئی انڈر اسٹینڈ۔'' وہ بھی مسکرا دیا۔ وہ کیا جانتا نہیں تھا یہاں کے ماحول کو۔ رضوانہ چادر اوڑھے بڑے گیٹ کے باہر آئیں۔ یہ جگہ بھی ڈیوڑھی طرز کی بنی ہوئی تھی۔ یہاں آس پاس کم ہی کوئی دکھائی دیتا تھا۔ ساتھ ہی ڈیرے کی دیوار تھی۔
''آگئے بیٹا..... وسیلہ کیسی ہے؟''
''جی پھوپھو..... وہ ٹھیک ہے۔ دراصل ڈاکٹر سے ابھی بات ہوئی ہے۔ اس نے کچھ اور ٹیسٹوں وغیرہ کے لیے وسیلہ کو پشاور ریفر کیا ہے۔ آج ہی چار بجے کے قریب چیک اپ ہے۔''
''اوہ..... کوئی پریشانی کی بات۔'' ان کا چہرا ہی اتر گیا۔
''ارے نہیں پھوپھو..... یہاں تھانہ میں سہولت نہیں ہے۔ اس لیے..... اور کوئی بات نہیں..... آپ فی الحال تیار ہوں..... میاندم جانے کے لیے..... میں وسیلہ کو پشاور لے جا رہا ہوں۔ آپ منصب کے ساتھ گھر واپس جائیں۔''
''مجھے وسیلہ کے ساتھ رہنا ہے۔ اور ہم کسی غیر کے ساتھ کہیں نہیں جائیں گے۔'' انہوں نے بنا لحاظ ایک کڑی نظر منصب پر ڈالی..... شہناز کے رونے دھونے سے پتا چلا تھا کہ منصب نے ہاسپٹل میں پولیس بلوالی تھی۔ ارحم کی شکایت درج ہوئی وغیرہ.....
''منصب غیر نہیں.....'' مومن جذباتی انداز میں آگے بڑھا لیکن منصب نے اس کی کلائی تھام کر روکا۔ تنبیہی نظر میں اشارہ کیا جس پر مومن نے ایک سانس کھینچا۔
''آپ کچھ نہیں جانتیں پھوپھو۔ بلاوجہ شہناز تائی اور ارحم کے جھانسے میں مت آئیں۔ میں

www.pklibrary.com

نے آپ کو وسیلہ کے حالات کے متعلق بہت کچھ بتانا ہے لیکن ابھی موقع نہیں ہے۔ آپ بس گھر واپسی کی تیاری کریں۔ اور اگر آپ میرے ساتھ آنا چاہتی ہیں تو اوکے..... میں ایلیا اور بچوں کو منصب کے ساتھ بھیج دیتا ہوں اور۔"

"نہیں نہیں..... ایسے کیسے....." رضوانہ اپنی سیدھی طبیعت اور مزاج کے باعث فوراً ہی ردعمل دے بیٹھی تھیں۔ اس بار مومن اور منصب کی ایسی سنجیدہ صورت حال میں بھی ایک ساتھ ہنسی چھوٹ گئی۔ مومن کے لیے منصب کی سگی بہن کو اس کے ساتھ اکیلے بھیجنے میں بھلا کیا پرابلم ہو سکتی تھی لیکن پھوپھو یہ بات نہیں سمجھ سکتی تھیں۔ پھر ایلیا کو بھی ابھی کچھ پتا نہیں تھا۔ اس نے لہجہ سنجیدہ کیا۔

"بس آپ ابھی نکلیں پھوپھو..... اور اتنا سمجھ لیں کہ اس جگہ کو جلد از جلد چھوڑنے میں ہی وسیلہ اور ہم سب کی بھلائی ہے۔"

"ہم آتے ہیں۔" وہ اس بار بنا کچھ کہے اندر چلی گئیں۔

"سوری یار..... وہ....." مومن نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن منصب نے ہاتھ اس کے شانے پر رکھ کر روک دیا۔

"ماں ہے میری۔ کہنے دو۔ ایک ساتھ سارے لاڈ اٹھواؤں گا۔" وہ ہنس دیا اور مومن نے بے ساختہ آگے بڑھ کر منصب کو گلے سے لگا لیا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا منصب! تم میرے سگے پھوپھو زاد، میرے بھائی ہو، اور میں نے اتنے سال اکیلے ان ڈھیر ساری عورتوں کے چنگل میں ایک بھائی ایک دوست کی کمی محسوس کرتے گزار دیے۔"

"اب میں آ گیا ہوں نا..... اور فکر نہ کرو..... میں بھی دو عدد خواتین سمیت آیا ہوں۔ تمہارے گھر کی رونق میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔" وہ بات کو لائٹ لیتے اس کا کندھا تھپک رہا تھا۔ عین اُسی وقت ایلیاء ریبا کو لیے باہر نکلی تو مومن کو نہایت محبت سے منصب سے بغلگیر دیکھا۔

مومن کے چہرے پر اس لمحے اتنی محبت اتنی اپنائیت تھی کہ وہ حیرت سے دیکھ کر رہ گئی۔ پچھلے کچھ گھنٹوں سے وہ مسلسل امی کے منہ سے منصب کی برائیاں سن رہی تھی۔ اسی کی وجہ سے انہیں وسیلہ کی سسرال میں شرمندہ ہونا پڑا تھا۔ امی کے نزدیک وہ رشتے سے انکار کیے جانے کی دشمنی نکال رہا تھا۔

"ایک منٹ!" وہ اُسے چھوڑ کر ایلیا کے نزدیک آیا جو اس کی کار کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"اِدھر نہیں ایلیا..... وہاں منصب کی جیپ میں بیٹھنا ہے۔"

"اچھا.....؟" وہ اسے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ مومن نے اسے اور امی کو پیچھے بیٹھنے میں مدد دی۔ منصب نے فوراً ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ میمونہ کا گھر راستے میں پڑتا تھا۔ منصب نے طے کیا کہ جیپ باہر روک کر وہ بس کھڑے کھڑے اسے خدا حافظ کہہ آئے گا..... اور مزید دل میں یہ ارادہ کیا کہ کچھ دنوں تک میمونہ اور انیس کو میاندم بلا کر ان سب کے سامنے وہ حقیقت کھولے گا جس نے اندر ہی اندر شدید طوفان برپا کر رکھا تھا۔ نجانے سب کچھ کیسے ہوگا۔

☆☆☆

معلوم نہیں وہ شام دھندلی دھندلی سی تھی یا منصب کی آنکھوں کے سامنے کوئی چادر تن رہی تھی۔ وہ رومال سے آنکھیں مسلتا اپنی جگہ چھوڑ کر باہر نکل آیا..... دل بھی ایکدم مضطرب اور بوجھل ہو گیا تھا۔ کچھ دیر پہلے اسے پشاور سے مومن کی کال آئی تھی۔ وسیلہ اور اسے پشاور میں تیسرا دن تھا۔ اس کے سی ٹی اسکین ہوتے رہے تھے۔ سر کے زخم کی بیرونی بینڈ یج وغیرہ بھی ہوئی تھی۔ زخم اب بھر رہا تھا۔ وسیلہ کے سر کی چوٹ درمیان سے ذرا سا دائیں ہاتھ کی طرف لمبائی رخ پہ لگی تھی۔ آج ڈاکٹر نے حتمی رپورٹ کے ساتھ وسیلہ کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا تھا۔ مومن نے بتایا تھا کہ وسیلہ کو پچھلے روز مکمل ہوش آ گیا تھا۔ بظاہر وہ نارمل دکھائی دیتی ہے۔ کھانا پینا بھی صحیح رہا

www.pklibrary.com

تھا۔ البتہ ابھی اسے لیکوئڈ ہی دیا جارہا تھا کیونکہ چباتے وقت اسے سر کے زخم میں درد ہوتا تھا۔ مومن نے بتایا کہ بات چیت سے فی الحال ڈاکٹرز بھی منع کررہے ہیں اس لیے وہ خود بھی خاموش ہے اور وسیلہ سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں کیا۔ پریشان کن بات اس سارے معاملے میں یہ تھی کہ ڈاکٹرز کے مطابق وسیلہ کے دماغ کا (right hemisphere) متاثر ہوا تھا۔ جس کی بنا پر کچھ کہا نہیں جاسکتا کہ وہ عام زندگی میں اب کیسے ری ایکٹ کرے گی۔

ڈاکٹرز کے مطابق اس کے معمولات زندگی پر گہری نظر رکھنا ہوگی اور گھر کے افراد ہی بتا پائیں گے کہ آیا وہ پہلے جیسی وسیلہ ہے یا اس میں کہیں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ مومن اسے اپنے ساتھ لیے اگلی صبح میانوالی واپس آرہا تھا۔

"کیا ہوا منصب..... کچھ پریشان لگ رہے ہو؟" رمشہ قہوے کے دو کپ ہاتھ میں لیے اس کے پیچھے صحن میں نکل آئی۔ منصب نے ایک گہرا سانس کھینچتے کپ ہاتھ میں لیا اور صحن میں نکلنے والی دو سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے چائے کا گھونٹ بھرلیا۔

"مومن اور تمہارے بیچ آج کل کیا باتیں ہوتی ہیں.....؟ کیا وہ تمہارا اچھا دوست بن گیا ہے..... اور پھر اتنا گہرا کہ دن میں کئی کئی بار کال آتی ہے اور یوں لگتا ہے جیسے وہ ہر بات ہی آج کل تم سے ڈسکس کرتا ہے۔" رمشہ نے گزرے دو تین دنوں میں جو محسوس کیا، بتا تو قف اُگل بھی دیا۔ منصب نے ایک نظر بہن کو دیکھا اور کھل کر ہنس دیا۔

"تم سے تین دن بھی کیسے صبر ہوا..... ہوں؟"

"ارے بھئی جو دیکھا، وہی تو پوچھ رہی ہوں۔ تھانہ میں ایک ڈیڑھ دن ایک ساتھ گزارنے کے بعد کافی گہرے مراسم لگنے لگے ہیں تم دونوں کے۔"

"مجھے ویسے یہ لگ رہا ہے رمشہ کہ جیسے تم پوچھ نہیں رہی بلکہ بتا رہی ہو....." وہ ابھی تک ہنس رہا تھا۔ "باقی تمہارے سب ہی سوالوں میں ہی تمہارا ہر جواب بھی ہے۔"

"جیسے.....؟"

"جیسے یہ کہ ہاں ان ہی ڈیڑھ دو دنوں میں دوستی گہری ہوئی۔ اور یہ کہ ہاں وہ اب مجھ سے ہر بات ڈسکس کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ..... خیر....." اس نے سر جھٹک کر خود کو کچھ اور کہنے سے روکا۔

"تم سے مجھے یہ کہنا تھا کہ میمونہ کو کال کرکے کچھ دنوں کے لیے یہاں بلالو..... ساتھ انیس بھی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔"

"کیوں، خیریت تو ہے؟"

"ہاں سب خیریت ہے، اور کل وسیلہ بھی پشاور سے لوٹ رہی ہے۔ ہم اس کی عیادت کو بھی جائیں گے۔"

"اچھا شکر ہے..... الحمدللہ..... ٹھیک تو ہے نا اب وہ؟"

"ہاں ڈاکٹرز نے ڈسچارج کردیا ہے۔ بظاہر ٹھیک ہے۔"

"بظاہر.....؟" وہ چونکی۔

"ہاں، مطلب فی الحال تو یہی آثار ہیں۔ آگے بھی سب خیریت رہے..... اصل میں سر کا زخم ہے تو ڈاکٹرز کو خدشہ ہے، دماغ پر کوئی اثر نہ ہوا ہو۔"

"اللہ رحم..... ایسا کچھ نہیں ہوگا۔"

"اور ہاں میری میمونہ سے بات کروا دینا۔ وہ اور انیس اگر گاڑی میں آئیں تو دادی کو ساتھ لیتے آئیں۔ اُن کا وہاں رہنا بھی فی الحال ٹھیک نہیں ہے۔ وہ خود بھی یہاں آنا چاہتی ہیں۔ باقی ارحم وغیرہ اگر آڑے آنے کی کوشش کریں تو انیس کو تھانہ کے ایس پی صاحب کا نمبر نوٹ کرواؤں گا۔ دادی اس سے خود بات کرکے کہہ دیں گی کہ انہیں ان کی بیمار پوتی سے ملنے سے روکا جارہا ہے۔"

"یار بخش دو بے چاروں کو..... کیوں اچھے بھلے لوگوں کے ساتھ پولیس والا برتاؤ کیے جارہے ہو۔" رمشہ لاپروائی سے ہنسی۔

www.pklibrary.com

''بخشنے والا تو اب میں بالکل نہیں۔۔۔ اِن کے کھاتے تو سمجھو کھلے ہی اب ہیں۔'' وہ خالی کپ لیے فوراً ہی اندر جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔ دل ایک نئی نئی خبر کے احساس سے پھر بھاری، درد سے پر اور نجانے..... کیا کیا..... وہ سر جھٹک کر اندر بڑھ گیا۔

''ایسا میری ہی لائف میں کیوں ہونا تھا۔'' یہ سوال اندر سے اٹھا اور شاید اس کے جیتے جی پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔

☆☆☆

وسیلہ کا بیڈ رضوانہ نے اس کے آنے سے پہلے اپنے کمرے میں لگوالیا تھا۔ مومن نے وسیلہ کی آمد سے پہلے ہی فون پر انہیں بتادیا کہ وسیلہ کو اب انہوں نے اپنے پاس ہی رکھنا ہے اور اگر ارحم اور تائی اچھا بننے کا ڈھونگ کرتے پیچھے ملنے آئیں بھی — تو ان کی کسی بات میں نہیں آنا۔ باقی اسے پورا یقین تھا کہ وسیلہ جلد ہی جب خود بات کرنے کے قابل ہو جائے گی تو اس کا ایک بیان ہی کافی ہوگا، وسیلہ کو ان سب سے دور کرنے کے لیے۔

البتہ منصب کے موضوع پر بولنے کے لیے مومن کو بہت ہمت درکار تھی۔ نہ تو وہ بات کال پہ کرنے کی تھی، نہ ہی بنا موقع محل دیکھے کہنے کی۔ اس لیے پہلے وسیلہ کا معاملہ اہم تھا۔ اور ادھر دوسری جانب بابا کی طبیعت بھی اسلام آباد میں بہت بہتری کی طرف مائل تھی۔ ڈاکٹر نے دوائیں، کچھ تھراپی وغیرہ تجویز کی تھیں۔ دو تین روز میں ان کی بھی واپسی تھی۔ احسن خود انہیں چھوڑنے آرہا تھا۔

''آں..... وہ..... سنو.....'' مومن نے جاتی ہوئی ایلیا کو کچھ جھجک کر آواز دی۔ وسیلہ کو گھر واپس آئے تین گھنٹے ہو چکے تھے۔ سفر کی تھکاوٹ بہت تھی اس لیے وہ آتے ہی سو گئی تھی۔ رضوانہ اس کے آرام کی خاطر ندرت کے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ سوچا جب اٹھ جائے گی تب آرام سے اس کے پاس بیٹھ کر حال احوال کریں گی۔ اپنی بچی کو آج مہینوں بعد ڈھیر سارا پیار کریں گی۔ جانے کتنی باتیں سوچی تھیں وسیلہ سے کرنے کے لیے..... وہ دل ہی دل میں سوچتی جاتیں اور مسکراتی جاتیں.....

''جی.....'' وہ جاتے جاتے واپس پلٹ آئی

''ہوسکتا ہے آج کسی وقت منصب اور اس کی سسٹر وسیلہ کی عیادت کو آئیں۔''

''اچھا..... اچھا.....'' وہ پھر پلٹ گئی۔

''رکو یار!'' مومن نے جھنجلا کر اس کی کلائی تھامی، اور وہ چونکہ جارہی تھی تو اچانک پکڑنے پر کھنچی چلی آئی۔ مومن نے کندھے سے تھام کر سیدھا کھڑا ہونے میں مدد دی۔ چہرے پر البتہ غصہ تھا۔

''دوڑی کیوں جارہی ہو..... میں نے کیا یہ کہنے کے لیے روکا تھا۔''

''سوری.....'' وہ نیچے دیکھنے لگی۔

''میں نے محسوس کیا ہے کہ پھوپھو کا رویہ اُن لوگوں کے ساتھ اچھا نہیں ہوتا..... وہ شاید منصب کو اس سب کی وجہ سمجھتی ہیں..... مطلب کہ وہ جو شکایت کی رپورٹ ہم نے وسیلہ کی سسرال کے خلاف لکھوائی۔''

''جی.....'' وہ اب آرام سے سن رہی تھی۔

''میں چاہتا ہوں، تم ذرا ان کی آمد سے پہلے پھوپھو کو تھوڑا سمجھاؤ کہ ایک تو منصب کا اس میں کوئی لینا دینا نہیں۔ شکایت میں نے درج کروائی تھی، دوسرے ان کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آنا ہے۔ منصب میرا بہت اچھا دوست بن چکا ہے۔ اگر پھوپھو نے کوئی ایسا ویسا جملہ بول دیا تو میرے لیے بہت ایمبرسنگ ہوگا۔''

''جی اور رمشہ بھی میری بہت اچھی دوست ہے۔ امی تو باقاعدہ اس سے ملنے پر مجھے جھاڑ پلاتی رہی ہیں۔'' ایلیا نے اپنا دکھڑا رویا تو مومن کو ہنسی آگئی۔

''تو ٹھیک ہے، اب تم ہی معاملات کو سلجھا بھی آؤ۔''

''میری بات ویسے تو نہ مانتیں، آپ کا حوالہ دوں گی تو بھی نہیں ٹالیں گی۔''

www.pklibrary.com

"کیوں..... داماد کا رعب ہے، اس لیے؟" مومن کا موڈ اچھا ہوا۔

آج کل ایلیا کی موجودگی نجانے کیوں اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ نظروں سے اوجھل ہوتی تو وہ اسے ڈھونڈتا پھرتا..... پشاور کے تین دنوں میں سب سے زیادہ اس نے ایلیا کی موجودگی کو مس کیا تھا۔ لیکن ابھی وہ یہ بات ایلیا سے تو کیا خود اپنے آپ سے بھی کھل کر کہہ نہیں پایا تھا۔ ہاں بس کسی بہانے اس کو روک کر لمبی بات کرنا ایک بے اختیاری عمل تھا۔ حتیٰ کہ وہ خود بھی یہ سمجھتا تھا کہ اسے روکنا اور بات کرنا ضروری تھا اس لیے روکا۔

"جی، وہ تو نہیں پتا....." ایلیا نظریں نہیں ملا پائی۔ مومن کا خود کو داماد کہنا اسے شرم دلا رہا تھا، جس سے بچنے کے لیے تھوک نگل کر لہجے کو نارمل رکھنے میں کوشاں تھی۔ "وہ آپ سے بہت پیار کرتی ہیں۔"

"اس نے کہہ کر فوراً ہی باہر کی راہ لی۔ اور "پیار" سن کر مومن کا دل بے ساختہ بہت بے ڈھنگے انداز میں دھڑکا تھا۔ گلا خشک ہوا اور دل سے ایک عجیب سی خواہش، وہ بھی پہلی مرتبہ..... باقاعدہ ایک جملہ، ایک سوال بن کر نکلی۔

"کیا یہ لفظ بھی زندگی میں وہ ایک دوسرے کے لیے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔؟ اور پھر گھبرا کر سر جھٹکتے وہ باہر نکل گیا۔ نجانے کیسا بے تکا خیال آیا تھا۔ وہ بھی اس کے دل میں..... ایلیا کے لیے..... نہیں نہیں یونہی..... میں بھلا اس کے لیے اس طرح کے جذبات....." اس نے خود اپنی تسلی کے لیے باقاعدہ سر نفی میں ہلایا۔

☆☆☆

منصب جب رمشہ کو لے کر وسیلہ کی عیادت کو آنے لگا تو تانیہ نے بھی ساتھ چلنے کی اجازت مانگی۔ منصب کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ تانیہ کو اپنے ساتھ لے آیا۔ ایلیا کو اُن کی آمد کا پہلے سے علم تھا۔ امی کو ایلیا نے مومن کی ناراضی کا حوالہ دے کر سمجھا دیا تھا کہ وہ اُن کے سامنے اپنی ناگواری بھی ظاہر نہیں کریں گی۔

رضوانہ ویسے بھی وسیلہ کی وجہ سے چپ چپ سی تھیں۔ انہوں نے بنا کوئی تبصرہ کیے ایلیا کی بات سنی۔

انہیں لگاتار ایک ہی فکر ستائے جا رہی تھی کہ وسیلہ ابھی تک اتنی خاموش کیوں تھی۔ اور ایسا نہیں تھا کہ اسے چپ لگ گئی تھی۔ اس نے پانی مانگا تھا سر درد کی گولی مانگی تھی۔ لیکن وہ بہت سہمی ہوئی سی لگتی تھی۔ حالانکہ اب تو وہ اپنوں میں آ گئی تھی۔ وہ بھی اتنے عرصے بعد..... اپنوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پر کم از کم رونق تو دکھائی دیتی، جانے اس کی نظروں میں ایک خوف کیوں نظر آتا تھا۔

رمشہ اور تانیہ اندر آئیں تو زیادہ وقت رضوانہ آنٹی اور ایلیا کے ساتھ ڈرائنگ روم میں گزرا۔ وسیلہ تب بھی آرام کر رہی تھی۔

مومن اور منصب باہر لان میں بیٹھ گئے۔ ایلیا نے تھوڑی سی دیر میں ہی محسوس کر لیا کہ امی ان دونوں کے ساتھ بہت نارمل انداز میں وسیلہ کی بیماری کا حال احوال دے رہی تھیں۔ وہ یہاں سے تسلی ہونے پر کچن میں آ گئی۔ چائے بنا کر دو ٹرے تیار کیں۔ رمشہ اور تانیہ کو خود سرو کر کے واپس کچن میں آئی اور مومن کو کال ملا دی۔

"جی، وہ چائے لے جائیں۔"

"ہم گھر کے باہر والے لان میں بیٹھے ہیں..... لے آؤ....." مومن کا لہجہ ایکدم نارمل تھا۔ ایلیا کو سخت تعجب ہوا۔ مومن پردے وغیرہ کے معاملے اسے کافی سخت نظر آیا تھا۔ اور منصب کے معاملے میں تو امی کا رویہ بھی دیکھ چکا تھا۔ وہ ہرگز یہ توقع نہیں کر رہی تھی کہ وہ اُسے چائے لانے کو کہے گا۔

"آپ اگر آ جاتے تو....." وہ جھجک گئی۔

"ہوں آ جاتا ہوں۔ وہ ہلکا سا مسکرا کر رہ گیا۔ اور کچھ ہی دیر گزری کے کچن میں اس کے پاس موجود تھا۔"

"اب اتنا اہتمام کیا ہے تو..... سرونگ بھی خود

www.pklibrary.com

کرنی چاہیے۔" وہ بہت ہلکے پھلکے انداز میں مسکرا رہا تھا۔ ایلیا کو خاک سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر وہ اسے سامنے لانے پر مصر کیوں تھا۔

"میں ساتھ ہوں نا....." وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ ایلیا نے گھبرا کر سر اثبات میں ہلایا "تو آؤ..... ہم دونوں لے جاتے ہیں۔ منصب تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"مجھ سے..... کیوں؟" وہ پھر اسے گھبرا کر دیکھ رہی تھی لیکن مومن ایک ٹرے لے کر آگے بڑھ گیا۔ ایلیا نے دوپٹہ درست کر کے باقی سامان اٹھایا اور اس کے پیچھے پیچھے لان میں آ گئی۔ ان کے دونوں گھروں کے گیٹ کے سامنے والی جگہ بھی گھر کے ایریے میں آتی تھی۔ وہاں باڑھ لگا کر اوپن لان بنایا گیا تھا۔ جس کے بیچوں بیچ دو راستے دو دروازوں کی طرف جاتے تھے۔ منصب اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ ایلیا نے جھک کر ٹرے میز پر رکھی اور سر پر ایک ہاتھ محسوس کرتے حیرت سے اوپر دیکھا۔ منصب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ اسے ایسی اپنائیت بھری نرم نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کہ ایلیا کے لیے نظر ہٹانا مشکل ہو گیا۔ کسی کا سر پہ ہاتھ رکھ کر عزت دینا ان کے ہاں بہت احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ خصوصاً جب رشتہ بہت تقدس بھرا ہو۔

"بیٹھو....." مومن نے ایلیا کو اشارہ کیا تو وہ پھر حیران ہو گئی۔

"چائے نہیں بناؤ گی۔" مومن ہنس رہا تھا۔ وہ جھینپ کر چائے نکالنے لگی۔

"ایلیا! آپ وسیلہ سے کتنے سال چھوٹی ہیں؟" منصب نے چائے لیتے اندر سے ابھرتا سوال پوچھ بھی لیا۔

"جی۔ میں آپی سے سات سال چھوٹی ہوں۔"

"او..... پھر تو میرا آپ کہنا بالکل جائز نہیں۔" اس نے کچھ ایسی بشاشت سے بے ساختہ کہا کہ مومن کا قہقہہ نکلا۔

"ہاں بالکل..... تم کہنا چاہیے۔" مومن نے ہی اضافہ کیا اور ایلیا کی رنگت ہلدی پڑنے لگی۔ یہ وہی مومن تھے جو کامران کی۔ "حیرت پر بری طرح تپ گئے تھے۔ اُس وقت کامران بھی اس کی کم عمری میں دلچسپی لے رہا تھا اور اب منصب نے تو باقاعدہ اس کی عمر ہی پوچھ لی تھی، لیکن یہ مومن کا بے فکرا پن۔

"کیوں بے چاری کو پریشان کر رہے ہو۔" منصب نے ہنس کر ایلیا کا چہرہ دیکھا۔ اسے واقعی مومن کی شوخی فطعی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

"مومن کا مطلب ہے کہ پھر تو آپ میری چھوٹی بہن ہوئیں۔ اور چھوٹی بہن کو تو تم کہنا چاہیے۔" منصب نے ہی اس کی گھبراہٹ کو کم کیا۔ اور اس بار ایلیا نے حقیقتاً سکون بھی محسوس کیا۔

"جی منصب بھائی۔ میں نے سنا تھا آپ کی اور وسیلہ آپی کی ایک ہی ڈیٹ آف برتھ ہے۔"

"اینیورسری برتھ بھی ایک ہے۔ اتفاق سے۔" وہ مسکرایا۔

"اچھا کمال ہے۔" اس نے مومن کو دیکھا۔ تو اس نے سر ہاں میں ہلایا۔

"اچھا میں اندر چلی ہوں۔ رمشہ وغیرہ بور نہ ہو رہی ہوں۔ وسیلہ آپی تو سو رہی ہیں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرے بھانجا بھانجی کو بھی باہر بھیج دیں....." منصب مسکرا رہا تھا۔ ایلیا اس بار مسکراتی ہوئی اندر بڑھ گئی۔ سمجھ گئی کہ مومن نے منصب سے بہت گہری دوستی بنالی ہے اور اب اسی مناسبت سے منصب اسے بہن کے رشتے میں باندھ رہا ہے۔ مومن کا پرسکون رویہ بھی سمجھ میں آ رہا تھا۔ اور اُس وقت ایلیا ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ نہیں سوچ سکتی تھی۔ جبکہ یہ منصب ہی چاہتا تھا کہ ایلیا کو دیکھ کر اس کے احساسات اس وقت کتنی بے اندازہ محبت لیے ہوئے تھے۔ وہ اپنی چھوٹی بہن کا ماتھا چومنا چاہتا تھا۔ اس کا چہرا ہاتھوں میں لے کر دیر تک اس کے حسین نقش نہارنا چاہتا تھا۔

www.pklibrary.com

لیکن خیر جب اندر بیٹھی ماں کی وہ زیارت تک حاصل نہیں کر سکا تھا تو یہ حسرت تو اس کے مقابلے میں کچھ کم تھی۔ یہ درد البتہ بہت دیر تک اندر ہی اندر پھیلتا اور ستاتا رہا کہ اپنی بڑی بہن کو وہ ملنے سے پہلے ہی کھو چکا تھا۔ لیکن یہ بات وہ مومن سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ تحریم کے جانے کا درد اس نے اپنی ماں سے بانٹنا تھا اور انہی سے سننا تھا۔

☆☆☆

توفیق اور ندرت کی آمد وسیلہ کے پشاور سے آنے کے دو دن بعد ہوئی۔ توفیق اپنے علاج اپنی حالت سے بہت مطمئن لگ رہے تھے۔ وسیلہ کو دیکھ کر البتہ دونوں کو ہی بہت پریشانی ہوئی تھی۔ دو روز ہوئے سب اسے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ پھر دواؤں کا اثر تھا کہ تقریباً تمام وقت وہ سوتی ہی رہی تھی۔ آج تیسرے دن جبکہ سبھی افراد خانہ موجود تھے۔ وسیلہ بھی بڑی دیر سے جاگی ہوئی تھی۔ رضوانہ اپنے کمرے میں واپس آ گئی تھیں۔ وسیلہ کی واپسی کے بعد انہوں نے آج اپنا بستر دوبارہ سنبھالا تھا۔ پھر ندرت اور توفیق بھی اپنے کمرے میں آ گئے تھے۔

"کیسی ہے میری بیٹی۔" رضوانہ نے اس کا گال پیار سے اپنے ہاتھ سے سہلایا تو وہ پیچھے ہٹتے دیوار سے لگ گئی۔ رضوانہ کو دیکھ کر اس نے خوف سے ٹانگیں سمیٹ لی تھیں۔ اور اپنے بازو اپنے گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر خود کو جیسے بچانے کی کوشش کی۔

"کیا ہوا وسیلہ..... طبیعت تو ٹھیک ہے؟" انہیں وہم ہوا کہ شاید وسیلہ کو بخار ہوا ہے۔ لیکن ماتھا چھونے پر ٹمپریچر نارمل ہی لگا۔

"کچھ چاہیے بیٹا؟" وہ اس کے پلنگ کے کنارے بیٹھیں تو وسیلہ چھلانگ لگا کر بیڈ سے اتری..... اور چھلانگ لگانے سے اس کی ایڑی جب پکے فرش پر پریشر سے لگی تو درد سنسناتا ہوا سر کی چوٹ تک پہنچا اور وہ سر تھامے بے اختیار نیچے بیٹھتی گئی۔ حلق سے کراہ بھی نکل گئی۔

"وسیلہ دھیان سے بیٹا! مومن، ندرت وہ خود اتنی پریشان ہو گئیں کہ بھاگ کر دروازے میں آ گئیں۔

"کیا ہوا پھوپھو....." مومن شاید نزدیک کہیں تھا۔ فوراً سامنے آیا۔

"دیکھو تو وسیلہ کے سر....." وہ پلٹ کر اسے متوجہ کرنے لگیں۔ اور یہ کیا۔ وہ بھاگ کر کمرے میں آئیں۔ وسیلہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پلنگ کے کراؤن کے پیچھے زمین پر نیچے چھپنے کی کوشش کر رہی تھی

"اسے کیا ہوا..... مومن یہ کیا کر رہی ہے..... یہ ڈر کیوں رہی ہے..... اور..... چھپ کیوں رہی ہے۔" رضوانہ کی طبیعت اس کی حالت دیکھ کر غیر ہونے لگی۔

"پھوپھو آپ پلیز یہاں باہر کرسی پر بیٹھیں۔ میں دیکھتا ہوں۔" اس نے زبردستی پھوپھو کو بیرونی کرسی پہ بٹھایا اور خود وسیلہ کی طرف بڑھا۔

"اٹھو وسیلہ..... شاباش..... یہاں اوپر بیٹھو۔" اس نے جھک کر اس کا بازو تھاما اور کھڑا ہونے میں مدد دی..... اس بار وسیلہ بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور مومن کی مدد سے اپنے پلنگ پر یوں نارمل انداز میں بیٹھ گئی جیسے ہوا ہی کچھ نہیں۔

"کیا ہوا، ڈر کیوں گئی تھیں؟" وہ مسکراتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"نہیں بس..... سر کچھ چکرا رہا تھا۔" اس نے بھی مسکرانے کی کوشش کی۔

"اِدھر اُدھر چھلانگیں جو لگاتی پھرو گی..... سر تو چکرائے گا۔ ابھی زخم مکمل ٹھیک نہیں ہوا وسیلہ۔"

"آپ۔ مجھے۔ ادھر کیوں لائے ہیں؟" اس نے جھجک کر سر اٹھایا، اٹک اٹک کر سوال کیا اور پھر نظر گھبرا کر ہٹا لی جیسے یہ جملہ کہنے کے لیے بہت ہمت کی ہو۔ مومن نے رک کر اس کے جملے پر غور کیا..... بات تو واضح تھی لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔

"مطلب.....؟" اس نے لہجہ نرم رکھا

"ہم ہاسپٹل سے کیوں آ گئے؟" وہ

www.pklibrary.com

سر جھکائے پوچھ رہی تھی۔

"وہ اس لیے میری پیاری بہن..... کیونکہ تم اب بالکل ٹھیک ہو..... بس یہ سر کا بیرونی زخم ہمیں نزدیکی کلینک سے چیک کرواتے رہنا ہے۔"

"آپ کا اپنا گھر کہاں ہے.....؟" وہ پھر پوچھ رہی تھی۔

"یہ میرا ہی گھر ہے۔" مومن نے اس کا سوال سن کر بہلا خوف کا خشک سانس اندر کھینچا لیکن جواب بڑے تحمل سے دیا۔ اتنا ضرور سمجھ میں آگیا کہ اسے وسیلہ کو بغور سن کر اچھی طرح سمجھ کر ہی آگے بڑھنا ہے۔ معلوم نہیں وہ اتنا الگ کیوں بی ہیو کر رہی تھی۔

"تو..... آپ پہلے کہاں تھے.....؟" وسیلہ نے اس بار سر اٹھا کر پوچھا تو اس کی پلکیں پانی سے بھری تھیں..... بس چھلک پڑنے کو تیار، مومن نے اس بار بھی بڑے حوصلے سے اسے سنا۔

"اصل..... میں..... تم چترال میں تھیں وسیلہ..... اور ہم سب یہاں میاندم..... اور اب تم بھی میاندم واپس آئی ہو....." مومن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے اس کے اپنے ہی گھر کے متعلق بتانے پر کیوں مجبور ہوا تھا..... لیکن اس کے سوال پر اب اور کہتا بھی کیا۔

"اچھا ابھی تم اپنے دماغ پہ زیادہ زور مت دو..... اور اچھا سا ناشتہ کرو..... تین دن ہو گئے، لیکوئڈ پر گزارا ہے۔ آج کچھ سولڈ ہونا چاہیے۔۔ تم بتاؤ پراٹھا کھالوگی..... یا پھر سلائس، دلیہ وغیرہ....."

مومن نے اپنے اندر ابھرتے تجسس کو پیچھے دھکیلتے وسیلہ کی صحت کے متعلق سوچا..... اسے وسیلہ کو پہلی دباؤ سے بچانا تھا۔ اس لیے نہ خود کوئی سوال کرنا چاہتا تھا، نہ ہی یہ چاہتا تھا کہ وسیلہ بلاوجہ کی سوچوں میں پڑ کر اس سے کوئی سوال کرے۔

"یا پھر..... کچھ اور.....؟ تم سوچو۔"

"سلائس اور چائے۔" اس نے بھی اس بار مسکرا کر طے کیا۔ جیسے بھوک چمک اٹھی ہو۔ مومن دل میں شکر کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے..... میں ناشتے کا کہتا ہوں۔ تم آرام کرو۔" وہ اسے لینے کی تنبیہ کرتے باہر نکل آیا۔ ایلیا سے ناشتے کا کہا اور خود آفس کی تیاری کرنے کے لیے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وسیلہ کی خاطر اسے تین دن کی چھٹی لینا پڑی تھی۔ آج سے بینک جانا ضروری تھا۔

☆☆☆

"وسیلہ کا ناشتہ ہے؟" ندرت نے ٹرے میں سلائس، جیم، انڈہ اور چائے دیکھ کر ایلیا کو دیکھا۔ وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کر کے اب ٹرے اٹھانے ہی والی تھی۔

"جی مامی..... آپی نے خود سلائس اور چائے کھانے کی فرمائش کی ہے۔"

"اچھا تو لاؤ..... مجھے دو..... میں ابھی تک اس سے ملی بھی نہیں۔ رات بس کمرے میں جھانکا۔ تو سوئی ہوئی ملی۔ اُسے تمہارے ماموں کا حال احوال بھی دے آئی ہوں۔"

"جی مامی ٹھیک ہے، میں پھر ذرا مومن کو روانہ کر دوں۔" وہ ندرت سے پہلے ہی کچن سے باہر نکل گئی۔

مومن نے ناشتہ کر لیا تھا، اب بس جانے کی تیاری میں تھا۔ ادھر ندرت ٹرے اٹھا کر وسیلہ کے کمرے میں آئیں تو وہ سامنے پلنگ کے کنارے بیٹھی اپنے ناخنوں کو کریدرہی تھی۔

"السلام وعلیکم!" ندرت نے شوخ محبت بھری آواز میں وسیلہ کو متوجہ کیا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ ٹرے ہاتھ میں لیے آج وہ اسے مسکراتا کرزیکھ رہی تھی۔ اور یہ ہنسی یونہی نہیں ہو سکتی..... وسیلہ نے پریشانی سے تھوک نگلا، دل کی دھڑکن نہایت زوردار اور قابو سے باہر معلوم ہوئی..... وہ ایک بار پھر بھاگ کر پلنگ کے پیچھے جا بیٹھی۔ ندرت نے وسیلہ کا ایسا ردعمل دیکھا تو پہلے پہل بری طرح بوکھلائیں۔ لیکن پھر ٹرے میز پہ رکھ کر فوراً اس کی جانب بڑھیں۔

"ارے بیٹا۔ کیا ہوا..... گھبرا کیوں گئیں۔

www.pklibrary.com

اُٹھو میری جان..... یہاں بیٹھو۔" وہ اسے بازو کے تھام کر پلنگ کی طرف لے آئیں۔ اور وہ ڈرتے ڈرتے بیٹھ تو گئی لیکن ابھی تک ڈری ڈری نظروں سے ندرت کو دیکھ رہی تھی۔

"لو ناشتہ شروع کرو۔" انہوں نے پلیٹ آگے کی لیکن وسیلہ نے سر نفی میں ہلاتے پلیٹ کو پیچھے کیا..... آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ رضوانہ صبح سویرے وسیلہ کے جاگنے سے پہلے ہی بچوں کے کمرے میں چلی گئی تھیں کیونکہ ایلیا ناشتہ بنانے کچن میں آگئی تھی۔ اب جو کمرے میں واپس آئیں تو وسیلہ کو بے حد گھبرایا ہوا دیکھا۔

"کیا ہوا؟" انہوں نے ندرت کو دیکھا، جبکہ دوسری طرف وسیلہ کی نظر جب رضوانہ پر پڑی تو وہ بھاگ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

"اس کو کیا ہوا؟" رضوانہ اور ندرت نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر تیزی سے باہر نکلیں۔ اور نظر وسیلہ پر پڑی تو وہ سیاہ سے آتے مومن کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔

"بھائی مجھے واپس لے چلو..... مجھے ہسپتال..... وہ کانپ رہی تھی۔ مومن نے اس کا ہاتھ ہلکے سے تھپکا، اور سوالیہ نظروں سے پھوپھو اور امی کو دیکھتے ابرو اٹھایا۔ جواباً وہ کچھ بھی نہ کہہ پائیں بس اسے دیکھے ہی گئیں۔

"اوکے، لے چلوں گا۔ ابھی تم کمرے میں آؤ۔" وہ راستہ بناتے اسے کمرے میں لے آیا..... اس دوران اس نے محسوس کیا کہ وسیلہ اپنی امی اور اس کی امی کو دیکھ کر بری طرح ڈر رہی تھی۔ جتنا وہ دونوں قریب آتی گئیں۔ وسیلہ ان سے دور ہوتے بیچ کر کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے وسیلہ! تم امی سے اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟" اس نے وسیلہ کو بیٹھنے میں مدد دی۔

"وہ..... آپ کی..... امی ہے؟" وسیلہ نے سوال پوچھا تو مومن نے پھر اپنے سر پر ایک آسمان گرتا محسوس کیا۔ جو وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وسیلہ کے ذہن اسے اسی سمت ہی دھکیل رہے تھے۔ وہ گھر والوں کو پہچان نہیں رہی تھی اور یہ ایک بہت پریشان کن بلکہ خطرناک ترین مرحلہ تھا۔ نہ صرف وسیلہ کے حوالے سے بلکہ تمام گھر والوں کے لیے بھی یہ خبر کسی قیامت سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔

"ہاں، وہ میری امی ہیں۔ اور بہت اچھی ہیں۔ ان سب سے ڈرنے کی بالکل کوئی ضرورت نہیں۔ اور دیکھو۔ اب تم اپنے کمرے میں ہی رہو۔ آرام سے ناشتہ کرو کیونکہ بہت ساری دوائیں کھانی ہیں۔ چلو شاباش..... دیکھو ناشتا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

اس نے ٹرے اس کے سامنے پلنگ پر رکھی اور وہ بھی سر ہلا کر ٹرے پر جھک گئی۔ مومن نے اپنے گھر سے باہر جانے کا دانستہ نہیں بتایا، اگرچہ دیکھ چکا تھا کہ وہ صرف اسی کو اپنا سمجھ رہی ہے۔ البتہ..... وہ رُکا..... کچھ سوچا اور ایک خیال آنے پر باہر نکلتے کمرے میں آگیا۔

"سنو....." اس نے ریبا کو سیریلیک کھلاتی ایلیا کو آواز دے کر بلایا تو وہ فوراً ہی اٹھ کر سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"جی!"

"وسیلہ کا تم سے کیسا رویہ ہے؟"

"آپی کا....." وہ رک کر سوچنے لگی "ابھی تک ایک بار بھی ان سے اس طرح آمنے سامنے بات نہیں ہوئی۔ پچھلے تین دنوں میں زیادہ تر آپ ہی ان کی روٹین دیکھتے رہے تھے۔ میرا جس وقت بھی جانا ہوا وہ آرام کر رہی تھیں۔"

"اوکے..... تو تم ذرا پھوپھو اور امی کو اس کے پاس زیادہ جانے مت دو، پتا نہیں وہ ان سے اتنا گھبرا کیوں رہی ہے۔ اور کوئی بھی کام ہو۔ تم خود جا کر نمٹا آؤ۔"

"جی؟" اس نے سر ہلایا۔

"اور دیکھو اس سے سوال وغیرہ کوئی مت کرنا۔ بس عام روٹین کے معاملات..... میرے آنے تک کوئی پرابلم نہیں ہونی چاہیے۔ باقی میں کال

www.pklibrary.com

پر تم سے پوچھتا بھی رہوں گا۔"

"جی!" وہ پھر سر ہلائے گئی اور مومن باہر نکل گیا۔

☆☆☆

"پتا نہیں ندرت! وسیلہ کو کیا ہو گیا ہے۔"

رضوانہ اس وقت لاؤنج میں بیٹھی اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں۔ مومن نے جانے سے پہلے انہیں تاکید کی تھی کہ وہ وسیلہ کے کمرے میں نہیں جائیں گی۔ اور وہ اسی بات پر اپنا رونا کنٹرول نہیں کر پا رہی تھیں۔

"ایک تو اتنے عرصے کی دوری..... پھر اس کی ایسی طبیعت..... سوچا تھا سینے سے لگا کر رکھوں گی۔ اور وہ نجانے مجھ سے اتنا گھبرا کیوں رہی ہے۔"

"پریشان نہ ہوں آپا..... مجھ سے بھی ایسے ہی کترا کر بھاگ رہی تھی۔ چوٹ کی وجہ سے ذہن پر دباؤ ہے شاید، پھر یہ طرح طرح کی دوائیں..... مجھے تو نیند کی گولیوں کا اثر لگتا ہے۔ اسی لیے فی الحال نارمل انداز میں سوچ نہیں پا رہی۔"

"نہیں اس چوٹ کی وجہ سے تو کچھ....."

رضوانہ کا خدشہ بالآخر زبان پر آ ہی گیا۔ ندرت نے ان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

"اچھا اچھا سوچیں..... ان شاء اللہ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" انہوں نے آہ بھری اور ندرت وہاں سے اُٹھ آئی۔ وسیلہ کے ری ایکشن واقعی بہت عجیب تھے۔ وہ بھی پریشان ہوئی تھیں لیکن ظاہر ہے، یہ بات ایک ماں سے نہیں کہی جا سکتی تھی۔ وہ گم صم سی اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھیں جب ایلیا کچن کے دروازے میں آئی۔

"بات سنیں مامی!"

"ہوں....." انہوں نے چونک کر سر اٹھایا اور ایلیا کی طرف آ گئیں "ہاں بیٹا..... کیا ہوا؟"

"وہ..... مامی..... اصل میں....." ایلیا جیسے الفاظ منتخب کر رہی تھی۔ ندرت نے حیران ہو کر دیکھا۔

"کیا بات ہے ایلیا؟"

"مامی! وہ تین دن بعد تحریم آپی کی برسی آ رہی ہے۔"

"اوہ!" ندرت نے حیرت سے منہ پہ انگلیاں رکھیں۔ گھر کے دیگر معاملات اتنے اُلجھے ہوئے سے تھے کہ یہ خیال کہیں دور دور تک آیا ہی نہیں۔ اگست کا اینڈ آ گیا تھا اور پورا ایک سال بیت گیا تھا۔

"ہاں ایلیا..... یہ تو پہلے سوچا ہی نہیں..... تو پھر ان حالات میں؟" وہ اسے ہی سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

"جی..... وہ تو امی اور مومن سے ڈسکس کرنے پر پتا چلے گا کہ کیا کرنا ہے..... اور....." وہ پھر رک گئی۔

"اور کیا.....؟"

"بچوں کی پہلی سالگرہ بھی تو اُسی دن....."

اس نے بات روک کر مامی کو دیکھا تو وہ کرسی پر بیٹھ گئیں۔ دماغ تو واقعی کچھ عرصہ ہوا بالکل ہی کام چھوڑ چکا تھا۔

"مجھے تو بالکل ہی کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ ہمارے معصوم بچے بھی تو تین اُسی دن....." انہوں نے سر جھٹکا "اچھا مومن آ جائے پھر بات کرتے ہیں۔"

☆☆☆

"ایک بات بالکل سمجھ میں نہیں آ رہی منصب..... کہ وسیلہ گھر کی خواتین سے اتنا ڈر کیوں رہی ہے؟"

"ڈاکٹر سے ڈسکس کیا تم نے؟"

منصب اس وقت مومن کے ساتھ پچھلی شام کی طرح لان میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آفس میں بیٹھا تھا جب مومن نے کال پر کہا کہ وہ اس سے ملنا چاہتا ہے۔ اور اسی لیے وہ آفس سے نکل کر سیدھا یہیں آ گیا۔ اور اس وقت اپنی وردی میں ہی تھا۔

"نہیں، ابھی ڈاکٹر سے کہنے کے لیے میرے

www.pklibrary.com

پاس کوئی تفصیلی اور حتمی رپورٹ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں، ایک دو روز ذرا زیادہ بہتر طریقے سے جج کرلوں۔"

"تمہارے ساتھ کیسا رویہ ہے اس کا؟" منصب نے چائے کا کپ اٹھایا۔ کچھ دیر پہلے ہی ایلیا چائے رکھ گئی تھی۔

"میرے ساتھ بالکل نارمل..... جیسے پہلے تھا۔ میری موجودگی میں وہ بہت اچھا محسوس کرتی ہے..... بلکہ یوں کہنا چاہیے منصب کہ بہت محفوظ محسوس کرتی ہے۔ اور یہی بات پریشان بھی کرتی ہے کہ آخر باقی سب کی موجودگی سے اسے کیا عدم تحفظ محسوس ہوتا ہے۔ آج صبح میں امی اور پھوپھو کو منع کرکے گیا کہ وہ سارا دن وسیلہ کے سامنے نہیں آئیں گی کیونکہ صبح سویرے وہ ان دونوں سے ڈر گئی تھی۔ میں ایلیا سے کہہ آیا تھا کہ وسیلہ کا خیال دن بھر وہی رکھے گی۔ لیکن ابھی میں واپس آیا تو ایلیا نے بتایا کہ وسیلہ اس سے بھی ڈر رہی تھی اور پردے کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ اور جب وہ کمرے سے باہر نکلی تو وسیلہ نے بھاگ کر اندر سے کنڈی لگالی..... سارا دن یہ سب پریشان رہے۔ وہ تو میں نے جب وسیلہ کو آواز دی تب اس نے چٹخنی گرائی۔"

"تو..... تمہیں کیا لگتا ہے..... کیا وجہ ہوگی؟"

"بالکل نہیں سمجھ پا رہا..... ہاں بس اتنا سمجھ میں آرہا ہے کہ اسے گھر کی عورتوں سے کچھ پرابلم ہے..... کیونکہ ابھی میں بابا کو وہیل چیئر پر بٹھائے وسیلہ سے ملوانے لے آیا تو وہ خاموشی اور توجہ سے انہیں سنتی رہی تھی..... تب تو وہ ایک دم پرانی وسیلہ لگ رہی تھی۔ بابا سے بھی وہ ذرا برا برنہ جھجکی نہ گھبرائی۔"

"پھر تو واقعی ایک دو دن کی آبزرویشن کا حال تم ڈاکٹر سے شیئر کرو۔"

"میں سوچ رہا ہوں..... ایک بار تم بھی وسیلہ سے ملو منصب۔ دیکھتے ہیں اس کا کیا ردعمل ہے؟"

"میں....." وہ سوچ میں پڑ گیا۔ "لیکن آنٹی..... مطلب امی۔؟ وہ کچھ گڑبڑا سا گیا۔ مومن ہل دیا۔ منصب کی حالت پر بھی آج کل اسے جی بھر ترس آتا تھا لیکن فی الحال وہ اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ پھوپھو آل ریڈی شدید ڈپریشن میں تھیں۔ منصب والا قصہ تو ہرگز معمولی نوعیت کا نہیں تھا۔

"وہ میں سنبھال لوں گا..... بس تم آؤ میرے ساتھ..... میں کچھ آبزرو کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ فوراً ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ منصب کو بھی مجبوراً اُٹھنا پڑا۔ اور ایسا نہیں تھا کہ وہ وسیلہ سے ملنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کے دل کی کیفیت آج مہینوں بعد پھر کچھ الگ ہوگئی تھی۔ وہ اس سے شرمندہ تھا اور اتنا کہ سامنا کرنا بھی دشوار تھا۔ معلوم نہیں وہ اُسے دیکھ کر کیسے ری ایکٹ کرنے والی تھی۔ وہ ایک گہرا سانس اندر کو کھینچتے مومن کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

وقت چونکہ سہ پہر کا تھا۔ گھر میں سب غالباً آرام کررہے تھے۔ مومن اسے ساتھ لیے اپنے گھر کے ایک کمرے کے سامنے آیا۔ ہلکا سا دروازہ وا کرکے اندر جھانکا۔ وسیلہ الماری کے دروازے میں لگے آئینے کے سامنے کھڑی اپنے سر کا زخم دیکھ رہی تھی۔

"ہائے سویٹ سسٹر!" مومن نے مسکرا کر ہاتھ ہلایا تو وہ بری طرح چونکی، اور جوں ہی نظر مومن پر پڑی تو ہلکا سا مسکرادی۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام..... بھئی کیا ہو رہا ہے؟" وہ اندر داخل ہوگیا لیکن منصب کی ہمت نہیں ہوئی۔

"جی، بس کچھ نہیں۔"

"سر کا زخم ٹھیک لگ رہا ہے؟"

"جی آج تو روئی چباتے ہوئے بھی درد نہیں ہوا۔"

"اچھا گڈ..... الحمد للہ۔ میں سوچ رہا ہوں کہ آج شام کو ڈریسنگ کروالیں۔ یہیں کسی اچھے کلینک سے۔"

"جی۔ جیسا آپ کو صحیح لگے۔"

www.pklibrary.com

"آں۔ اچھا۔ ایک منٹ۔ وہ....." مومن کی سمجھ نہیں آیا منصب کا تعارف کیسے کروائے، تب ہی بنا کچھ کہے دروازے میں آیا اور اسے بازو سے تھام کر اندر بلا لیا۔

"یہ منصب....." اس نے بس نام لینے پہ اکتفا کرتے وسیلہ کا ردعمل دیکھا لیکن اس نے ہلکا سا سر ہلا دیا

"بیٹھیے۔" وہ عام انداز میں مسکراتے ہوئے میزبانی کا فریضہ انجام دینے لگی۔ منصب چپ کر کے بس دیکھے ہی گیا۔ مومن سے نظر ملی تو ابرو اٹھا کر بولنے کا اشارہ کیا

"آپ کی طبیعت اب کیسی ہے..... میرا مطلب ہے یہ سر کی چوٹ؟"

"جی آج تو بہت بہتر ہے۔"

"اور۔ یہ چوٹ۔ کیسے لگی تھی آپ کو؟" اس نے سوچ کر پوچھ ہی لیا۔ جس پر وسیلہ نے الجھن بھری نظروں سے مومن کو دیکھا۔

"یہ تو..... یہ تو....." وہ اپنی سفید پٹی پہ ہاتھ رکھ کر سوچ میں پڑ گئی۔ پھر منصب کو دیکھا "معلوم نہیں..... مجھے یاد نہیں آ رہا۔"

"اچھا کوئی بات نہیں۔ آپ آرام کریں۔" منصب کو لگا کہ وسیلہ کی ذہنی حالت اس وقت بہت نازک ہے۔ اسے کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ مومن کی طرف ایک نظر دیکھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"انسپکٹر صاحب۔" وسیلہ نے پیچھے سے آواز دی تو دونوں چونک کر پلٹے۔ انداز تخاطب کچھ عجیب ہی تھا۔

"آپ۔ اُن عورتوں کو یہاں سے لے جائیں گے؟"

"کن عورتوں کو؟" وہ بنا سوچے بے ساختہ پوچھ بیٹھا، لیکن اس بار وسیلہ نے سر جھکا لیا جیسے بات کر کے خود بھی گھبرا گئی ہو۔ پھر سر گوشی میں ہلانے لگی۔ منصب نے پریشان ہو کر مومن کو دیکھا۔ مومن کو کچھ کچھ بات سمجھ میں آ گئی لیکن وجہ ابھی بھی معلوم نہ تھی۔

"جی میں دیکھتا ہوں۔" اس بار منصب مبہم جواب دے کر باہر نکل آیا۔

☆☆☆

"کیا لگتا ہے منصب..... وسیلہ سے تمہاری ملاقات کچھ عجیب نہیں رہی؟" وہ دونوں گھر سے ہی باہر نکل آئے تھے۔

"بہت عجیب مومن! تمہیں اندازہ بھی نہیں کہ میں اس وقت کیا کیا سوچ رہا ہوں۔"

"یہی حال میرا ہے یار..... اور مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس سے ڈسکس کروں۔ اسی لیے آج تمہیں وسیلہ سے ملوایا کیونکہ تمہارے علاوہ کوئی نہیں جس سے مل کر ڈسکس کیا جا سکے۔"

"وسیلہ کے میری طرف بہت گلے، بہت شکایتیں نکلتی ہیں..... میرا خیال تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی مجھ سے منہ پھیر لے گی..... لیکن اس کے لیے میں بالکل ایک اجنبی تھا۔"

"اس بات پر مزید حیرت ہے منصب کہ اُسے تم سے شکایتیں تھیں لیکن وہ تم سے مسکرا کر ملی..... اور امی، پھوپھو اور ابیہا سے جوش اور محبت سے ملتا تھا تو اُن سے وہ گھبرا اور کترا رہی ہے۔"

"یہ ویسے واقعی ایک بالکل نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے مومن! اور اسے ڈاکٹر سے ڈسکس کرنا چاہیے۔"

"کیا اس ڈر کی وجہ آدمی عورت کا فرق ہے....." مومن جیسے اپنے آپ میں بڑبڑایا..... پھر منصب کو دیکھا "جن چھ لوگوں سے وہ اب تک ملی ہے، اُن میں تین مرد اور تین عورتیں ہیں..... اور یہ دیکھو کہ مجھ سے، تم سے اور ابو سے اس نے بہت سہولت سے باتیں کیں، کہیں کوئی ڈر خوف دیکھنے میں نہیں آیا لیکن عورتوں سے۔"

"ہوں!" منصب نے بھی مومن کی بات پہ غور کیا "اس دن رمشہ اور تانیہ آئیں تو بتا رہی تھیں کہ

www.pklibrary.com

وسیلہ آرام کررہی تھی، یعنی ان کی ملاقات نہیں ہوسکی۔"

"مطلب اگر ان سے ملاقات ہوجائے دوبارہ۔" مومن ایک دم ایکسائٹڈ ہوا۔ "واقعی۔ منصب۔ تم۔ ان دونوں کو ایک بار پھر بھیجو۔ اس بار وہ وسیلہ سے مل کر جائیں، اس سے ہمیں بہت ہیلپ ملے گی۔"

"ہاں شیور۔ میں کل ہی انہیں صبح یہاں ڈراپ کردوں گا۔ شاید ہمیں کچھ رزلٹ نکالنے میں آسانی ہو۔ اور ویسے بھی میں سوچ رہا تھا کہ ثانیہ ان معاملات میں ہم سے کہیں زیادہ تجربہ رکھتی ہے۔ تم سے شاید میں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ ایک سائیکاٹرسٹ ہے۔ مینگورہ میں اس کا اپنا کلینک تھا۔"

"رئیلی۔" مومن حیران ہوا۔ "پھر تو ہمیں ضرور انہیں وسیلہ سے ملوانا چاہیے۔"

"اوکے۔ میں آج ہی اس سے بات کرتا ہوں۔ اور دیکھو پریشان نہ ہونا۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔" منصب نے مصافحہ کرتے اس کے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر تسلی بھی دی اور جانے کے لیے روانہ ہوگیا۔ مومن پلٹ کر اپنے کمرے میں آیا تو ایلیا کو اپنا منتظر پایا، وہ اُس سے تحریم کی بیٹی اور بچوں کی سالگرہ والے معاملے پر بات کرنا چاہتی تھی۔

"ہوں۔" مومن کرسی پہ بیٹھ کر جوتے اُتارنے لگا۔ ایلیا کی بات نے اُسے بھی سوچ میں ڈال دیا تھا۔

"امی اور پھوپھو کا کیا کہنا ہے؟" اس نے سوالیہ نظر سے ایلیا کو دیکھا۔ وہ سامنے ہی بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی تھی۔

"امی سے تو ابھی بات نہیں ہوئی، مامی نے کہا ہے کہ آپ سے مشورہ کروں۔"

"مسئلہ یہ ہے کہ۔" وہ دونوں شہادت کی انگلیاں ہونٹوں پہ رکھے ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گیا۔ "تحریم کی بیٹی کا معاملہ اہم بھی ہے، ضروری بھی۔ لیکن وسیلہ کی طبیعت کو دیکھتے میں گھر میں خواتین وغیرہ کے بلوانے کے حق میں نہیں ہوں۔ حتیٰ کہ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ ان دنوں میں نزہت خالہ یا کسی قریبی رشتہ دار کی گھر آمد بھی ہو۔ وسیلہ کی ذہنی حالت کو ابھی ہم بھی ٹھیک طرح سے سمجھ نہیں پائے۔" "وہ اب جیسے اپنے آپ سے باتیں کررہا تھا۔ ایلیا خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

"اوکے۔ تو ایسا کرتے ہیں کہ قریبی مسجد میں دُعا — اور طلبا کا کھانا کروالیتے ہیں۔ مولانا صاحب سے میں آج ہی بات کرلیتا ہوں۔ کل جمعہ بھی ہے۔ سویرے ختم قرآن کروالیں گے۔"

"جی۔ یہ تو بہت اچھا خیال ہے۔"

"اور بچوں کی برتھ ڈے کی جہاں تک بات ہے۔ تو وہ ہم حالات بہتر ہونے پر کسی اور دن سیلیبریٹ کرلیں گے۔ بلکہ آنے والے سالوں میں بھی — سالگرہ کی ڈیٹ — الگ — ہونی چاہیے۔"

"جی، میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔"

"اچھا!" مومن دلچسپی سے مسکرایا "تو کہا کیوں نہیں۔"

"مجھے لگا شاید میرا آئیڈیا پسند نہ آئے۔" وہ بہت جھجک کر بولی اور مومن بھی مسکراہٹ چھپاتے وہاں سے اُٹھ گیا۔

یہ نیا نیا انکشاف تو اسے بھی اب ہونے لگا تھا کہ اس کی سوچ ایلیا کی سوچ سے کتنی ملتی تھی لیکن ایلیا کو شاید ابھی اس بات کا احساس نہیں تھا۔

☆☆☆

"آپ کی کھڑکی کی زرد لائٹ بارش میں بہت دلکش محسوس ہوئی تو کال ملالی، ویسے اندازہ نہیں کہ یہ آپ کا ہی کمرا ہے یا کچھ اور..... میرے تصور نے البتہ بھینسیہ ایسی چھلانگ لگائی تھی۔ یعنی چائے پیتی یا کتاب پڑھتی وسیلہ خاتون....."

منصب نے آنکھوں کو سختی سے میچ کر سر جیپ کی بیک سے ٹکایا۔ پرانی باتیں درد بن کر اندر پھیل رہی

www.pklibrary.com

تھیں۔

آج ایک مدت بعد وسیلہ سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے محسوسات کو اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ پھر ملاقات بھی ایسی عجیب..... کاش کہ وسیلہ نے اس پر غصہ نکالا ہوتا..... چیخی چلائی ہوتی، گلے شکوے کیے ہوتے..... لیکن وہ اجنبی نگاہ۔

منصب کی نظریں ایک بار پھر وسیلہ کی کھڑکی پر جمی تھیں۔ شام کو تھانے کا ایک چکر اور لگانا پڑا تو منصب کو وہ شام یاد آگئی جب برستی بارش میں قیدی باہر نکلنے کی ضد کر رہے تھے اور اسے گھر سے بلایا گیا تھا۔ تب اس نے آفس سے نکل کر یونہی بے ساختہ وسیلہ کو میسج کیے تھے جن پر وہ از حد گھبرا گئی تھی۔

منصب اس وقت بھی شام کے دھندلکے میں آفس سے نکل کر وسیلہ کے گھر کی کھڑکی کو دور سے بیٹھا دیکھ رہا تھا اور آج سہ پہر کی ملاقات جو تب سے ذہن کے پردے سے اوجھل ہی نہ ہوئی تھی اسے دہرا رہا تھا۔ معلوم نہیں چترال میں وسیلہ کا واسطہ کن عورتوں سے پڑا تھا کہ اس کی ناگوار یاد اس کے ذہن سے چپک کر رہ گئی تھی۔ پتا نہیں ان عورتوں نے وسیلہ سے کیسا سلوک کیا تھا کہ وہ ڈر اور خوف کے شدید اثر میں آگئی تھی۔ سر کی چوٹ کا ذمہ دار کون تھا اور ایسی چوٹ کہ آج وہ اُس سمیت اپنے سبھی گھر والوں کو پہچان نہیں پا رہی تھی۔

منصب کی جیپ سڑک کنارے رُکی ہوئی تھی اور نظریں بار بار اُس کھڑکی کی جانب بھٹک رہی تھیں، جن کے پیچھے بیٹھی وسیلہ چند ماہ پہلے والی وسیلہ سے یکسر مختلف تھی۔ نہ صرف اس کی ذہنی حالت بلکہ دکھائی دیتا حلیہ بھی پرانی وسیلہ سے میچ نہیں کرتا تھا۔ ارحم کی بیوی بن کر وسیلہ نے نجانے کیا کچھ سہا تھا، پر منصب کے افسوس کی وجہ اس کا وہ فیصلہ تھا جس نے آج وسیلہ کو اس حال میں پہنچا دیا تھا۔ کاش اس نے ارحم کے طعن و تشنیع کو اتنی سنجیدگی سے نہ لیا ہوتا۔ کاش یہ معاملہ اس کی غیرت کا سوال نہ بنتا..... اور آگے..... آگے کیا ہونے والا ہے..... ارحم اس کا تایا زاد، وسیلہ اسی تایا زاد کی بیوی، اِدھر وہ میمونہ اور رمشہ کی سگی بہن کے طور پر بھی سامنے آئی تھی۔ منصب سے اس کے حوالے تبدیل ہونے والے تھے۔ کیا تھا آخر اِس سچ کے نتیجے میں ان دونوں کا مستقبل..... وہ مستقبل جو شاید ان دونوں کی راہوں کو کچھ اور کٹھن بنا سکتا تھا۔

منصب کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر سخت ہو رہے تھے، کوئی بھی سوچ کسی راہ کو سہل کرتی دکھائی نہ دے رہی تھی۔ معلوم نہیں یہ سب کس طرف جا رہا تھا۔

☆☆☆

"کچھ کام کر رہی تھیں؟" مومن نے موبائل سے سر اٹھا کر ایلیا کو دیکھا۔ وہ تولیے سے چہرا صاف کر رہی تھی۔

"جی نہیں..... بس ابھی ابھی فارغ ہوئی ہوں۔ آج سارا دن اتنی شرارتیں کی ہیں دونوں نے۔ اور اب دونوں ہی تھک کر سو گئے ہیں۔"

"اور وسیلہ!" وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ نظریں البتہ مکمل دھیان سے ایلیا پر جمائے تھی وہ بغور کچھ دیکھ رہا تھا۔ ایلیا کو البتہ ادراک نہیں تھا۔ وہ چہرا صاف کر کے اب ہاتھوں پر لوشن لگا رہی تھی۔

"امی اور مامی کو تو وہ دیکھتے ہی دروازہ بند کر دیتی ہے۔ مجھے بچوں نے تنگ کیے رکھا۔ مامی بتا رہی تھیں کہ انہوں نے ناشتہ وغیرہ فیروزہ کے ہاتھ بھجوایا۔"

"تو..... فیروزہ سے نہیں ڈرتی؟" مومن کو اچانک خیال آیا۔

"آں..... بتایا تو نہیں ایسا کچھ..... میرے خیال سے تو نہیں ڈریں۔" وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے سے ہٹ آئی۔ اور معلوم نہیں کہ ارادہ کیا تھا لیکن اس سے پہلے ہی مومن اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اسے شانوں سے تھام لیا

"جج۔ جی....." اس کا دل اُچھلا پھر ڈوبا..... بدک کر پیچھے ہوتے وہ گرتے گرتے بچی۔

"ایک منٹ!" مومن نے غصے سے ابرو بھینچے

www.pklibrary.com

اور اسے دوبارہ پکڑ کر سامنے کھڑا کیا۔ ”آرام سے نہیں ٹھہر سکتیں، کھا نہیں رہا۔“

”جی!“ اس نے سر جھکا لیا۔ دل تو قابو میں آیا ہی نہیں تھا۔ پتا نہیں کندھوں سے پکڑنا کیوں ضروری تھا۔ وہ بس سوچ کر رہ گئی اور مومن اسے تھام کر دوبارہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے لے آیا اور خود ہی اسٹول پر بٹھا دیا۔

”کیسے الجھے اور بکھرے ہوئے بال بنا رکھے ہیں۔ اب بندہ کم از کم کنگھی کے لیے تو کچھ وقت نکال لیتا ہے۔“

وہ نرمی سے کہتے اس کا الجھے بالوں والا جوڑا کھولنے لگا۔ ایلیا حیران تو ہوئی شرمندہ بھی ہوگئی کیونکہ صبح اس نے نیند سے اٹھ کر بنا کنگھی کیے ہی بال جوڑے میں سمیٹ لیے تھے۔ اور اب انہی چڑیلوں جیسے بالوں کا گچھا مومن کے ہاتھوں میں تھا اور وہ رو دینے کو تھی۔

”یعنی کہ حد ہوگئی۔ یہی وقت ملا تھا مہربان ہونے کے لیے۔“

وہ شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔ مومن نے اس دوران برش اٹھا کر اس کے بال سلجھانا شروع کر دیے تھے۔

ایلیا کی پلکیں ڈبڈبا رہی تھیں..... مومن کا ایسا رویہ تو اس نے تصور میں بھی لانا چھوڑ دیا تھا..... نرا دل ہی دُکھا تھا ہمیشہ..... کہاں تو بات بھی ڈھنگ سے نہیں کرتے تھے اور آج بال سلجھانا..... وہ جیسے بت بنی بیٹھی تھی۔

”پہلے تم اونچی پونی ٹیل بنایا کرتی تھیں..... تو لڑکی لگتی تھیں، وہ بھی چھوٹی سی لڑکی.....“ ایلیا نے دیکھا وہ اس کے بال بناتے بہت دھیمی مسکان لیے اسے یاد دلا رہا تھا۔ اور وہ کچھ مزید حیرت زدہ رہ گئی، منہ سے تو بولا ہی کچھ نہیں گیا۔

”ہوں..... ہوگئے سیٹ.....“ اس نے ہاتھ جھاڑ کر اپنی محنت دیکھی۔ ایلیا نے بھی خود کو آئینے میں دیکھا۔ مومن نے اس کے بال سلجھا کر اس کی اونچی پونی ٹیل بنا دی تھی۔ پھر سامنے رکھے اسٹینڈ میں سے لپ اسٹکس نکالیں۔

”ان میں سے کوئی کھلتا ہوا شوخ کلر لگاؤ۔“ اس نے لپ اسٹک ایلیا کے ہاتھ پہ رکھیں اور غائب دماغی سے اسے دیکھتے اس نے ایک لپ اسٹک علیحدہ کی۔

”اونہوں!“ مومن نے اس کے ہاتھ پہ انگلیاں مار کر لپ اسٹک گرا دی۔ ”سڑا ہوا پیکا رنگ۔ بالکل نہیں۔“

”جی!“ اس نے سر ہلا کر خود کو حاضر شو کیا اور ایک سرخ لپ اسٹک نکال کر سامنے کی۔

”میں نے نہیں لگانی محترمہ..... آپ لگا کر تھوڑی سی نازک جیولری بھی پہن لیں۔“

”کیوں.....؟“ اس نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔ حیرت تو اب مارے ہی ڈال رہی تھی۔

”میں تمہیں وسیلہ کے پاس لے جا رہا ہوں۔ اب تک تم اکیلی تھیں، اس لیے وہ ڈر رہی تھی۔ مجھ سے چونکہ نہیں گھبرائی تو میں تمہیں ساتھ لے جاتا ہوں۔“

”آ..... اچھا.....“ اسے جیسے کچھ کچھ سمجھ میں آیا۔ فوراً ہی چھوٹے چھوٹے ٹاپس اور ایک چین گلے میں پہن لی۔

”ٹھیک ہے؟“ وہ سامنے کھڑی ہوگئی۔

ہوں..... بہت..... وہ مکمل توجہ سے اسے دیکھتے بس کچھ کہتے کہتے خود کو روک گیا۔ اور ایلیا بھی سمجھ نہیں پائی کہ ”بہت“ سے یہاں کیا مراد تھی۔

دونوں وسیلہ کے کمرے میں آئے تو وہ تکیہ گود میں رکھے یونہی بیٹھی تھی۔ مومن کو دیکھ کر اس کے چہرے پہ بشاشت دوڑ گئی۔ دوپہر کو وہ اپنے پولیس والے دوست کے ساتھ اس کے کمرے میں آیا تھا اور اب۔ وسیلہ نے ناگواری کی نظر ایلیا پر ڈالی جسے مومن نے فوراً ہی بھانپ لیا، البتہ کہا کچھ نہیں اور سامنے والے بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہاتھ پکڑ کر ایلیا کو اپنے بالکل قریب بٹھا لیا۔

www.pklibrary.com

"کہو وسیلہ..... ہمارا پل تمہیں کیسا لگتا ہے؟" اس نے کہتے کے ساتھ ہی ایلیا کی پیٹھ کے پیچھے سے بازو لے جا کر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ ایلیا کا سانس تو مکمل رُک گیا، وسیلہ نے البتہ حیرت سے مومن کو دیکھا

"تم نے مجھے کنوینس کرتے ہوئے کہا تھا، ایلیا اگر میری وائف بنی تو مجھے مایوسی نہیں ہوگی۔ یہ بہت کمپرومائزنگ ہے۔ اور یاد ہے میں اُس وقت چڑ رہا تھا۔ جھنجھلایا ہوا تھا..... اِس کی کم عمری سے خائف تھا..... لیکن آج دیکھو..... کیا ہم ایک دوسرے سے الگ لگتے ہیں؟" اس نے ایلیا کو مزید اپنے قریب کرتے پیار سے دیکھا۔

"کہو نا وسیلہ....." اس نے ایلیا کی حیرت کو نظر انداز کرتے وسیلہ کی طرف دیکھا لیکن وہ خالی خالی نظروں سے ایلیا کو دیکھتے ابھی تک ناخوش دکھائی دیتی تھی۔

"ایلیا نے آج اگر میری زندگی کے بہت سے خلا پُر کیے ہیں تو اس کا کریڈیٹ تمہیں جاتا ہے۔ تو پھر کیا بات ہے وسیلہ کہ آج اسی ایلیا سے تم کسی بات پر خفا دکھائی دیتی ہو..... کچھ ہوا ہے کیا؟"

"نہیں....." وسیلہ نے سر نفی میں ہلایا، لیکن ایسا کہتے ہوئے اس کی خوف زدہ نظریں ایلیا پر تھیں۔ جیسے کوئی خوف کچھ کہنے کے آڑے آ رہا ہو۔

"ہم سب تمہارے اپنے ہیں وسیلہ اور یہ چاہتے ہیں کہ تم جلد سے جلد ٹھیک ہو جاؤ....."

"اگر آپ مجھ سے خفا ہیں آپی تو میں معافی مانگتی ہوں آپ سے..... لیکن پلیز ناراض نہ رہیں۔" ایلیا نے اپنے دونوں ہاتھ وسیلہ کے سامنے جوڑ دیئے اور وہ پھر بھی سر نیچے کئے خاموش بیٹھی رہی۔ ایلیا نے سوالیہ مومن کو دیکھا جس نے تسلی سے پلکیں موندیں۔

"اچھا تم آرام کرو وسیلہ..... میں کچھ دیر میں دوبارہ آتا ہوں، پھر بہت ساری باتیں کریں گے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا، ایلیا نے بھی پیروی کی اور دونوں باہر نکل آئے۔

"آج میں اکیلے میں اس سے کچھ تفصیلی بات کرتا ہوں، شاید یہ باقیوں کی وجہ سے زیادہ چپ رہتی ہے۔" وہ جیسے اپنے آپ میں بڑبڑایا۔

ایلیا نے غائب دماغی سے سر ہلا دیا تھا۔ مومن نے ایک نظر دیکھا، کمرے تک کے راستے میں ایلیا اسے بار بار چور نظروں سے دیکھتی آئی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ ایلیا کو وسیلہ سے بھی زیادہ چُپ لگی ہوئی ہے۔

"کچھ پوچھنا ہے.....؟ مومن نے ایک دم ہی سوال کیا۔"

"جی..... وہ چونکی..... "نن..... نہیں۔"

"اچھا..... کیوں.....؟ انداز میں حیرت تھی۔ وہ رک کر اسے دیکھنے لگا "کوئی سوال نہیں آ رہا اندر سے؟" انداز کچھ شرارتی سا تھا۔ ایلیا کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو کمرے میں گھس گئی اور ٹشو پیپر اٹھا کر لپ اسٹک اتارنے لگی۔ کچھ دیر پہلے کی مومن کی تمام باتیں خوش اور حیران کیے جا رہی تھیں۔ ہلاکو ایسی باتیں کہاں کرتا تھا جو ابھی کچھ عرصے سے شروع کر دی تھیں۔ اچھا بھلا وہ اس سے مخاطب ہو لیا کرتی تھی..... بات چیت بھی سہولت سے کر لیتی۔ اب تو بولتی ہی بند ہو گئی تھی۔

"کیوں اُتار رہی ہو.....؟" وہ اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔ آئینے میں اسے دیکھتا نظر آیا تو وہ گھبرا کر سامنے سے ہٹ گئی۔ مومن نے کلائی پکڑ کر اس کا رُخ موڑا تو وہ حیران حیران نظروں سے دیکھتے پیچھے ہٹنے لگی۔ مومن بھی آگے آتا گیا، یہاں تک کہ وہ دیوار سے لگ گئی۔ مومن نے ہنسی روکتے چہرا سنجیدہ کیا اور دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھے۔

"تمہیں پوچھنا چاہیے کہ..... وہاں وسیلہ کے سامنے میں وہ سب باتیں کیوں کہہ رہا تھا؟" جواباً وہ سر جھکائے کھڑی رہی، کہ پوچھنا تو چاہتی تھی پر ہمت کہاں تھی۔

"ایکچوئلی میں یہ سب وسیلہ کے خوف دور

www.pklibrary.com

کرنے یا یوں کہہ لو، اس کے ذہن میں پرانی یادیں واپس لانے کے لیے کر رہا ہوں۔ تم سے اس کا بات نہ کرنا اور گھبرانا مجھے اس وہم میں ڈال رہا ہے کہ کہیں اس کی یادداشت پہ اثر نہ پڑا ہو..... تمہاری پونی ٹیل اس لیے باندھی تاکہ اسے پرانی ایلیا کی یاد آسکے۔ اب ہم نے اپنا زیادہ وقت اسے پرانی باتیں یاد دلانے میں لگانا ہے۔ میں نے ہماری شادی کی یاد دلائی، کچھ جھوٹ بولے..... صرف اس سے پرانی یادیں دوہرانے کے لیے۔"

"جی؟" ایلیا نے خود کو مستعد ظاہر کرتے زور سے سر ہلایا، لیکن یہ آنکھیں کم بخت ایک ہی لفظ "جھوٹ" پر نم ہوئیں۔ وہ سر نیچے کیے زور زور سے پلکیں جھپک رہی تھی تاکہ پانی نیچے نہ گرے..... اور پیچھے سے مزید آنسو تو بالکل ہی نہ آئیں۔ وہ ایک خوبصورت جھوٹ کی اتنی مختصر مدت پر ابھی کھل خوش بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مومن نے وہ خوشی اس سے بڑی بے رحمی کے ساتھ چھین لی تھی۔ مومن نے اس کی پلکوں کے پانی کو دلچسپی سے دیکھا۔ ہونٹوں پر ہنسی آئی۔

وہ تو اسی نیچرل اظہار کے لیے اتنے دنوں سے سارا تردد کر رہا تھا۔ بہت دنوں سے جو کچھ خود محسوس کر رہا تھا..... خود سے ایک دن سوال کیا کہ مومن احمد جوابی اظہار کے متعلق کیا سوچتے ہو..... دل نے کہا جواب بھی اتنا فطری اتنا اپنائیت بھرا ملنا چاہیے۔

"اب وسیلہ کی حالت تو تمہارے سامنے ہے۔" اس نے لہجہ سنجیدہ رکھا۔

جی، میں سمجھ سکتی ہوں۔ اس نے سانس کھینچ کر خود کو نارمل کیا اور ایک سائیڈ سے ہو کر باہر جانے لگی۔

"باقی ہمارے سچ پر ہم کسی وقت آرام سے بات کریں گے۔"

مومن کی آواز نے اس کی سانس اور قدم بیک وقت روکے، پردہ ہٹا کچھ کہے باہر نکل گئی۔ "ہمارے سچ کے بارے میں کیا کہیں گے آپ..... جانتی ہوں۔"

اس نے بچن کی طرف جاتے اس بار بالکل اپنے آنسوؤں کو نہیں روکا۔ عروبہ کو بیاہ کر لانے کی بات کریں گے اور مجھے دل پہ جبر کر کے ہاں کہنی پڑے گی۔ اب وعدہ کر چکی ہوں۔۔ اور یہ بھی یونہی تو نہیں مانے تھے شادی کے لیے۔!

☆☆☆

سرسوں جیسے کھلے پیلے کپڑوں میں وہ خود بھی بہار کی کلی جیسی تر و تازہ تھی۔ تانیہ نے آج پہلی مرتبہ منصب کی محبت، اس کی وسیلہ کو دیکھا تھا۔ ہلکی سی دستک دے کر وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئیں تو وسیلہ نے اجنبی نظروں سے آنے والوں کو دیکھا۔ تانیہ کو وہ خالی خالی نگاہ بھی اتنی پسند آئی کہ وہ اس معصوم پری سے نظریں ہٹانا بھول گئی۔ معلوم نہیں کیسا دل کھینچ لینے والا خالی پن تھا اُن آنکھوں میں..... اور آنکھوں کی خوبصورتی اپنی جگہ، تانیہ کو ان آنکھوں کے سحر نے چونکایا تھا۔ وہ انہیں دیکھ کر اپنے آپ میں کمی کیوں تھی، فی الحال سمجھنا مشکل تھا۔

رمشہ نے آگے بڑھ کر پہلے مصافحہ کیا، پھر تانیہ آگے بڑھی اور اس کے سامنے والے سنگل پلنگ کے کنارے بیٹھ گئیں

"آپ..... کون؟" وسیلہ کی آواز بھی اس کی شخصیت جیسی خوب صورت تھی۔

"ہم یہاں قریب نئے آئے ہیں..... آپ کی طبیعت کا سنا تو پوچھنے آگئے۔" تانیہ نے بہت نپے تلے انداز میں بہت سنبھل کر آغاز لیا۔

منصب نے اس سے وسیلہ سے اپنی ملاقات کا احوال شیئر کرتے مدد مانگی تھی کہ اگلی بار اسے وسیلہ سے ایک ماہر نفسیات کے انداز میں ملنا ہے۔ اور یہ سب معاملات اس نے تانیہ پر چھوڑ دیے تھے کہ اُسے وہاں جا کر کیا کہنا ہے، کون سے سوال پوچھنے ہیں۔

البتہ اس ساری ملاقات سے اس نے بہت کچھ اخذ کر کے آنا ہے۔

www.pklibrary.com

"اچھا اچھا!" وہ پہلی مرتبہ ہلکا سا مسکرائی۔

"میرا نام تانیہ ہے..... اور یہ رمشہ ہیں۔۔ آپ سنائیں طبیعت اب کیسی ہے؟"

"جی اللہ کا شکر ہے، اب تو بہت بہتر ہے۔"

"اچھا..... الحمدللہ....." تانیہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئی۔ وسیلہ دو باتوں کا جواب دے کر اب غائب دماغی سے اپنی قمیض کے پرنٹ پر انگلیاں پھیر رہی تھی۔ سر نیچے جھکا ہوا تھا۔ اور ایکدم لاتعلق نظر آتی تھی۔ جیسے اب کچھ پوچھنا اور بتانا نہ ہو۔ رمشہ نے سوالیہ نظروں سے تانیہ کو دیکھا تو اس نے پلکیں جھپکیں۔ اب تو اُسی نے ہی بات کو آگے بڑھانا تھا۔

"آپ کیا کرتی ہیں وسیلہ..... مطلب اسٹڈیز وغیرہ؟ تانیہ نے اپنا انداز تعارفی سا رکھا جیسے پہلی ملاقات پر ہوتا ہے، معمول کے سوالات پوچھنے والا۔

"میں نے ایل ایل بی کیا ہے۔"

"اچھا..... ماشاء اللہ..... تو پھر..... پریکٹس وغیرہ؟" تانیہ نے خود کو پرجوش ظاہر کیا۔

"ابھی تک نہیں کرسکی۔" اس کے چہرے پر مایوسی چھا گئی "پہلے امی بیمار ہوگئی تھیں..... پھر میری طبیعت ایسی ہوگئی۔"

"او..... اچھا..... تو پھر اب؟" تانیہ نے بات کو جاری رکھا۔

"اب۔ تو۔ جب واپسی ہوگی۔ تب ہی۔" اس نے کندھے اُچکا کر اسی مایوس کن انداز میں جواب دیا اور سر جھکا لیا جبکہ رمشہ اور تانیہ نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔

"واپسی۔ کہاں..... وسیلہ.....؟" تانیہ نے رک رک کر بہت سوچ کر سوال کیا تو وسیلہ نے اپنی بڑی بڑی پلکیں اوپر اٹھا کر تانیہ کو دیکھا۔

"جی قید سے نکل کر۔" اس نے ایک بہت درد بھری آہ کھینچی تھی۔ تانیہ کو یہ ایک بہت مشکل گھڑی لگی۔ احتیاط سے آگے بڑھنا ہی مقصد تک پہنچا سکتا تھا۔ اسے جلد بازی سے کام نہیں لینا تھا۔ اس نے اپنا دماغ دوڑایا کچھ سوچا۔

اس دوران اپنا ہاتھ غیر محسوس طریقے سے رمشہ کے ہاتھ پر دبا کر اسے کچھ بھی بولنے سے منع کیا۔ رمشہ کا یونہی بنا سوچے کچھ کہہ دینا اس موقع پر سارے کھیل کو بگاڑ سکتا تھا۔ اِدھر رمشہ بھی سانس روکے اس حیرت انگیز جواب کے اگلے مرحلے کی منتظر تھی۔

"کیا..... ہم..... آپ کی کوئی مدد کرسکتے ہیں..... میرا مطلب ہے اس قید سے نکلنے میں؟" اس نے آواز کو نیچا رکھتے اپنا منہ وسیلہ کے کچھ قریب کیا۔ جس پر وسیلہ کی آنکھوں میں ہلکی سی امید کی چمک پیدا ہوئی۔ اس نے بے ساختہ دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

"اِن لوگوں نے آپ کو اندر کیسے آنے دیا؟" اس بار وسیلہ کی آواز بھی دھیمی تھی۔

"بس ہم خود ہی آگئے..... باہر کوئی دکھائی نہیں دیا۔" تانیہ ایک بار پھر محتاط تھی۔

"آپ میری مدد کریں گی؟" وسیلہ کا حلق خشک ہوا..... امید کی اس ہلکی سی کرن کو وہ اپنے مقابل بیٹھا دیکھ رہی تھی۔

"جی وسیلہ..... آپ مجھے بہت اچھی لگی ہیں..... میں آپ کی مدد ضرور کروں گی۔ اور کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔" وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر فوراً وسیلہ کے مقابل جا بیٹھی۔ لہجہ بھی سرگوشیانہ کرلیا

"آپ پلیز جلدی سے مجھے اپنا مسئلہ بتائیں، ایسا نہ ہو کوئی آجائے۔" تانیہ نے اس کا سفید کومل ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"وہ..... مم..... مجھے اپنی امی کے پاس جانا ہے۔ وہ بیمار ہیں، مجھے بہت یاد کرتی ہیں، لیکن یہ لوگ جانے نہیں دیتے۔"

"آپ کی امی کہاں ہیں اس وقت؟ تانیہ نے سوال کیا۔"

"ہم میاندم سے ہیں۔ میری ساری فیملی وہاں ہے۔۔ یہاں ایک بھائی رہتا ہے اچھا سا، اسی نے

www.pklibrary.com

میرا علاج کروایا ہے لیکن وہ مجھے ساتھ نہیں لے جارہا۔ وہ ان لوگوں کو اچھا سمجھ رہا ہے۔"

"اچھا۔" تانیہ نے پھر کچھ دیر رک کر سوچا۔ وسیلہ کی باتیں الجھی ہوئی سی تھیں۔ اس لیے بہت سوچ کر آگے بڑھنا تھا۔ وہ اس وقت میاندم میں موجود تھی اور اپنی فیملی حتیٰ کہ اپنی ماں کے پاس تھی لیکن جو وہ کہہ رہی تھی، وہ اس ساری صورت حال سے میچ نہیں کررہا تھا۔

"اچھا..... تو وسیلہ..... یہاں کون کون آپ کا دشمن ہے؟ مجھے کس سے بچ کر رہنا ہوگا؟"

"وہ تین عورتیں۔" وسیلہ کی آنکھوں میں ایک خوف تھا۔

"کون سی تین عورتیں؟" تانیہ کا دل اب دھڑک رہا تھا۔

"وہی سب جو یہاں رہتی ہیں....." اس کی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"ان کے نام کیا ہیں؟"

"نام..... وسیلہ یک دم سوچ میں پڑ گئی۔ پھر سر اٹھا کر تانیہ کو دیکھتے سر نفی میں ہلایا۔" نام تو مجھے کسی کا یاد نہیں ہے۔"

"اچھا کوئی بات نہیں۔ میں کچھ سوچتی ہوں۔ آپ بس مجھے دو چار دن دے دیں۔"

"آپ..... کریں گی میری مدد؟"

"ہاں ضرور..... آپ مجھ پر بھروسا رکھیں۔" تانیہ نے مسکرا کر پھر اس کا ہاتھ دبایا اور تب ہی ایلیا ٹرے ہاتھ میں لیے اندر داخل ہوئی..... وسیلہ کا ہاتھ ابھی تک تانیہ کے ہاتھ میں تھا۔

وسیلہ نے جلدی سے ہاتھ چھڑوا کر دونوں ہاتھ اپنی گود میں باندھ لیے۔ اور دانستہ تانیہ سے کچھ دور ہٹ کر بیٹھ گئی..... ایلیا سے چائے کا کپ لیتے اس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ آگئی تھی۔ تانیہ نے دیکھا کہ ایک بار پھر وہ سہمی ہوئی ہرنی لگ رہی تھی۔ جبکہ درمیان کا تمام وقت وہ بالکل نارمل لگتی رہی تھی۔ بول چال بھی متوازن تھی۔ پر اب ایلیا کو دیکھ کر نجانے کیوں۔

تانیہ نے ابرو کے اشارے سے ایلیا کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور وہ بھی چونکہ اس سارے معاملے میں شریک تھی اس لیے فوراً سمجھ کر باہر نکل گئی۔

"وسیلہ..... یہ لڑکی کون تھی؟"

"یہ ان کی کام والی ہے۔ بہت خطرناک ہے۔" وسیلہ کے چہرے پر ایک خوف دکھائی دیتا تھا۔

"او۔ اچھا!" تانیہ نے زیادہ تبصرہ نہیں کیا۔ "اچھا وسیلہ۔ ہم دوبارہ آئیں گے۔ آپ آرام کریں..... اور ایک اچھی خبر کا انتظار بھی....." وہ اس کا شانہ تھپک کر رمشہ کو اشارہ کرتی فوراً ہی باہر نکل آئی۔

"کیا بتا۔ کچھ پتا چلا؟" ایلیا ہی سب سے پہلے ان دونوں کی جانب لپکی۔

"ابھی تو کچھ بھی سمجھنا مشکل ہے۔ میرا خیال ہے مجھے آنے والے دنوں میں دوبارہ وسیلہ سے ملاقات کرنی ہوگی۔ اس سے آہستہ آہستہ ہی کھلا جا سکتا ہے۔ تاکہ اس کے ذہن پر کسی قسم کا دباؤ نہ پڑے۔ اور....." وہ ذرا دیر کو رکی "کیا میں مومن بھائی سے بات کرسکتی ہوں۔"

"جی جی..... آپ میرے کمرے میں آجائیں۔ وہ اُدھر ہی ہیں۔" ایلیا ان دونوں کو لیے کمرے میں آئی تو مومن اضطراری کیفیت میں یہاں وہاں ٹہل رہا تھا۔ عالی کو اس نے گود میں اٹھا رکھا تھا۔

ایلیا نے آگے بڑھ کر عالی کو اس سے لے لیا۔ مومن بنا کچھ کہے بس سوالیہ نظروں سے تانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ تانیہ نے وسیلہ اور اپنی گفتگو دہرا دی۔

"تو..... آپ کو کیا لگتا ہے مس تانیہ، ان سب باتوں کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔؟"

"معاملہ تو یادداشت کا ہی لگتا ہے۔ لیکن یہ صرف یادداشت کا جانا نہیں ہوسکتا، کیونکہ وسیلہ کے

www.pklibrary.com

اندر کچھ خوف بھی ہیں۔ اور مجھے لگتا ہے، وقتاً فوقتاً اس سے ملتے رہنا بہت ضروری ہے۔

"کیا آپ ہماری مدد کریں گی تانیہ.....؟" ایلیا نے بے ساختہ کچھ ایسے پوچھا جیسے منت کر رہی ہو۔ تانیہ کے ساتھ مومن نے بھی چونک کر ایلیا کو دیکھا۔ وہ اپنی پلکیں زبردستی جھپک رہی تھی۔ بولا بھی بڑی مشکل سے گیا تھا۔ لہجہ نم تھا۔

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے ایلیا!" تانیہ نے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ "میں بنا آپ سب کے کہے نہ صرف مدد کے لیے تیار ہوں بلکہ مجھے آپ سب کا ساتھ بھی چاہیے۔"

"اور امی.....؟" اس بار ایلیا اپنی آواز پہ قابو نہیں رکھ پائی۔ مومن نے بڑی مشکل سے خود پہ ضبط کیا۔

"ان سب کو بھی بتانا پڑے گا۔ اگرچہ یہ ایک مشکل مرحلہ ہوگا۔ لیکن یہ بہت ضروری ہے کیونکہ ہم سب نے مل کر وسیلہ کو اس مرض سے نجات دلانی ہے۔"

تانیہ کا لہجہ حتمی تھا۔ ایلیا نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں مومن کی جانب اٹھائیں جس پر اس نے تسلی آمیز انداز میں سر ہلایا۔

"ہم کریں گے۔ ڈونٹ وری۔ اور وسیلہ کا باقی علاج.....؟ میرا مطلب ہے وہ دوائیں وغیرہ؟" مومن نے اس بار سوالیہ انداز میں تانیہ کو دیکھا۔

"اس کے لیے مجھے وسیلہ کے سرجن ڈاکٹر سے بات کرنی ہوگی۔ لیکن فی الحال مجھے ایک دو مرتبہ پھر سے یہاں آ کر وسیلہ سے بات کرنی ہوگی۔ اس کی یادداشت کے متعلق حتمی رائے کچھ وقت کے بعد ہی دے پاؤں گی۔ لیکن بہرحال تسلی رکھیں۔ علاج سے وسیلہ ٹھیک ہو سکتی ہے۔ اور بہت جلد ان شاء اللہ۔" تانیہ پر یقین تھی یا نہیں لیکن اُن سب کے سامنے اپنا لہجہ مستحکم رکھا۔

"ہاں بس ایک بات کا دھیان رہے کہ آپ سب وسیلہ سے بہت سوچ سمجھ کر بات چیت کیا کریں گے۔ ایسا کوئی سوال مت کریں جس سے وسیلہ کے دماغ پر اوور برڈن پڑے۔" تانیہ کھڑی ہوگئی۔

"نہیں، میں سب کو منع کر دوں گا..... سوائے آپ کے وسیلہ سے کوئی بھی کچھ جاننے کی کوشش نہیں کرے گا۔ آپ چونکہ پیشنٹس کو ڈیل کرنا جانتی ہیں تو یہ کام بھی آپ ہی کیجیے گا۔"

مومن بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ رمشہ اور تانیہ جانے کی اجازت لے کر اسی وقت روانہ ہوگئے۔ اور ایلیا نے تھکے تھکے انداز میں مومن کو دیکھا کہ جس کے سر پر اب ایک اور بڑی ذمہ داری آ گئی تھی۔ اور اس نے بھی جیسے ٹھان لی تھی کہ اب اگر بتانا ہے تو پھر دیر کیسی۔ وہ اسی وقت رضوانہ پھوپھو اور امی کی طرف روانہ ہوگیا۔

☆☆☆

رات کچھ آدھی سے اوپر بیت چکی تھی.....

مومن کو تو کچھ ایسا ہی لگا جیسے وہ بہت لمبی نیند سے جاگا ہو..... اور وہ بھی کسی آواز سے۔ اس نے اٹھ کر سامنے دیکھا۔ سونے کی ترتیب ابھی تک وہی تھی۔ عابی اس کے پاس بیڈ پر سوتا تھا اور ریبا نیچے میٹرس پر ایلیا کے ساتھ..... لیکن مدھم سی باہر سے آتی روشنی میں صرف ریبا سوئی دکھائی دی۔ ایلیا کمرے میں کہیں نہیں تھی۔

بچے تو دونوں بے خبر سو رہے تھے۔ معلوم نہیں اس کی آنکھ کیسی آواز سے کھلی تھی۔

اس نے کمرے کے دروازے کو دیکھا کہ شاید ایلیا کسی کام سے باہر نکلی ہو اور اسی کی آواز آئی تھی لیکن کمرے کا دروازہ بند تھا حتیٰ کہ چٹخنی بھی چڑھی تھی۔ اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے واش روم کے دروازے کو دیکھا۔ لیکن نیم وا دروازہ تاریک دکھائی دیا۔ ایلیا اندر گئی ہوتی تو لائٹ جل رہی ہوتی۔

وہ مسہل ہٹا کر بستر سے نیچے اترا۔ ایلیا کہاں تھی..... وہ کارپٹ پر ننگے پاؤں چلتا چھوٹے

www.pklibrary.com

کمرے کے دروازے تک آیا، دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا..... وہ تھوڑا اور آگے آیا تو ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔ یہاں نائٹ بلب آن تھا..... مومن نے لائٹ آن کرنے کے لیے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن پھر بچوں کی ڈسٹربنس کے خیال سے واپس کھینچ لیا۔ ایلیا کو بھی کسی کی آمد کا احساس ہوا تو اس نے سر اٹھایا۔

"کیا ہوا..... روکیوں رہی ہو؟" وہ اس کے قریب نیچے قالین پر بیٹھ گیا۔ "ایلیا..... کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں....." اس نے اپنا چہرا ہتھیلیوں سے رگڑا اور اپنی جگہ سے اُٹھنے لگی جیسے اپنی ایسی کیفیت کے سامنے آنے پر شرمندہ ہو۔ لیکن مومن نے اسے اُٹھنے نہیں دیا اور کلائی سے پکڑ کر دوبارہ بٹھا دیا۔

"بتاؤ نا..... کیا ہوا ہے؟"

"بس ویسے ہی دل بھر آیا۔" وہ نیچے دیکھ رہی تھی۔

"وسیلہ کی وجہ سے۔؟" مومن نے نرمی سے استفسار کیا۔ ایلیا کی کلائی ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی۔ ایلیا نے وسیلہ کے نام پر پہلے ہاں میں سر ہلایا، پھر ناں میں..... مومن مزید حیران ہو گیا۔

"کیا مطلب ایلیا..... یار صاف صاف بتاؤ۔"

"وسیلہ آپی کی پریشانی تو ہے..... لیکن امی کی بہت فکر ہے..... اُن کی حالت دیکھی تھی شام کو....." وہ کہتے کہتے ساتھ پھر سسکنے لگی۔

مومن نے تانیہ اور رمشہ کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد امی اور پھوپھو کو پاس بٹھا کر ساری صورت حال بتائی تھی۔

فوری طور پر تو اُسے ہرگز ایسا نہیں لگا کہ پھوپھو نے بات کو اس قدر سنجیدگی سے لیا ہے، لیکن کچھ ہی دیر میں ان کی طبیعت اتنی بگڑ گئی کہ انہیں ایمرجنسی لے جانا پڑا..... شوگر لیول اور بلڈ پریشر دونوں ہی بہت ہائی تھے۔ تین گھنٹے انہیں ہاسپٹل میں ہی رکھا گیا..... شام کو گھر واپسی ہوئی اور ان کی طبیعت قدرے بہتر لگی۔

"اگر امی کو کچھ ہو گیا تو وسیلہ آپی کو تو خبر بھی نہیں ہو گی کہ ان کی ماں کے ساتھ کیا ہوا۔ وہ تو امی کو پہچانتی ہی نہیں۔ مجھے اتنا ڈر پہلے کبھی نہیں لگا۔" وہ ہچکیاں لے کر روتے کہتی چلی جا رہی تھی اور اپنے آپ میں سمٹتی جا رہی تھی۔

"تحریم آپی دنیا سے چلی گئیں، وسیلہ آپی پہچاننے سے انکاری ہیں..... اور امی کی حالت کسی منجرے سے بہتر ہوئی ہے..... لیکن اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میں بالکل اکیلی ہو جاؤں گی....."

"کسی کو کچھ نہیں ہو گا پاگل۔ اور اکیلی کیوں..... ہم سب ہیں نا۔"

"میرے گھر والے مجھ سے دور جا رہے ہیں۔"

"اور میں؟ میں کچھ نہیں ہوں تمہارا؟"

"آپ بھی تو کچھ نہیں لگتے..... وہ اچانک ہی چہرا ہاتھوں میں چھپا کر اتنا روئی کہ بہت دیر تک مومن چپ کا چپ بیٹھا رہ گیا۔

"مجھے..... یہاں..... دل میں....." وہ سسک سسک کر پھر بولنا شروع ہو گئی۔ مومن بغور اُسے سن رہا تھا۔ "بڑی دیر سے بہت درد ہو رہا ہے..... جیسے..... ایک ایک کر کے..... سب ہی بچھڑنے لگے ہیں..... دور جانے لگے ہیں..... پھر دل چاہتا ہے، ہم بھی کیوں زندہ ہیں..... ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے..... میری بہن کے ساتھ..... وہاں۔ کیا ہوا ہو گا..... وہ کیا بھی بتا پائیں گی..... کیا ہم سب پہلے کی طرح خوش۔"

وہ اپنے روتے لہجے کی وجہ سے بات بھی مکمل نہیں کر پا رہی تھی۔ سسکیاں اس کے کنٹرول سے باہر تھیں۔

"بس کرو ایلیا..... بس کرو....." مومن نے بے اختیار اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

وہ بالکل ہی آپے سے باہر ہو رہی تھی۔ مومن

www.pklibrary.com

جانتا تو تھا کہ وہ کتنے نازک، کتنے حساس دل کی مالک ہے لیکن یہ حساسیت آج اسے کتنا درد دے رہی تھی، کہیں اس کی ایلیا کو کچھ ہو نہ جائے۔۔ مومن کا دل بڑے کرب سے دھڑکا تھا۔ اس نے ایلیا کو مزید بھینچ لیا۔

"نہ میں تمہیں کچھ ہونے دوں گا، نہ ہی وسیلہ، نہ پھوپھو..... تم سب میرے لیے بہت قیمتی ہو..... وسیلہ ہمیں پہچانے گی، ہمارے بیچ واپس آئے گی، یہ میرا تم سے وعدہ ہے ایلیا....." وہ اس کے بالوں اور اس کی پشت کو محبت کی نرمی سے سہلا رہا تھا۔

"مت بھولو کہ صرف پھوپھو اور وسیلہ ہی تمہاری فیملی نہیں۔"

"امی، بابا، ہمارے بچے۔۔ میں..... ہم سب تمہاری فیملی ہیں..... میں تمہیں کبھی خود سے جدا نہیں ہونے دے سکتا، تمہاری زندگی، تمہاری خوشیاں صرف مومن سے مکمل ہوں گی..... تم کبھی کوئی حسرت، کبھی کوئی ادھورا پن محسوس نہیں کرو گی..... میری محبت، میرے دل، میری پوری زندگی پر تمہارا حق ہے ایلیا۔"

وہ اسے لپٹائے کہتا جا رہا تھا اور ایلیا پچھلا درد بھول کر ایک نئی حیرت میں غرق تھی..... مومن کی باتیں اس کا یہ روپ..... وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کب اس کی تسلی، اس کے دل کی کیفیات میں شامل ہوئی، اسے بے خود کرتی گئی..... وہ جو کہہ رہا تھا۔ ہرگز سوچا سمجھا ہوا نہیں لگ رہا تھا..... وہ تو جیسے اندر سے اپنے آپ باہر آ رہا تھا۔

بڑی دیر بعد مومن کی گرفت کچھ اچانک جیسے ایک جھٹکے سے ڈھیلی پڑی..... اور وہ خواب کی کیفیت سے باہر آیا..... تب بڑی دیر بعد ارد گرد کے ماحول کو بغور دیکھا، سمجھا اور جونہی سمجھ میں آیا وہ فوراً وہاں سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

بڑے کمرے میں آ کر دیوار سے پشت ٹکاتے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں لبوں پہ رکھے وہ اپنے ہی جملوں پہ حیرت زدہ تھا..... یہ اتنی ڈھیر ساری محبت کیسے اور کب سے اس کے اندر سما گئی تھی۔ وہ تو خود بے خبر تھا اپنے جذبات سے، اپنے دل..... وہ بے ساختہ ہنس دیا..... یہ دل..... یہ بھی کیا عجوبہ تخلیق ہے قدرت کی۔ سوچ بچار سے اسے کیا لینا۔ کب اور کیسے کوئی بنا آہٹ کیے دبے پاؤں اندر آ جائے۔ اور بندہ حیران کھڑا سوچنے لگے کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔

☆☆☆

رضوانہ کی طبیعت آج بالکل ٹھیک لگ رہی تھی۔ ایلیا ناشتہ لے کر امی کے پاس آئی تو ندرت مامی ان کے پاس بیٹھی تھیں۔ کھانا کھلا کر اس نے امی کو دوائیں وغیرہ دیں۔ اب وہ نارمل انداز میں وسیلہ کی پرابلم کو ڈسکس کر رہی تھیں۔ اور تانیہ کی باتوں کو سننے کے بعد قدرے پرامید بھی لگ رہی تھیں۔ مامی نے ان کی تانیہ سے فون پر بات کروائی تھی جس کے بعد وہ اور بھی مطمئن لگ رہی تھیں۔

مومن نے ہی رات ہاسپٹل سے واپس آ کر تانیہ سے بات کی تھی کہ رضوانہ آنٹی کی تسلی کی خاطر وہ اس معاملے کو بہت عام اور معمولی نوعیت کا بتائے گی۔ تانیہ خود بھی خاصی سمجھ دار تھی۔ اس نے رضوانہ آنٹی کی خوب تسلی کروا دی تھی۔

ایلیا انہیں دوائیں دے کر واپس کچن میں آئی تو مومن وہاں کھڑا کف کے بٹن بند کر رہا تھا۔ رات کی باتوں کے نئے نئے احساس نے ایلیا کے قدم صرف جھجک سے نہیں روکے تھے بلکہ اُن میں ایک خوش گوار یت، ایک ناقابل بیان سی اپنائیت بھی تھی۔ وہ مومن کی طرف مکمل دیکھ ہی نہیں پائی اور چولہے کی طرف بڑھ گئی۔

اُسے مومن کو ناشتہ دینا تھا لیکن دماغ بالکل غیر حاضر ہو چکا تھا۔ وہ چولہے کے نزدیک آ کر رُکی ضرور تھی لیکن دھیان کا خانہ بالکل بلینک تھا۔ اسے چولہا جلا کر مومن کے لیے چائے گرم کرنی تھی..... لیکن وہ وہاں کھڑی خالی خالی نظروں سے کیتلی کو دیکھ رہی تھی، اسے کیا کرنا تھا کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔

www.pklibrary.com

مومن کچھ دیر تو ساکت کھڑی ایلیا کو دیکھتا رہا، لیکن پھر سمجھنے میں بس بہت تھوڑا وقت لگا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی۔ ایلیا کی اس کی جانب پشت تھی، منہ کیتلی کی طرف تھا۔ وہ چند قدم آگے آتے بالکل اس کی بیک پر آیا اور ایک ہاتھ سائیڈ سے آگے لے جاتے چولہا آن کردیا۔ ایلیا ایک دم چونک کر پرے ہوئی اور بلاوجہ ادھر اُدھر ہاتھ مارنے لگی..... دماغ ابھی بھی حاضر نہیں لگ رہا تھا۔

اسے اب چائے کا کپ اور چھلنی نکالنا تھی لیکن اُس نے ہاتھ میں پلیٹ اُٹھائی تھی۔ مومن نے دونوں لب دانتوں میں دبا کر ہنسی روکی، خود ہی کپ اور چھلنی بھی سیدھے کیے۔ اپنے لیے چائے ڈالی۔ ایلیا سامنے سلیب کو دیکھتے ہاتھ میں ہنوز پلیٹ لیے کھڑی تھی۔ مومن نے چائے کا کپ اٹھایا اور اس کے نزدیک آتے چمچا اس کے کان کے قریب کیا۔

"میں..... چائے کے ساتھ پلیٹ نہیں پراٹھا کھایا کرتا ہوں، اور وہ شاید ہاٹ پاٹ میں ہوگا۔" وہ اُسے یاد دلاتا چھوٹی ٹیبل کے قریب جا بیٹھا اور ایلیا شرمندہ سی مسکرادی۔ ہتھیلی تصور میں نہیں بلکہ حقیقتاً ماتھے پہ ماری جس پر مومن کو اور بھی ہنسی آئی۔ ایلیا نے ہاٹ پاٹ اس کے سامنے لاکر رکھ دیا۔

"انڈا بنادوں؟"

"نہیں بس، مکھن اور شہد....." اس نے خود ہی اٹھا کر اپنے قریب کرلیے۔ ایلیا واپس پلٹنے لگی جب مومن نے کلائی پکڑ کر روکا۔

"بیٹھو....."

"جی....." وہ فوراً ہی کسی معمول کی طرح سامنے کرسی پر ٹک گئی۔ ہاتھ البتہ چھڑالیا۔

"ناشتہ کرلیا ہے؟" مومن نے پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔ مومن نے مسکرا کر اپنے پہلے نوالے کو دیکھا اور تھوڑا سا آگے ہوتے ہاتھ ایلیا کے منہ کے قریب کیا، ایلیا نے حیرت سے دیکھا..... لیکن پھر آگے بڑھ کر لے بھی لیا۔

"جاؤ..... اپنی چائے لے آؤ..... مل کر ناشتہ کرتے ہیں۔"

"لیکن....." وہ گھڑی دیکھنے کی کوشش کررہی تھی، جیسے یاد دلانا چاہتی ہو کہ وہ لیٹ ہورہا ہے۔ منہ سے البتہ کہا نہیں گیا۔

"کیا لیکن..... جاؤ چائے لے آؤ، آج سے ہم اکٹھے کھایا کریں گے۔"

"جی..... وہ میں چائے نہیں پیتی۔" اس نے اپنی مجبوری بتائی اور مومن بری طرح حیران ہوا، اسے واقعی نہیں پتا تھا۔

"بڑی بدذوق ہو..... کمال ہے، چائے کیوں نہیں پیتیں۔"

"بس پتا نہیں، بچپن سے کبھی نہیں پی۔"

"تو اب پیا کرو..... بہت مزے کی ہوتی ہے۔" مومن نے مسکرا کر اپنا کپ اس کے آگے کھسکایا۔ اور ایلیا جو بڑی دیر سے خود کو جیسے کسی مشکل میں گھرا محسوس کررہی تھی..... ایک دم مسکرادی۔ مومن کی ہلکی پھلکی باتیں، خود بخود رات کے اثر کو دوستی کے رنگ میں ڈھال رہی تھیں اور وہ اتنی دیر سے ساکن دماغ لیے ان لمحوں کی خوبصورتی کو خود اپنے ہاتھوں غارت کررہی تھی۔ اگرچہ یہ بھی محبت کی گہرائی تھی۔ جتنی شدت سے ہم کسی کو اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔۔۔ سامنا ہونے پر وہی ہمیں پتھر کا بنادیتا ہے۔

لیکن مومن مرد تھا۔ اپنے کہے کا مان رکھنے والا مرد..... جو اس نے رات کہا اگرچہ بنا سوچے، بنا طے کیے ادا ہوگیا لیکن اب جبکہ اظہار ہوچکا تو کیسے ممکن تھا کہ وہ دوبارہ اسی مقام پہ جا ٹھہرتا۔ ایلیا نے چائے کا کپ ہاتھ میں لے کر ایک گرم گھونٹ لیا اور کپ واپس رکھتے مومن کی طرف دیکھا۔

"جی..... بہت اچھی ہے۔"

"ہوں....." وہ اسے مسکرا کر دیکھتے کپ اٹھا کر منہ سے لگانے لگا لیکن ایلیا نے فوراً ہاتھ بڑھا کر روک دیا۔

"میں آپ کے لیے اور لاتی ہوں..... یہ تو

www.pklibrary.com

جھوٹی ہوگئی۔"

"یہ جھوٹا سچا مجھے نہیں سمجھاؤ..... یہی ٹھیک ہے۔" وہ مسکرا کر اپنے ناشتے میں مصروف ہوگیا اور ایلیا بس محبت سے دیکھ کر رہ گئی۔ اس دن کے بارے میں اس نے کب سوچا تھا۔

☆☆☆

مومن نے آفس سے نکل کر منصب سے رابطہ کیا تو پتا چلا کہ وہ ڈیوٹی سے فارغ ہو کر اپنے گھر پہنچ چکا ہے۔ منصب نے اسے بھی وہیں بلالیا۔ مومن آفس سے سیدھا منصب کے گھر آگیا۔

"کیسی طبیعت ہے امی کی؟" منصب نے آواز شاید رشمہ کی وجہ سے نیچی رکھی۔ مومن نے ایک نظر کچن کی طرف دیکھا پھر منصب کو۔

"سسز کو نہیں بتایا؟"

"ابھی کسی کو نہیں بتایا، بڑی بہن تھانہ سے آجائے تو پھر۔"

"کیسا لگتا ہے منصب..... یہ سب بہت ناقابل یقین ہے۔"

"درد ہوتا ہے....." منصب نے بے ساختہ آہ بھری تھی۔ مومن چونک سا گیا "خود کو وسیلہ کا مجرم سمجھتا ہوں۔"

"نہیں، میں تمہارے معاملے کی بات کر رہا ہوں۔" مومن کچھ الجھ سا گیا۔ منصب اسے دیکھ کر ہنس دیا۔

"میں بھی اسی معاملے کی بات کر رہا ہوں۔ رشتوں ناتوں کی یہ انقلابی تبدیلی اپنی جگہ مومن لیکن درد اس بات کا ہے کہ اگر مجھے اس وقت اس بات کا علم ہوگیا ہوتا تو میں ارحم کے طعنوں اس کی دھمکیوں میں تو نہ آتا، اور نہ ہی وسیلہ اس حال کو پہنچتی..... دادی کے عمل کے پیچھے ان کے ڈر، ان کے خوف تھے اس لیے انہیں تو الزام نہیں دے سکتا لیکن قدرت سے بھی کیا شکوہ کروں....."

"فی الحال یہ سب مت سوچو منصب اور پیچھے مڑ کر دیکھنے کا فائدہ بھی کیا ہے..... فی الحال ہمیں وسیلہ کی صحت پر فوکس کرنا ہے۔"

"کیسی طبیعت ہے اس کی؟" منصب نے بھی اپنا دھیان پچھلی باتوں سے ہٹایا

"یار تم سے آج بہت کچھ ڈسکس کرنا ہے..... سب سے پہلی بات یہ کہ ڈاکٹر تانیہ سے کب اور کیسے ملاقات ہوسکتی ہے؟"

"تانیہ یہاں سے تیسرے ڈور پر رہتی ہے..... میں ابھی کال کر کے پتا کر لیتا ہوں، اگر وہ فری ہے تو یہیں ملنے آجائے گی۔"

"اوکے..... گڈ..... دراصل میں آج انہیں بطور ایک سائیکاٹرسٹ کے وسیلہ کے لیے ہائیر کرنا چاہتا ہوں..... ان کی فیس وغیرہ ان کے ورژٹ....."

"ورژٹ وغیرہ کے متعلق ضرور پوچھو..... لیکن فیس کی بات وہ نہیں سنے گی۔" منصب ذرا سا مسکرایا تو مومن کو حیرت ہوئی

"کیوں....."

"بھئی..... میں آل ریڈی اسے ہائیر کر چکا ہوں۔ اور یہی سب کہا ہے لیکن وہ فیس وغیرہ نہیں لے گی..... اچھی نیکی بات یہ ہے مومن! کہ تانیہ نے ایک حادثے کی وجہ سے اپنا کلینک اور کام دونوں چھوڑ دیے تھے۔ اس کی تفصیل میں پھر کسی وقت سناؤں گا..... لیکن یہاں میاندم میں باوجود ہم سب کے فورس کرنے کے وہ دوبارہ کلینک کھولنے پر تیار نہیں ہوئی..... البتہ اب وسیلہ کی بیماری کے بعد جب میں نے اس سے باقاعدہ اس کے علاج کے لیے فیور مانگی تو تانیہ نے اسے میری دوستی کی خاطر ایک چیلنج سمجھتے ہوئے قبول کرلیا ہے۔

اور اگر اس کی کوششوں سے وسیلہ مکمل صحت یاب ہوجاتی ہے تو نہ صرف اس کا اعتماد بحال ہوگا بلکہ وہ اپنا کلینک بھی دوبارہ کھول لے گی۔ لیکن شرط یہی ہے کہ وہ اپنے چیلنج کی راہ میں ایک روپیہ بھی وصول کرنے کو تیار نہیں۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

☆☆

www.pklibrary.com

آم جمرد کے کیوں کھڑی ری لاڈو
کیا تیرا من پچھتائے رے
اک پچھتاوا یہ کروں ری اماں
میں گوری، ساس کے جائے سانورے

آج تین دن سے گھر میں ڈھولک کھڑک رہی تھی۔ شام ہوتے ہی جانے کہاں سے لڑکیاں قافلے کی صورت نمودار ہوتیں، پھر ہنسی قہقہے، ڈھولک کی دھم دھم۔ کان پڑی سنائی نہ دیتی۔

جنید میاں نے بھلا یہ شور شرابا، یہ ہنگامہ کب دیکھا یا سنا تھا۔ گیارہ سال کے بعد پاکستان آئے تھے۔ زچ ہو گئے۔ بقول چچی جان کے، ان کو اسی لیے اوپر کا کمرا دیا گیا تھا کہ شور سے پریشان نہ ہو جائیں۔ لیکن آوازیں ہوا کے دوش پر لہراتی کھڑکی سے، روشن دان سے کمرے میں پہنچ جاتیں۔ کھڑکی بند، روشن دان بند۔ مگر جھریوں کے یا دراڑوں کے ذریعے سفر کرتی جنید میاں کی سماعت میں گنگناتیں۔ رات کے وقت کہیں جا بھی نہیں سکتے تھے۔ کسی سے واقفیت نہ تھی۔ راستے بھی انجانے۔ چچا جان نے یہ وسیع و عریض کوٹھی پانچ چھ سال پہلے خریدی تھی۔ ورنہ پرانا آبائی مکان جو گنجان محلے میں تھا۔ جنید میاں وہاں کے راستوں سے واقف تھے۔ لوگوں سے کچھ جان پہچان بھی تھی۔ لیکن یہ علاقہ ان کے لیے قطعی نیا تھا۔

ناولٹ

آسیہ رزاقی

کس کے گھر جائے

www.pklibrary.com

گانے والی آج نئی آواز تھی اور کئی آوازیں مل کر نہیں، بلکہ ایک ہی سریلی لے میں گا رہی تھی۔ سمجھ میں بھی آ رہا تھا کہ وہ کیا گا رہی ہے جبکہ سب مل کر تو سوائے شور کے کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ لو بھئی لاڈو کو تو ساس کے بیٹے کا سانولا ہونا ہی پسند نہ تھا۔ جبکہ یہاں تو ہر سانولے یا کالے مرد کے لیے گوری دلہن ہی درکار تھی۔ یہ شکوہ بھی اپنی جگہ خاصا اہم تھا۔ گانے والی کی آواز میں سریلا پن تھا اور اس طرز کا اتار چڑھاؤ قابل سماعت تھا۔ کوئی نئی آواز تھی۔

"یہ پچھتاوا مت کرو ری بیٹی! اماں گوری ابا سانورے"

"چلو جی۔ اماں نے تو گل مکا دی۔ واہ کیا مزے دار مکالمہ تھا۔" جنید میاں نے کھڑکی پائوں پاٹ کھول دی۔ ڈھولک کی آواز بھی دھیمی تھی۔ اس لیے الفاظ صاف سمجھ میں آ رہے تھے۔

"آم جھروکے کیوں کھڑی ری نندی!
کیا تیرا من پچھتائے رے"۔

اب بھابھی نند کو آم تلے کھڑی اداس دکھائی دی تھی۔ وہی سوال وہی جواب۔

"اک پچھتاوا یہ کروں ری بھابھی!
میں گوری، ساس کے جائے سانورے۔"

یہ پچھتاوا مت کرو ری نندی!
بھابھی گوری، بھیا سانورے"

وہی پچھتاوا۔ وہی تسلی اور ہائے بے چاری گوری حسینہ۔ چچی، خالہ مامی، پھوپھی سب نے یہی تسلی دی۔ ایک ہی جواب۔

"ائے ہے۔ سارے مرد کیا ویسٹ انڈیز سے لائے گئے تھے۔" کسی نے ہنسی ہنسی میں مذاق میں اعتراض جڑ دیا۔

اس کے بعد گانے والی کی آواز کی تعریفیں شروع ہوئیں۔ گانا بھی پسند کیا گیا۔ قہقہے تو تھے ہی۔

"سمانہ! کوئی اور پھڑکتا ہوا گانا سنا۔" فرمائش۔

"اچھا سنیے!"

"سنگنا لے دو جان، سنگنا لے دو جان
ہیں پاتلی گوری بیاں رے"

"لڑکی فرمائش کر رہی ہے میاں سے کہ اسے ایک کنگن دلا دے۔ دو گوری ہے اور پتلی پتلی بانہیں ہیں۔ سونی بانہیں کنگن سے سجتی ہیں۔" گانے والی خود تشریح کر رہی تھی۔ "اب آگے سنیں!"

"ساس کو ہو گیا نزلہ
نندی کو بخار، بالی کو بخار
سیاں کو ہو گیا رتوندا رے
دن سو جھے نہ رات۔ ..... دن سو جھے نہ رات
ہیں پاتلی گوری بیاں رے.....
رتوندا ایک بیماری ہے..... آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں دن کو نظر نہیں آتا۔ مگر سیاں کو رات میں بھی نظر نہیں آ رہا۔ گوری پتلی بانہیں۔ اسی طرح سوتی ہیں۔"

تشریح جاری تھی۔

"اوئی، لو اور سنو۔ معاملہ خراب ہو گیا۔"

آوازیں۔

"ساس کو مل گیا بڈھا۔
نندی کو جوان..... بالی کو جوان بالا سا جوان
سیاں کو مل گئی پڑوسن رے
جیا جل گیا لو جان..... جیا جل گیا لو جان
ہیں پاتلی گوری بیاں رے.....

واہ بھئی ساس کو بڈھا مل گیا۔ نند کو اس جیسا جوان بانکا سجیلا جوان، سیاں کو کیا ملا؟ پڑوسن؟ جی جلے نہ..... تو اور کیا ہو گا۔ پڑوسن کے پتلے بندھے سیاں جی۔ پتلی گوری بانہیں کنگن کو ترستی رہ گئیں۔"

"ہائے ہائے۔ منہ جلی پڑوسن، خاک پڑے کمبخت پہ۔" آوازیں، تجزیے۔ اظہار تاسف۔

"اب آگے سنیے۔

"ساس کے ہو گئی بیٹی
نندی کے دو لال
بالی کے دو لال
سیاں کے ہو گئی بندریا رے
اچک کاٹے جو گال..... اچک کاٹے جو گال
ہیں پاتلی گوری بیاں رے

www.pklibrary.com

سنگتالے دو جان....."

"چلو بھئی، چھٹی ہوئی۔ موئی بندریا نے خوب اچک اچک کے گال نوچے۔ موا اسی قابل تھا۔" قہقہے.....شور۔

"ایک دفعہ اور نقل کر کے بتا سمانہ! کیسے گال کاٹے بندریا نے۔" ہوہوہو۔

گانا فی الحال رک گیا۔ چائے آ گئی تھی پھر نماز مغرب ہوئی۔ منیا اس کے لیے چائے اور کیک لے آئی۔

"یہ کون گا رہا تھا۔ میرا مطلب گانے والی کون تھی منیا؟"

"جنید بھائی جان! سمانہ باجی تھیں۔ اتنا اچھا گاتی ہیں نا..... اتنا مزا آ رہا تھا۔ ساتھ ساتھ نقل بھی کرتی ہیں۔"

منیا کے چہرے سے اس کے لطف کا اندازہ ہو رہا تھا۔ آنکھیں پوری کھلی ہوئی۔ ہاتھوں کے اشارے خوشی سے بے قابو۔

"پتا ہے۔ نانی جان کو بھی بہت اچھا لگا۔ جھٹ سے سو روپے نکال۔ فٹ سے ان کو تھما۔"

"اچھا اور یہ سمانہ باجی ہیں کون.....؟"

"آپ کو نہیں پتا..... ہائیں! تو پھر راشد بھائی کا کیا پتا ہوگا۔"

"کو.....کون راشد بھائی۔" وہ الجھ گئے۔

"دیکھا۔ مجھے پتا تھا۔ ارے اپنی سمانہ باجی کے میاں۔"

جنید میاں نے ایک کیک پیس اس کی طرف بڑھایا "لو کھاؤ اب بتاؤ۔ کون ہیں یہ سمانہ باجی۔"

وہ جلدی جلدی کیک نگلنے لگی پھر "پوچھ کر بتاؤں گی۔" کہہ کر نیچے بھاگ گئی۔

"پتا نہیں اب کس سے کیا پوچھے گی اور کوئی کیا نتیجہ اخذ کرے گا۔ خیر میں نوید سے پوچھ لوں گا۔" نیچے ڈھولک بند تھی۔ بس کچھ آوازیں۔ کچھ ڈانٹ ڈپٹ۔ مستقل کسی کو پکارا جا رہا تھا۔ نوید نہ جانے کہاں تھا۔ اس کا انتظار فضول تھا۔ بے زار ہو کر نیچے آئے۔

مرد لوگ نماز کے لیے مسجد گئے ہوئے تھے۔ خواتین برآمدے میں نماز ادا کر رہی تھیں۔ لڑکیاں فی الحال ڈھولک سے الگ ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی کھسر پھسر کر رہی تھیں۔

کچن میں چند لڑکیاں کام سے زیادہ باتوں میں مگن تھیں۔ وہ اپنی چائے والی ٹرے لے آئے تھے جن میں کیک اور ایک خالی پلیٹ تھی۔ وہ اندر آ کر کھنکارے تو لڑکیوں نے مڑ کر انہیں دیکھا۔

"ہائے اللہ جنید بھائی! آپ یہ ٹرے کیوں لے آئے۔ منیا لے آتی۔ آپ مہمان ہیں۔" ایک چمکیلی سی لڑکی بولی۔

"جنید بھائی! آپ تو خاصے دولہا دولہا سے لگ رہے ہیں۔ بے سنورے۔" دوسری پٹاخہ نے شوشا چھوڑا۔

(ہائیں صرف نہا کر لباس اچھا سا پہنا۔ اور بال ہی بنائے تھے۔)

"ارے ہٹو! دولہا نہیں، ہیرو لگ رہے ہیں۔" تیسری نے رائے زنی کی۔

"ہاں ہاں، یہی کہنا چاہتی تھی۔ منہ سے دولہا نکل گیا۔"

"اسی لیے کہتے ہیں۔ سوچ سمجھ کر بات منہ سے نکالنی چاہیے۔ بھی کوئی ساعت قبولیت کی بھی ہوتی ہے۔"

"اور بھی اچھا ہے۔ اگر یہ ہم میں سے کسی کے دولہا بن جائیں۔" بڑی تیز بے تکلف قسم کی لڑکیاں ہیں۔ وہ جھینپ گئے۔

"آیئے۔ کرسی موجود ہے۔ ہم سے بھی کچھ راز و نیاز کر لیں۔ کینیڈا کے موسم پر بات ہو جائے۔"

ایک لڑکی تو آگے آ کر انہیں پکڑ کر کھینچنے لگی۔ کرسی پہ بٹھا کر ہی چھوڑا۔ (اوہ۔ یہ تو بہت بولڈ ہے۔ توقع نہ تھی)

ایک لڑکی پلیٹیں جمع کر رہی تھی۔ دوسری چمچے گن کر رکھتی جا رہی تھی۔ تیسری چولہے پر رکھے بڑے دیگچے میں بڑا چمچہ چلا رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر سب نے اپنا کام موقوف کر دیا اور انہیں دیکھنے اور اشارے کرنے لگیں آپس میں۔

www.pklibrary.com

''کھانے میں کتنی دیر ہے؟'' شٹاکر پوچھ بیٹھے۔ (اتنی حسین لڑکیوں کی نگاہوں کا مرکز بنے رہنا۔ اف)

''بھوک لگی ہے تو آپ کھالیں۔ یہیں۔''

''نہیں نہیں۔ سب کے ساتھ کھاؤں گا۔''

''آپ امریکا کی کس ریاست میں رہتے ہیں؟'' ایک لڑکی ان کے سامنے کرسی پر ڈٹ گئی۔

''میں کینیڈا سے آیا ہوں۔ ٹورنٹو سے۔''

''اوہ اچھا یاد آیا۔ میری ایک سہیلی بھی ٹورنٹو میں رہتی ہے۔ اس کا نام نشا ہے، آپ اسے جانتے ہیں؟ اس کے ابا کا بہت بڑا اسٹور ہے وہاں۔''

''نہیں بھئی۔'' وہ جھینپ گئے۔ ''میں وہاں کسی پاکستانی لڑکی کو نہیں جانتا۔''

''تو آپ صرف کینیڈین لڑکیوں سے ہی ملتے ہیں بس؟''

جنید میاں شرما گئے۔ ''نہیں میں کسی..... ارے نہیں بھئی۔''

کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھے اور کچن سے نکل گئے۔ تعاقب کیا شدید قہقہوں نے۔

☆☆☆

''دولہا بھاگ گیا۔'' یہ خبر نہیں۔ بم کا دھماکا تھا۔ ہر سمت ہاہا کار مچ گئی۔ پھر کچھ دیر کے لیے سناٹا ہوا۔ پھر تبصرے۔ راز و نیاز۔

''ہم تو پہلے ہی کہتے تھے۔ غیروں میں شادیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اب بھگتیں۔''

مگر یہ سب ایسے ہی نہیں ہوا۔ ہوا یوں کہ نماز عشا کے بعد سب نے کھانا کھایا۔ مرد لوگ کھانے کے بعد ڈرائنگ روم میں جا بیٹھے۔ لڑکیوں نے ڈھولک سنبھال لی۔ چچی جان اور باجی شاہدہ کچن سمیٹنے، کھانا بانٹنے، رکھنے میں مصروف ہوگئیں۔

فون کی گھنٹی بجے جارہی تھی۔ جنید میاں اوپر جانے کے لیے ادھر سے گزرے۔ فون برآمدے میں تھا۔ انہیں گھنٹی سنائی دی تو سامنے کسی کو نہ پاکر خود ہی فون اٹھالیا۔ دوسری جانب بھی کچھ شور سا تھا۔ پھر ایک تیز چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

''سنو! تم جو بھی ہو۔ اپنے گھر والوں کو بتادو۔ دولہا بھاگ گیا ہے۔ ارے بھائی برابر انکار کرے جارہا تھا۔ کسی نے سنا نہیں۔ ماں باپ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ اب..... کل ہے مہندی۔ وہ آتا ہے کہ نہیں۔ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مہندی ہو کہ نہ ہو۔ شادی ہو کہ نہ ہو۔ بس سب سے کہہ دو۔''

''ہیلو، ہیلو..... سنیے آپ ہیں کون، کہاں سے بول رہی ہیں؟'' جنید میاں ہکا بکا تھے۔

''بھئی جو بھی ہوں۔ شادی والے گھر سے بول رہی ہوں۔ تمہاری طرف بھی ڈھولک کھڑک رہی ہے۔ میں نے پیغام پہنچانا تھا پہنچادیا۔ لڑکی والوں کو بھی بتادو..... خیر صلا۔''

جنید میاں از حد پریشان، حیران ریسیور کو گھور رہے تھے، جہاں اب خاموشی تھی۔ کیسا پیغام۔ کس کا پیغام؟۔ وہ انجان تھے کس سے نہیں اور فون کرنے والی کا نام تک نہیں، پھر ہمت کرکے لاؤنج کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے۔ نہ چچی جان نظر آئیں۔ نہ باجی شاہدہ۔ خواتین تو کئی تھیں۔ مگر وہ زیادہ پہچانتے نہ تھے۔ نہ جانے اتنی عورتیں کہاں سے جمع کرلی تھیں چچی جان نے۔

''سنیے۔ ذرا سنیے۔'' ایک بنی سنوری لڑکی گزری۔ اسی کو پکار بیٹھے وہ آگئی۔

''جی کہیے۔'' خنجر نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

''وہ آپ چچی جان کو بلوا سکتی ہیں..... ان سے بات کرنی ہے۔ بہت ضروری۔''

''مجھ سے کرلیں ضروری بات۔'' لڑکی نے کہا۔

''آپ..... آپ سے نہیں۔ چچی جان یا باجی شاہدہ سے.....'' اف! سب کی سب پٹاخہ ہیں۔

منہ بناتی وہ پٹاخہ لڑکی جھومتی جھامتی گئی اور باجی شاہدہ کو پکڑ لائی۔

''لیجیے۔ آگئیں آپ کی باجی شاہدہ۔ کرلیں بات۔''

''کیا بات ہے جنید میاں! کچھ پریشان

www.pklibrary.com

ہو؟" وہ سمجھ گئیں۔

"جی باجی! وہ ابھی ایک فون اٹینڈ کیا تھا میں نے۔ میں تو چاہتا تھا۔ آپ کو یا چچی جان کو بلاؤں، مگر کوئی سامنے نہ تھا۔ اس لیے میں نے....." بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی۔

"ہاں، فون، اچھا کس کا فون؟"

"باجی! میں نے پوچھا۔ آپ کون ہیں۔ تو انہوں نے کہا۔ میں جو بھی ہوں۔ لڑکی والوں کو پیغام دے دو۔ لڑکا شادی پر راضی نہیں۔ وہ انکار کرتا رہا کسی نے سنا نہیں۔ اب وہ کہیں بھاگ گیا ہے۔ پتا نہیں ہندی پر بھی آتا ہے کہ نہیں۔ شا..... شادی بھی ہوتی ہے کہ....."

باجی مکر مکر انہیں دیکھ رہی تھیں۔ "تم نے..... سنا یہ سب۔"

"جی باجی! میں پوچھتا رہا آپ کون مگر....."

باجی حواس باختہ ہو کر انہیں دھکا دیتی ہوئی باہر نکلیں ان کا رخ ڈرائنگ روم کی جانب تھا۔ وہ بھی ان کے پیچھے چل پڑے۔ ظاہر ہے سب ان سے ہی گواہی طلب کریں گے۔

باجی شاہدہ نے چچا جان سے کیا کہا۔ وہ سن نہ سکے۔ مگر وہاں موجود چند بزرگ اور چند دوسرے حضرات بھی حیران اور پریشان ہو گئے۔ چچا جان بے حد الجھے ہوئے لگ رہے تھے۔ بے یقینی کی کیفیت میں تھے۔

اشارے سے جنید میاں کو پاس بلایا وہاں موجود حضرات سب ان سے حجت کرنے لگے تھے۔

"ہاں میں نام نہیں بتایا۔ لڑکے کا نام بھی نہیں۔ واہ یہ تو معما ہو گیا۔" چچا جان کو کچھ بولنے پوچھنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ دوسرے لوگ ہی بولتے رہے۔ پھر چچی جان کو بلا لیا گیا۔ ان کو باجی شاہدہ نے بتا دیا۔ چچی جان رونے لگیں۔ ماحول خاصا سوگوار ہو گیا۔

"چچا جان! آپ ان کے گھر فون کر کے معلوم تو کریں معاملہ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی رانگ نمبر ہو۔" جنید میاں نے مشورہ دیا۔

"ارے میاں! کیا معلوم کریں۔ جب انہوں نے کہہ دیا کہ لڑکا انکار کر رہا ہے۔ اس سے زیادہ کھل کر کوئی کیا کہے گا؟ اور مجھے تو شرم آئے گی پوچھتے ہوئے۔ یعنی کہ ہم اتنے گئے گزرے ہو گئے۔ خود سے پوچھیں کہ بھئی ہماری لڑکی میں کیا عیب ہے، جو وہ انکار کر رہا ہے۔ یعنی کہ حد ہو گئی۔" وہ سخت برافروختہ تھے۔

جنید، باجی کو الگ لے جا کر انہیں سمجھانے لگے کہ "باجی! آپ فون کر لیں۔ معلوم تو ہو قصہ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو۔"

"میں.....؟ مجھ سے تو بات نہیں کی جائے گی۔ گلا بند ہو جائے گا۔"

باجی شاہدہ بے حد رنجیدہ تھیں۔ وہ ان کے جذبات سمجھتے تھے۔ پھر بھی کوئی تو ان لوگوں کے مسئلے کا سبب معلوم کرے۔ کوئی بھی، مگر وہاں سب غصہ، گرمی، جلال کے زیر اثر۔ چچا جان خاموش صوفے میں دھنسے بیٹھے تھے۔ چچی جان لڑکے کو برا بھلا کہنے میں مصروف تھیں..... کوئی بھی جنید کے مشورے کو ماننے پر راضی نہ تھا۔

"نوید..... یہ نوید کہاں ہے؟" جنید میاں نوید کی تلاش میں باہر نکلے۔ وہ لان میں تھا۔ وسیع و عریض لان جس کی گھاس بھی اب سوکھ چکی تھی۔ بچوں نے کرکٹ کھیل کر گھاس کے علاوہ کنارے پھولوں کی کیاریاں بھی تباہ کر دی تھیں۔ نوید لان میں شامیانے لگوا رہا تھا۔ کرسیاں کنارے رکھوا رہا تھا۔ مہندی کا انتظام۔

"اف کس قدر ذمے دار لڑکا ہے یہ نوید۔ اب کن الفاظ میں اس سے کہیں کہ بھائی یہ سب چھوڑو اور فون سے چپک جاؤ۔" آخر اسے جا پکڑا۔ وہ شامیانے لگانے والوں کو کچھ ہدایات دیتا ہوا جنید میاں کے پاس آیا۔ انہوں نے اسے پکڑ کر اندر لے جاتے ہوئے ساری بات بتائی۔ نوید کی سٹی گم ہو گئی۔

"یہ کیسے..... بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔"

مگر یہ ہو چکا تھا۔ جنید اسے پکڑ کر فون کے قریب لائے۔ سمجھایا کہ کس طرح بات کرنی ہے۔ مگر وہ چیختا چلاتا اندر بھاگا۔ پھر جو نئے سرے سے شور ہوا اور عجیب طرح کا سناٹا۔ ہاں ڈھولک یک لخت بند

www.pklibrary.com

ہوگئی تھی۔ لڑکیاں اپنی جگہ گم صم۔ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے زیر اثر۔

جنید کو تھکن نے گھیر لیا۔ اچانک دھاڑ سے ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور حواس باختہ ایک لڑکی کچھ کہتی، کچھ تلاش کرتی باہر نکلی۔ ”بے ہوش ہوگئی چچی! نازی بے ہوش ہوگئی۔“ کہتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئی۔

جہاں پوری پبلک موجود تھی۔ پھر وہاں سے بہت سی خواتین نازی کے کمرے میں جا گھسیں۔ اندر نہ جانے کیا ہو رہا تھا۔ کوئی خاموش کارروائی پھر کچھ دیر بعد سب باہر آگئیں۔ جنید کو نازی پر ترس آرہا تھا۔ اچانک انہوں نے دروازے پر دستک دی اور اندر داخل ہوگئے۔ نازی تکیوں کے سہارے نیم دراز تھی۔ انہیں دیکھ کر سنبھل کر اٹھی۔ دوپٹا سر سے اوڑھ لیا۔ اداس حسین۔ نظریں جھکی ہوئی۔ رنگ زرد۔

”میں بیٹھ جاؤں؟“ کرسی کھینچ کر بیڈ کے قریب لاتے ہوئے اجازت طلب کی۔ نازی نے گردن کے اشارے سے اقرار کیا۔

کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے رازدارانہ انداز میں کہا۔ ”نازی! تم پریشان نہ ہونا۔ ہمت کرو۔ حوصلے سے کام لو۔“

”میں ٹھیک ہوں۔“ کمزور سی آواز میں اس نے کہا۔

جنید میاں ہنسے ”ٹھیک ہونا اسے تو نہیں کہتے۔ آواز میں نقاہت ہے اور رنگ ہلدی جیسا پیلا۔ حالانکہ تمہارا رنگ تو سرخ سفید تھا۔ اچانک یہ کیا ہوا۔“

”ہی ہی ہی ہاہا۔“ نازی کے عقب سے ایک قہقہہ برآمد ہوا۔ جنید نے دیکھا نہ تھا کہ وہاں کوئی اور خاتون بھی موجود ہیں۔ تعجب سے نظر اٹھائی۔ ایک بے حد صحت مند خاتون کھلکھلا کر ہنس رہی تھیں۔

”ارے میاں یہ پیلا رنگ پریشانی کا نہیں ہے۔ تین دن سے صبح شام ابٹن ملا جا رہا ہے۔ خوشبوؤں والی جڑی بوٹیوں کو رگڑ کر ہلدی ملا کر۔ آیا کچھ سمجھ میں۔ دلہن کی رنگت پیلی ہو تو میک اپ اچھا ہوتا ہے۔ روپ آتا ہے۔“

کافی تفصیل پسند محترمہ ہیں۔ یہاں سب بے تکلفی سے پیش آتے ہیں۔ یہ محسوس کیا جنید میاں نے۔ وہ چپ ہوئیں تو جنید نے گلا صاف کر کے آہستہ سے کہا۔ ”دیکھو نازی! تمہارے پاس تمہارے منگیتر کا فون نمبر ہوگا۔ اسے فون کرو۔ اس سے بات کرو۔ آرام سے مسئلہ پوچھو۔“

”اتنی بڑی توہین کے بعد میں اسے فون کروں؟“ حیرانی تھی۔

”کوئی حرج نہیں۔ معلوم تو ہو کہ یہ بات درست ہے بھی کہ نہیں۔ کسی نے..... ویسے ہی..... میرا مطلب ہے کہ غلط بھی ہو سکتی ہے۔“

”ابھی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ کوئی اور پسند آگئی ہوگی آج کل کے لڑکوں میں تنوع بہت ہے۔“ نازی کے پیچھے سے ارشاد ہوا۔

”نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔“ نازی تڑپ گئی۔ ”وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔“ اتنا اعتماد۔

”کرتا ہے نہیں۔ کرتا تھا کہو بنو! بلکہ کرتا ہوگا۔“ عقب سے لقمہ دیا گیا۔

”تم فون تو کرو۔ ابھی پتا چل جائے گا۔“ جنید نے اصرار کیا۔

”کیا کہوں..... سمجھ میں نہیں آرہا۔“ بہت مایوس ہو کر نازی نے کہا۔

”یہی کہ آخر مسئلہ کیا ہے۔ وہاں سے جو فون آیا اس کی حقیقت کیا ہے اور یہ کہ اگر یہی کرنا تھا تو..... آخر مقصد کیا ہے؟ جو بھی پوچھ سکتی ہو، پوچھو۔“

جنید کے اصرار پر آخر نازی نے تکیے کے نیچے سے موبائل نکالا۔ نمبر ملایا۔ منہ بنا کر بولی۔ ”بند ہے۔“

”اس کی بہن یا بھابھی کا نمبر..... کسی سے بھی رابطہ کرو۔“

”اکلوتا ہے۔ بہن ہے نہ بھائی۔“ پھر بھی بار بار نمبر ملاتی رہی۔ کوئی جواب نہ ملا۔

”ویسے تمہارا موبائل تو بہت خوب صورت ہے۔ کافی قیمتی لگتا ہے۔“ جنید نے اس کے چہرے کی مایوسی سے متاثر ہو کر توجہ ہٹانے کے لیے بات بدلی۔

www.pklibrary.com

''شرجی کا دیا ہوا ہے۔ عید کا گفٹ۔'' نازی کے حلق سے آواز نکلی۔

''شرجی کون؟''

''ارے وہی ہرجائی بے وفا۔ شرجیل۔'' پیچھے سے مطلع کیا گیا۔

اب یاد آیا۔ دولہا کا نام شرجیل تھا۔ نازی اب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''بے وفا ہرجائی کے لیے قیمتی آنسو بہا کر خود کو اذیت پہنچانا فضول ہے۔'' وہ مایوس ہو کر کمرے سے باہر آ گئے۔ ادھر سے باجی شاہدہ سے ٹکراؤ ہو گیا۔

''تم یہاں نازی کے کمرے میں کیا کر رہے تھے؟'' عجیب مشکوک سا لہجہ تھا۔

''کچھ نہیں۔ میں تو نازی کو تسلی دینے آیا تھا کہ فکر نہ کرے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' جنید میاں نے ان کو بھی تسلی دینی چاہی۔

''سب ٹھیک کیسے ہو جائے گا خود بخود؟'' باجی شاہدہ غصے میں تھیں یا صدمے کے باعث بگڑی ہوئی تھیں۔ تیکھے لہجے میں کہنے لگیں۔ ''یہ خوب ہے۔ آج کل ٹی وی کے ہر ڈرامے میں یہ ڈائیلاگ ضرور ہوتا ہے بڑے سے بڑا نقصان ہو یا پریشانی، یہی کہا جاتا ہے سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ارے بابا۔ کیسے بغیر ہاتھ پیر ہلائے؟ عقل استعمال کیے بغیر ہی؟''

''تو..... فون تو کریں ان کے گھر پر۔'' (اگر عقل استعمال کرنی ہے)

''کیا تھا..... فون خراب ہے۔ یا جان بوجھ کر انہوں نے ریسیور ہٹایا ہوا ہے۔ بے جان ہے بالکل۔ ٹوں ٹوں کے سوا کوئی آواز نہیں۔''

''ان کے گھر کسی کو بھیجیں۔''

''کوئی راضی نہیں ہوتا۔'' مایوسی سے گویا ہوئیں۔ ''یا پھر تم چلے جاؤ مگر..... تم انجان آدمی، نہ تم کسی کو پہچانو گے نہ وہ تمہیں۔''

''یہ تو ہے۔ میں تو ایسی بات کرنے کی پوزیشن میں ہوں ہی نہیں۔ آپ ایسا کریں کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ بات آپ کریں۔''

''لو۔ میں جاؤں؟ تو تم جا کر کیا کرو گے۔ فالتو فنڈ میں۔''

''یہ فالتو فنڈ کیا ہوتا ہے؟'' جنید سمجھ نہ سکے۔ پھر سر ہلایا۔

''میں..... آپ کی سپورٹ۔ میرا مطلب ہے مدد یا تعاون کے لیے۔''

''مگر، میں جاؤں کیوں؟ ذلت کم ہوئی ہے؟ اور بھی ذلیل ہونے کے لیے جاؤں؟ نہ بابا! کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نکل گئی تو امی ابا مجھے الزام دیں گے کہ میں نے بات خراب کر دی۔'' صاف جواب۔

''تو..... جو درست بات کر سکتا ہو۔ اسے بھیجیں۔ نوید کو بھیج دیں۔ میں اس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔'' نوید کے ساتھ جانا ٹھیک لگا انہیں۔

''آخر تم ہر کسی کے ساتھ کیوں لٹکنا چاہتے ہو فالتو فنڈ میں۔''

لو پھر فالتو فنڈ۔ آخر پوچھ لیا۔ ''یہ فالتو فنڈ سے کیا مراد ہے آپ کی؟''

''مطلب تو کون میں خوامخواہ۔'' چلو ایک اور پہیلی مگر خوامخواہ کا مطلب تو سمجھتے تھے۔

''دیکھیے۔ مجھے کسی کے ساتھ لٹکنے کا شوق نہیں ہے۔ میں تو صرف نازی کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ اسے کس جرم کی سزا دی جائے۔ آخر لڑکے والوں سے سوال کرنے کا حق تو ہے نا بھائی کہ عین وقت پر یہ انکار کا کیا مطلب ہے اور اگر لڑکے کی مرضی نہ تھی تو کیوں اسے مجبور کیا۔ ہماری لڑکی کو کیوں سزا ملے۔'' جی چاہا کہہ دیں (فالتو فنڈ میں)۔

''بات تو ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔'' ان کی سمجھ میں آ گیا۔ ''اچھا رکو، میں ابا جان سے یا امی سے بات کرتی ہوں۔''

وہ مڑ کر چل پڑیں اپنی امی یا ابا کی طرف۔ جنید میاں ٹہلتے ہوئے آگے بڑھے اور لاؤنج میں داخل ہو گئے۔ معلوم تو ہو۔ اب کیا طے ہوا ہے۔ وہاں کئی بزرگ خواتین ٹھسے سے ایک تخت پر براجمان تھیں۔ گاؤ تکیوں سے ٹیک لگائے اور دو ایک نیم دراز

www.pklibrary.com

تھیں۔ دبی زبان سے بات چیت چل رہی تھی۔ ساتھ ہی چونا بھی چاٹا جارہا تھا۔ درمیان میں بڑا سا پاندان کھلا ہوا دعوت عام دے رہا تھا اور سب خواتین اس میں ہاتھ ڈال کر انگلیوں کے ساتھ کچھ ٹونک رہی تھیں۔ چھالیہ، سونف، ناریل اور تمباکو وغیرہ۔ دوسروں کی خاطر بھی کی جارہی تھی۔

"یہ ناریل کھالو۔ چونے سے منہ نہیں کٹے گا۔ چھالیہ باریک کرکے دوں۔؟ پان میں کوئی لذت ہی نہیں۔ عجب طرح کے پھیکے سیٹھے پان ہیں۔"

"اری تم کو لذت کی پڑی ہے۔ طاہرہ کی خبر لو جاکر۔ کیسی ہے نگوڑ ماری۔ بچی کا کیا حال ہے۔ اس کی مہندی کا کیا ہوگا۔"

"باجی! طاہرہ تو مردانے میں ہے۔ سمانہ سے کہو۔ سمانہ..... اے سمانہ! ذرا کسی سے جاکر پوچھ بٹی! کہ اب مہندی کا کیا پروگرام ہے۔ ہم اب رہیں یا گھر چلے جائیں اپنے۔"

"اے ہاں ہم تو مایوں اور مہندی کے لیے آئے تھے۔ تو اب....."

ایک بہت ہی طرح دار حسینہ سلیقے کا میک اپ کیے۔ گلابی شوخ رنگ کے سوٹ اور رنگ برنگی چنری کندھے پر لٹکائے نخروں سے درمیان سے اٹھ کر آئی۔ اصل میں ڈھولک والی لڑکیاں درمیان میں فرش پر جمع کھسر پھسر کررہی تھیں۔ سمانہ صاحبہ ان کے درمیان بیٹھی ان سب سے باتوں میں مشغول تھیں اٹھ کر آئیں۔ سب کی بات سنی۔

جنید نے ان کو دلچسپی سے دیکھا۔ وہ جنید کی نظروں کو خود پر مرکوز محسوس کرکے رکیں اور گردن اٹھا کر انہیں مسکراتے دیکھ کر پوچھ لیا۔

"آپ کون؟"

جواب تو تھا کہ میں خوامخواہ فالتو فنڈز میں۔ جنید خوش ہوکر بولے۔ "دیکھا آپ مجھے نہیں پہچانیں۔ مگر میں آپ کو جانتا ہوں۔ آپ سمانہ صاحبہ ہیں۔ آپ کی آواز بہت اچھی ہے۔ میں نے آپ کے گانے سنے۔ بہت لوچ ہے آواز میں۔"

"شکریہ۔" وہ کچھ خشک آواز میں کہہ کر چلنے کو ہوئیں۔

جنید میاں نے فوراً ہی دوسرا سوال ٹھوک دیا۔ "ویسے یہ راشد بھائی کہاں ہیں۔ میرا ان سے تعارف نہیں ہے۔ ملوایئے نا۔ ہم بھی اس خوش نصیب کو دیکھیں۔"

جنید کی بات پر سمانہ کا رنگ فق ہوگیا۔ پھر وہ سرخ ہوگئیں۔ اب وہ پیر پٹختی پیچھے کو مڑیں اور تخت نشین خواتین سے احتجاجاً چیخ کر بولیں۔

"دیکھیں نانی جان! یہ یہ جانے کون ہیں۔ مجھے راشد کے نام کا طعنہ دے رہے ہیں۔ شرم نہیں آتی۔"

جنید میاں کی سٹی گم ہوگئی۔ یہ کیا طرز تخاطب ہے۔ ادھر تخت پر آرام کرتی خواتین جیسے ہڑبڑا کر خواب خرگوش سے جاگ اٹھیں اور جو بیٹھی تھیں انہوں نے ہاتھوں کا چھجا بنا کر سامنے دیکھا اور ہنس دیں۔

"ائے ہے لو یہ تو اپنا جنید ہے۔ ارے اقبال میاں کا بیٹا..... افوہ..... اپنی سکندرہ کا لڑکا۔ ائے لو۔ ابھی تین دن پہلے ہی تو آیا ہے۔ ادھر آؤ بیٹا۔ میں تمہیں سب سے ملواؤں۔"

سفید لباس والی بزرگ خاتون جن کے دوپٹے پر چمکیلی گوٹا لڑن پٹی لگی ہوئی تھی، اشارے سے بلا رہی تھیں۔ وہ ان سے آنے کے بعد ملے تھے۔ مگر بھول گئے تھے کہ کیا رشتہ ہے۔ سٹپٹا کر تخت کے پاس پہنچے تو انہوں نے اشارے سے تخت پر بیٹھنے کا کہا۔ "آؤ بیٹا! میرے پاس بیٹھو۔"

وہ ڈرتے ڈرتے تخت کے کنارے پر ٹک گئے۔ خطرہ تھا کہ تخت اتنا مضبوط نظر نہیں آرہا تھا اور اس لیے بھی کہ پہلے ہی کئی بھاری بھرکم خواتین اس پر تشریف فرما تھیں..... کہیں ان کے وزن سے بے چارہ تخت بیٹھ ہی نہ جائے۔

"یہ تو ہیں تمہاری چچی اور یہ ممانی..... اور ان کو تو جانتے ہوگے۔ ائے بھئی یہ تمہاری دادی ہوتی ہیں رشتے میں اور میں نانی۔ سکندرہ کو گود میں کھلایا ہے میں نے اور اقبال تو ہمارے آنگن میں کھیل کر جوان

www.pklibrary.com

ہوئے تھے اور تمہاری ایک بڑی بہن بھی تو ہیں۔ کہاں ہیں۔ بچے کتنے ہیں اللہ رکھے اور کسی بچے کی شادی بیاہ بھی ہوا کہ ابھی نہیں۔"

جنید میاں نے تابڑ توڑ سوالوں کے جواب پھولے سانسوں کے ساتھ دیے۔

"جی، جی وہیں ہیں میرے ساتھ رہتی ہیں۔ یعنی کہ میں ان کے ساتھ رہتا ہوں۔ اچھی ہیں۔ چار بچے ہیں۔ شادی کسی کی نہیں ہوئی۔ ابھی پڑھ رہے ہیں سب۔"

"نانی جان! میرا تو انصاف کریں۔ یہ مجھے راشد کے نام سے چھیڑ رہے تھے۔ میرا مذاق کا رشتہ تو ہے نہیں۔" سمانہ صاحبہ پھر اڑیل ٹٹو کی طرح پیر زمین پر مار کر قدرے ٹھنک کر بولیں۔

"اے لڑکی! زیادہ بڑبڑ نہیں کرتے۔ چلو جاؤ جو تم سے کہا ہے، وہ کرو۔ ہم بتاتے ہیں جنید میاں کو۔ انہوں نے کسی سے کچھ سن لیا ہوگا۔ چلو جاؤ۔ ٹلو ادھر سے۔" بزرگ خاتون ڈپٹ کر بولیں..... سمانہ صاحبہ واقعی وہاں سے فوراً ٹل گئیں۔

"وہ..... مجھے تو منیا نے بتایا تھا۔" جنید جلدی سے صفائی پیش کرنے لگے۔ "میں نے ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔ یہ کون گانا گا رہا ہے۔ تو اس نے کہا سمانہ باجی۔ میں نے کہا کون سمانہ باجی۔ تو بولی۔ آپ انہیں نہیں جانتے۔ تو راشد بھائی کو کیا جانیں گے۔ بس نانی! اس لیے میں نے راشد صاحب کی خیریت پوچھ لی۔" اٹک اٹک کر جنید نے بات پوری کی۔

"اچھا یہ منیا کی بچی کی کارستانی ہے۔ سچ تو ہے۔ بچہ کیا جانے، ٹھہرو۔ ابھی بلاتی ہوں اس منیا کی بچی کو۔ بدذات کہیں گی۔"

"چھوڑیں خالہ جان! وہ بچی تیز ہے ذرا۔ مگر کام کتنے کرتی ہے۔" ممانی ٹائپ خاتون چھالیہ کا پھنکا لگا کر بولیں۔

"ہاں، خیر بیٹا! بات یہ ہے کہ یہ جو سمانہ ہے۔ یہ بھی اپنی ہی بچی ہے۔ تمہاری خالہ کی نند کی بیٹی ہے۔ نگوڑی کے ساتھ ایسا ہوا کہ عین شادی کے دن بارات آ کر لوٹ گئی۔ کچھ مہر پر جھگڑا ہوا تھا۔ لو جی! وہ دن آج کا دن۔ بچاری لنڈوری پھر رہی ہے۔" نانی جان نے پاندان سے چونے کی چمچی نکالی۔ زبان سے چاٹ کر پھر واپس رکھ دی۔

"اوہ!" جنید پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ "مگر منیا نے بتایا تھا کہ راشد صاحب ان کے شوہر ہیں۔" بے حد تاسف سے کہا۔

"ارے وہ راشد..... وہ دوسرا قصہ ہے۔ نگوڑا وہ بھی اپنے خاندان کا لڑکا ہے۔ اس سے سمانہ کا بعد میں نکاح ہو گیا مگر یہ سمانہ..... کم نہیں ہے۔ نکاح کے بعد فرمائشیں شروع کر دیں۔ بس وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔ دو بٹی جا کر طلاق بھیج دی بدذات نے۔"

"ارے!" وہ تقریباً اچھل پڑے۔ مزید تاسف۔ "یہ کیسا ملک اور کیسا خاندان ہے جہاں مہندی کے دن دولہا شادی سے انکاری ہو جاتا ہے۔ بارات واپس چلی جاتی ہے۔ نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے طلاق۔ کس قدر بداخلاق معاشرہ ہے۔ لڑکیوں کی زندگی کو کھیل سمجھ کر جو مرضی کرتے رہو۔ افسوس ناک بلکہ شرمناک رویہ ہے۔ کیا لڑکیاں اتنی بے بس ہیں۔ کیا وہ انسان نہیں ہیں۔ ان کو اتنا ادنیٰ درجہ دیا ہوا ہے کہ جو چاہے دھتکارے۔ جب چاہے ٹھوکر مار دے اور یہ خاندانی لوگ کس طرح اس المیے کو چٹخارہ لے کر بیان کر رہے ہیں۔ جیسے یہ عام سی بات ہے، مذاق ہے۔ شاید یہاں اسے مذاق سمجھا گیا۔ اسی لیے تواتر سے ہوتا رہتا ہے۔ غور کرو تو کتنی اذیت ناک کہانی ہے۔ پتا نہیں اب بچاری نازی کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ کتنی معصوم سی ہے۔ کس قدر رونق، چہل پہل شادی کے نام پر ہو رہی ہے۔ اب کیا ہوگا۔ مہمانوں سے کیا کہا جائے گا۔"

"نانی، نانی جان! طاہرہ مامی کا بلڈ پریشر ہائی ہے۔ وہ بستر پر منہ لپیٹے پڑی ہیں۔ کہہ رہی ہیں۔ جس کا جو جی چاہے کرے۔ مجھے نہیں پتا۔"

یہ سمانہ تھی۔ جنید گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ "گھر والے کچھ کرتے کیوں نہیں۔"

"نانی! آپ چچا جان سے کہیے۔ کسی کو لڑکے

www.pklibrary.com

والوں کے گھر بھیجیں۔ وہاں جا کر معلوم کر کے آئے۔" انہوں نے نانی سے کہا۔

"سچ کہتے ہو۔ کسی کو ان لوگوں سے بات کرنے کے لیے جانا چاہیے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے سے تو کچھ نہیں ہوگا۔ اچھا کہتی ہوں۔" وہ تخت سے اترنے لگیں تو جنید نے انہیں سہارا دے کر اتارا۔ سمانہ ابھی بھی جنید کو گھور رہی تھی۔ وہ گھبرا کر نانی کے ساتھ ہو لیے۔ سمانہ بھی ساتھ چل پڑی۔ نانی بے حد تیز رفتار نکلیں خلاف توقع۔ جنید اور سمانہ پیچھے رہ گئے۔ نانی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں تو جنید اور سمانہ ابھی چند قدم پیچھے تھے۔

"سنیے! آپ کو راشد کے بارے میں کس نے بتایا۔" سمانہ کی آواز نہیں دور سے سنائی دی۔ وہ رک گئے۔

"منیا نے۔" چور سے بن گئے۔

"اچھا، فتنی نہ ہو تو۔" دانت کچکچائے۔

"آپ کی آواز۔ بہت اچھی ہے۔ سریلی اور لوچ دار اور وہ گانا تو بہت دلچسپ تھا۔ بندریا والا۔" وہ تکلف کی دیوار گرانے میں کامیاب ہو گئے۔

"اچھا؟ آپ کی سمجھ میں آ گیا۔ پسند آیا؟"

"ہاں اتنی اردو تو سمجھتا ہوں۔"

"کمال ہے۔ مگر راشد کو اس پر اعتراض تھا۔ ادھر ہر منگنی شادی پر لوگ مجھ سے گانے سننا چاہتے ہیں اور وہ کہتے تھے تم کیا ڈومنی ہو۔"

"ڈومنی کیا؟" خاک پلے نہ پڑا۔ "ویسے کیا صرف اتنی سی بات پر طلاق ہو گئی؟ نانی تو کہہ رہی تھیں کہ آپ نے فرمائشیں شروع کر دیں۔ وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔ اسی لیے طلاق دی۔"

اب انہیں اس لڑکی سے ہمدردی ہو گئی۔ برآمدے میں کرسیاں پڑی تھیں۔ دونوں ان پر بیٹھ گئے۔

"سب یہی سمجھتے ہیں۔" سمانہ کی آواز بھاری ہو گئی۔ "میرے ماں باپ نہیں ہیں۔ جو لوگوں کی زبان پکڑیں۔ راشد ہے تو اسی خاندان کا۔ اور مرد جو فیصلہ کر لے۔ اس پر یقین کر لیتے ہیں لوگ۔ سنیے! کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ حق مانگنا، حق کے لیے ڈٹ جانا ٹھیک نہیں ہوتا۔ عورت کو بس چپ چاپ سمجھوتا کر کے زندگی کی قربانی دے دینی چاہیے؟"

"حق مانگنا تو عین ایمان کی نشانی ہے۔" جنید میاں نے سر ہلایا۔ "مگر سنا ہے، آپ نے کچھ غلط قسم کی فرمائشیں شروع کر دی تھیں۔"

"ہوا یہ کہ..... میں نے آئندہ زندگی کی مضبوطی کے لیے۔ راشد سے بس اتنا کہا کہ شادی کے بعد کچھ عرصہ ہم الگ رہیں گے اور جب ہمارے درمیان ہم آہنگی ہو جائے گی۔ ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیں گے تو پھر میں سسرال میں رہوں گی سب کے ساتھ۔"

"اس سے کیا ہوتا؟"

"اصل میں..... راشد کی ماں بہت تنگ دل ڈکٹیٹر قسم کی ہیں۔ وہ اپنے دو بڑے بیٹوں کی شادیاں کروا کے چند ماہ بعد ہی بیٹوں کو طلاق کے لیے مجبور کر کے بہوؤں کو گھر سے نکال چکی ہیں۔ انہیں اپنی راجدھانی میں دوسری عورت کا عمل دخل گوارا نہیں۔ لڑکے بہت فرماں بردار ہیں۔ میں نے راشد کو اس عمل سے بچنے کے لیے تجویز دی تھی کہ تین چار ماہ ہم دونوں الگ رہ کر ایک دوسرے کو سمجھ لیں گے۔

اس دوران راشد کو مجھ سے محبت بھی ہو جائے گی۔ تو وہ ماں کو سمجھا لے گا میری حمایت کر کے۔ اس طرح میں گھر میں بس جاؤں گی۔ ہمارا گھر بچ جائے گا۔ مگر اس الٹی کھوپڑی کے بندے نے ماں کو بتا دیا کہ میں الگ رہنے کی فرمائش کر رہی ہوں..... بس ادھر سے ماں نے کہا۔ دے طلاق اور وہ حکم کا غلام۔ مجھ سے بات تک نہ کی۔ حالانکہ میں نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ کس وجہ سے میں عارضی الگ رہنا چاہتی ہوں مگر..... وہ پیٹ کا ہلکا جھٹ ماں سے جڑ دیا۔ ماں فٹ سے آگ بگولہ۔ چلو قصہ ختم..... اب تینوں بھائی بغیر بیویوں کے چھڑے چھانٹ پھر رہے ہیں اور سنا ہے، اپنے عمل پر پچھتا رہے ہیں۔"

"خیر! ان کی تو کہیں نہ کہیں ہو ہی جائے گی۔"

"ایسے ہی ہو جائے گی۔ جی نہیں۔ ان کا واسطہ اب سمانہ سے پڑا ہے۔ میں ان کے گھر کی پل پل کی

www.pklibrary.com

خبر رکھتی ہوں۔ ان کی ماں جب بھی کہیں لڑکی دیکھنے جاتی ہیں۔ میں لڑکی والوں کو خبردار کر دیتی ہوں کہ شادی کے بعد بنی کی طلاق کے منتظر رہنا۔"

سامنہ پر جوش تھی۔ جنید حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔ سامنہ ان پر دھاک بٹھانا چاہتی تھی۔ اپنی عقل کی۔

"بھئی یہ پاکستان ہے۔ آزاد ملک کے شہری ہیں ہم اور میں جو ہوں، نا، بے قصور سزا ملنے پر انتقام لینا جانتی ہوں۔ یہ حق ہے میرا۔"

یہ لڑکی انہیں حیران کیے جا رہی تھی۔

"اور یہ جاسوس کون ہیں، جو ان کے گھر کی پل پل کی خبر دیتے ہیں؟"

"میری خبر رساں ایجنسی بہت اسٹرانگ ہے جی۔ ان لوگوں کے پڑوس میں رہتی ہے میری پکی دوست۔ راشد کے پڑوسیوں سے خاندانی تعلقات ہیں۔ راشد کی ماں جہاں جاتی ہیں۔ میری دوست کی ماں کو ساتھ لے جاتی ہیں۔ میری دوست مجھے خبر دے دیتی ہے۔ میں نئے پھنسنے والوں کو سارا کچا چٹھا سنا دیتی ہوں۔ وہ معلومات کراتے ہیں۔ سب سچ ہوتا ہے۔ بس بات ختم..... تین جگہ ختم کرائی ہے۔"

"بہت خطرناک ہو تم۔" جنید کے منہ سے نکلا۔

"خطرناک نہیں۔ اب کچھ عقل آ گئی ہے۔ پہلے بہت سیدھی سادی سی تھی مگر اب..... میرا مستقبل اندھیروں کی نذر ہو گیا ہے تو کیا احتجاج بھی نہ کروں؟ کب تک منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھی رہوں۔"

"کیا ڈالے؟" گردن آگے بڑھا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" افسردگی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ "اب یہ ہے کہ کوئی مجھ سے شادی پر راضی نہیں ہوتا۔ راشد کے گھر والوں نے گل پھندنے لگا کر اپنا مجھے بدنام کیا ہے۔ ماں باپ ہیں نہیں۔ ایک بھائی ہے۔ وہ بھی ناراض۔ بھابھی کو میرا وجود گوارا نہیں۔ کہاں جاؤں.....؟" بہت مایوس تھی بے چاری۔ غم زدہ ہرنی۔

"نہیں نہیں۔ آپ بہت اچھی ہیں۔ خوب صورت ہیں۔ ہو جائے گی آپ کی شادی کہیں نہ کہیں۔ مایوسی کی کیا بات ہے۔ کوئی کمی تو ہے نہیں آپ میں۔ لوگ بخوشی قبول کر لیں گے۔" تسلی دلاسا۔

"اچھا..... تو پھر آپ ہی کریں مجھ سے شادی۔" بے دھڑک بولی۔

جنید نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگے۔ بلاشبہ خاصی حسین تھی۔ شوقین اور خوش مزاج بھی ہو گی کبھی مگر حالات نے.....

اندر سے نانی نے انہیں پکارا۔ وہ اندر لپک کر گئے۔ سامنہ وہیں بیٹھی انگلیاں چٹخاتی رہی مایوس اور دل گرفتہ۔

☆☆☆

اندر جنید کی پیشی اور گواہی۔ فون کس کا تھا۔ کیا کہا گیا۔ دوبارہ انہوں نے حرف بہ حرف۔ یعنی ایک ایک لفظ دہرایا۔ سب سر نیچا کر کے غور کرنے لگے۔ نانی نے کہا۔

"میں کہتی ہوں۔ کسی کو ان کے گھر بھیجو، فون بند ہے۔ راستے بھی بند کر دیے کیا انہوں نے۔ نوید کو بھیجو۔"

"اب تو بہت رات ہو گئی ہے۔ سب سو گئے ہوں گے۔" نوید نے کمزور سا بہانہ کیا۔ "صبح..... صبح دیکھیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ رات کے دو بجے بھی کسی کو کیا تنگ کرنا۔" چچا جان رضامند۔

جنید حیران تھے۔ بھئی یہ کیسے صابر لوگ ہیں۔ انہیں تو فوراً وہاں جانا چاہیے تھا۔ ان پریشان کن حالات میں دو بجے رات کا بہانہ۔ وہاں بھی سب جاگ رہے ہوں گے۔ مہمان وہاں بھی ہوں گے۔ کون سوتا ہے شادی کے گھر میں جلدی اور لڑکے کے غائب ہونے کے بعد ماں باپ کی نیند تو خود ہی غائب ہو گئی ہو گی۔ جیسے یہاں سب جاگ رہے ہیں۔

وہ چڑ کر باہر آئے۔ سامنہ وہاں نہ تھی۔ وہ اوپر اپنے ٹھکانے پر آ گئے۔ بستر پر لیٹ کر آپا کو کال ملائی۔

"آپا! یہاں ایک لڑکی مجھے پسند آ گئی ہے۔ بہت خوب صورت، شوخ چلبلی سی ہے۔ گاتی بھی بہت اچھا ہے۔ آواز بھی بے حد سریلی ہے۔ خاندان کی ہی ہے۔ کیا میں اس سے شادی کر لوں؟" سیدھا

www.pklibrary.com

سوال تھا۔

جواب بھی فوری آ گیا۔ ”اپنے خاندان کی ہے؟ واہ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ ضرور کرلو، اگر تمہیں پسند ہے تو۔ نکاح کے بعد کاغذات تیار کروالینا ویزے کے لیے۔ کچھ زیورات میرے پاس ہیں۔ بھیج دوں یا وہیں خرید لو۔ شادی کے لیے اچھے سے کپڑے اس لڑکی کی پسند سے لینا۔“

”شکریہ آپا! آپ بہت اچھی ہیں۔ بس اب انتظار کریں۔“

وہ خوشی سے اچھل پڑے۔ اب سمانہ کے لیے کس کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ ماں باپ ہیں نہیں۔ بھائی نہ جانے کون اور کہاں ہے۔ صبح شاہدہ باجی سے رابطہ کر کے سمانہ کے بھائی کا پوچھوں گا۔ بھئی واہ۔ یہ تو بڑا آسان نسخہ ہے۔ خوشی میں نیند غائب ہوگئی۔ سمانہ اچھی تو تھی لیکن مصیبت زدہ بھی تھی۔ غمزدہ اور بے سہارا۔ اس کا سہارا بننا ثواب بھی ہوگا۔ سمانہ نے خود ہی ان سے شادی کی فرمائش کی تھی۔ اس لڑکی کو مطالبات کی عادت تھی شاید۔ اچھی بات ہے۔ اپنے مستقبل کی بہتری کے لیے۔ خوشیوں کے حصول کے لیے دل کی بات ظاہر کرنا۔ وہ آپا کی منظوری کے بغیر اس کے سامنے اقرار نہ کر سکے۔

دراصل آئے تو اسی مقصد کے لیے تھے۔ بلکہ بھیجے گئے تھے۔ آپا کی ایک رشتے کی نند کنواری بیٹھی تھی۔ کسی کینیڈین یا امریکن رشتے کے انتظار میں۔ بھائی صاحب نے کہا کہ جنید انہیں جا کر دیکھیں۔ مل کر کوئی فیصلہ کریں۔ اگر پسند آجائے تو فوری شادی یہ دوسری صورت میں گوجرانوالہ میں بھائی صاحب کی سگی بڑی بہن رہتی ہیں۔ ان کی دو بیٹیاں ہیں..... جو اچھی لگے اس سے شادی کر لینا۔ میں خود آپا سے بات کرلوں گا۔ وہ انکار نہیں کریں گی۔

ادھر جنید کی آپا نہیں چاہتی تھیں کہ ان کی سسرال کی کوئی لڑکی جنید کی بیوی بن کر آئے اور ان کے سینے پر مونگ دلے۔ انہیں یہ رشتے پسند نہ تھے۔ مگر بھائی صاحب کے اصرار پر جنید میاں مجبور ہو کر آئے۔

☆☆☆

چچا جان کے گھر ہی ٹھہرنے کا پروگرام تو تھا مگر یہاں شادی کی گہما گہمی دیکھ کر پریشان بھی ہوگئے لیکن نوید نے انہیں تسلی دی اور اپنا کمرا بھی دے دیا۔ کوٹھی تو بہت ہی وسیع تھی۔ آٹھ دس بیڈ روم تھے۔ مہمان بھی آئے ہوئے تھے مگر..... شادی سے پہلے تو اب وہ کہیں جا نہیں سکتے تھے کسی لڑکی سے ملنے، نہ گوجرانوالہ۔ یوں بھی آپا کا خیال تھا کہ لاہور والی نند کی عمر زیادہ ہے۔ گوجرانوالہ والی بھانجیاں آفت کی پرکالہ ہوں گی۔ کیونکہ ان کے خیال میں چھوٹے شہر کی رہائشی لڑکیاں بڑے شہر میں آ کر دیدہ ہوائی ہو جاتی ہیں۔ بہرحال اب تو انہوں نے سمانہ کے لیے اقرار کرلیا تھا بخوشی۔ تقریباً صبح کو نیند آئی۔ دیر سے آنکھ کھلی۔ نوید اپنی الماری کھولے کھڑے پٹر پٹر کر رہا تھا۔

”کیا ہوا نوید! تم ہو آئے نازی کی سسرال سے؟“ وہ کہنی کے بل بیڈ پر بیٹھے یا لیٹے تھے۔

”لو کہاں ابھی تو سو کر اٹھا ہوں اور امی نے منع کر دیا ہے۔“

جنید میاں کی کہنیاں لچک گئیں۔ دھپ سے بستر پر گرے۔ ”کیوں؟“ حیرت کی زیادتی۔ حواس باختہ ہوگئے۔

”امی نے کہا۔ ان لوگوں کو خود آنا چاہیے تھا معذرت کے لیے۔ فون کھڑکا دیا۔ جیسے ہم اتنے گرے پڑے دھوبی چلا ہے یا پتا نہیں کیا ہیں۔ پہل ادھر سے ہوئی ہے۔ وہی کم ذات ہیں۔“

تفصیلی بیان جنید کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ارے کیسے اللہ تو گلی لوگ ہیں۔ کسی کو اپنی بیٹی بہن کی زندگی کا خیال نہیں۔ کیا نازی بھی سمانہ کی طرح.....

”فون کر کے دیکھا تھا؟“

”کیا تھا، بند تھا یا پھر خراب۔“

”اچھنبے سے..... مطلب کمپلین کرو۔ اگر خراب ہوا تو۔“

نوید نے مڑ کر حیرت سے انہیں دیکھا۔ ”کیا

www.pklibrary.com

؟وہ بھی ہم کریں؟ان کا گھر بھی مہمانوں سے بھرا ہوا ہے۔کوئی بھی کرسکتا ہے۔گھر والے گھر سے باہر جا کر بھی یہ کام کرسکتے ہیں مگر میرا خیال ہے انہوں نے اسی مقصد سے بند کیا ہوا ہے کہ یہاں سے بات نہ ہوسکے۔"

"ایک ہی شہر ہے۔اب کیا وہ گھر بھی چھوڑ گئے ہوں گے۔جانتے تو ہوں گے کہ یہاں سے کوئی دریافت حال کے لیے جاسکتا ہے۔(جو کہ نہیں جارہا)"

"اگر یہاں سے کوئی گیا بھی تو یقین ہے گھر کے افراد اندر گھس کر بیٹھ جائیں گے۔ملے گا کوئی نہیں۔پھر کیا ہم دیواروں سے سر پھوڑنے جائیں؟"کس قدر پُر یقین ہیں سب۔وہ بستر چھوڑ کر اٹھ گئے۔واش روم سے نکلے تو دیکھا۔منیا ان کا ناشتا لائی تھی۔

"ارے میں نیچے آجاتا۔سب کے ساتھ ناشتا کرلیتا۔"

"سب کے ساتھ۔کس کے ساتھ۔"منیا منہ بنا کر بولی۔"سب سو رہے ہیں۔جو اٹھتا ہے،وہ چائے بنا کر پی لیتا ہے۔نوید بھائی نے بتایا کہ آپ جاگ گئے ہیں تو باجی نے آپ کے لیے ناشتا بھیجا ہے۔"

"باجی شاہدہ نے؟نہ جانے خود بھی کچھ کھایا پیا ہے انہوں نے کہ نہیں۔کتنی غمزدہ اور پریشان تھیں رات کو بے چاری۔"

"لو،خا،خا،خا۔"مضحکہ اڑانے والی مصنوعی ہنسی۔"وہ تو صبح سے کئی دفعہ کھا پی چکی ہیں..... پہلے بسکٹ اور چائے پھر آملیٹ بنا کر توس مکھن کھایا۔اب گرم گرم نان کباب منگائے ہیں تو وہ کھا رہی ہیں۔"منیا خاصی ہنسوڑ تھی۔

اب جنید نے ٹرے پر نظر ڈالی۔نان کباب۔چائے اور چند بسکٹ۔

"اچھا آؤ۔تم میرے ساتھ ناشتا کرلو۔میں اتنا نہیں کھا سکوں گا۔"

"نہیں بھی.....بسم اللہ کریں۔میرا تو پیٹ فل ہے۔"

"تم نے کیا کھالیا۔"

"یہی نان کباب۔حلوہ پوری۔"

"حلوہ پوری؟"ٹرے میں ایسا کوئی ذکر نہ تھا۔

"پہلے حلوہ پوری منگائی تھیں..... وہ مہمانوں نے چٹ کرلیں..... اب نان کباب منگائے ہیں۔"جنید حیرت کے سمندر میں غرق۔یعنی ان پریشان کن حالات میں یہ خاطریں۔

"اچھا۔تمہاری سمانہ باجی نے بھی کچھ کھایا کہ نہیں۔"

"ہاں تھوڑا تھوڑا۔"

"تھوڑا تھوڑا کیوں۔"جنید چائے انڈیل رہے تھے کپ میں۔

"باجی نے کہا تم موٹی ہوتی جارہی ہو۔کم کھایا کرو۔ورنہ کون تم سے شادی کرے گا۔تو انہوں نے بس نان کباب اور تھوڑا سا حلوہ پوری کھا کر بس کردیا۔بسکٹوں کو ہاتھ تک نہ لگایا۔"منیا خاصی خبر رساں ایجنسی تھی۔

اچھا۔نازی نے بھی کچھ کھایا۔"

"وہ تو سو رہی ہیں۔رات بھر جاگتی رہی تھیں اس لیے۔"

"ہاں بے چاری۔روتی رہی ہوگی رات بھر....."

"لو جی۔وہ کیوں روئیں۔روئیں ان کے دشمن۔وہ تو رات بھر شرجیل بھائی کو برا بھلا کہتی رہیں۔کوستی رہیں کہ خدا کرے شرجیل کو کالی موٹی بھینگی لنگڑی دلہن ملے۔اس کا کبھی گھر نہ بسے۔روتا رہے ساری عمر خوشیوں کو ترسے۔"بیان میں خاصی روانی تھی۔

جنید کا دل عجب طرح سے دھڑکا۔نان کباب حلق میں پھنسنے لگے۔بسکٹ کھا کر چائے پی لی۔کیسے لوگ ہیں سارے بے حس،بے خبر،بے نیاز،صابر یا انتہا درجے کے لاپروا۔

www.pklibrary.com

"تم چلو۔ میں ابھی آتا ہوں نیچے۔" دل گرفتی سے بولے۔

"ارے..... آپ نے تو کچھ کھایا ہی نہیں۔ آدھا کباب دو لقمے نان کے باجی ناراض ہوں گی کہ میں نے باتوں میں لگا کر آپ کی بھوک مار دی ہوگی۔"

"نہیں بس۔ دل نہیں چاہ رہا۔"

"تو میں ٹرے لے جاؤں؟" کہہ کر ٹرے اٹھالی۔ ایک نان ہاتھ میں دبوچا، پورا کباب منہ میں بھر لیا پھر مٹکتی ہوئی چلی گئی۔ فل پیٹ کے بعد..... بے چاری کام بھی تو بہت کرتی ہے۔ چلتے پھرتے اترتے چڑھتے کھانا ہضم ہو جاتا ہوگا۔ انہوں نے اسے بری کر دیا۔

☆☆☆

سمانہ کا خیال آیا۔ نازی کا حال بھی کیا سمانہ جیسا ہوگا؟ یہ لوگ سوچتے ہی نہیں۔ انسان کوشش تو کرتا ہے۔ یہاں تو کوشش نام کا کوئی پرندہ پر نہیں مار رہا۔ نیچے گہما گہمی جوں کی توں موجود۔ مہمان میزبان سب باتوں میں مگن۔ نہ جانے اس گھر میں کتنے لوگ رہائش پذیر تھے اور کتنے مہمان۔ ان کی نظریں سمانہ کو تلاش کر رہی تھیں۔

پھر نظر آ ہی گئی۔ سوئی دھاگا لیے نہ جانے کیا سی رہی تھی۔ وہ برآمدے میں ڈٹ گئے اور لوگوں کی مصروفیت دیکھنے لگے۔ کوئی ادھر سے ادھر، کوئی یہاں سے وہاں جاتا آتا نظر آ رہا تھا۔ بس پھر یوں ہی نظریں سمانہ پر ٹک گئیں..... سمانہ بھی انہیں دیکھ رہی تھی۔ شاید اس کی نظریں اپنے سوال کا جواب مانگ رہی تھیں..... وہ خوش دلی سے مسکرائے۔ آپا نے "ہاں" کر دی ہے۔ کیسے بتائیں۔ خیر باہر آئے گی تو بتا دیں گے۔ اس نے کاسنی رنگ کا ڈھیلا ڈھالا کرتا پہنا ہوا تھا۔ کاسنی دوپٹے کے ہالے میں چہرہ چمک رہا تھا۔ کوئی شک نہیں کہ وہ خاصی خوب صورت لگ رہی تھی۔ بغیر میک اپ کے سادہ بے ریا چہرہ۔ کل کے مقابلے میں آج زیادہ اچھی لگی۔ زنانہ سلائی کر رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ بہت مضبوط کردار کی بہادر لڑکی جو اپنے برے حالات میں بھی خوش رہتی ہے اور لوگوں کو خوش کرتی ہے۔

نانی جان اس سے باتیں کر رہی تھیں، غالباً نصیحتیں۔ ابھی اس کے باہر آنے کے امکان کم تھے۔ وہ نازی کے کمرے کی طرف آ گئے۔ دستک دے کر اجازت طلب کر کے اندر آ گئے۔ نازی جاگ رہی تھی۔ چہرہ ستا ہوا۔ رنگ اڑا ہوا۔ لاکھ برا بھلا کہتی رہی ہو مگر روئی بھی ہوگی۔ کمزور لگ رہی تھی۔ رنگت تو زرد تھی ہی، بیمار پیاری سوگوار حسینہ۔

"تم نے پھر کوشش کی؟ اپنے منگیتر سے کیا نام..... اس سے بات ہوئی؟"

"ہاں کرتی رہی۔ بدذات نے فون بند کیا ہوا تھا۔ مردود، الو کا پٹھا، کبھی نہیں ملا تو منہ نوچ لوں گی۔ بلکہ اس کے گھر جا کر یا پھر یونیورسٹی جا کر اچھی طرح درگت بناؤں گی۔ پھر چین ملے گا۔ چین ملے یا نہ ملے۔ مگر اس کے اسٹوڈنٹ بھی اس کا منہ کالا ہوتا دیکھیں۔ فلاسفی پڑھاتا ہے اور انگلش لٹریچر بھی۔ سب ناک کے رستے انگلش میں فلاسفی نکلے گی۔ جب کالا پینٹ اس کے منہ پر اسپرے کروں گی۔ جیسا ایک دل جلے موکل نے دوسرے وکیل کے منہ پر کیا تھا کالے پینٹ کا اسپرے۔"

وہ جل بھن کر کومنٹ دیتی جا رہی تھی۔ جنید زبان کی روانی اور بے ساختگی پر منہ کھولے ہونق بنے اسے دیکھ رہے تھے۔ کوئی شک نہیں، پاکستانی نئی نسل کی لڑکیاں اپنی ذلت کا انتقام لینا خوب جانتی ہیں۔

"مگر وہ پینٹ ملے گا کہاں تمہیں؟" انہوں نے اس مشکل مرحلے کی طرف اشارہ کیا۔

"کوشش کریں تو کیا ہو نہیں سکتا۔ مل جائے گا۔ میں نے رات اکرم کو فون کیا تھا۔ اس کے گھر پر پینٹ ہو رہا ہے۔ ان لوگوں نے ایک کمرے کو ڈارک روم بنایا ہے۔ اس میں کالا پینٹ ہو رہا ہے۔ کہہ رہا تھا۔ بچا رکھا ہے۔ لے لینا۔ اکرم فوٹو گرافر ہے۔ ہم لوگ اس کے اسٹوڈیو میں ہی فوٹو بنواتے ہیں۔ شادی

www.pklibrary.com

مہندی کے لیے اسے ہی بک کیا ہے۔"

تفصیل روانی اور غم و غصہ..... باجی شاہدہ اندر آئی نازی کو ڈانٹنے لگیں۔

"تم ابھی تک سر جھاڑ منہ پہاڑ بیٹھی ہو۔ اٹھو ناشتا کرو۔ نہا کر کپڑے بدلو۔ غضب خدا کا دوپہر کا ایک بجنے کو ہے اور جنید! تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔ مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

جنید نے باہر نکلنے میں ان کی تقلید کی۔ "جی باجی! کہیے۔"

"میرے کمرے میں آؤ ذرا۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا اور ایک کمرے میں گھس گئیں۔ جنید نے پہلی بار ان کا کمرا دیکھا۔ خوب سجا ہوا، بے حد قیمتی پردے کھڑکیوں کی زینت بنے ہوئے۔ قیمتی قالین، جگہ جگہ بلوری یا چینی ڈیکوریشن کا سامان۔ لمبے نیلے گلدان کونوں میں سجی خوب صورت پھولوں کو آغوش میں لیے بیٹھے تھے۔ باجی شاہدہ کی فیملی کی تصاویر سے سجی دیواریں۔ بیڈ پر مخملی خوش رنگ بیڈ شیٹ تھی۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔

"جنید! تم کو نازی سے ہمدردی تو ہے نا، تب ہی اتنی فکر کر رہے ہو۔ میں اگر تم سے کہوں۔ آج مہندی کا فنکشن اسی طرح ہو جیسا کہ ہونا تھا۔ یعنی جیسا طے تھا۔" پراسرار انداز میں بولیں۔

"جی؟ کیسے؟ مگر..... کیا؟" وہ کچھ دیر پہلے نازی کی تقریر سن کر جس طرح ہونق بنے تھے۔ باجی شاہدہ کی بات پر اسی طرح ہکا بکا ہو گئے۔ کیا لڑکے والوں سے بات ہو گئی۔ سوچ کر رہ گئے۔

"ایسے کہ تم نازی سے شادی کر لو۔ نہ کسی سے کچھ کہنا پڑے گا نہ رسوائی نہ شرمندگی۔ امی بھی اس بات پر راضی ہیں اور خاندان میں تو ایسا ہو بھی جاتا ہے۔"

(سمانہ کے ساتھ ایسا کیوں نہ ہوا) مگر بول نہ سکے۔ منہ کھول کر رہ گئے۔ احمقوں کے سردار۔

"اس میں کوئی برائی نہیں۔ بلکہ بہتر ہی ہے۔ تمہیں بھی آخر کبھی شادی کرنی ہی ہے۔ ابا امی رات بھر سوئے نہیں۔ تم ہو، جوان کی فکر دور کر سکتے ہو۔ پلیز ایک بے قصور لڑکی کی زندگی کا سوال ہے۔ میں تم سے نازی کی خوشیوں کی بھیک مانگ رہی ہوں۔" رونے لگیں۔

"لیکن میں تو..... آپا نے....." بولا نہ گیا۔

"میں آپا سے بھی اجازت لے لوں گی۔ خاندان کی بدنامی کا سوچو۔"

وہ سمانہ کو سوچ رہے تھے۔ ابھی اس سے اقرار کرنا تھا۔ آپا کی اجازت اور یہ باجی شاہدہ.....

"کیا وہاں سے کوئی خبر آئی ہے؟"

"ارے چھوڑو وہاں کی بات۔ وہ لوگ گونگے کا گڑ کھائے بیٹھے ہیں..... تو ہم بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں؟ ہماری تو عزت خاک میں مل رہی ہے۔ بدنامی رسوائی۔ لڑکی کی زندگی۔ تم اپنی بات کرو۔"

"باجی! ایک بار ان لوگوں سے بات تو کر لیں۔ صرف کسی نامعلوم فون کال پر..... اتنا بڑا فیصلہ..... پلیز ایک بار۔" گھگھیانے لگے۔ گونگے کا گڑ کیا؟

"ارے ان لوگوں کے صبح شام دس فون آتے تھے صلاح مشورے یہ وہ..... شرجیل کے کئی فون آتے تھے۔ اب کل سے سناٹا ہے۔ اس کا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے فون خراب ہو۔" (گونگے کا گڑ کھانے کے بعد شاید)

"تو، سارے لوگوں کے فون خراب ہو گئے۔ اس سڑیل شرجیل کا فون کیوں بند ہے۔ تم بتاؤ! کیا تمہیں نازی پسند نہیں۔ دیکھو! مفت میں دلہن مل رہی ہے۔ ہلدی لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا آئے۔ اس سے زیادہ حسین لڑکی کہاں ملے گی بھلا۔ سوچ لو۔"

"میں کیا کہوں۔" سمانہ نگاہوں میں، دل میں سما چکی ہے۔ روح میں بس گئی ہے۔ اس نئی خواہش پر..... کیا کروں؟

"غور کر لو اچھی طرح۔ ورنہ پھر ایک رشتہ اور ہے میرا دیور، جو پولیو کا مریض ہے۔ لنگڑاتا ہے بچارا۔

www.pklibrary.com

میرے میاں کا تقاضا ہے کہ آج اسی سے نکاح ہوجائے۔ نازی کی قسمت پھوٹ جائے گی اگر اس سے..... تمہارے سوا اور کوئی ہے بھی نہیں۔ بس وہی لنگڑا ہے۔"

جنید میاں کے سر پر ہتھوڑا لگتا تو اتنی اذیت نہ ہوتی۔ نازی..... وہ نازک پھولوں کی ڈالی لنگڑا۔ منہ سے سسکاری سی نکالی۔

"ہاں۔" بہت غم ناک شکل بنا کر گردن نیچی کرکے بولیں۔ "ہاں پولیو کی وجہ سے لنگڑاتا ہے لکڑی کے سہارے ٹیڑھا چلتا ہے۔ کوئی رشتہ ملتا ہی نہیں اسے۔ اب اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ میں نے تمہارا سوچا۔ امی ابا سے ذکر کیا ہے۔" "وہ مان گئے۔"

جنید ہکا بکا ان کی شکل دیکھنے لگے۔ اتنا کچھ ہوگیا۔ سب نے پروگرام بنا لیے اور وہ خود سمانہ کے تصور میں گم رہے۔ انہوں نے نظریں گھما کر پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ قیمتی نہیں، بیش قیمت سامان سے آراستہ باجی شاہدہ خود۔ سونے کے زیورات میں ملبوس ڈائمنڈ کے سیٹ سے آراستہ۔ ان کے شوہر اعلا درجے کے سرکاری افسر..... وہ پولیو زدہ بھائی کا علاج کیوں نہ کرا سکے۔ لکڑی کی مصنوعی ٹانگ ہی لگوا دیتے۔ اس بے چارے کو لکڑی کے سہارے نہ چلنا پڑتا۔ کیا یہاں لوگوں میں حقوق العباد، حقوق اللہ کا جذبہ ختم ہوگیا۔ اقربا پروری کی مثال باقی نہیں رہی۔ زندگیوں میں اتنا فرق۔ ایسی پستی۔ ایسی بلندی۔

"یہ مہندی اب بھی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح سب کچھ۔ نازی کی زندگی کا یہ غم تمہارے ہاں کہنے سے..... خوشیوں میں بدل سکتا ہے۔" وہ گردن نیچی کیے بولے جارہی تھیں۔

"نا..... نازی سے..... آپ نے پوچھا؟" حلق بند ہوتا جارہا تھا جیسے.....

"اسے میں سنبھال لوں گی۔ وہ لنگڑے سے شادی پر..... آمادہ تو نہیں ہوگی لیکن تمہارے انکار کے بعد..... تو پھر یہی کرنا پڑے گا۔ زبردستی۔"

وہ نظر نہ آنے والے دھاگے بستر سے نوچنے کی تگ و دو میں تھیں بظاہر۔ لوگ بلا وجہ دوسروں سے توقع وابستہ کرلیتے ہیں۔ وہ متاسف اور متامل تھے۔

"پھر..... ابا سے کیا کہوں۔ سمجھے ہو، اس لیے وہ راضی ہوگئے۔" وہ پرامید نظروں سے انہیں دیکھنے لگیں۔

کشمکش میں تھے۔ ایک طرف وہ چاہتے تھے۔ کوئی شریف جیل یا اس کے ماں باپ سے مل کر تصدیق تو کرلے۔ دوسری طرف سمانہ کی پرامید خواہش۔ جنید کے جواب پر اس کی زندگی کی خوشیوں کا دارومدار تھا مگر وہ ایک مضبوط، قوت ارادی والی باحوصلہ لڑکی ہے اور نہ جانے کتنی مایوسیوں سے نبرد آزما رہی لیکن ہاری نہیں تھکی نہیں۔

اور نازی..... اس کی اتری ہوئی، روئی ہوئی صورت، معصوم ارادے، انتقامی بچکانہ جذبہ، بدنامی اور عرصہ دراز تک شادی نہ ہونے کا، سمانہ کی طرح لنڈوری پھرنے کا خدشہ..... نہ جانے سمانہ پر بارات واپس جانے سے کیا گزری ہوگی، جواب نازی کے ساتھ ہونے جارہا تھا۔ خوف ناک بلکہ خطرناک صورت حال تھی۔ آپا کو لڑکی کا نام پتا کچھ بتایا نہ تھا۔ وہ تو نندوں سے پیچھا چھوٹنے کی خوشی میں فوری رضا مند ہوگئی تھیں۔ اور..... ادھر نازی پھولوں کی ڈالی۔ لنگڑے کی لکڑی کا سہارا اور وہ خود.....

شرمناک صورت حال تھی۔ ان کا جذبہ ہمدردی۔ کسی کے کام آنے کی خواہش..... وہ مجبور ہوگئے۔ باجی شاہدہ خوشی کا نعرہ لگا کر ان سے لپٹ گئیں..... مبارک باد دی اور باہر بھاگ گئیں سب کو خوش خبری سنانے، جنید کو محسوس ہوا، وہ خالی ہاتھ رہ گئے۔ دل بھی خالی ہوگیا۔ کوئی امنگ نہ خوشی۔ مجبوری ہمدردانہ مجبوری۔ تکان سی ہوئی۔ بستر پر ہی گر گئے۔ مخملی نرم بستر..... یہ کیا ہوگیا اور کیا ہونے والا ہے ان کے ساتھ نازی کے ساتھ، زندگی کا تصور عجیب..... وہ ان سے بھی خلاف مرضی کچھ ہونے پر انتقام لے سکتی ہے۔ وہ ان کے منہ پر سیاہ پینٹ اسپرے کرسکتی ہے۔

www.pklibrary.com

اوہ..... گھبرا کر اٹھے باہر آئے باجی سامنے سے چلی آرہی تھیں افتاں وخیزاں۔

"چلو اب تم کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کرلینا۔ پھر شام سے مہندی کا ہنگامہ شروع ہوگا رات گئے تک آرام کا موقع نہیں ملے گا۔ کھانا شروع ہونے والا ہے۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" بے چارگی۔

"ہاں۔ ناشتا خاصا ہیوی تھا۔ چلو وہ سب تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

بتا نہ سکے۔ ناشتا کیا ہی کب تھا مگر..... چونک گئے۔

"کو..... کون ملنا چاہتے ہیں۔"

"ہمارے مرد رشتے دار۔ جو آئے ہوئے ہیں۔"

"میں سب سے مل چکا ہوں۔" بے زاری۔

"اوہو نئے رشتے، نئے تعلق سے بھی۔ زبردستی۔"

اب نازی کے پاس جانا بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ نہ جانے کیا سلوک کرے گی۔ کوئی چیز اٹھا کر دے ماری تو..... لاؤنج سے سامنہ نکلی۔ بے خیالی میں ٹکراؤ ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں نرم نرم اداسی تھی۔

"آ..... آپ نے..... میں نے سنا ہے۔ آپ نازی سے..... شادی پر..... راضی ہیں۔" لہجے میں پھانس چبھی تھی۔ دل سے ہوک اٹھی۔

"سوری۔ سامنہ! میں اس وقت آپ کو جواب نہ دے سکا۔ لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ صحیح پہلا کام آپ کو اپنی رضامندی دے کر اپنی پسند کا اقرار کروں گا آپ مجھے بہت پسند آئی ہیں۔ آپ کے کردار کی مضبوطی، ہمت اور مگر میں شاہدہ باجی کو انکار نہ کرسکا۔"

بہت دل گرفتی سے کہہ کر اسے دیکھا۔ وہ اداسی سے مسکرائی۔

"کوئی بات نہیں۔ بہر حال مجھے یاد رہے گا کہ کسی نے مجھے پسند کیا تھا میری بری شہرت کے باوجود..... میں بہت قناعت پسند ہوں۔ اور میرا اللہ اور تقدیر پر پورا یقین ہے۔ ہر انسان کو اس کے ظرف کے مطابق انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ میں ابھی بھی تقدیر کی مہربانی کی منتظر ہوں۔ میں نہ سہی، نازی سہی۔ میں تو تقدیر کے اس وار کو بہادری سے جھیل رہی ہوں۔ شاید نازی نہ جھیل پاتی۔ سب کی لاڈلی جو ٹھہری نازک، آپ نے بالکل درست فیصلہ کیا۔ میرے دل میں آپ کی قدر اور بڑھ گئی۔ جو میرا نصیب ہوگا۔ کبھی نہ کبھی مل جائے گا۔ ناامید نہیں ہوں۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے پسند کیا۔"

وہ روانی سے بول رہی تھی۔ جنید بڑے صبر سے سن رہے تھے۔ اس کی ایک اور خوبی سے آگہی ہوئی۔ اس کی آواز ولہجہ اس کے کہے ہوئے الفاظ کی سچائی کے گواہ تھے۔ کہیں کوئی جھول نہ تھا۔ نہ رقت، نہ کپکپاہٹ۔ وہ مڑ کر لاؤنج میں چلی گئی۔

جنید کی اپنی پلکیں نم ہوگئیں۔ ہمدرد اور حقیقت پسند لڑکی۔ ان کے دل میں اس کی قدر اور گہری ہوگئی۔ چپ چاپ اوپر کمرے میں آگئے۔ جو دراصل نوید کا تھا۔ چچی جان کے بقول۔ "نوید کے تو سونے کا کوئی ٹائم ہے۔ نہ کھانے پینے کا۔ نہ جاگنے کا۔ جب جہاں جگہ مل جاتی ہے، سو جاتا ہے۔ جب بھوک لگی، کچھ بھی کھالیتا ہے۔ اس کی وجہ سے تم البتہ ڈسٹرب ہوجاؤ گے۔ اس لیے بہتر ہے آرام سے رہو۔"

اور حقیقت بھی یہی تھی۔ نوید بہن کی شادی کے ہر معاملے میں پیش پیش بے حد مصروف تھا۔ اسے تو کمرے میں آنے کی مہلت ملتی نہ تھی۔ بس کپڑوں کی تلاشی میں آتا تھا۔ جنید کو یہ تنہائی غنیمت لگی۔ وہ بستر پر لیٹ گئے۔ جسم وجاں میں عجب طرح کی سنسناہٹ تھی۔ سوچنے یا کچھ کرنے کو دل ہی نہیں چاہا۔ ورنہ اپنے کپڑے ہی استری کرلیتے۔ جو ہمیشہ خود ہی کرتے تھے۔ چچی جان کے کہنے کے باوجود ملازمہ کو نہیں دیتے تھے۔ سامنہ کو اپنی پسند بتادی۔ محبت کا اظہار نہ کرسکے۔ واقعی ان کے دل کے اندر کہیں گہرائی میں سامنہ بڑی شان سے براجمان تھی۔ مگر اب اسے یہ

www.pklibrary.com

بتانا..... وقت کا ضیاع ہی تھا۔

☆☆☆

آپا سے اجازت لینے کے بعد سامنہ ان کے خواب میں شریک زندگی کے روپ میں نظر آئی۔ چند گھنٹے کی نیند اور چند منٹوں کے خواب۔ کاش..... !وہ باجی شاہدہ کو بتا دیتے۔ لیکن نازی اور لکڑی کے سہارے لڑکھڑاتا پولیو زدہ..... اوہ نو! گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

''بھائی جان جنید! آپ کو نیچے کھانے کے لیے بلا رہے ہیں۔'' منیا تھی۔

''افوہ جو حالات ہوں۔ جیسا وقت ہو۔ کھانے پینے کا سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے۔''

ان کی تو بھوک اڑ چکی تھی۔ مگر نیچے والوں کو تو اب اطمینان ہو گیا تھا۔ نیچے آ گئے۔ بھوک نہ ہونے کا عذر کیا مگر کسی نے مانا نہیں۔ زبردستی کھلایا گیا..... لذیذ تھا شوق سے کھالیا۔ واہ بھئی۔

پھر نوید ایک شلوار قمیص لے آیا۔ ''یہ آج شام کے فنکشن میں تم پہنو گے۔ تمہارے پاس تو شلوار قمیص ہو گا نہیں۔ اور ہاں ذرا جلدی تیار ہو جانا۔''

کہہ کر سوٹ وہیں کرسی پر رکھ کر وہ مصروف ترین صاحب فوراً کہیں چل پڑے۔ جنید نے اس پر عمل کیا۔ یعنی نہا کر لباس تبدیل کر کے نیچے آ گئے۔ وہاں خوب آؤ بھگت ہوئی۔ خواتین نے گلے لگایا۔ دعائیں دیں۔ اس قسم کی کہ وہ تازگی دودھ میں نہائیں اور اولاد کسی پھل کی صورت ملے۔ دودھ سے نہلانے کا تصور خاصا اندوہناک تھا۔ یعنی کہ مسلسل چپ چپ۔ دہی کی بو اور مکھیوں کی یلغار۔ متلی ہونے لگی۔ نوید کہیں سے تھکا ہوا آیا تھا۔ پوچھنے پر کہنے لگا۔

''مارکیٹ..... باجی شاہدہ کے ساتھ۔ تمہارے لیے کل پہننے کا کرتا پاجامہ اور شیروانی سینے کا آرڈر دے کر آئے ہیں۔ کل شام کو لینے جانا ہو گا۔ باجی کے ساتھ مارکیٹ جانا ایسا ہی تھکانے والا سفر ہوتا ہے کہ بندہ فوت ہونے کے قریب پہنچ جاتا ہے۔''

وہ بھی نہانے کے لیے چلا گیا مگر بہت جلد نہا کر آ گیا۔

''چلو۔ اب لان میں ہی چلتے ہیں۔ اسٹیج تیار ہے۔ دیکھنا کیا بمبا سٹک سجاوٹ کی ہے میں نے اور میرے دوست نجم نے۔''

دونوں لان میں آئے۔ واقعی لان کی تو شکل ہی بدلی ہوئی تھی۔ شامیانے، قناتیں۔ گیندے اور گلاب کے پھولوں کے ہار جا بجا لٹکے ہوئے تھے۔ داخلے کے لیے بہت ہی خوب صورت آرائشی گیٹ جو سبز پتوں اور زرد پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ اسٹیج پر قطار در قطار پھولوں کی لڑیاں۔ سبز قالین پر سرخ صوفے۔ روشنیوں کی چکاچوند۔ یہ مہندی کا اہتمام ہے تو شادی پر نہ جانے کس طرح کی آرائش ہو گی۔ بلاضرورت اخراجات..... گیٹ سے اسٹیج تک لان میں تین لائنیں کرسیوں کی تھیں۔ تین تین کرسیوں کی قطاریں درمیان میں پیدل چلنے والوں کے لیے سرخ قالینوں کی روش۔

نوید داد طلب نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی محنت کی داد نہ دینا ناانصافی ہوتی۔ جنید نے شاباشی دی۔

دونوں اسٹیج پر جا بیٹھے۔ برقی قمقمے الگ رونق کا سبب تھے۔ گو کہ ابھی رات نہیں آئی تھی مگر لائٹیں سب آن کر دی گئیں۔ پھر خواتین آنا شروع ہوئیں اور کرسیاں بھرنے لگیں۔ پھر گانے والی لڑکیاں ڈھولک لے کر آ گئیں اور اسٹیج کے سامنے جگہ بنانے لگیں۔ ڈانس پارٹی نے بھی گانے والیوں کے مقابل جگہ بنائی۔ باجی شاہدہ گھر کے اندر موجود خواتین اور چچی جان کے ہمراہ آرائشی گیٹ سے گزر کر اندر آنے لگیں۔

فوٹو گرافر..... اکرم پارٹی سمیت آ گیا۔ لڑکیوں نے گانا شروع کر دیا۔

گاؤ مبارک بادی مائی جم جم نت نت.....

میرے بھیا کی شادی مائی جم جم نت نت.....

منیا کی آواز سب میں نمایاں تھی۔ سامنہ..... وہ کہیں نہ تھی..... ڈانس پارٹی اپنی گرو سے ہدایات

www.pklibrary.com

لے رہی تھی کب جھکنا ہے۔ کب مڑنا ہے۔ کب ہاتھ بلند کرنے ہیں۔

سامنہ نظر آ گئی۔ وہ سیدھے ہاتھ والی رو میں پیچھے بیٹھی تھی۔ خاموش، غمگین، خزاں رسیدہ پتے کی مانند مرجھائی ہوئی۔ اس نے پیلے اور سبز رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ خزاں اس کے وجود پر چھائی ہوئی تھی شاید اس نے بھی جنید کے خواب دیکھے تھے۔

جنید افسردگی سے اپنے ہاتھ کھول کر لکیریں دیکھنے لگے۔ لکیروں کا جال تھا۔ کیا تھا ان لکیروں میں؟ ایک بار کی نے ان کا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا۔

"خوش قسمتی آپ سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ آپ من پسند زندگی گزاریں گے اپنی پسندیدہ ہستی کے ساتھ۔"

خوش قسمتی؟ یا بے چینی۔ وہ اس کی توقع نہیں کر رہے تھے۔ جو تقدیر ان کے ساتھ کر رہی تھی۔ جو پسندیدہ ہستی تھی۔ وہ دور جاتی نظر آ رہی تھی۔

اور نازی..... جس کی شادی خانہ آبادی کی تقریبات میں شرکت کے لیے نوید نے انہیں روکا تھا۔ آج وہ اسی کے ساتھ شادی پر مجبور ہیں۔ کیا یہ تقدیر کا اشارہ ہے۔ کیا اس کے لیے وہ عین اسی موقع پر کینیڈا سے آئے تھے۔ سجے ہوئے اسٹیج پر براجمان۔ دولہا کے روپ میں۔

باجی شاہدہ اور چچی جان اسٹیج پر آ کر جنید کو گلے لگا کر دعائیں دے رہی تھیں۔ ان کی دعاؤں میں معذرت اور تشکر کے جذبات موجود تھے۔ جنید کو بہت شرم آئی جب چچی جان نے ان کا شکریہ ادا کیا بدنامی سے بچانے کا۔ نوید نے بید کے دائیں جانب والے صوفے پر چچی جان کو بٹھا دیا۔ نوید خود نہ جانے کس کس کو کیا کیا ہدایات دے رہا تھا۔ پھر آرائشی گیٹ پر فوٹو گرافر دوڑے۔ دلہن اپنی کزنز اور سہیلیوں کے جلوس میں سرخ، سبز اور زرد رنگ کے لباس میں ہولے ہولے گیٹ سے درمیانی روش پر آئی۔ اس کی سہیلیاں ہولے ہولے کچھ گاتی ہوئی، آگے بڑھ رہی تھیں۔ ادھر سامنے گانے والی پارٹی نے جو شیلے انداز میں گانا شروع کیا۔ ڈانس پارٹی نے حرکت کی۔ لڈی شروع ہو گئی۔

لڈی ہے جمالو.....

پھولوں سے ڈھکی چھڑیاں لڑکیوں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھیں اور وہ ایک دوسرے سے ٹکرا کر مخصوص آواز پیدا کر رہی تھیں۔ فوٹو گرافر اسٹیج پر چڑھ آئے دلہن کے ٹولے کی تصویریں لینے کے لیے۔ اور وہاں موجود جنید، نوید اور چچی جان کو روشنی میں نہلانے لگے۔ دلہن کو نوید نے سہارا دے کر اوپر جنید کے برابر والے صوفے پر بٹھایا۔ سہیلیاں بڑھ چڑھ کر پیچھے کھڑی ہو گئیں..... نوید ہدایت دیتا رہا۔

"اکرم! ادھر سے امی کو کور کرو۔ ہاں اب نازی کا سائیڈ یوز۔ جنید اور نازی کا ساتھ ساتھ....." جنید نے چور نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ ارم کالایا ہوا کالے پینٹ کا ڈبا۔ نظر نہ آیا۔

نازی بے زار سی تھی۔ ظاہر ہے وہ خوش تو نہیں ہو سکتی تھی۔

"نازی! تم راضی ہو نا۔ خوش تو ہو؟" موقع ملتے ہی جنید نے پوچھ لیا۔

نازی نے شاید دانت پیسے۔ کچکچا کر بولی "یہ تو بعد میں بتاؤں گی۔"

پھر باری باری لوگ اوپر آتے۔ دونوں کو پیار کر کے دعاؤں کے ہار پہناتے۔ نوید نے کہا۔

"امی، ابا کہہ رہے ہیں۔ جلدی سے رسم کر لو۔ کھانا تیار ہے نائم پر کھا لیا جائے تاکہ لوگ گھروں کو جائیں بارش کا امکان ہے۔"

رسم کے لیے لڑکیاں مہندی کے سجے ہوئے تھال لے کر آئیں۔ مختلف ناچتی گاتی بچیاں۔ موم بتیاں تھال کے اندر روشن تھیں۔ ان کی جھلملاتی روشنی بچیوں کے معصوم چہروں کو گنار رہی تھی۔

چچی جان کو دعوت دی گئی۔ ناز و انداز سے مسکراتی ہوئی اٹھیں اور پھر فوراً بیٹھ گئیں۔

"ارے شاہدہ کو بلاؤ۔ کہنا میرے کمرے سے

www.pklibrary.com

میرا پرس تو لے آئے۔ اے بھئی۔ اس میں میرا چشمہ ہے جس کے بغیر مجھے ٹھیک سے نظر نہیں آتا۔ اس میں رقم کا لفافہ ہے۔ سلامی کے لیے۔ منیا! جا بھاگ کے میرا پرس لا۔"

گانے والیوں نے موقعے کی مناسبت سے مصرعہ اٹھایا۔

"مہندی تاں سجدی بدوں نازی کی امی نچ دی۔"

لڈی ڈالنے والیاں تواتر سے صحیح قدم اٹھاتی ڈانڈیاں ایک دوسرے پر مارتی گھوم رہی تھیں۔

جنید کی نظریں پچھلی رو میں سمانہ کو تلاش کر رہی تھیں۔ مگر سمانہ وہاں نہ تھی اور یک دم بے ہنگم سا شور ڈھول کی ڈھما ڈھم۔ یک لخت سب کی نظر میں آرائشی گیٹ کی طرف جم گئیں۔ جہاں لڑکیوں، عورتوں کا ہجوم آگے بڑھ رہا تھا مگر اس سے بھی آگے۔ پیلے لباس میں ڈھول والے ڈھول پیٹتے بے ہنگم شور کے ساتھ آگے آ رہے تھے۔ ڈھول والوں کے پیچھے ایک زرتار دوپٹے کی چھتری تنی ہوئی تھی۔

"ہائیں!" نوید اسٹیج سے نیچے کودا۔ دوپٹے کو لڑکیوں نے سر سے اونچا کیا ہوا تھا۔ ان کی کلائیاں چوڑیوں سے سجی ہوئی تھیں۔ ہتھیلیاں مہندی سے رچی ہوئی اس دوپٹے کی چھتری کے نیچے ایک پیلے کرتے میں، ہنستا مسکراتا بشاش نوجوان دونوں اطراف کی کرسی نشین خواتین کو ہاتھ سے سلام کرتا ہوا آگے آگے۔ فوٹو گرافر نے فوراً رخ تبدیل کر لیا۔

اب..... آنے والے ہجوم پر روشنیاں تھیں۔ روشنی میں نہاتے وہ درمیان کی روش پر چل رہے تھے۔ عجیب صورت حال تھی۔ چچی جان کے ہاتھ سے پھولوں کا ہار نیچے گر گیا، جو وہ جنید کو پہنانے کے لیے لا رہی تھیں۔

"شرجیل!" نوید نیچے سے چلایا۔

"شرجیل!" نازی ایک چیخ کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ جنید اس سے پہلے ہی کھڑے ہو چکے تھے۔

"شرجیل!" شاہدہ باجی نے چیخ کر کہا۔ "ان کا فون سچ مچ خراب تھا امی! اور شرجیل کا موبائل کموڈ میں گر گیا تھا۔"

"چھوڑوں گی نہیں جنید بھائی! فون آپ نے منا تھا نا۔ جب تو فون ٹھیک تھا۔"

اس نے جنید پر جھپٹا مارنے کی کوشش کی۔ جنید موقع کی نزاکت کو سمجھ کر ایک لمحہ پہلے ہی اسٹیج سے نیچے کود چکے تھے۔ نازی زخمی شیرنی کی مانند غراتی ہوئی ان کے پیچھے۔

"جاتے کہاں ہیں۔"

جنید نے خطرہ سر پر منڈلاتا دیکھا تو زقند بھری۔ نازی نے لڈی ڈالتی ساکت کھڑی لڑکیوں کے ہاتھ سے دو ڈنڈیاں جھپٹیں اور دوڑی جنید کے پیچھے۔ اب چشم تماشا نے کیا نظارہ دیکھا۔

سامنے زرتار دوپٹے کے سائے تلے اصلی دولہا مسکراہٹیں بکھیرتا آ رہا ہے۔ دلہن ایک نوجوان کا تعاقب کرتی ہوئی دوڑ لگا رہی ہے۔ چیختی چلاتی۔ اصلی دولہا اور ان کا ٹولہ رک کر تماشا دیکھنے لگا۔ ان کو دھکا دیتا ہوا ایک شخص، اس کے عقب میں دلہن بنی نازی۔ اصل دولہا کو ہاتھ کے اشارے سے ہٹاتی گیٹ کی جانب..... مگر گیٹ آنے والیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا۔ جگہ ملی نہ راستہ۔ اب جنید نے دوسری کرسیوں کے ساتھ والی روش پر دوڑ لگائی۔ ڈنڈیاں اچھالتی نازی حواس باختہ نوجوان کے پیچھے اکرم کو پکارتی جا رہی تھی۔

"اکرم! وہ اسپرے لاؤ۔ جلدی۔"

اب جنید میاں نے خواتین کے اوپر جو چھلانگ لگائی تو قنات کے اوپر جا گرے۔ قنات کا بانس گیلی کیاری میں ٹھونکا گیا تھا۔ ان کے حملے سے نیچے گرا۔ جنید میاں نے کیاری پھلانگی اور قناتوں کے پیچھے سے بگٹٹ دوڑ لگائی۔ مڑ کر دیکھا ہی نہیں۔ باجی شاہدہ نے بروقت نازی کا راستہ روکا۔

اب وہ شرجیل کے ساتھ اسٹیج کی طرف آ رہی تھی۔ اکرم کی تیز روشنیوں کے ساتھ۔ شرجیل نے کہنی مار کر پوچھا۔

"کیا ہوا تھا۔ کس کے ساتھ ریس لگا رہی

www.pklibrary.com

تھیں۔"

"وہ میں کل بتاؤں گی۔" نازی اسٹیج پر چڑھ گئی۔ جہاں اس کی امی، بھائی نوید اور ساری سہیلیاں قہقہے لگا رہی تھیں پھر یہ قہقہے ہر طرف سے ابلنے لگے۔ لڈی ڈالنے والیاں پیٹ پکڑے لوٹن کبوتر ہو رہی تھیں۔ ایک نئی قسم کی لڈی نے سنسنی پھیلا دی۔ پھر کسی نے چلا کر کہا۔

"سمانہ کو بلاؤ۔ وہ اس موقعے پر پھڑکتا ہوا گانا گائے گی۔"

سمانہ..... اندر کوٹھی کے برآمدے میں کرسی پر نڈھال بیٹھی تھی۔ جب اس نے جنید میاں کو شرم پٹخم پانیتے ہوئے حال سے بے حال آتے دیکھا۔ کپڑے گھاس اور مٹی سے بھرے ہوئے، جوتے کیچڑ سے۔ سیدھے سمانہ کی طرف آ رہے تھے۔ چچا جان جو کھانے کی نگرانی کے لیے پچھلے صحن میں تھے۔ دریافت حال کے لیے ادھر آئے۔ جنید کو دیکھا۔

"کہاں۔ کہاں جا رہے ہو بیٹا! کیا رسم ہوگئی؟" ہائے بے خبرے ابا جان۔

"چچا جان! آپ سے ایک درخواست ہے۔" ہانپ رہے تھے۔

"ہاں ہاں بیٹا کہو۔" لڑکا جو بھتیجا تھا۔ محسن بھی تھا اور داماد بننے جا رہا تھا۔

"چچا جان! ادھر اصلی دولہا والے آ گئے ہیں۔" سانس لینے کو رکے۔

"چچا میاں! میں آپ سے سمانہ کو..... مطلب سمانہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سے درخواست ہے۔ سمانہ کی اور میری مہندی بھی نازی کے ساتھ ہو جائے۔ آپ خوشی سے اجازت دے دیں۔"

چچا جان ہکا بکا ہو گئے۔ ہاتھ میں پانی کا جگ تھا۔ دھپ سے نیچے گرا۔ پلاسٹک کا تھا۔ سوچ رہا باورچیوں کے لیے پانی لینے آئے تھے۔ پھر کچھ غور کیا۔ لان سے قہقہوں کی آوازوں نے صحن تک رسائی حاصل کر لی سمانہ بھی اٹھ کر قریب آئی۔ جنید میاں کا حلیہ تو کوئی اور کہانی سنا رہا تھا۔ پھر ہنستے ہوئے نوید نے آ کر باکو وہ خبر سنائی۔ جس کو سن کر ابا جان نے بھی قہقہہ لگایا۔

"خوب، خوب..... فون واقعی خراب تھا۔"

پھر انہوں نے جنید میاں کی درخواست اور ان کے حلیے پر غور کیا۔ سمانہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"چلو بیٹی! آج تمہاری مہندی بھی ہو جائے اور آج ہی نکاح بھی۔ نوید! جنید میاں اور سمانہ کے نکاح کے لیے مولوی صاحب کو بلا لاؤ۔ آج ہی یہ فرض بھی ادا ہو جائے۔"

نوید منہ کھولے کھڑا تھا۔ لپک کر قریب آیا اور جنید کے گلے سے لپٹ گیا "زندہ باد۔"

پھر وہ باہر کو دوڑ گیا۔ مولوی کی تلاش کرتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ آخر کل جو فون آیا، وہ کس کا تھا؟

چچا جان جب ان دونوں کو لے کر مہندی کے فنکشن میں پہنچے۔ رسم شروع ہو کر ختم کے قریب تھی۔ انہوں نے شاہدہ کو پکارا۔

"بیٹا شاہدہ! جنید میاں اور سمانہ کی مہندی بھی آج نپٹا دو، پھر نکاح ہو جائے گا۔" بے شمار گردنیں اٹھیں۔ مڑیں اور ایک بار پھر قہقہے بکھر گئے۔

باجی شاہدہ نے جنید میاں کو اشارہ کیا۔ اوپر آئیں۔ سمانہ کو پکڑ کر لائیں۔ پھر افسوس سے بولیں۔

"جنید! جوتے تو بدل لیتے۔ کیچڑ قالین کو گندا کر رہی تھی۔"

"باجی! دلہن بدل لی۔ یہ کافی نہیں؟"

اور باجی شاہدہ سوچ رہی تھیں۔ کل پہننے والے سوٹ اور شیروانی، جوتے..... اب ان کی ڈرائی کلین کون کرے گا۔ مہنگا سودا۔

شرجیل نازی سے پوچھ رہا تھا۔ "آخر کل جو فون آیا۔ وہ کس کا تھا؟"

جنید میاں اب حواس میں آ کر سوچ رہے تھے۔ "کل جو فون میں نے سنا تھا۔ شرجیل کے گھر سے نہیں تھا۔ تو پھر کس کے گھر آج قیامت ٹوٹی ہوگی؟"

☆☆

www.pklibrary.com

ریحانہ چوہدری

خواب کے پر

"امی! آج بھائی کا رزلٹ ہے۔ دوپہر کو بریانی بنایئے گا۔"

سویرا ناشتے میں دودھ کا آخری گھونٹ بھرتے ہوئے بولی تو فرحت بیگم نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔ نفن سویرا کو پکڑاتے ہوئے بولیں۔

"کیوں نہیں بیٹا، ضرور آج تو پارٹی ہوگی" فرحت اپنے بیٹے شاہد کو دیکھ کر خوش دلی سے بولیں جس کا آج میٹرک کا رزلٹ تھا۔

"کیوں برخوردار! کیا ایسا رزلٹ ہوگا کہ بریانی پکے اور پارٹی ہو۔"

ماسٹر آصف سنجیدہ چہرے، کڑے تیوروں کے ساتھ گھورتے ہوئے بولے۔ ماسٹر آصف بہت سخت طبیعت کے مالک تھے۔ پورے گھر پر ان کا رعب تھا اور خصوصاً بچوں کو تو وہ ہر وقت شیر کی نگاہ سے ہی دیکھتے تھے۔

"جی ابو جی! اپنی طرف سے تو پوری محنت کی ہے ان شاء اللہ اچھا رزلٹ آئے گا۔"

شاہد ایک سلجھا ہوا بہت فرمانبردار اور محنتی لڑکا تھا۔ اس کے لہجے میں بہت امید تھی۔

"ہونہہ! پوری محنت، اگر پوری محنت کی ہوتی ناں تو مجھے دو روز مل ہی بورڈ سے نوٹس آچکا ہوتا۔

جنہوں نے پوری محنت کی ہے ناں ان کے والدین، دو دن سے اپنے بچوں کے ساتھ بورڈ میں ٹاپ کرنے کی خوشی کو سلیبریٹ کر رہے ہیں۔ ہماری طرح نہیں کہ پوری محنت کے رزلٹ کا انتظار ہو رہا ہے۔

بس اس جاہل عورت نے بے جا لاڈ پیار کر کر کے بگاڑ دیا ہے۔"

ماسٹر صاحب سیدھی سی بات کو بھی اپنی مرضی کا رنگ دینے کے ہنر سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔

"اچھا ماسٹر صاحب! آپ صبح صبح اپنا موڈ خراب نہ کریں اسکول سے دیر ہو جائے گی۔ چلو بچو گاڑی میں بیٹھو۔"

فرحت ماحول کو مزید بدمزہ ہونے سے بچانے کی غرض سے بات بدلتے ہوئے بولیں۔

"ہاں ہاں جا رہے ہیں..... تم پکاؤ بریانی، تیاریاں کرو پارٹی کی۔ بیٹے کا رزلٹ ہے اسکول میں تو ٹاپ کرے گا ہی"

"ان شاء اللہ! اللہ آپ کی زبان مبارک کرے ماسٹر صاحب!"

"آمین تو کہہ دیں" فرحت آہستہ سے بولیں۔

"آمین تو جب کہوں اگر کوئی امید بھی نظر آتی ہو۔ صاحب زادے کی پوری محنت سے۔"

ماسٹر صاحب طنزیہ کہتے ہوئے گاڑی کی چابی لے کر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ بچے ان کے پیچھے لپکے کیونکہ اگر دو منٹ کی بھی دیر ہو جاتی تو وہ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے۔

www.pklibrary.com

ماسٹر صاحب سویرا کو گرلز اسکول چھوڑ کر اپنے دونوں بچوں شاہد اور حامد کے ساتھ اپنے اسکول چلے جاتے۔ وہ ایک انتہائی سخت گیر انسان تھے۔ شاہد نے میٹرک کے پیپرز دیئے تھے جس کا آج رزلٹ تھا۔ حامد اور سویرا چھٹی اور ساتویں میں تھے۔ تینوں بچے باپ سے بہت ڈرتے تھے۔ بلکہ خود فرحت کی بھی جرأت نہیں تھی کہ ان کے سامنے اونچی آواز میں بات بھی کر سکے۔

سلاد اور رائتہ تیار تھا۔ بریانی ابھی دم پر تھی۔ مگر اس کی خوشبو سارے گھر میں بکھری ہوئی تھی۔

یکا یک بیرونی گیٹ پیٹے جانے کی آواز نے فرحت کو بوکھلا دیا۔

"الٰہی خیر۔"

وہ کرسی پہ پڑے دوپٹے کو گھسیٹ کر اوڑھتی ہوئی گیٹ کی طرف بھاگیں۔ گیٹ پیٹے جانے کی آواز کے ساتھ گلی میں سے شور کی آوازیں بھی آنے لگی تھیں۔

"چاچی، چاچی جلدی دروازہ کھولیں۔"

باہر سے ہمسائے گڈو کی آوازیں آ رہی تھیں۔"

"آ رہی ہوں۔ کیا ہوا؟"

فرحت جلدی سے گیٹ کھولتے ہوئے بولیں مگر گڈو کے جواب کی ضرورت ہی نہ پڑی کیوں کہ سامنے ہی ماسٹر صاحب شاہد کو چھڑی سے پیٹ رہے تھے۔

"یہ تھی تمہاری پوری محنت، یہ تھی پوری محنت کہ دینو کا بیٹا اسکول میں ٹاپ کر گیا۔ جو سارا دن گدھے پہ اینٹیں ڈھوتا ہے اور تم، تم پوری محنت کر کے دوسرے نمبر پر رہے ماسٹر آصف کا بیٹا نمبر دو۔ دینو کمہار کا بیٹا نمبر ون۔"

ماسٹر صاحب غصے سے پاگل ہو رہے تھے۔ چھڑی سے شاہد کو پیٹتے جا رہے تھے۔ بھرے مجمعے میں کسی کی جرأت نہیں تھی کہ ان کو روک سکتا۔

پھر فرحت نے دیکھا کہ شاہد گر گیا ہے مگر ماسٹر صاحب کا ہاتھ نہیں رک رہا۔ مامتا نے جوش مارا۔ ان کا سارا خوف ختم ہو چکا تھا انہوں نے ماسٹر صاحب کے اٹھے ہوئے ہاتھ سے چھڑی پکڑ کر کھینچی اور دور پھینک دی۔

"کیا بیٹے کو مار کر ہی دم لیں گے۔ ہٹیں پیچھے۔"

وہ انہیں دھکا دے کر پیچھے کرتے ہوئے بولیں۔

"شاہد، شاہد۔ آنکھیں کھولو میری جان۔ بولو بیٹا بولو کچھ تو بولو مجھے بتاؤ کہاں لگی ہے؟"

مگر شاہد بے ہوش ہو چکا تھا۔

"ظالم انسان!۔ کیا قصور ہے میرے بیٹے کیوں اتنی بُری طرح مارا ہے اسے۔"

"میرے بیٹے کو گاڑی میں ڈالو ہسپتال لے کر چلو۔ کوئی تو میری مدد کرو۔"

وہ رو رہی تھیں۔ دہائیاں دے رہی تھیں۔ ماسٹر آصف کے گھر کے باہر ہجوم بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر معلوم نہیں کس نے شاہد کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور کس طرح وہ ہسپتال پہنچے۔ ماسٹر صاحب کا غصہ ایک بڑا نقصان کرنے کے بعد جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔

ڈاکٹرز نے فوری ٹریٹمنٹ شروع کر دیا جس سے کچھ وقت کے بعد شاہد کو ہوش تو آ گیا مگر اس مار پیٹ کے دوران لگنے والی چھڑی نے ریڑھ کی ہڈی کو متاثر کر دیا جس کی وجہ سے شاہد کے جسم کے نچلے حصے میں حرکت کم ہو گئی اور وہ فی الحال چلنے پھرنے سے معذور ہو چکا تھا۔

یہ سن کر ماسٹر آصف کو پچھتاووں کے ناگ ڈسنے لگے اور وہ وہیں ہسپتال کی دیواروں سے سر ٹکرانے بڑی مشکل سے لوگوں نے قابو کیا اور پھر ڈاکٹرز نے بھی سمجھایا کہ ایک بڑا نقصان تو آپ پہلے ہی کر چکے ہیں۔ اب اپنی جذباتیت پر قابو پائیں اور بچے کی طرف توجہ دیں کیونکہ اب اسے میڈیکل ٹریٹمنٹ کے ساتھ آپ لوگوں کی توجہ اور محبت کی بھی بہت ضرورت ہے۔

www.pklibrary.com

آپ بچے کی ماں اور خصوصاً دوسرے بچوں پر بھی توجہ دیں کہ اس حادثے کی وجہ سے ان کی ذہنی حالت بھی متاثر ہو سکتی ہے۔

فرحت کے آنسو تو گویا خشک ہو چکے تھے۔ وہ ایک نئے عزم اور حوصلے سے شاہد کے علاج کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

شاہد کو جذباتی سہارا دینا تھا۔ وہ اسے ناکام نہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔

اور جب عورت کچھ ٹھان لے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے ہرا نہیں سکتی۔ پھر اللہ کی مدد بھی شامل حال ہو جاتی ہے۔

ان بیٹے کا قصور کیا تھا فقط یہ کہ اس نے دین محمد کمہار کے بیٹے سے صرف دو نمبر کم لیے تھے۔ صرف دو نمبروں کی وجہ سے اسکول میں ٹاپ نہ کر سکا۔ کیا دین محمد کمہار کے بیٹے کو ٹاپ کرنے کا کوئی حق نہیں؟ کیا کامیابی کو صرف ماسٹر آصف کے بیٹے کا ہی نصیب بننا چاہیے تھی۔

مگر نصیب لکھنے والا تو اوپر بیٹھا ہے جس کے لیے سب انسان برابر ہیں۔ اس نے سب کو پیدا کیا ہے۔

ماسٹر صاحب تو بالکل خاموش ہو چکے تھے، ان کا غصہ ان کو ملنے والے نقصان کے نیچے دب کر فنا ہو چکا تھا۔

مگر اس کڑے وقت میں فرحت بیگم نے وہ کر دکھایا جو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

وہ ہر چیز کو بھول کر اپنے بیٹے کا سایہ بن گئیں وہ اس کے خوابوں کو پردینے کے لیے دن رات کا فرق فراموش کر گئیں۔

وہ ایک ایک منٹ کو قیمتی سمجھ کر اس سے کامیابی کشید کرنے کی تگ و دو میں مصروف ہو گئیں۔

☆☆☆

ڈھائی سال بعد

ایک مرتبہ پھر ماسٹر آصف کے گھر ایک ہجوم جمع تھا۔ آج شاہد نے اپنے ضلع میں انٹر میڈیٹ کے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ شاہد اس وقت موٹیویشنل اسپیکر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ایجوکیشنل ہیلپ ایپ کامیابی سے چلا رہا تھا اور اس کے تین ملین فالوورز ہو چکے تھے۔

اسی کامیابی کے سلسلے میں آج کچھ رپورٹرز اس کا انٹرویو کرنے پہنچے ہوئے تھے۔ ڈرائنگ روم لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔

"مسٹر شاہد! ایک آخری سوال۔ آپ کی اس شاندار کامیابی کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔"

سوال تھا یا کوئی جادو کی چھڑی یکدم سناٹا چھا گیا ہر شخص ہمہ تن گوش تھا۔

شاہد نے ایک نظر اپنے باپ کے جھکے ہوئے سر کی طرف دیکھا ایسا لگ رہا تھا کہ ان کے جسم سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو۔ وہ نظر اٹھانے کے قابل نہیں تھے۔ مگر پھر بھی وہ سرتاپا اس کے جواب کے منتظر تھے۔

میری اس کامیابی کا تمام تر سہرا میرے والد صاحب کے سر ہے۔ میں آج جو کچھ ہوں وہ انہی کی بدولت ہوں۔

اس کے بعد میری والدہ ہیں، جن کی ان تھک محنت، صبر اور دعاؤں کی وجہ سے یہ دن میری زندگی میں آیا۔

ماسٹر صاحب نے کرنٹ کھا کر جھکا ہوا سر اٹھایا۔ ان کی نظروں نے اپنے بیٹے کے چہرے پہ کوئی طنز کوئی ملال ڈھونڈنا چاہا، مگر وہاں ایسی کوئی کیفیت نہیں تھی۔ ایک عزم تھا حوصلہ تھا۔ تشکر تھا۔ ممنونیت تھی۔ فرشتوں جیسا نور تھا، مسکراہٹ تھی۔

"کیا آپ اپنی جسمانی حالت کا ذمہ دار انہیں ٹھہرا رہے ہیں۔"

صحافی نے پیشہ ورانہ انداز میں بات کو اپنی مرضی کا رنگ دینا چاہا۔ جس پہ شاہد نے مسکرا کر جواب دیا۔

"جناب! ویسے تو آپ اپنا آخری سوال پوچھ چکے ہیں، تاہم میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی قسم کی کمی محسوس کریں اور کوئی سوال آپ میں سے کسی کے

www.pklibrary.com

ذہن میں چبھتا رہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے، جس کو جھٹلایا تو نہیں جاسکتا کہ میری جسمانی حالت کا ذمہ دار یہاں موجود ہر شخص میرے والد صاحب کو سمجھ رہا ہے۔ بلکہ میں خود بھی کچھ عرصہ تو یہی سمجھتا رہا۔"

مگر اس عرصے میں میری والدہ میری جسمانی بلکہ میری ذہنی صحت پر بھی بھرپور توجہ دیتی رہیں۔ وہ قرآن پاک کا ترجمہ تفسیر سناتیں۔ میرا مورال بلند کرتیں میرے ایک ایک منٹ کی انہوں نے کیلکولیشن اس طرح سے کی کہ میں زندگی کی طرف لوٹ آیا۔ جو خواب میرے والد صاحب نے میرے لیے دیکھے تھے، ان خوابوں کو پر میری والدہ نے اللہ کے فضل سے مہیا کیے، مجھے رفتہ رفتہ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ والدین کو یہ پورا حق ہے کہ اپنی اولاد کے حوالے سے خواب دیکھیں مگر ان کے اعصاب پر خون مسلط نہ کریں۔

"وہ ان کی آنکھوں میں اس طرح خواب بھریں کہ بجے ان کی روشنی میں ان کا نام اور اپنی زندگی روشن کرسکیں۔"

رپورٹرز کے قلم لکھتے جارہے تھے۔

یہ حادثہ میری قسمت میں رقم تھا اس کو ہونا ہی تھا، حالات کی ستم ظریفی کہ یہ حادثہ ایک باپ کے ہاتھوں ہونا لکھا تھا۔ یہ حادثہ نہ ہوا ہوتا تو میں آج اس مقام پر نہ ہوتا۔

لہٰذا آج میں جو کچھ بھی ہوں اپنے والد صاحب کی وجہ سے ہوں۔

"باقی میں اور میری زندگی کی کامیابی میری والدہ کی بدولت ہے، جنہوں نے میرے خوابوں کو پر کر دیے۔"

☆☆☆

دبیل چیئر پہ بیٹھا وہ نوجوان حس کا چہرہ عزم وہمت کی روشنی سے چمک رہا تھا وہ دوسروں کے لیے ایک زندہ مثال تھا۔ ماسٹر صاحب کے چہرے پر سفر کرتے ہوئے آنسوؤں میں۔ ندامت تشکر طمانیت تھی۔

مسٹر شاہد! بے شک میں نے اپنے سوال کو آخری کہہ کر، خود اپنے ساتھ بہت ظلم کیا ہے مگر بعض اوقات سوال کے اندر سوال ہوتے ہیں اور بعض اوقات سوال کے جواب سے کئی سوال جنم لیتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ایک سوال اور پوچھ لوں۔"

"کیا یہ آخری سوال ہوگا؟"

شاہد کے لہجے میں شرارت تھی۔

"کچھ کہا نہیں جاسکتا مگر اب جو بھی سوال ہوگا آپ کی اجازت سے ہوگا۔"

"آپ نے ہر سوال کا جواب بہت اچھا دیا ہے جو آپ کی مینٹل اپروچ کے پازیٹو ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ کیا ہمارے ہیرو کی زندگی میں کوئی پچھتاوا بھی ہے۔"

"جی جناب! ہر شخص کی زندگی میں کوئی نہ کوئی پچھتاوا ہوتا ہے اور میری زندگی میں بھی ایک زبردست پچھتاوا ہے۔"

"کیا آپ اس کے بارے میں بات کرنا چاہیں گے۔"

"کیوں نہیں، ضرور میری زندگی کا سب سے بڑا پچھتاوا۔"

وہ اتنا کہہ کر کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہوا۔ سب ہمہ تن گوش تھے۔

"وہ پچھتاوا یہ ہے کہ جس دن میری زندگی میں یہ حادثہ ہوا۔ میری والدہ نے بریانی دم پہ رکھی ہوئی تھی۔ میں وہ بریانی نہیں کھا سکا۔"

اس کی بات نے تمام لوگوں کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھیر دی وہ پچھتاووں کو روگ نہیں مہمیز سمجھا تھا۔ وہ ماضی کی بھول بھلیوں میں مستقبل کو گم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے حال کے ہر لمحے سے کچھ اچھا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی ماں کی مکمل سپورٹ اور اپنی قوت ارادی سے اپنے والدین کے خوابوں کو پورا کر دیا تھا۔

☆☆

www.pklibrary.com

شازیہ الطاف ہاشمی

ٹھنڈا توا

روایتی سا گھر تھا ایسا ہی جیسے ہوتا ہے اس گھر میں قدم رکھتے عدیلہ کو ایک لمحہ ڈر بھی لگا تھا مگر اس سے ایک گرم ہاتھ میں اس کا ذرا سہما نازک سا ہاتھ تھا وہ انجان آدمی تھا پتا نہیں کیسا ہو۔ زندگی کیسے کیسے اندھیرے ڈراؤنے راستوں پر لے چلتی ہے، ڈر لگتا ہے۔ بہت ڈر۔

"اس گھر میں ہر چیز کا وقت تھا۔ کھانے کا وقت پکانے کا وقت، اصل میں وقت کی قدر و قیمت تھی یہاں اس گھر کے لوگ اللہ جانے کیسے ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ قسمت تھی۔ یہاں ان کے گھر تو جو آیا کھانا مل گیا۔ کبھی کبھی دیر سویر سے بھی۔ ہاشم محبت کرنے والا انسان تھا۔ مگر جہاں محبتیں ہوں وہاں سازشیں بھی ہوا کرتی ہیں۔

اس نے صبح کی نماز پڑھی۔ معمول کے ذکر اذکار کے بعد ساس کے لیے چائے بنانے لگی۔ اس سے پہلے بھی دو عورتیں جنہیں جٹھانیاں دیورانیاں کہتے ہیں وہ بھی جاگی ہوئی تھیں، نماز کا تو پتا نہیں اسے دیکھتے ہی عجیب سی سرگوشیوں میں مگن ہو گئیں۔

عدیلہ ذکر میں مصروف ہی چائے میں پتی ڈالنے لگی تھی جب ایک بولی تھی۔

"اتنی صبح صبح بھابھی! ابھی نئی نئی شادی ہے۔"

"نماز کے لیے ذرا جلدی اٹھ گئی تھی بس۔"

جاتے جاتے اس نے اتنا ہی کہا تھا، ان دونوں کا منہ ذرا سا کھلا تھا۔

"یہ کوئی نئی چیز ہے۔ بالکل برانڈ نیو۔" ان دونوں نے سوچا تھا۔

ان میں اتفاق ذرا سا بھی نہیں تھا، ساس آئے دن ان کے جھگڑے نبٹاتی پھرتیں۔ اتنا لڑتیں کہ چپ کرانا مشکل ہو جاتا۔

اب اس نئی بہو کے لیے ان کا ایکا سا ہو گیا تھا۔ اتفاق تھا ان کی ہر بات میں! پتا نہیں کیا ہونے والا ہے۔

ادب آداب والی، پڑھی لکھی بہو عدیلہ نے پہلی بار کھانا پکایا۔ روٹی گول نہیں تھی ساس تو کچھ نہیں بولی۔ قورمہ اچھا تھا۔ تعریف نہیں ہوئی۔ سب نارمل تھا۔

انہوں نے ایک ایک دھموکا اپنے سپوتوں کو جڑا اور بددلی سے کھانا کھانے لگیں۔

"کوئی مزہ ہی نہیں، کوئی مسالہ ہی نہیں۔ کوئی تماشا کیوں نہیں لگتا۔ نئی بہو منہ ہی منہ کچھ بڑبڑاتی رہتی ہے۔ بولتی نہیں۔ یہ ضرور کوئی ٹونا کرتی ہے کوئی جادو۔

وہ اتنی حیران تھیں کہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا بھی بھول گئیں۔

جب کھانا اتنا سارا پکتا تھا تو برتن بھی ڈھیر سارے ہوتے تھے۔ پہلے دونوں بہوؤں کی اب

www.pklibrary.com

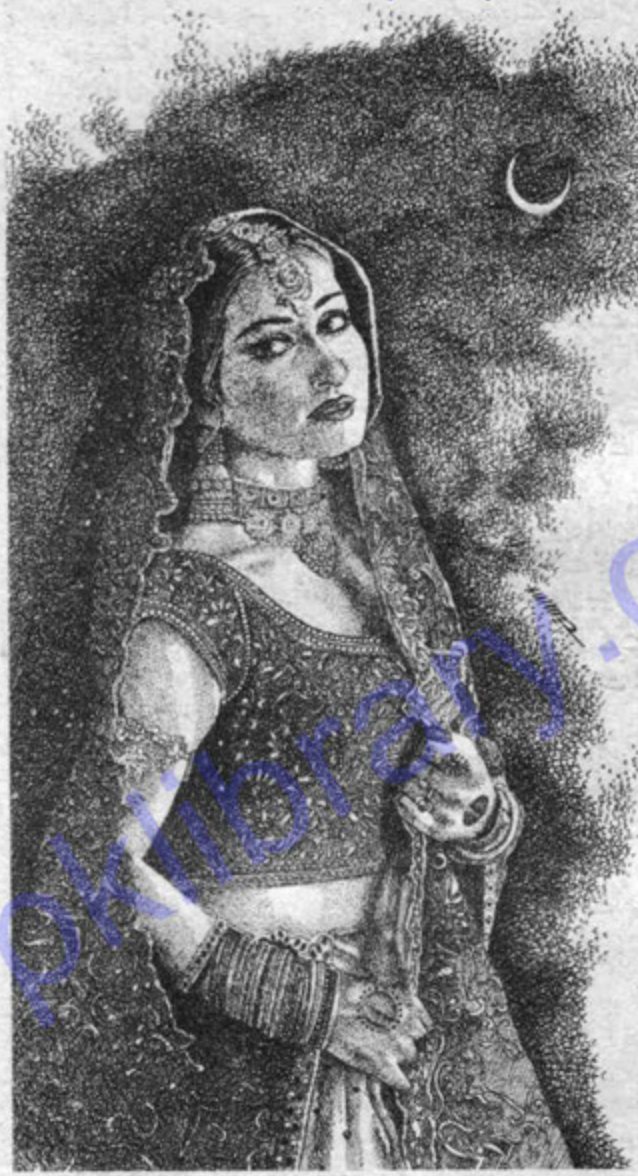

تینوں کی یاری لگی تھی۔ ان دونوں نے سوچا کہ عدیلہ کے لیے اتنی سزا ہی کافی ہے کہ یہ سارے چکنائی جے برتن وہ اکیلی دھوئے۔ شام کا سناٹا چھا رہا تھا سردیوں کے دن تھے۔ وہ دونوں اپنے کمروں میں ڈرامے دیکھتے دیکھتے ڈرامے کرنے لگیں۔

''مجھے بخار ہے۔''

www.pklibrary.com

"میری ٹانگ میں درد ہے۔"

عدیلہ نے مغرب نماز پڑھ لی تھی۔

"بڑی آئی، مولوی کی اولاد۔" انہوں نے زیر لب اس سیاست پر اسے کافی برا بھلا کہا۔

"آتے ہی مٹھی میں کرلیا سب کو۔ اسے کہتے ہیں چالاکی۔

"جب دھیرے دھیرے ہجوم چھٹا، ہر کوئی اپنے کمرے کا ہو کر رہ گیا تب بڑی والی کچن میں گئی۔ ہر شے صاف شفاف رکھی تھی اپنی جگہ پر اور اس نے ذرا بھی شور شرابا نہیں کیا تھا نہ اٹھا پٹخ کہ برتن میں کیوں دھوؤں، برتن نہیں برابر کی بہو ہوں۔"

مگر یہاں کسی قسم کا مقابلہ نہیں تھا۔ وہ عشا کی نماز پڑھتے اندھیرے میں اسے کافی ڈراؤنی لگی تھی۔

"اتنا کام اکیلے کرلیا، اس کے پاس ضرور موکل ہیں۔ وہ بھی تیزی سے برتن دھونے والے خاموش!"

چھوٹی والی آہستہ آہستہ بغیر شور کیے اپنے کمرے کی طرف گامزن ہوئی، تب اچانک ہی اسے اپنی ساس نظر آگئی تھیں حالانکہ اس وقت جاگنے کا کوئی امکان بھی نہ تھا۔ اور ان کے تیور اچھے خاصے خراب تھے۔

"تمہیں شرم نہیں آتی چار دن کی دلہن ہے، ابھی سے کام بانٹ لیے اور اپنا کام بھی اس کے سپرد کردیا کچھ تو شرم کرو۔ میں کرتی ہوں بات تمہارے شوہر سے۔"

انہیں بہت برا لگا تھا، اتنا برا کہ وہ ڈر گئی۔

"ہماری دفعہ تو ایسا انصاف نہ ہوا۔" اس نے سوچا اور پھر بڑی والی کے کمرے میں جا کر سرگوشیاں کرنے لگی۔

تب پیچھے سے جیسے کوئی تاک میں کھڑا تھا کھلے دروازے سے عادل سامنے آگیا تھا۔

"چغل خوریوں کے علاوہ بھی کوئی کام ہے تم دونوں کو؟"

کوئی ہم پر مسلط ہے، قسمت ہی خراب ہے۔ دونوں نے سوچا اور حسرت سے عدیلہ کے کمرے کو تکنے لگیں کیسا سکون ہے۔"

شاید نئی نئی شادی ہے، کیا پتا اس سکون میں اتنی بڑی خراش پڑے کہ کرچی کرچی ہو جائے۔

وہ شادی کو چھٹا مہینہ تھا محبت کا خمار اترنے کا ان دونوں کو بڑا انتظار تھا۔ زیر لب بڑبڑا کر جو چڑھائی کرتی تھی جو سحر طاری کیا ہے کب جا کے اترے گا اب اتر بھی جائے۔

☆☆☆

سب کھانا کھا رہے تھے۔ روٹیاں توے سے اتر اتر کر آرہی تھیں سب کو پتا تھا کہ ہاشم بھوک کا کتنا کچا ہے اور غصے کا کتنا پکا ہے، سب کھا رہے تھے۔ روٹیاں سامنے پڑی تھیں۔ ہاشم آگیا تھا اور توا گندھے آٹے کے ساتھ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ عدیلہ نے کام اچانک چھوڑ دیا تھا۔

اب سب کو ہاشم کی دھاڑ کا انتظار تھا، ایک ایسی چیخ جو مردے جگا دے اور زندہ عدیلہ کو مردے میں بدل دے کھانا اس وقت تک تو سامنے ہوتا ہے مگر۔

امی نے ہاشم کے لیے دو روٹیاں ڈال کر ترے سامنے لا رکھی۔

"میں خود لے لیتا۔"

ہاشم مسکرا رہا تھا اور کھانے میں مگن تھا۔

"تم نے نماز پڑھ لی۔ بھئی یہ عادت بہت اچھی ہے تمہاری، قورمہ مزے دار ہے۔"

ہاشم کی مسکراہٹ آگ لگا رہی تھی مگر اس گوشت کے جلنے کی بو نہیں آئی۔ اس نے خود بھی سکون سے کھانا کھایا تھا۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا اور دیکھتی رہ گئیں۔

"تندوں کے زہر سے کون بچ سکتا ہے۔" مگر وہ بچ گئی۔ ایک ذرا سا سوٹ ہی تھا تو اس نے چپ چاپ دے دیا۔ حالانکہ امی نے بڑے دل سے بنا کر دیا تھا۔ مگر اسے جس دن پہنا تھا اسی دن شوہر نے دو زناٹے دار تھپڑ آپی کو دے مارے تھے ایسے ہاتھ چھوٹ تو نہیں تھے۔ آنسو تھے کہ آنے کا نام ہی نہیں لے

www.pklibrary.com

رہے تھے نجانے کیوں!

امی ساس بھی آخر ساس تھیں انہوں نے بھی ساس بننا ہی تھا، چپکے چپکے ننھی ننھی شکایتوں کے بیج بونے لگیں تاکہ تناور درخت بن سکیں اور انہیں وقت پر کاٹ کر ٹھنڈے میٹھے ثمرات حاصل کیے جاسکیں۔ آنسو مکار آنسو ان بیجوں کو پانی دے کر سیراب کررہے تھے۔ ان کی اپنی بھی بیٹی تھی مگر انہیں تب تک سکون نہیں ملا جب تک اس پر بہن جیسی سوکن نہیں آگئی۔

عدیلہ نے عدل جاری رکھا، شکایت کا موقع نہ دیتی مگر شکایتوں کا کیا ہے، یہ تو لگتی ہی رہتی ہیں۔ وجہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب چاہے لگا لو ان کا کیا ہے، ایک دن بڑی والی نے دیکھا کہ عدیلہ اپنے کمرے میں جانماز پر بیٹھی رو رہی ہے۔

''اب مزہ آیا۔''

''امی! میرا تبادلہ سا ہیوال ہوگیا ہے مجبوری ہے کیا کرسکتے ہیں۔ اب مجھے جانا ہی ہوگا۔ آپ فکر نہ کریں۔ امی! ہم آپ سے ملنے آتے رہیں گے۔ بس آپ نے پریشان نہیں ہونا۔''

اور امی کے آنسو خشک ہوگئے۔

جس وقت عدیلہ سامان سمیٹ کر جارہی تھی تب وہ دونوں دروازے کھڑی تھیں۔

''ہمیں بھی بتاتی جاؤ عدیلہ! کیا پڑھتی رہتی ہو ہے کوئی اس الجھن کی سلجھن کا سرا۔'' اب کی بار ان سے کوئی فضول کھٹ بھی نہ دیا گیا تھا۔ پتھرائی آنکھیں۔

''ہے اس مسئلے کا حل۔ سنو جب بھی ہم اپنے لیے بول نہ سکیں۔ ہمارے ساتھ زیادتی ہورہی ہو۔ ہم اکیلے ہوں تو نماز کی طرف آؤ، اور بھاگ کر آؤ وقت پر آؤ اور سنو ہر درود پڑھو پڑھتے جاؤ پڑھتے جاؤ ہر بند راستہ کھلا ہے تمہارے لیے۔ بھاگ کر گزر جانا۔'' کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اور اس بات کو صرف تبلیغ مت سمجھنا، یہ کہہ کر عدیلہ نے گھر کی دہلیز پار کرلی تھی۔

☆☆

خواتین ڈائجسٹ میں راحت جبیں کے قسط وار چھپنے والے خوب صورت ناولز

پاکستان میں کہیں بھی بذریعہ وی پی منگوائیں گھر بیٹھے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 021-32216361

www.pklibrary.com

یار بھی راہ کی دیوار سمجھتے ہیں مجھے
میں سمجھتا تھا مرے یار سمجھتے ہیں مجھے

جڑ اُکھڑنے سے جھکاؤ ہے مری شاخوں میں
دُور سے لوگ ثمر بار سمجھتے ہیں مجھے

کیا خبر کل یہی تابوت مرا بن جائے
آپ جس تخت کا حق دار سمجھتے ہیں مجھے

نیک لوگوں میں مجھے نیک گنا جاتا ہے
اور گنہ گار گنہ گار سمجھتے ہیں مجھے

میں تو خود بکنے کو بازار میں آیا ہوا ہوں
اور دُکان دار خریدار سمجھتے ہیں مجھے

وہ جو اُس پار ہیں اِس پار مجھے جانتے ہیں
یہ جو اِس پار ہیں اُس پار سمجھتے ہیں مجھے

لاش کی طرح سرِ آب بہوں میں اور شاہد
ڈوبنے والے مدد گار سمجھتے ہیں مجھے

شاہد ذکی

تری زمیں سے اُٹھیں گے تو آسماں ہوں گے
ہم ایسے لوگ زمانے میں پھر کہاں ہوں گے

چلے گئے تو پکارے گی ہر صدا ہم کو
نہ جانے کتنی زبانوں سے ہم بیاں ہوں گے

لہو لہو کے سوا کچھ نہ دیکھ پاؤ گے
ہمارے نقشِ قدم اس قدر عیاں ہوں گے

سمیٹ لیجیے بھیگے ہوئے ہر اک پل کو
بکھر گئے جو یہ موتی تو رائیگاں ہوں گے

اچاٹ دل کا ٹھکانا کسی کو کیا معلوم
ہم اپنے آپ سے بچھڑے تو پھر کہاں ہوں گے

ہیں اپنی موج کے بہتے ہوئے سمندر ہم
تمام دشت جنوں میں رواں دواں ہوں گے

یہ بزمِ یار ہے قربان جائیے اس پر
لٹا ہے اشک یہاں دل سبھی جواں ہوں گے

ابراہیم اشک

www.pklibrary.com

محبت کا وہم

فاصلوں نے گھر کی چوکھٹ دیکھ لی ہے
اکتائی ہوئی شام میں
گفتگو کافی رہی ہو چکی ہے

وہ تم سے
آپ پر آ چکا ہے
یہ محض میرا شک نہیں ہے
واقعی اس کا شبنمی لہجہ اب آنچ دینے لگا ہے
جمی ہوئی برف لہجے کی تمازت سے بھی
پگھل سکتی ہے
مگر سنی ہوئی خاموشی سے نہیں
نادیدہ ہاتھوں نے بدگمان لمحوں سے مل کر دیوار
چننا شروع کر دی ہے
اور چنی ہوئی دیواروں میں در نہیں ہوتے
گلاب موسموں پر کسی سبز قدم کا سایہ پڑ گیا ہے
تنگ آئی ہوئی خاموشی نے کہا
تم آپس میں مکالمہ کیوں نہیں کرتے
ہم اپنی اپنی انا سے نظر بچا کے
محبت کی علامت ڈھونڈنے بیٹھے
مگر رسی سانپ بن چکی تھی
اور مکالمے کی میز سے اٹھتے ہی
ہمارے درمیان سے
محبت کا وہم ختم ہو چکا تھا!

سحر علی

رستے کٹتے جاتے ہیں
منظر ہٹتے جاتے ہیں

البم اگلے وقتوں کے
گرد سے اٹتے جاتے ہیں

کچھ دیوانے، جھوٹے قصے
ہر دم رٹتے جاتے ہیں

وقت کی دھولوں میں سائے
بڑھتے، گھٹتے جاتے ہیں

رشتوں کے گنجان درخت
ہر سو کٹتے جاتے ہیں

جاوید اب تو ہر لمحہ
کہرے چھٹتے جاتے ہیں

فہیم جاوید

www.pklibrary.com

قابل دید

ایک موسیقار یہ ثابت کرنے کے لیے کہ موسیقی سے جانوروں پر سحر طاری ہو جاتا ہے۔ ایک جنگل میں گیا۔ وہاں اس نے ساز بجانا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک ہاتھی، زیبرا، ریچھ، سانپ، بھیڑیا اور لومڑی غرض کہ بہت سے جانور اس کے گرد جمع ہو گئے اور ساکت و جامد ہو کر موسیقی سننے لگے۔

کچھ ہی دیر میں ایک شیر دھاڑتا ہوا وہاں آیا اور اس نے موسیقار پر حملہ کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

اس کی اس حرکت پر ہاتھی کو بہت غصہ آیا اور اس نے شیر سے کہا۔

"تم نے یہ حرکت کیوں کی؟"

"کیا کہا ذرا اور زور سے بولو۔" شیر نے جواب دیا۔

تشخیص

ایک صاحب چیک اپ کی غرض سے ڈاکٹر کے پاس گئے اور کہا۔

"ڈاکٹر صاحب! نہ جانے مجھے کیا ہو گیا ہے کہ جسم کے کسی بھی حصے میں انگلی لگاؤ تو ٹیسیں اٹھتی ہیں۔"

ڈاکٹر نے کچھ غور و فکر کے بعد مریض سے کہا۔

"آپ کے پورے جسم کا ایکسرے ہو گا تا کہ پتا لگایا جا سکے کہ درد اٹھنے کی وجہ کیا ہے۔"

پورے جسم کا ایکسرے ہوا۔ ڈاکٹر نے تمام ایکسرے چیک کرتے ہوئے مریض کو تسلی دی۔

"فکر کی کوئی بات نہیں، آپ کی انگلی میں فریکچر ہے۔"

انتظار فرمایئے

رشتہ کرانے والی عورت نے ایک نوجوان کو بتایا۔

"نومیاں! خدا خدا کر کے تمہاری مرضی کے مطابق ایک مناسب لڑکی، میں نے تمہارے لیے تلاش کر ہی لی۔ لڑکی اچھے گھرانے کی ہے۔ وہ صاحب جائیداد ہے۔ خوب صورت ہے، سلیقہ شعار ہے، وکیل ہے، بس کبھی کبھی اس پر دماغی دورے پڑتے ہیں اس وقت وہ غیر ذمہ دارانہ حرکتیں کرنے لگتی ہے۔"

نوجوان نے کہا۔ "کوئی حرج نہیں، لڑکی مجھے پسند ہے۔ تم بات آگے چلاؤ۔"

رشتہ کرانے والی عورت نے کہا "بات آگے چلانے کے لیے ذرا انتظار کرنا پڑے گا تا کہ اس کے دماغی دورے کے دن آ جائیں، مسئلہ تمہارا بھی ہے کہ وہ بھی تمہیں پسند کر لے۔"

جواز

"کیا فرید صاحب کا دماغ چل گیا ہے؟" ایک شخص نے تشویش زدہ لہجے میں اپنے پڑوسی سے پوچھا۔ ان کے گھر کی لائٹیں آج کل دن میں بھی جلی رہتی ہیں۔"

"دراصل وہ کوشش کر رہے ہیں کہ ان کا اس ماہ کا بجلی کا بل زیادہ آئے۔" پڑوسی نے جواب دیا۔

"وہ کیوں؟" پڑوسی نے حیرت سے پوچھا۔

www.pklibrary.com

"دراصل فرید صاحب کی بیگم ایک ماہ سے میکے گئی ہوئی ہیں اور انہوں نے چار دن پہلے انہیں فون پر بتایا تھا کہ وہ روز رات کو کتابیں پڑھ پڑھ کر وقت گزار رہے ہیں۔"

ثبوت

دو پیشہ ور مجرم آپس میں باتیں کر رہے تھے، ایک نے کہا۔

"یار رشید! پرسوں کراچی میں کمال نامی جو بزنس مین قتل ہوا ہے اس کے سلسلے میں تم پر شک کیا جا رہا ہے۔ پولیس تمہارے اڈے پر پہنچنے ہی والی ہوگی۔ تمہارے پاس جائے واردات سے اپنی غیر موجودگی کا کوئی ثبوت تو موجود ہے نا؟"

"کیوں نہیں۔ بڑا پکا ثبوت موجود ہے۔" دوسرے نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "پرسوں تو میں لاہور کے ایک سیٹھ سیف احمد کو ٹھکانے لگانے کے سلسلے میں لاہور میں تھا۔ میں تو کراچی میں تھا ہی نہیں۔"

اصل دلچسپی

شہر سے جانے والے، فٹ بال کے ایک کھلاڑی اپنے گاؤں کے چند نوجوانوں کو جمع کر کے فٹ بال سکھا رہے تھے۔ کھیل کے قواعد بیان کرنے کے بعد وہ بولے۔

"اب میں آپ کو لگے بندھے اصولوں سے ہٹ کر راز کی ایک بات بتاؤں۔ اگر آپ فٹ بال کو گول نہ لگا سکیں تو کم از کم مخالف ٹیم کے کسی کھلاڑی کو ایک گول ضرور لگا دیں۔"

پھر انہوں نے کہا۔ "چلو اب کھیل شروع کرتے ہیں، فٹ بال کہاں ہے؟"

"فٹ بال کو گولی ماریں جی۔ بس کھیل شروع کریں۔" ایک نوجوان جوش سے بولا۔

بٹن

صوبے دار اپنی پلاٹوں کو فال ان کر کے انسپیکشن کر رہے تھے، ایک سپاہی کی شرٹ کا بٹن کھلا ہوا تھا۔ صوبے دار نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر حکم دیا۔

"بٹن بند کرو۔"

سپاہی ایک قدم آگے بڑھا اور صوبے دار کی پتلون کا کھلا ہوا بٹن بند کر دیا۔

احمق

ایک غوطہ خور سمندر میں قیمتی موتی تلاش کر رہا تھا کہ اس نے، ایک شخص کو پانی میں اترتے دیکھا جو فیشن ایبل جیکٹ اور پتلون میں ملبوس تھا۔ غوطہ خور نے حیران ہو کر اپنی روشن پلیٹ پر لکھا۔

"آپ کھلے سمندر کی گہرائی میں عام لباس میں کیا کر رہے ہیں۔"

"ڈوب رہا ہوں احمق!" اس نے جواب دیا۔

لاجواب

ہیلو ڈاکٹر! آدھی رات کو ڈاکٹر کو فون پر آواز سنائی دی۔

"میں خالد بول رہا ہوں میری بیوی اس وقت سخت اذیت میں مبتلا ہے۔ شاید اپنڈکس ہے آپ فوراً آجائیں۔"

"ناممکن!" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"ابھی پچھلے سال تو میں نے تمہاری بیوی کا اپنڈکس نکالا تھا۔ دوسری اپنڈکس کے بارے میں کبھی نہیں سنا۔"

"لیکن دوسری بیوی کے بارے میں تو سنا ہوگا۔"

دوسری طرف سے جواب آیا۔

☆☆

www.pklibrary.com

شگفتہ جاہ

باتوں سے خوشبو آئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے" (مسلم)

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ قبرستان میں جس طرح مردے پڑے ہوتے ہیں اور کوئی عمل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ،اسی طرح اگر تم بھی گھروں میں نفل نماز اور تلاوت قرآن کا اہتمام نہیں کرو گے تو تمہارے گھر بھی قبرستان اور تم خود مردوں کی طرح ہو جاؤ گے علاوہ ازیں اس میں گھروں سے شیطان کو بھگانے کا نسخہ بھی بتلا دیا گیا ہے اور وہ ہے سورہ بقرہ کی خصوصی تلاوت۔

تین بچے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پنگھوڑے میں صرف تین افراد نے کلام کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم اور جریج راہب کے زمانے کے دو بچوں نے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ تو مشہور ہے۔ یہاں جریج کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، وہ بنی اسرائیل میں سے ایک عابد تھا اور اس کی والدہ زندہ تھی۔ ایک روز جریج نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ کو ان کا اشتیاق ہوا۔

والدہ نے ان کو آواز دی:

"اے جریج....."

انہوں نے کہا:

"اے میرے رب! کیا نماز بہتر ہے یا ماں کے پاس جانا بہتر ہے؟" پھر وہ نماز پڑھنے لگ گئے۔

والدہ نے پھر آواز دی، جریج نے نماز جاری رکھی۔ والدہ کو ناگوار گزرا۔ انہوں نے کہا:

"اے اللہ! موت سے پہلے اس کا زانی عورت سے واسطہ پڑے۔"

بنی اسرائیل میں ایک زانی عورت تھی۔ اس نے لوگوں سے کہا: "میں جریج کو پھسلانا چاہتی ہوں تاکہ وہ زنا کرے۔"

وہ اس کے پاس آئی لیکن اسے پھسلا نہ سکی۔ ایک چرواہا رات کے وقت جریج کے عبادت خانے کے قریب پناہ لیتا تھا۔ جب وہ خاتون عاجز آ گئی تو اس نے اس چرواہے کو پھسلایا۔ اور ایک بچہ پیدا ہوا۔ عورت نے تہمت لگاتے ہوئے کہا: "یہ بچہ جریج کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔"

بنی اسرائیل جریج کے پاس آئے، اس کا عبادت خانہ منہدم کر دیا اور اسے گالی گلوچ کی۔ پھر جریج نے نماز پڑھ کر دعا مانگی اور بچے کو حرکت دی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ (جریج نے پوچھا) "اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟"

بچے نے کہا: "فلاں چرواہا۔"

یہ دیکھ کر وہ لوگ اپنے کیے پر شرمندہ ہوئے اور ان سے معذرت کرنے لگے۔ اور پھر کہنے لگے: "ہم تمہارے لیے سونے یا چاندی کا عبادت خانہ تعمیر کریں گے۔"

لیکن جریج نے انہیں منع کر دیا اور ان کے لیے وہی عبادت خانہ پہلے کی طرح بنایا گیا۔

تیسرے بچے کا واقعہ یہ ہے:

ایک خاتون تھی جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا جو دودھ پی رہا تھا۔ ماں بیٹے کے قریب سے ایک خوبصورت اور اچھی وضع قطع والا نوجوان گزرا۔ اس خاتون نے عرض کیا:

"اے اللہ! میرے بیٹے کو اس طرح کا بنانا۔"

بچے نے ماں کا دودھ چھوڑ کر عرض کیا:

"اے اللہ! مجھے اس طرح کا نہ بنانا۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ گویا

www.pklibrary.com

میں اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ملاحظہ کر رہا ہوں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

پس وہ بچہ دوبارہ دودھ پینے لگ گیا۔ اسی دوران اس کے پاس سے ایک عورت گزری جس کے بارے میں لوگوں میں مشہور تھا کہ اس نے چوری اور زنا کیا ہے اور اس کو سزا ہوئی ہے۔

بچے کی ماں نے عرض کیا:

"اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا۔"

اس بچے نے دودھ چھوڑ کر عرض کیا۔

"یا اللہ! مجھے اس جیسا بنا دے۔"

والدہ نے اپنے بچے سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا: پہلا آدمی جو حسین و جمیل تھا وہ ظالم اور جابر لوگوں میں سے تھا۔ اور یہ عورت کہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے زنا کیا لیکن اس نے زنا نہیں کیا اور کہا گیا کہ اس نے چوری کی ہے حالانکہ اس نے چوری نہیں کی اور وہ کہتی ہے! میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ (متفق علیہ)"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے قاتل صرف چار لوگ تھے مگر غرق پوری قوم ہوگئی کیونکہ باقیوں کا جرم خاموش رہنا تھا۔

حق بات کی پہلی نشانی یہ ہے اس کی ہمیشہ مخالفت ہوتی ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں، وہ قطعاً حق نہیں۔

تربیت کا تعلق عمل سے ہے

تعلیم و تربیت بظاہر ایک ساتھ استعمال ہوتا ہے لیکن ان دونوں لفظوں میں فرق ہے تعلیم تربیت کے بغیر کامل نہیں ہوتی مزاحیہ اداکار چارلی چپلن کا یہ واقعہ اس فرق کو واضح کرتا ہے۔ چارلی چپلن لکھتا ہے۔

"بچپن میں ایک بار میں اپنے والد کے ساتھ سرکس کا شو دیکھنے گیا، ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے قطار میں کھڑے تھے۔ ہم سے آگے ایک فیملی تھی، جس میں چھ بچے اور ان کے والدین تھے۔ یہ لوگ دیکھنے میں خستہ حال تھے، ان کے بدن پر پرانے، مگر صاف ستھرے کپڑے تھے، بچے بہت خوش تھے اور سرکس کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔

جب ان کا نمبر آیا، تو ان کا باپ ٹکٹ کاؤنٹر کی طرف بڑھا اور ٹکٹ کے دام پوچھے، جب اسے ٹکٹ کے دام بتائے، تو وہ ہکلاتے ہوئے پیچھے کو مڑا اور اپنی بیوی کے کان میں کچھ کہا، اس کے چہرے سے اضطراب عیاں تھا۔ تب ہی میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی جیب سے بیس ڈالر کا نوٹ نکالا، اسے زمین پر پھینکا، پھر جھک کر اسے اٹھایا اور اس شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، "جناب! آپ کے پیسے گر گئے ہیں، لیں۔"

اشک آلود آنکھوں سے اس شخص نے میرے والد کو دیکھا اور کہا، "شکریہ محترم!"

جب وہ فیملی اندر داخل ہوگئی، تو میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑ کر قطار سے باہر کھینچ لیا اور ہم واپس ہو گئے، کیونکہ میرے والد کے پاس وہی بیس ڈالر تھے، جو انہوں نے اس شخص کو دیے تھے۔

اس دن سے مجھے اپنے والد پر فخر ہے۔ وہ منظر میری زندگی کا سب سے خوب صورت شو تھا، اس شو سے بھی زیادہ، جو ہم اس دن سرکس میں نہیں دیکھ سکے تب ہی سے میرا یہ ماننا ہے کہ تربیت کا تعلق عملی نمونے سے ہے، محض کتابی نظریات سے نہیں۔

اقوال زریں

☆ کچھ چیزیں بہت عرصہ بعد بھی پلٹ کر شرمندہ کرنے آتی ہیں، خاص طور پر کسی کو دیا ہوا دھوکا یا کوئی بولا ہوا جھوٹ۔

☆ دنیا بدترین ہوتی جا رہی ہے۔ برے لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اچھے لوگوں کی خاموشی کی وجہ سے۔

☆ یہ جو کہتے ہیں، ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دو، وہ یہ نہیں جانتے۔ دو کانوں کے درمیان دماغ بھی آتا ہے جہاں بات ٹھہر جاتی ہے۔

☆ میں نے کبھی کنجوس کو محبت دیتے نہیں دیکھا، محبت تو ہمیشہ سخی لوگوں کے ہاتھوں سے چھوٹتی ہے۔

☆ سب سے ذلیل ترین انسان وہ ہے جسے حق اور سچ کا پتا ہو اور وہ پھر بھی جھوٹ کے ساتھ کھڑا رہے۔

www.pklibrary.com

امت کا بہترین شخص

عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن عبدالمالک کے بعد ڈھائی سال تک حکومت کی۔ اس دوران زمین عدل وانصاف سے بھر گئی اور مال اس کثرت سے ہو گیا کہ لوگوں کو فکر دامن گیر ہو گئی کہ ہم اپنا صدقہ کس کو دیں۔

نیز امام بیہقی عمر بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ جاتے وقت ان کا گزر ایک صحرا سے ہوا، جہاں ایک مرے ہوئے سانپ کو دیکھ کر کہا۔

"قبر کھود کر اس سانپ کو دفن کروں گا۔"

لوگوں نے کہا۔ "اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔ ہم آپ کا یہ کام انجام دینے کے لیے کافی ہیں۔"

عمر بن عبدالعزیز نے کہا۔ "نہیں۔"

پھر انہوں نے سانپ کو ایک چیتھڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ اتنے میں ایک آواز دینے والے نے آواز دی۔

"اے سرق! تم پر اللہ کی رحمت ہو۔"

عمر بن عبدالعزیز نے یہ سن کر کہا۔ "اللہ تم پر رحم کرے، آخر تم ہو کون؟"

"میں جنوں کا ایک فرد ہوں اور یہ سرق (جس کو آپ نے دفن کیا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے والے جنوں میں سے اب میرے اور اس کے علاوہ کوئی جن باقی نہیں رہا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

"اے سرق! تو ایک صحرا میں مرے گا اور تجھے میری امت کا بہتر شخص دفن کرے گا۔"

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اس جن کو قسم کھلائی جب اس نے قسم کھالی تو عمر بن عبدالعزیز رونے لگے۔ امام بیہقی نے روایت کو ترجیح دی ہے اور اس سے حسن قرار دیا ہے واللہ اعلم۔

پست عزت نفس رکھنے والے لوگ

پست عزت نفس والے شخص کے حامل افراد میں عموماً یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ غور کریں تو اکثر بڑے بڑے مناصب کے حامل افراد میں آپ کو یہ صفات نظر آئیں گی۔

☆ وہ عموماً باتونی اور گپ باز ہوتے ہیں۔

☆ نکتہ چینی کرنا ان کی فطرت ہوتی ہے۔

☆ وہ انا پرست، متکبر اور مغرور ہوتے ہیں۔

☆ وہ ہر بات پر یہ ظاہر کرتے ہیں جیسے انہیں سب کچھ پتا ہے۔

☆ ان کے لیے کام کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ان کے ساتھ کام کرنا بھی آسان نہیں ہوتا۔

☆ وہ اپنی برتری کا احساس کے لیے دوسروں کو چیر پھاڑ دیتے ہیں۔

☆ وہ کشادہ ذہن والے نہیں ہوتے۔ ان کی ذات ہی ان کی سوچوں اور اعمال کا محور ہوتی ہے۔

☆ وہ کبھی ذمہ داری قبول نہیں کرتے اور ہمیشہ دوسروں پر الزام دھرتے ہیں وہ فطرتاً حاسد ہوتے ہیں۔

☆ وہ مثبت تنقید قبول نہیں کرتے اور مزاحمت پر اتر آتے ہیں۔

☆ پست عزت نفس کے حامل افراد شائستہ ومہذب نہیں ہوتے۔ وہ فحش گفتار ہوتے ہیں۔ پست عزت نفس والا شخص لطیفہ سنائے تو اس کا ہر لطیفہ پہلے سے زیادہ گھٹیا اور فحش ہوتا ہے۔

☆ ان کا کوئی حقیقی دوست نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود کسی کے حقیقی دوست نہیں ہوتے۔

☆ وہ جھوٹے وعدے کرتے ہیں۔ اس سے وہ بے اعتبار ہو جاتے ہیں۔

☆ وہ متلون مزاج ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے آج وہ نہایت مہربان ہوں لیکن دوسرے دن ممکن ہے وہ تمہارا گلا کاٹ دیں۔

☆ ان میں توازن نہیں ہوتا۔

☆ وہ فطرتاً جلد اشتعال میں آجانے والے ہوتے ہیں۔ ان کی انا بہت نازک ہوتی ہے۔ نازک انا والا شخص کسی بھی وقت کسی بھی بات کو اپنی ذات پر حملہ تصور کر کے دوسروں سے ناراض ہو سکتا ہے اور سخت ردعمل کا اظہار کر سکتا ہے۔

☆☆

www.pklibrary.com

بقیہ خط آپ کے

بالوں میں تیل نہیں لگاتیں۔" بس جی ہم نے تو ہم نے پلو سے باندھ لی۔ بچوں سمیت اپنے بالوں میں خوب بھر بھر کر تیل لگاتی ہوں اور ماشاء اللہ رزلٹ بہترین آیا ہے۔ شکریہ بہت ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے۔

صدف ناصر اب تو ایڈیٹر صاحبہ نے بھی لکھنے کی طرف توجہ دلا رہی حالانکہ ہم کب سے ہر خط میں آپ سے چھوٹے سے افسانے کی فرمائش کرتے آرہے ہیں۔

میری بہن شاہین اختر آپ کی ریگولر لیکن خاموش قاری ہے۔ (حالانکہ اسکول ٹیچر ہے) کہتی ہے دل ہی دل میں کمنٹس دے دیتی ہوں مگر خط نہیں لکھ سکتی۔

ج۔ پیاری صائمہ آپ کے ساتھ ساتھ آپ کی بہن بھی باقاعدگی سے شعاع پڑھتی ہیں۔ یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ مطالعہ نہ صرف ذہن کو وسعت دیتا ہے بلکہ اس سے دوسروں کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

اپنی بہن سے کہیں وہ ہمیں خط لکھیں تاکہ ہم آپ کے ساتھ ساتھ ان کے خیالات سے بھی آگاہ ہو سکیں۔

اکتوبر 2020 کے شعاع کے لیے آپ واٹس ایپ نمبر 0317-2266944 پر میسج کریں۔

15 فل اسکیپ صفحات پر مشتمل یہ خط ہمیں ہماری ایک قاری بہن نے لکھا ہے۔ لیکن وہ اپنا نام لکھنا بھول گئی ہیں

ان رسالوں سے اور آپ لوگوں سے وابستگی بہت پرانی ہے البتہ شرکت پہلی بار کر رہی ہوں سب سے پہلے محمود ریاض صاحب ان کے صاحب زادوں کے لیے ہمیشہ کی طرح آخرت میں ڈھیروں ڈھیروں رحمتوں کی دعا اور ان ساری مصنفین کے لیے بھی جو دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔ مارچ 2015 کے خواتین میں میرے استاد کے نام آسیہ رزاقی کے قلم سے ان ہی کے کزن اور بہنوئی علی سفیان آفاقی کی زندگی کی روداد چھپی تھی جس میں آسیہ جی نے لکھا تھا، کہتے ہیں کہ انسان چلا جاتا ہے اور یاد باقی رہ جاتی ہے، میرے خیال میں انسان جا کر بھی نہیں جاتا وہ ذہن کے پردے میں مجسم موجود رہتا ہے مثال بن کر۔" بالکل ٹھیک لکھا تھا آسیہ جی نے..... ہمارے جتنے بھی عزیز (دنیا سے) چلے گئے ہیں رب سب کو اپنے خصوصی کرم میں رکھے۔ خاص رحمت کرے۔ اور ہماری جو لکھاری ٹی وی کو پیاری ہو چکی ہیں اللہ انہیں واپسی کی توفیق دے (پرچوں میں) اور جو "اپنے شوہروں" کو پیاری ہو چکی ہیں وہ بھی وقت نکالیں۔ میری فیورٹ رائٹرز کی لسٹ تو بہت طویل ہے۔ فرزانہ کھرل..... کیا جادو ہے ان کے الفاظ میں بندہ سدھ بدھ کھو دیتا ہے۔ 2023ء فروری تک حسنہ حسین عمر یسرا کے ساتھ چھائی رہیں جبیں سسٹرز کے ناولز میں جو کزنز کی بھرمار ہوتی تھی ویسی ہی لائف ہم نے بھی گزاری ہے..... مگر کردار کی مضبوطی بھی اپنے ابو کی تربیت کے بعد ان لوگوں سے ہی سیکھی ہے..... میرے ابو کہتے تھے "اگر بچیوں کو ہم (گھر والے) مضبوط سہارا اور فری ماحول (ایک حد تک) نہیں دیں گے تو وہ باہر سہارے تلاش کریں گی۔"

اب اس ماہ کے شعاع کے بارے میں..... کہ خواتین اور کرن اب تک ملے نہ تھے..... بسم اللہ پڑھ کے شعاع کھولا..... پہلی شعاع ہمیشہ کی طرح مہینے واقعات اور حالات کے حساب سے..... اگست ہماری آزادی کا..... ہماری شعاع کے اجراء کا..... اور میری سالگرہ کا بھی مہینہ ہے تو تین تین خوشیاں.....

اس کے بعد "حمد و نعت" پڑھا۔ "پیارے نبی کی پیاری باتیں"..... ادارے کی طرف سے چھپنے والا رسالے کا سب سے اہم خزانوں سے بھرا حصہ..... اللہ لکھنے والوں اور چھاپنے والوں کو سلامت رکھے اور پڑھنے والوں کو باعمل بنائے (آمین)

رنگ و خوشبو کے سلسلے..... سونیا ربانی جی نہ جانے کیوں مجھے کبھی کبھی آپ میں اپنا آپ دیکھتا ہے..... سروے میں سب ہی بہنوں کے جواب مزہ دے گئے..... دستک میں شاہین جی نے مریم نور سے ملاقات کرائی۔ ملاقات اچھی رہی..... ع م کا ناتا دکھی کر گیا۔ اکلوتی بہو ہونا بھی "اف" ایک آزمائش ہے۔" (میں بھی اکلوتی بہو ہوں) مگر ایک بات جو میں اپنے لیے بھی اور سب کے لیے بھی کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کی "ذرہ برابر" نیکی بھی ضائع نہیں کرتا..... کہ وہ نیتوں کو پرکھتا ہے.....

www.pklibrary.com

آوازوں، رویوں اور آنسوؤں کو بھی..... نیکی آپ نے رب کے لیے کی ہے آپ کو اس کا اجر ملنا ہے.....

شرافت شاہ پر ہلکی پھلکی نظر ڈالتے ہم والعصر پر پہنچے۔ ٹھیک تھا۔ اب اس کا اینڈ ہو جانا چاہیے..... حمیرا شفیع نے "سلمیٰ ستارہ" میں بالکل ٹھیک لکھا۔ ہمارے معاشرے کے کچھ اصول و قاعدے ہیں۔ میں بھی متفق ہوں کہ ایسے "اٹریکشن" کو محبت سمجھ کے اور بغیر کسی چھان پھٹک کے رشتے ہونے لگے تو ملک میں کوئی "کنوارہ" "کنواری" نہیں بچے گا..... بلکہ ایک کے بجائے..... مگر جب اللہ تعالیٰ کسی پر سلمیٰ ستارہ والی آزمائش ڈالتا ہے تو اسے ٹھکرانے والے کے بجائے احساس کرنے والا عطا بھی کر دیتا ہے۔ کہ میرے رب کا انصاف بہت نرالا ہے۔ قرۃ العین کے افسانے کا اینڈ اچھا لگا۔

بڑے اپنی محبت اور رشتوں کو امر کرنے کے لیے اپنے بچوں کی خواہشات روند ڈالتے ہیں پھر نہ اگلے رشتے نبھتے ہیں اور نہ پچھلے مضبوط رہتے ہیں..... رشتوں کی محبت۔ کشش اور مضبوطی بھی خوشی کے ساتھ ہی جڑی ہوتی ہے۔ زبردستی میں نہیں۔ بہترین پیغام.....

محبت سرو رستہ ہے..... "فرزانہ کھرل ہو اور تشنگی رہ جائے ہو ہی نہیں سکتا..... شام شہر ہجر فرح بخاری..... بنگلہ دیش کی سرحدوں کے بعد ہمیں کوئٹہ میں گھماتی رہیں اور اب ہمیں میانڈم کی سیریں کروا رہی ہیں۔ شہناز جیسی شقی القلب عورت..... توبہ (ہم نے بھی ایسی بھگتی ہیں۔) ویسے بندے کو دادی جیسا بے بس اور رضوانہ جیسا سیدھا بھی نہیں ہونا چاہیے..... منصب مجھے پہلے ہی دادی کے خاندان کا لگتا تھا۔ صبا تحریم کی "ایک بہن کی فریاد" دکھی کر گئی۔

بھائی کی ڈوریں بھابھی کے ہاتھ میں..... یار عورت ہمیشہ سے ظالم رہی ہے مگر ہر جگہ نہیں۔ صائمہ نور "زندگی فرض ہے۔" پرانا ٹاپک..... نہیں جی..... ٹاپک پرانا ہی ہوتا ہے مگر بندہ ہر دفعہ نیا اور اس کے جذبات بھی نئے ہوتے ہیں۔ بچیوں کی نادانی، کم عمری..... کم عقلی..... بڑوں کی جذباتیت، انا امیدیں ٹوٹنا..... عزت کا تماشا بننا..... یہ سب لڑکی کی زندگی کو توڑ کے رکھ دیتے ہیں.....

"ہمیں لگتا ہے کہ ہم مستحق نہیں تھے..... کسی ناروا سلوک کے..... کسی ناکامی کے..... جبکہ "وہ" ہماری نیت کے ہیر پھیر کو تولہ..... تولہ..... ماشہ ماشہ جانتا ہے۔"..... یہ الفاظ سیدھا دل میں اتر گئے۔ نعیمہ ناز جی کا "آسیب" پورا پڑھ کے بتائیں گے ہمیشہ کی طرح اچھا ہی ہوگا..... "نظمیں اور غزلیں" میں پروین شاکر کو پڑھا تو نظروں کے سامنے..... شازیہ چوہدری اور فرحانہ ناز ملک گھوم گئیں..... کیسے کیسے "ہیرے" ہم نے "سڑکوں" پر کھو دیے ہیں۔

لائبہ ملک نے حیدر آباد سے خط لکھا تھا اور سدرہ جبار کی جنوری اور جولائی کی جیولری پر غور کرنے کی دعوت دی تھی..... تو جناب ہم نے یہ باتیں نوٹ کی تھیں..... آپ نے کہا ہے تو بتاتے ہیں کہ..... خواتین مارچ 2023 اور شعاع اپریل 2023، دونوں میں ماڈل ڈریس، میک اپ، جیولری، ہیئر اسٹائل اور دوپٹہ لینے کا اسٹائل بالکل ایک جیسا تھا۔ بس خواتین میں "ماڈل" نظریں جھکائے ہوئے تھیں اور شعاع میں ہمیں دیکھ کے میٹھی سی مسکراہٹ لیے ہمیں دے رہی تھیں..... جنوری 2023 اور جولائی 2023 کے شعاع کے پرچے میں۔ ماڈل، میک اپ، جیولری، ہیئر اسٹائل سیم تھا اور ڈریس چینج کر کے فوٹو سوٹ کروایا گیا تھا..... اور اس سے مزے کی بات ان چاروں پرچوں میں ماڈل "سدرہ جبار" نے بالکل ایک جیسی مہندی لگائی ہوئی ہے..... چاروں تصویروں میں ہیئر اسٹائل بالکل ایک جیسا تھا اور چھوٹے بالیں بھی تین تصویروں میں نیل پینٹ بھی..... کہ چوتھی میں ہاتھ نظر نہیں آ رہے.....

دیکھ لی آپ نے ہماری محبت ہم کس طرح ایک ایک نقطے پر غور کرتے ہیں..... خیر جی..... آپ بھی ہماری..... پرچہ بھی ہمارا..... اور سدرہ جبار بھی ہماری..... "تاریخ کے جھروکوں سے" امل جی ہماری رائٹرز کی طرح ہماری "ڈیکی" ماضی میں لگوا دیتی ہیں..... بہت کچھ جاننے کو ملتا ہے "کھلتا کسی پر کیوں....." پر جی الفاظ سب کچھ کھول دیتے ہیں۔ "موسم کے پکوان زبردست..... اور "خوب صورت بنیے" بہترین.....

آپ لوگوں نے لوگوں کو خوب صورت بنانے کے ساتھ ساتھ جوان کی روحوں کو بھی اجلا اور خوب صورت بنانے کا بیڑا اٹھا ہوا ہے آپ سب کو اللہ تعالیٰ کامیابی دے۔

میں 2000 سے بھی پہلے کی آپ کی قاری

www.pklibrary.com

ہوں..... خود اتنی پرانی نہیں ہوں یار..... مگر پرانے رسالے سب پڑھے ہوئے ہیں، 98، 99 کے بھی..... اب دیکھتے ہیں مجھے جگہ مل پاتی ہے یا نہیں جگہ مل گئی تو بہت خوش نہ ملی تو بھی خوش۔

عزیز بہن! آپ نے اتنی محنت سے اتنا طویل اور اتنا خط لکھا اور اپنا نام لکھنا بھول گئیں۔ ہم تو آپ کی یادداشت اور شعاع سے آپ کی محبت کے قائل تو تھے خط پڑھ کر مزید قائل ہو گئے۔ آپ کا بے نامی خط شائع کر رہے ہیں۔ نوٹ کرلیں آئندہ خط لکھیں تو اپنا نام لکھنا نہ بھولیں۔

بھئی ابھی سے آپ کا حلق کڑوا ہو گیا۔ ایسا کریں، بہت ساری مٹھائی منگوا کر رکھ لیں کیونکہ ابھی تو آپ کے سامنے بہت کچھ آنا ہے اور آپ نے دیکھنا۔

آپ نے بہت اچھی بات لکھی ہے" اللہ تعالیٰ نیتوں کو دیکھتا ہے۔" بلاشبہ جن کی نیت اچھی ہوتی ہے اور وہ اپنی ذات سے ہٹ کر دوسروں کے لیے کچھ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے مخلص لوگوں کو ایک دن سرخ ضرور کرتا ہے۔ دنیا والے کچھ بھی کہتے سمجھتے رہیں۔ سچائی ایک دن اس طرح سامنے آتی ہے کہ سب کے منہ بند ہو جاتے ہیں۔ وقت بڑی ظالم چیز ہے۔ ایک دن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔

پیاری بہن اب آپ ہمیں مخالفت ستمبر کے شمارے کے لیے خط لکھیں۔ ہمیں حیرت ہو رہی ہے کہ آپ اتنا اچھا لکھ سکتی ہیں تو پہلے خط کیوں نہیں لکھا اور کہانیاں لکھنے پر توجہ کیوں نہیں دی۔ ایک بار پھر تاکید اب اپنا نام لکھنا نہ بھولیے گا۔

رضوانہ وقاص..... کرلاں ہری پور سے لکھتی ہیں

ماڈل تیار شیار اچھی لگی خاص کر سر پر دوپٹہ لیا۔ کیونکہ ماڈل ہو یا لڑکیاں سر پر دوپٹہ لینے والی بات ہی بھول گئی ہیں۔

پہلی شعاع کی طرف آتے ہیں سب کو جشن آزادی مبارک اور شعاع کو بھی 38 سال مکمل کرنے پر مبارک باد اور پلیز پچھلے خط میں بھی پوچھا تھا کہ میری اور ریحانہ وقاص کی کہانی مکافات عمل دونوں کی ایک جیسی ہو گئیں یا نام غلطی سے لکھا گیا۔ بتا ہے پلیز اگر اپنا فون نمبر دیں۔ بندہ بات کرلیا کریں۔ آپ سے۔" پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں" ساری کی ساری اچھی ہوتی ہیں۔ میری امی بھی جمعہ کا بہت خیال رکھتی ہیں۔ بلکہ ہم سب ہی گھر والے۔ میرے ابو جمعہ پڑھنے جلدی جاتے ہیں دوسرے گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے۔ کوشش یہی ہوتی ہے میری اور امی کی کہ بچے نہا دھو کر جمعہ پڑھنے جائیں۔" رنگ و خوشبو کے سلسلے میں سب نے اچھا لکھا سب کا پڑھ کر مزہ آیا۔ میرا بھی بتانا، کیسا لگا ہے شکریہ۔" جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے۔" ع۔م۔ آپ نے بہت ہی برا وقت گزارا اپنی سسرال میں۔ لیکن جیسا ہم سوچتے ہیں ویسا ہی تو سب نہیں سوچ سکتے نا۔ لیکن میرا خیال ہے جہاں پر ایک بھائی ہوتا ہے۔ اس کی بیوی اور بچوں کے ساتھ ایسا سلوک کیوں ہوتا ہے۔ میرے شوہر بھی ایک ہی بھائی ہیں۔ اور جس گھر میں اتنی لڑکیاں ہوں وہاں کام بانٹ کر کرنا چاہیے۔ میں تو کہتی ہوں ایک بیٹے کی ماں کو اپنے بیٹے کی شادی کرنی ہی نہیں چاہیے جب شادی ہوگی اسے اپنی بیوی سے پیار ہوگا پھر بچے ہوں گے ان سے ہوگا۔ کیا خیال ہے آپ کا۔" والعصر" مجھے وریٹی کا کردار شروع کی قسطوں میں بہت اچھا لگا لیکن اب زہر لگتی ہے۔ پلیز عیسیٰ کی بے گناہی سامنے لائیں۔ شام، شہر، بحر، میں وسیلہ سب اچھے تھے رضوانہ کو منصب الیا کا بھائی ہے۔ چلیں جی دیکھتے ہیں۔ آگے کیا ہوگا۔

"بہن کی فریاد" پڑھ کر بہت دل دکھی ہوا ہے۔ باتوں سے خوشبو آئے۔" ساری باتیں بہت اچھی لگیں۔ میں اپنے ابو کو پڑھ کر سناتی ہوں۔" خط آپ کے" شکریہ عدینہ لغاری آپ میرے لیے دعا کرتی ہیں۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ (آمین)

عارفہ شاہین! آپ کا پڑھا آپ بیمار ہیں کیا ہوا ہے آپ کو اور بینش آپ کو کیا مسئلہ ہے پلیز آپ دونوں نے بتانا ہے میں آپ دونوں کے لیے دکھی ہو گئی۔ میرے شوہر کو اچھا لگا میرا ان کے بارے میں سالگرہ کا لکھنا جیسے ہی رسالہ آیا بتایا تو اپنے پاس فون میں سیو کرلیا۔ میرے لیے یہ ہی اب خوشیاں ہیں۔

ج۔ پیاری رضوانہ! آپ کی بیماری کا پڑھ کر دل

www.pklibrary.com

افسردہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ سے نوازے آپ کے شوہر بہت اچھے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے شوہر اور آپ کی محبت کو سلامت رکھے۔ آمین۔ آپ اپنی بیماری کی تفصیل لکھیں۔ ممکن ہے ہماری کوئی قاری بہن کسی مستند ڈاکٹر کے بارے میں بتا سکیں۔

ساس، بہو کی لڑائی تو ازل سے چلی آرہی ہے اور نہ جانے کب تک چلتی رہے گی۔ اندرا گاندھی کی اپنی بہوؤں سے نہیں بنی۔

راجیو گاندھی کی وفات کے بعد تو اس نے بہو مانیکا گاندھی سے قطع تعلق کرلیا۔ ملکہ الزبتھ بھی جب تک زندہ رہیں بہوؤں سے خفا رہیں دونوں کے اکلوتے بیٹے جیسی تھے۔ اس لیے کوئی کلیہ نہیں بنایا جاسکتا، بس دلوں میں وسعت ہونا چاہیے۔

کوٹ رادھا کشن ضلع قصور سے بصیہ عائشہ نے شرکت کی ہے، لکھتی ہیں

اگست کا شمارہ وصولتے ہی اک نظر نائل گرل پر ڈالی اور پھر سب سے پہلے "فرح بخاری" کے شہر شام ہجر" پہنچے۔ قسط کا اختتام تجسس آمیز موڑ پر ہوا۔ اس کے بعد "والعصر" کو پڑھا۔ قسط دلچسپ رہی مگر ہمیں سر آتش کے آتش کدے میں بے نام لڑکی کے پراسرار وجود کے بارے میں جاننے کی چاہ ہے۔ پھر "نعیمہ ناز" کا "آسیب" پڑھا۔ حقیقت کے قریب تر ناول اچھا لگا مگر آئندہ ماہ پڑھ کر برا لگا۔ "صائمہ نور" کا "زندگی فرض ہے" حقیقت کی تلخی کو سموئے جہاں اشک بار کرگیا وہاں ہی سیما کا کردار اور بیا کا آخری عزم امید کا سبق دے گیا۔ افسانوں میں "حمیرا شفیع" کا "سلگتی ستار" پڑھا۔ قرۃ العین کی "البڑ کہانی" کا خوش گوار اختتام نہال کرگیا۔ جہاں صبا تحریم کی تحریر پر آہ بھر کر رہ گئے وہاں ہی ماجدہ ریحان کا "سپاس گزار" واہ تھا۔ سرشار کرگیا۔ ہم کو بھی ایسے ہی شوہر اچھے لگتے ہیں ویسے سپاس کے معنی کیا ہیں؟ فرزانہ کھرل صاحبہ کا "محبت سردرستہ ہے" میں آغاز میں ہمیں حسنی کا کردار ریا کے لیے رقیب جیسا لگا مگر جلد ہی عقدہ کھلا تو واضح ہوا کہ امر حسنی ہی سنان کی حقدار تھی۔ "رنگ وخوشبو کے سلسلے" میں قارئین کے طرح طرح کے رنگ دیکھنے کو ملے۔ اس ماہ کی مسکراہٹیں، معذرت کے ساتھ مسکراہٹ نہ بخش سکیں۔

پیاری بصیہ.....! شعاع کی محفل میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ شعاع آپ کو پسند آیا، تہہ دل سے شکریہ۔ پیاری بہن ای میلز ہم پڑھتے تو لازمی ہیں۔ کوشش بھی کرتے ہیں پرچے میں ای میلز شامل ہوجائیں لیکن ہماری پہلی ترجیح وہ خط ہوتے ہیں جو ڈاک سے موصول ہوتے ہیں۔ ہماری پیاری قارئین اتنی دشواریوں سے گزر کر پیسے خرچ کرکے خط پوسٹ کرتی ہیں اگر ان کے خط شامل نہ ہوں تو ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔

ایچ ایس ایچ نے تحصیل کمبوریال سے شرکت کی ہے لکھتی ہیں

سب سے پہلے بات ہوجائے محبت سردرستہ ہے بہت خوبصورت کہانی۔ ہم تو اس میں اس قدر کھو گئے کہ اردگرد کی ہوش ہی نہ رہی۔ بس ریا مسعود کا کردار بہت دوغلا لگا۔ ایک طرف سنان سے محبت کی دعوے دار تو دوسری طرف اس سے اس کا رتبہ چھیننا چاہتی ہے۔ خیر اچھا ہوا جو سنان نے امر حسنی کو پسند کیا۔ آسیب کچھ خاص پسند نہیں آیا۔ معذرت کے ساتھ، شہر شام ہجر فرح جی آپ نے تو خوش گوار دھچکا دیا ہے۔ خیر دادی کی حکمت عملی اچھی ثابت ہوئی زندگی فرض ہے صائمہ نور کی بھی اچھی کاوش تھی بہت کچھ کہتی اور سناتی ہوئی خوبصورت کہانی، افسانے سب ہی اچھے تھے خاص طور پہ سپاس گزار۔ بہن کی فریاد بہت دکھی افسانہ تھا لیکن کچھ کچھ حقیقت کو واضح کرتا ہوا، اوور آل سارا رسالہ ہی اچھا تھا، دستک مریم نور کا انٹرویو اور سا لگا، شرافت شاہ کو ابھی پڑھا نہیں، رنگ وخوشبو کے سلسلے پچھلی دفعہ دل کیا تھا ہم بھی شرکت کریں پھر یہ سوچ کر کہ ابھی تو ہم غیر شادی شدہ ہیں سلسلے میں سوالوں پہ پورا نہیں اترتے لیکن بہنوں کے سروے پڑھ کر تو افسوس ہورہا تھا کہ ہم بھی لے ہی لیتے سب نے بہت اچھے جواب دیے تو جناب اگست کے تمام پیدائشیوں کو بہت بہت مبارک باد خصوصی طور پہ فرح بخاری اور شائمہ دالعباد اور لائبہ ملک اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے۔ (آمین ثم آمین) نازیہ رزاق کدھر ہیں پلیز ان سے بھی کہیں اپنی

www.pklibrary.com

خوب صورت تحریر لے کر آئیں (دل کو بددعا ہے کیسے چھوڑ دوں تمہیں) کی طرح کی۔

عزیز بہن! تفصیلی تبصرے کا شکریہ۔

ہمارے سروے کے جواب دینے کے لیے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں۔ اگر آپ سروے میں شرکت کرتیں تو ہمیں خوشی ہوتی۔

نازیہ رزاق کی تحریروں کا تو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ بلاشبہ بہت باصلاحیت مصنفہ ہیں۔

رابیل سعید نے سیالکوٹ سے لکھا ہے

سب سے پہلے فرح بخاری کو میری طرف سے "شہر شام ہجر" لکھنے پر مبارک باد فرح جی آپ کا ناول پڑھ کر تو کبھی کبھی لگتا ہے، ہم بھی میاندم میں بیٹھے ہیں اور اب بات کرتے ہیں، نعیمہ ناز کے "آسیب" کی واہ کیا خوب کردار کشی کی آپ نے بشریٰ کے کردار کی "زندگی فرض ہے" ناولٹ ایک ہی تھا مگر پڑھ کر خوب اچھا لگا۔ زیبا کا دکھ ہمارے معاشرے کی کتنی ہی بیٹیوں کا دکھ ہے۔

یقین کریں، مجھے تو ایسا لگا جیسے زیبا کی جگہ میں تھی کیونکہ میری امی کی وفات بھی ایسے اچانک ہی ہوئی اور مجھے کبھی وقت نہ ملا ان سے ڈھیر ساری باتیں کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ میری امی کو جنت میں جگہ دے "آمین"۔ آپ ناراض نہ ہونا کہ میں نے اپنے خط میں آپ سے اپنے دکھ بیان کرنا شروع کردیے۔ افسانے سب ہی اچھے تھے۔ ج۔ پیاری رابیل! شعاع کی محفل میں خوش آمدید۔ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کی مغفرت فرمائے۔ یہ محفل آپ بہنوں کے لیے ہی سجائی گئی ہے، شعاع آپ ہی کا پرچہ ہے ہمیں برا کیوں لگے گا۔ دکھ سکھ بہنوں سے ہی تو کیے جاتے ہیں۔ بے شک صبر کا اجر ضرور ملتا ہے۔

نسیم کوثر..... ایف بی ایریا کراچی

سب سے پہلے فرح بخاری کے شام شہر ہجر کی تعریف کیے بنا نہیں رہ سکتے۔ اف کیا زبردست دلکش کہانی چل رہی ہے۔ اور فرزانہ کھرل کا ناول محبت سرد رستہ ہے۔ بس مناسب لگا معذرت۔ ہم زیادہ متاثر نہ ہوسکے۔ اس کے علاوہ نعیمہ ناز کے آسیب کو بہتر کہہ سکتے ہیں، مطلب ہمیں پسند آیا۔ صائمہ نور کے ناولٹ زندگی فرض ہے، کو بھی ہم نے پسندیدگی کی سند دے دی ہے۔ افسانوں میں حمیرا اشفیع کا سکی ستارہ سب پر بازی لے گیا۔ اور قرۃ العین خرم ہاشمی کی الہڑ کہانی بھی اچھی لگی۔ ہاجرہ ریحان کی استوری سپاس گزار معصوم اور پیاری لگی لیکن سپاس گزار کا مطلب کیا ہے۔ بہت منفرد سا نام لگا۔ پیارے نبی کی پیاری باتیں ہمیشہ کی طرح دل میں گھر کرگئیں اتنی پیاری باتیں بتانے پر اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے آمین۔

پیارا خوب صورت سلسلہ رنگ و خوشبو کے سلسلے کا تو جواب نہیں ماشاء اللہ سب قارئین بہنوں نے بہت خوب لکھا۔ سونیا ربانی، صدف ناصر، سکی مسرت، نیر نعیم خان نے تو بہت جم کے لکھا حرا آپا ان کا سروے پڑھ کر اور خط آپ کے تو یوں سمجھیے کہ یہ شعاع کا دل ہے اور ہمیں بھی دل سے پسند ہے اور آپ کا انداز گفتگو بہت خوب صورت ہے بچے۔ جب جھٹ سے ناتا جوڑا اچھا سلسلہ ہے۔ ع۔ م نے اپنی سرگزشت اچھی لکھی لیکن چاروں بہنیں آکر مجھ سے چڑیلوں کی طرح چمٹ گئیں، یہ کہنا اچھا نہیں لگا، پہلے ہی دن دل میں بغض پال لینا کیا اچھی بات ہے دوسری بات بھئی بہنوں کو بھی اتنا حاوی نہیں ہونا چاہیے کہ چڑیل بھوت کا خطاب مل جائے۔

ج۔ پیاری نسیم! سب سے پہلے تو تفصیلی تبصرے کے لیے شکریہ۔ آپ تو ہمیشہ ہی بہت اچھا تبصرہ کرتی ہیں۔

آپ کا اعتراض بجا ہے بہنوں کے لیے چڑیلوں کا لفظ غلط ہے لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ گھر میں داخل ہونے والے نئے فرد کو گھر کا حصہ بہت دیر میں تسلیم کیا جاتا ہے اور بہت سے لوگ تو کبھی بھی بہو کو وہ حق نہیں دیتے جو بیٹی کا ہوتا ہے۔ اس میں کافی حد تک بہو بھی قصوروار ہوتی ہے لیکن بنیادی طور پر گھر والوں کا فرض ہے کہ وہ نئی آنے والی بہو کا خوش دلی سے استقبال کریں۔

برا ماننے کا تو سوال ہی نہیں یہ محفل آپ کی رائے کے اظہار کے لیے سجائی گئی ہے تعریف و تنقید آپ کا حق ہے۔

☆☆

www.pklibrary.com

اُمِّ صُبُور

ابلیس

ابلیس کی نسل کی ابتدا جس جن سے ہوئی اس کا نام "طارانوس" ہے۔ طارانوس ابلیس سے ایک لاکھ چوالیس ہزار سال قبل دنیا پہ موجود تھا۔ طارانوس کی نسل تیزی سے بڑھی کیونکہ ان پہ موت طاری نہیں ہوئی تھی اور نہ بیماری لگتی تھی البتہ یہ چونکہ آگ سے مخلوق تھی تو سرکشی بدرجہ اتم موجود تھی۔ اس جنوں کی نسل کو پہلی موت فرشتوں کے ہاتھوں پیدائش کے 36000 سال بعد آئی جس کی وجہ سرکشی تھی یہاں پہلی بار موت کی ابتدا ہوئی اس سے پہلے موت نہیں ہوتی تھی۔ بعد میں "چلپانیس" نامی ایک نیک جن کو جنات کی ہدایت کا ذمہ سونپا گیا اور وہ ہی شاہ جنات قرار پائے اس کے بعد "ہاموس" کو یہ ذمہ داری دی گئی۔ ہاموس کے دور میں ہی "چلیپا" اور "عبلیث" کی پیدائش ہوئی۔ یہ دونوں اپنے وقت کے بے حد بہادر جنات تھے اور ان کی قوم نے چلیپا کو شاہین کا لقب اس کے شیر کے جیسے سر کی وجہ سے دیا۔ ان دونوں جنات کی وجہ سے ساری قوم کہنے لگ گئی کہ ہمیں اس وقت تک کوئی نہیں ہرا سکتا جب تک شاہین اور عبلیث ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ان دونوں کی وجہ سے قوم کے جنات آسمان تک رسائی کرنے لگے اور تیسرے آسمان پر جا کر شرارت کرآتے تھے۔ ایسے میں حکم الٰہی سے فرشتوں نے ان پر حملہ کیا اور عبرتناک شکست دی۔ اسی دوران جب "عزرائیل علیہ السلام" کو ابلیس نے دیکھا تو سجدہ میں گر گیا۔

ابلیس شروع سے ہی ایک نڈر اور ذہین بچہ تھا اس میں باپ کی بہادری اور ماں کی مکاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس نے ملائکہ کے ساتھ جا کر توبہ کا باقاعدہ اعلان کیا اور پھر فرشتوں سے فیض علم حاصل کرنے لگا۔ علم حاصل کرنے اور ریاضت کا یہ عالم تھا کہ پہلے آسمان پہ "عابد"، پھر دوسرے آسمان پر "زاہد"، تیسرے آسمان پر "بلال"، چوتھے آسمان پر "والی"، پانچویں آسمان پر "تقی" اور چھٹے آسمان پر "کبازان" کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ وہ وقت تھا جب یہ فرشتوں کو سکھاتا تھا۔ ساتویں آسمان پہ ابلیس بقعِ نور میں رہا۔ ہفت افلاک کے سب ملائکہ کا معلم قرار دیا گیا یہاں تک پہنچ کر ابلیس نے اپنی عاجزی اور ریاضت کی انتہا کردی۔

کم وبیش ابلیس نے چودہ ہزار سال عرش کا طواف کیا یہاں اس نے فرشتوں میں استاد/سردار "عزازیل" کے نام سے شہرت پائی، کم وبیش تیس ہزار سال مقربین فرشتوں کا استاد رہا۔ ابلیس کے درس ووعظ کی میعاد کم وبیش بیس ہزار سال ہے۔ فرشتوں کے ساتھ قیام کی مدت کم وبیش اسی ہزار سال ہے۔

ابلیس کو حکم ہوا کہ داروغہ جنت "رضوان" کی معاونت کرو اور اہل جنت فرشتوں کو اپنے علم وفضل سے بہرہ ور کرو، یوں ابلیس کو جنت میں داخلے کا پروانہ مل گیا اور جنت میں بھی اپنے علم سے داروغہ جنت رضوان کو سیراب کیا اور یوں جنت رضوان کی کنجیاں ابلیس کے پاس رہیں۔ روایات کے مطابق ابلیس 40 ہزار سال تک یہ فرض خزانچی

www.pklibrary.com

انجام دیتا رہا۔ یہی وہ مقام اعلیٰ ترین جنت رضوان ہی تھا جہاں ابلیس نے پہلی بار بادشاہت کے خواب دیکھنے شروع کیے۔ اس وقت ابلیس کے پاس ہفت اقلیم، افلاک، جنت و دوزخ سب کا اختیار تھا اور اس نے چپے چپے پہ سجدے کیے تھے۔ مگر یہاں پہ ابلیس عاجزی سے پہلی بار بھٹکا اور خود کو بادشاہ بنانے اور رب بن جانے کے خواب دیکھنا شروع کیے۔ کئی ملائکہ کے سامنے ربوبیت کی بابت بات بھی کی مگر ملائکہ کے انکار کے سبب چپ ہو گیا اور یوں یہ غم چلتا رہا مگر اس سب سے اللہ کی ذات بے خبر نہ تھی۔

پھر آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مرحلہ آیا جیسے قرآن مجید میں واقعات بیان ہوئے ہیں..... ابلیس آدم علیہ السلام کو جزو جزو مرحلہ وار مختلف اقسام کی مٹی سے تخلیق ہوتا دیکھتا رہا اور چپ رہا مگر جیسے ہی اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا نائب ہے تو اس نے واویلا کیا، عبادات اور اطاعت کا واسطہ دیا پھر طنز کیا کہ مجھ جتنی عبادت کس نے کی ہے اور آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکاری ہوا۔

تب اللہ تعالیٰ نے کہا نکل جا شیطان مردود۔ لعنتی قرار پانے کے بعد ابلیس نے اپنی عبادات اور ریاضت کا رب کریم سے عوض مانگا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ایک وقت معلوم تک مہلت فراہم کی۔ جس پر ابلیس نے اولاد آدم کو صراط مستقیم سے بھٹکا کر اپنا پیروکار بنانے کا دعویٰ کیا جس پر رب کریم نے فرمایا کہ جو متقی اور پرہیزگار ہوں گے تو ان کو گمراہ نہیں کر پائے گا۔

ابلیس کے اس لعنتی کام میں اس کے پانچ ساتھی ہیں۔

1۔ ثبر..... اس کے اختیار میں مصیبتوں کا کاروبار ہے۔ جس میں لوگ ہائے واویلا کرتے ہیں گریبان پھاڑتے ہیں منہ پہ طمانچے مارتے ہیں اور جاہلیت کے نعرے لگاتے ہیں۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے

بہنوں کے لیے خوب صورت ناولز

دل ایک گلشن

رضیہ جمیل

300

چلمن

نادرہ خاتون

قیمت -/300 روپے

بڑا دعویٰ

نسیم سحر زیدی

قیمت -/400 روپے

دستِ کوزہ گر

فوزیہ یاسمین

قیمت -/750 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

www.pklibrary.com

2۔اعور..... یہ لوگوں کو بدی کا مرتکب کرتا ہے اور بدی کو لوگوں پہ اچھا اور پسندیدہ کر کے دکھاتا ہے۔

3۔مسوط..... یہ کذب، جھوٹ اور دروغ پہ مامور ہے جسے لوگ کان لگا کر سنیں۔ یہ انسانوں کی شکل اپنا کر ان سے ملتا ہے اور انہیں فساد برپا کرنے کی جھوٹی خبریں سناتا ہے۔

4۔داسم..... یہ آدمی کے ساتھ گھر میں داخل ہوتا ہے اور گھر والوں کے عیب دکھاتا ہے اور آدمی کو گھر والوں پہ غضبناک کرتا ہے۔

5۔زکنیور..... یہ بازاروں کا مختار ہے بازاروں میں آ کر یہ بدویانتی کے جھنڈے گاڑتا ہے۔ بازاروں میں برائیوں اور فحاشی پہ ورغلاتا ہے۔

ابلیس کا آدم علیہ السلام کو سجدے سے انکار کا جو یہ حسد تھا کہ جس نے اسے مجبور کیا کہ میری جگہ آدم (خاک) کو کیوں ملی۔ یہ اس کا جو یہ تکبر اور غرور تھا کہ میں اعلیٰ ہوں اور اس ایک سجدے کے انکار کی بات نہیں تھی بات اطاعت سے سرکشی کی تھی، شرک کی تھی۔ ابلیس نے دل میں خود کو "رب" مان لیا تھا۔ اسی شرک عظیم کی بدولت ابلیس تا قیامت رسوا اور لعنتی ٹھہرا اور اولاد آدم کو بھٹکانے کے لیے آزاد [illegible]

حاصل نتیجہ یہ ٹھہرا کہ رب کریم کو انسان کی عبادات و عاجزی، علم و دانش سے کچھ غرض نہ ہے۔ رب کریم صرف دیکھتا ہے کہ دل میں اطاعت و فرمانبرداری کتنی ہے۔ اسی بنیاد پہ تقویٰ اور پرہیز گاری کے درجے قرار پاتے ہیں۔

مصطفیٰ کمال اتاترک

مصطفیٰ کمال پاشا 1881ء میں پیدا ہوا۔ وہ 1923ء سے 1938ء تک ترکی کا صدر رہا۔ صدر رہ کر 57 سال کی عمر میں بہت عبرت ناک الم ناک اور ذلت آمیز موت کے گڑھے میں جا گرا۔ نیلی آنکھوں والے اس طاغوت نے ترکی اور ترک مسلمانوں کو بدل کر رکھ دیا دراصل اس کی رگوں میں یورپی بلقانی خون تھا وہ غالباً فری میسن کا سرکردہ رکن تھا چنانچہ اس نے ترکوں کا لیڈر بن کر ترکوں سے انتقام لیا، نظام خلافت ختم کر دی۔

خلیفہ اور اس کے خاندان کو جلاوطن کر دیا اس کی تمام جائیداد ضبط کر لی۔ ملک کے آئین سے اسلام کو خارج کر دیا مدارس اور خانقاؤں پر پابندی لگا دی۔ قرآن مجید پڑھنے، چھاپنے، پڑھانے پر پابندی لگا دی علما کی داڑھی عمامے اور ترکی ٹوپی ممنوع قرار دی گئی عورتوں کے حجاب اور پردہ پر سخت پابندی عائد کر دی، عربی اذان بند اور دینی تعلیم جرم تھی۔ کمال پاشا خود بلا نوش شرابی اور بے حیا انسان تھا، وہ اسلام اور مسلمانوں سے نفرت رکھتا تھا۔

وہ مسلمانوں کے لیے ایک سفاک قاتل اور جلاد تھا۔ اس نے ترکی کو عالم اسلام سے کاٹ کر یورپ کی غلامی میں دھکیل تھا اس نے عالم اسلام کے مرکز کو اسلام کے لیے ممنوع قرار دے دیا، شہدا کی قربانیوں سے بننے والی مساجد کو میوزیم میں تبدیل کر دیا۔

وہ خود تو 1938ء میں بری موت مر گیا مگر اپنے سیاہ اور منحوس انقلاب کی حفاظت کے لیے اپنے پیچھے ایک مضبوط فوج چھوڑ گیا مگر اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں اسلام اور مسلمانوں کی مضبوطی دیکھیں کہ آج اسی صدارت کی کرسی پر قرآن مجید کا بہترین قاری، شراب سے نفرت کرنے والا۔ اسلام سے محبت کرنے والا طیب اردگان براجمان ہے ترکی سے پھر ہمیں سلطان بایزید یلدرم۔ سلطان محمد الفاتح کی اسلامی شان و شوکت کے مناظر دیکھنے کو ملیں گے۔ ان شاء اللہ

زرینہ خانم لغاری مظفر گڑھ

☆☆

www.pklibrary.com

خالد مجید رانی

غزلیں

ام کمال ـــــــــ فیصل آباد

بجھا دیا ہے نصیبوں نے مرے پیار کا چاند
کوئی دیا مری پلکوں پہ اب جلا نہ کرے

فاکہہ سہیل ـــــــــ کراچی

حقیقت کا اگر افسانہ بن جانے تو کیا کیجے
گلے مل کر بھی وہ بیگانہ بن جانے تو کیا کیجے

ثوبیہ ـــــــــ حیدرآباد

ضبط لازم ہے مگر دکھ ہے قیامت کا غماز
ظالم اب کے بھی نہ روئے گا تو رو جائے گا

عائشہ ـــــــــ گوجرہ

گھر بسانے میں یہ خطرہ ہے کہ گھر کا مالک
رات میں دیر سے آنے کا سبب پوچھے گا

عذراء افضل نامر ـــــــــ گلستان جوہر

محسن عروج کم نظراں سانحہ نہیں
یہ سانحہ ہے کہ اہل نظر دیکھتے رہے

نمرہ طالب ـــــــــ کراچی

سوچا تھا ایک خواب جو دیکھا نہیں گیا
پھر اس کے بعد عمر بھر سویا نہیں گیا
کچھ میں بھی خود پسند تھا کچھ وہ بھی بے نیاز
ٹوٹا تو پھر وہ سلسلہ جوڑا نہیں گیا

بشریٰ محسن ـــــــــ گلشن معمار

کچھ تمنا، کچھ طلب کچھ مدعا ہیں
ہم پھر بھی گفتگو کا سلسلہ رکھتا ہیں

اقراء سعدیہ ـــــــــ لاہور

اب مجھ سے ان آنکھوں کی حفاظت نہیں ہوتی
اب مجھ سے ترے خواب سنبھالے نہیں جاتے
آنکھوں سے نکلتے ہو مگر دھیان میں رکھنا
تم ایسے کبھی دل سے نکالے نہیں جاتے

سمیرا نسیم ـــــــــ بہاول پور

ڈوب گئے آنسو کے تلوے راکھ ہوئے پروانے بھی
مگر نگر کے دیپ بجھا کر اب کس دیس میں رات گئی

شہناز یوسف ـــــــــ اسلام آباد

ڈھونڈتا پھرتا ہوں لوگوں میں شباہت اس کی
کہ وہ خوابوں میں بھی لگتی ہے حسیناؤں جیسی

صائمہ نظام ـــــــــ اٹک

میرا جیون ایسا جیون جس میں کوئی رنگ نہیں
میرا جیون ایسا جیون جس میں کوئی سنگ نہیں

نورین فضل ـــــــــ سرگودھا

میری آنکھوں میں بجا دیتا ہے پہنے لیکن
کوئی پہنا بھی تو سچا نہیں ہونے دیتا

فضہ یوسف ـــــــــ فیصل آباد

اب نہ آئیں گے روٹھنے والے
دیدۂ اشک بار چپ ہو جا
چھوٹ جاتی ہے پھول سے خوشبو
روٹھ جاتے ہیں یار چپ ہو جا

ریحانہ چوہدری ـــــــــ ہرنو کے

یہ مانا کہ اس نے مجھ کو فراموش کر دیا
ضروری چیز ہیں رکھ کے اس کو اکثر بھول جاتا تھا

شکیل سیال ـــــــــ اوکاڑہ

تیرے عطا سے کتنی نباہ کی ہم نے
نہ کوئی آنسو بہایا نہ کوئی آہ کی ہم نے

ثوبیہ بیگ ـــــــــ کھاریاں

دھند میں لپٹی ہوئی سرد ہوا اور ہجر کا غم
گماں ہوتا ہے اس بار دسمبر مار ڈالے گا

www.pklibrary.com

موسم کے پکوان

واصفہ سہیل

بہاری چکن بوٹی بریانی

اجزاء:

چکن	ایک کلو
چاول	تین پاؤ
پیاز	دو عدد درمیانی
تیل	آدھا کپ
ہری مرچ	چھ عدد
آلو بخارے	چھ عدد
دہی	ایک کپ
کچا پپیتا	ایک کھانے کا چمچہ
پودینہ	حسب پسند
ادرک لہسن	دو کھانے کے چمچے
لال مرچ	تین چائے کے چمچے
جاوتری	تھوڑا ٹکڑا
ہری الائچی	چار عدد
ہلدی	آدھا چائے کا چمچہ
نمک	ایک چائے کا چمچہ
پسی ہری مرچ	دو کھانے کے چمچے
پسا ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچے

ترکیب:

چکن کے ٹکڑوں پر تلی ہوئی پیاز، تیل، ہری مرچ آلو بخارے، دہی، کچا پپیتا، پودینہ، ادرک لہسن، لال مرچ، جاوتری، ہلدی، پسی ہری مرچ اور پسا ہوا دھنیا لگا کر دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔

ایک پتیلی میں پانی میں نمک ڈال کر چاول ایک کنی آنے تک ابال لیں۔ مسالا لگی چکن کو ایک پتیلی میں ڈال کر پندرہ منٹ پکائیں تیل اوپر آجائے ابلے ہوئے چاولوں کی تہہ لگا کر دم دیں اور گرم گرم سرو کریں۔ (آلو بخارے نہ ہوں تو املی ڈال دیں۔)

آلو کے چپلی کباب

اجزاء:

آلو	ایک کلو
نمک	حسب پسند
ہرا دھنیا	دو کھانے چمچے
ادرک لہسن	ایک کھانے کا چمچہ
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
کٹی مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
لال مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
ہلدی	آدھا چائے کا چمچہ
دھنیا	آدھا چائے کا چمچہ
میدہ	ایک کھانے کا چمچہ
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچہ
مکھن	ایک کھانے کا چمچہ
انار دانہ	آدھا کھانے کا چمچہ
زیرہ	ایک چائے کا چمچہ

ترکیب:

آلو دھو کر ابال لیں۔ ہاتھ سے مسل لیں۔ نمک، ہرا دھنیا، ادرک لہسن، کالی مرچ، لال مرچ، ہلدی، دھنیا، میدہ، کارن فلور، مکھن، پسا انار دانہ، کٹا ہوا زیرہ ڈال کر مکس کر لیں۔ کباب کی ٹکیاں بنائیں انڈے میں ڈبو کر تل لیں۔

دال کے کباب

کالی مسور	ڈیڑھ کپ
پیاز	ایک عدد
ہری مرچ	چار عدد
گاجر	حسب پسند
انڈا	ایک عدد

www.pklibrary.com

بریڈ کرمبز	آدھا کپ
لال مرچ	ایک چائے کا چمچہ
ہلدی	آدھا چائے کا چمچہ
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
زیرہ	آدھا چائے کا چمچہ
نمک	حسب پسند

ترکیب:

دال دھو کر ابال لیں۔ ٹھنڈا کر کے ہلکا سا گرائنڈ کر لیں۔ (زیادہ گرائنڈ نہیں کرنا ہے) ایک پیالے میں دال، درمیانی باریک کٹی پیاز، باریک کٹی گاجر، ہرا دھنیا، لال مرچ، ہلدی، زیرہ، نمک ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ انڈے میں ڈبو کر بریڈ کرمبز لگائیں اور فرائی پین میں ہلکا تل لیں۔

چکن ونگز سبزیوں کے ساتھ

اجزاء:

چکن ونگز	بارہ عدد
ہری پیاز	ایک کپ
شملہ مرچ	ایک کپ
ادرک	ایک کپ
سویا ساس	ایک چائے کا چمچہ
سرکہ	چھ چائے کے چمچے
کالی مرچ	دو چائے کے چمچے
ٹماٹو کیچپ	ایک چائے کا چمچہ
کارن فلور	تین کھانے کے چمچے
تیل	دو چائے کے چمچے
نمک	حسب ضرورت
	حسب ذائقہ

ترکیب:

ونگز میں تین چائے کے چمچے سویا سوس، ایک چائے کا چمچہ سرکہ، کالی مرچ اور تھوڑا نمک ڈال کر مکس کریں اور آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ کڑاہی میں تیل گرم کریں اور ونگز کو تل لیں۔

ایک کڑاہی یا دیگچی میں ایک چمچ تیل گرم کریں۔ ادرک ڈال کر فرائی کریں۔ اس کے بعد ہری پیاز، شملہ مرچ، اور مشروم ڈال کر فرائی کریں۔ کچھ دیر کے بعد تین چمچے سویا ساس، ایک چمچہ سرکہ، نمک اور کیچپ ڈال کر فرائی کریں۔ آدھا کپ پانی ڈال کر ایک ابال آنے دیں۔ کارن فلور کو تھوڑے سے پانی میں گھول لیں۔ ابال آجائے تو سبزیوں میں آہستہ آہستہ مکس کر دیں۔ گاڑھا ہو جائے تو چولہا بند کر دیں۔ ایک ڈش میں ونگز رکھیں اور اس کے اوپر تلی سبزیاں ڈال کر سرو کریں۔

کشمیری دیگی چکن قورمہ

اجزاء:

مرغی کا گوشت	ایک کلو
کشمیری مرچ	دو کھانے کے چمچے
لال مرچ	ایک چائے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
چھوٹی الائچی	چھ عدد
جائفل	چوتھائی چائے کا چمچہ
دہی	ایک کپ
ادرک لہسن	دو کھانے کے چمچے
دھنیا	ایک کھانے کا چمچہ
براؤن پیاز کا چورا	آدھا کپ
ثابت گرم مسالا	ایک کھانے کا چمچہ
کیوڑا	ایک کھانے کا چمچہ
تیل	ایک کپ

ترکیب:

ایک دیگچی میں تیل گرم کریں۔ اس میں الائچی ثابت گرم مسالا کڑکڑائیں۔ گوشت ڈال کر بھونیں۔ پسا ہوا لہسن، ادرک، نمک، لال مرچ، کشمیری مرچ پسی ہوئی دھنیا ڈال کر بھونیں، ایک کپ پانی ڈال کر پکائیں کہ گوشت گل جائے گوشت کو بھونیں دہی اور براؤن پیاز کا چورا ڈال کر بھونیں۔ تیل الگ ہو جائے تو جائفل پاؤڈر اور کیوڑا ڈالیں آدھا کپ پانی ڈالیں ایک ابال آنے پر چولہا بند کر دیں اور تافتان کے ساتھ پیش کریں۔

☆☆

www.pklibrary.com

خوبصورت بالوں کے لیے

خوبصورت بالوں کے لیے ان کی صحت اور نشوونما پر توجہ دیں۔

اپنے بالوں کو صاف رکھیں مگر انہیں روزانہ شیمپو نہ کریں۔ سیل و گرد و غبار صرف جڑوں میں جمع ہوتا ہے، بالوں کے آخری سروں تک الگ سے شیمپو کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

بالوں کو دھونے کے لیے کھولتا ہوا پانی ہرگز استعمال نہ کریں۔ قابل برداشت پانی سے بال دھونا بہتر ہے تاکہ بال دوشاخے نہ ہو جائیں اور خشک ہو کر اپنی چمک نہ کھو دیں۔ گرم پانی آپ کے جسم کے درجہ حرارت سے تھوڑا زیادہ گرم ہونا چاہیے۔

گیلے بال تین گنا کمزور ہوتے ہیں اور آسانی سے ٹوٹتے ہیں لہٰذا اس وقت باریک کنگھی استعمال نہ کریں۔ کھلے دندانوں والی کنگھی زیادہ موزوں رہتی ہے تاکہ بال سلجھ بھی جائیں اور جڑوں کو قدرتی ہوا بھی لگے۔

لکڑی کے کنگھے سے بال سلجھائیں اور سنواریں، پلاسٹک کا کنگھا چارج ہو جاتا ہے۔ لکڑی کے کنگھے سے روزانہ بالوں کو دیر تک سنوارنا بالوں کی ایک ورزش ہے جو کھوپڑی میں دوران خون کو بڑھا کر بالوں کو صحت مند بنا دیتی ہے۔

بالوں کے لیے چھ قسم کے تیل بہترین سمجھے جاتے ہیں، ان میں بادام کا تیل سرفہرست ہے۔ اس کے بعد کیسٹر آئل، آملہ، زیتون، ناریل اور لیونڈر آئل بھی بہترین مانے جاتے ہیں۔ آپ چاہیں تو ان کی تھوڑی تھوڑی مقدار ملا کر بھی استعمال کر سکتی ہیں۔

غسل سے چار گھنٹے پہلے تیل لگانا مفید ہے، آدھا کپ شہد، ایک سے دو چمچے زیتون کا تیل اور ایک کھانے کا چمچہ انڈے کی زردی ملا کر پچیس منٹ کے لیے بالوں میں لگائیں۔ اس کے بعد نیم گرم پانی سے بالوں کو دھولیں۔ ہلکے ہاتھوں سے بالوں کو رگڑیں۔ شیمپو استعمال کر کے بالوں کو دھولیں۔

گاجر میں وٹامن اے پایا جاتا ہے اس سے نہ صرف بال اچھے رہتے ہیں بلکہ آپ کی کھوپڑی کا وہ حصہ اچھا ہو جاتا ہے جس پر بال اگتے ہیں، گاجر بالوں کو مضبوط اور چمک دار بناتی ہے۔

کھیرے میں سیلیکا پایا جاتا ہے۔ اس سے بال بڑھتے ہیں۔ لہٰذا کھیرا سلاد میں شامل رکھا کریں۔

پانی نہ صرف ہماری پیاس بجھاتا ہے بلکہ پیٹ بھی بھرتا ہے اور ہمیں ہائیڈریٹ کرتا ہے۔ پانی بالوں کو پودوں کی مانند سیراب بھی کرتا ہے، بال بھی پانی پیتے ہیں۔ خوب پانی پیا کریں، اس سے آپ کے بال مزید حسین ہو جائیں گے۔ لوفیٹ ڈیری پروڈکٹس میں وٹامن اے کا خزانہ موجود ہے۔ اس لیے دودھ، دہی اور کاٹیج چیز کو اپنی غذا میں شامل رکھیں وہ تمام سبزیاں آپ کے بالوں کو قوت بخشتی ہیں جو گہرے سبز پتوں والی ہوتی ہیں۔ ان میں وٹامن اے اور سی پایا جاتا ہے۔ مثلاً میتھی، پالک وغیرہ۔

پروٹین سے بھری پھلیاں آپ کے بال حسین بنا سکتی ہیں۔

تازہ پھل اور سبزی کو خوراک کا حصہ بنائیں۔ بال پروٹین سے بنتے ہیں تاہم آپ کو چربی والے گوشت سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے مگر گوشت کو بالکل ترک نہیں کرنا ہے۔ اناج، پھل، سبزیاں ہر چیز کھائیں اور وٹامن ای پر زیادہ توجہ دیں یہ بالوں کو مضبوط کرنے والا وٹامن ہے جو آپ کو سرس فوڈ سے ہی مل سکتا ہے۔

آئرن یعنی فولاد کا استعمال، خون میں آکسیجن پیدا کرتا ہے۔ زنک بالوں کو مضبوط کرتا ہے اور اومیگا تھری فیٹی ایسڈز بالوں کو لمبا، گھنا اور خوب صورت بنا دیتا ہے۔

☆☆